عربوں میں تبلیغِ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ

جلد دوم

(1955ء سے 2011 تک)

مؤلفہ

محمد طاہر ندیم

مربی سلسلہ

عربک ڈیسک یو۔کے۔
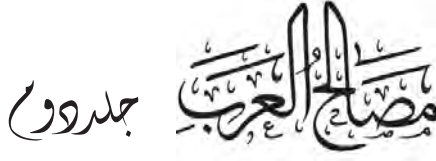
Maṣāliḥul - ‘Arab – Vol: 2

(Urdu)

Compiled by: Muhammad Tahir Nadeem

First Published in UK in 2012 by:
Islam International Publications Limited
Islamabad
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed in UK at:

ISBN: 978-1-84880-113-4

بسم الله الرحمن الرحيم

''مصالح العرب'' کے بارہ میں
حضرت امامِ ہُمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ   وَ عَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّــاصر

لندن

5-1-12

پیارے مکرم محمد طاہر ندیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اطلاع دی ہے کہ آپ جماعت احمدیہ کی عرب ممالک میں تاریخ وواقعات جو آپ کے تحریر کردہ ہیں اور الفضل میں شائع ہورہے ہیں، کو کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پڑھنے والوں کے لئے معلوماتی اور ازدیادِ ایمان کا باعث بنائے۔ آمین

میں تو پورا ہفتہ الفضل انٹرنیشنل کا خاص طور پر آپ کے مضمون کی وجہ سے انتظار کرتا ہوں۔ خلافت ثانیہ کے دور کے تاریخی اور ایمان افروز واقعات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پیغامات اور ابتدائی مبلغین جن کے ذریعہ بعض عرب ممالک میں احمدیت کا پیغام پہنچا اور سعید روحوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی، یہ سب تو ایمان افروز اور دل کو جلا بخشنے والے ہیں ہی لیکن اس دور میں جس طرح عرب ممالک میں احمدیت کا نفوذ ہو رہا ہے اور جس ایمانی حرارت کا نئے شامل ہونے والے مظاہرہ کر رہے ہیں، کن کن مشکلات سے گزر رہے ہیں وہ بھی پڑھنے والے پرانے احمدیوں کو اپنے جائزے لینے پر مجبور کرتا ہے اور نئے آنے والوں کو حوصلہ اور جرأت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کی بے انتہا جزاء دے کہ اپنے تمام علمی کام کے ساتھ اس ایمان افروز تاریخ کو بھی محفوظ کر رہے ہیں اور پھر ان واقعات کے بیان کے دوران کسی علمی یا عقیدے کے مسئلہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی روشنی میں آپ کا بیان علمی، تفسیری اور عقیدے کے مسائل بھی حل کر دیتا ہے اور اسی طرح غیروں کی بدعقیدگی اور بدعات کی وضاحت بھی ہوجاتی ہے اور یوں ایک احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کا مزید ادراک ہوجاتا ہے بلکہ ہر سعید فطرت کو ہوتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کی بہترین جزاء دے اور پڑھنے والے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ آمین

والسلام

خاکسار

[signature]

خلیفة المسیح الخامس

نقل دفتر PS لندن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　　نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
هُوَالنَّاصِرُ

عرض حال

سن 2008ء جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ سال ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جاری ہونے والی خلافت علیٰ منہاج نبوت کے قیام پر سو سال پورے ہوئے۔

یہ سال عربوں کے لحاظ سے بھی اہم تھا کیونکہ اس وقت تک عربوں کے لئے علیحدہ ویب سائٹ اور علیحدہ ٹی وی چینل ایم ٹی اے 3 العربیہ کا اجراء عمل میں آ چکا تھا اور عربوں میں تبلیغ کے لئے چند خاص پروگرامز شروع ہو چکے تھے جن میں ہر دلعزیز پروگرام الحوار المباشر سرِفہرست ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ بلاد عربیہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کو پہنچانے کے لئے آسمان سے دروازے کھول دیئے۔

اس تاریخی حوالے سے جماعت خدا تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کے شکرانے کے طور پر مختلف پروگرام بنا رہی تھی ۔اس موقعہ پر جماعت کے دیگر رسائل واخبارات کی طرح ''الفضل انٹرنیشنل'' کا بھی ایک خاص نمبر شائع کیا گیا جس کے لئے مکرم نصیر احمد قمر صاحب مدیر''الفضل انٹرنیشنل'' نے خاکسار کو عربوں میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی کاوشوں کے بارہ میں ایک مضمون لکھنے کا ارشاد فرمایا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے اس بارہ میں مواد اکٹھا کرنا شروع کیا تو وہ ایک مضمون سے بہت زیادہ تھا،لہٰذا اسے قسط وار چھاپنے کا

فیصلہ کیا گیا اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی خاص مدد سے جہاں مواد میسر آتا گیا وہاں گاہے گاہے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا، شفقت اور راہنمائی خاص برکتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اور ایک قسط سے شروع ہونے والا یہ مضمون محض خدا کے خاص فضل اور حضورانور کی نظرِ شفقت کی برکت سے آج تک جاری ہے۔

اس سارے مواد کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، حصہ تاریخ اور حصہ سیرت۔ حصہ تاریخ کی دو جلدیں ہیں جن میں سے یہ دوسری جلد قارئین کرام کی خدمت میں اس دعا کے ساتھ پیش ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس خاکسار کو بھی اپنی جناب میں قبول فرماتے ہوئے اپنی مغفرت اور رحمت کی رداء میں چھپالے، آمین۔

مواد کی فراہمی اور اسے کتابی شکل میں تیار کرنے میں بہت سے بزرگان اور احباب نے مدد وراہنمائی فرمائی ہے، دعا کی غرض سے ذیل میں ان کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں: استاذی المکرّم میر محمود احمد ناصر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ، سید عبد الحی شاہ صاحب مرحوم ناظر اشاعت ربوہ، مکرم نصیر احمد قمر صاحب مدیر الفضل انٹرنیشنل، مکرم منیر الدین شمس صاحب، مکرم عبد المومن طاہر صاحب، مکرم مبشر احمد ایاز صاحب، مکرم اسفندیار منیب صاحب، مکرم نوید احمد سعید صاحب، مکرم محمود احمد منیر صاحب، مکرم میر انجم پرویز صاحب، مکرم شیخ مسعود احمد صاحب، مکرم طارق خلیل صاحب، مکرم طارق حیات صاحب اور انکی اہلیہ عائشہ طارق صاحبہ، مکرم تنویر احمد صاحب، مکرم محمد داؤد ظفر صاحب اور مکرم ڈاکٹر نعیم الجابی صاحب۔ اسی طرح خاکسار اپنی اہلیہ مکرمہ شازیہ نورین صاحبہ کا بھی اس فہرست میں بطور خاص ذکر کرنا چاہتا ہے جنہوں نے اس کام کی انجام دہی میں خاکسار کا بھرپور ساتھ دیا۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا أَحْسَنَ الْجَزَاءِ فِی الدُّنْيَا وَالآخِرَة۔

خاکسار

محمد طاہر ندیم مربی سلسلہ

عربک ڈیسک اسلام آباد ٹلفورڈ

30 / جولائی 2012ء

فہرست مضامین

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دوسرا سفر یورپ

مؤرخہ 10/مارچ 1954ء کو حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو علاج کی غرض سے آپ نے یورپ جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس سفر کے دوران حضورؓ نے دمشق (شام) اور بیروت (لبنان) میں بھی قیام فرمایا لہٰذا اس سفر کے عربوں سے متعلقہ بعض تاریخی واقعات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

کراچی سے دمشق کے لئے روانگی

29/اور 30/اپریل 1955ء کی درمیانی شب کو سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ سفر یورپ کے ارادہ سے KLM کے طیارہ کے ذریعہ کراچی سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور کے ساتھ سیدہ ام متین صاحبہ۔ سیدہ مہر آپا صاحبہ، صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب۔ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے علاوہ عزت مآب چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحبؓ بھی تھے۔ ڈرگ روڈ کے ہوائی اڈہ سے پونے دو بجے شب حضور کا طیارہ دمشق کے لئے روانہ ہوا۔

حضورؓ کی تشریف آوری سے قبل مولانا عبدالمالک خان صاحب مبلغ سلسلہ نے حسب ذیل دُعائیں لاؤڈ سپیکر پر پڑھیں اور احباب کو ان کے دہرانے کی تلقین کی۔ یہ دعائیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے اس موقعہ کے لئے خود انہیں لکھوائی تھیں۔

(1) ۔ اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْھم مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَدْخِلْھُم مُّدْخَلَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لَّھُمْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا۔

(2) ۔ رَبِّ کُلُّ شَيْیءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْهُمْ وَانْصُرْ هُمْ وَارْحَمْهُمْ۔

(3)۔ یَا حَفِيْظُ يَا عَزِيْزُ يَا رَفِيْق۔

(4)۔ فِی حِفَاظَة اللّٰه وَرَحْمَتِه۔

(5) ۔ اِرْجِعُوْ سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ تَحْتَ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ مشہور نظم بھی خوش الحانی سے پڑھی گئی جس میں حضورؑ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور دیگر اولاد کے لئے دعا فرمائی ہے۔

سوا نو بجے تھے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خدام میں تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ کر مجمع سمیت لمبی اور پُرسوز دُعا کی۔ دعا کا یہ نظارہ حد درجہ ایمان افروز اور رقت انگیز تھا اور اس کی کیفیت کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر شریک ہونے کی سعادت عطا فرمائی تھی۔

اس موقعہ پر مقامی جماعت اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔ (روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 19 رمئی 1955ء صفحہ 5)

دمشق میں ورود اور ہفت روزہ قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعودؓ بروز ہفتہ بتاریخ 30 راپریل تقریباً سات بجے بذریعہ ڈچ ہوائی جہاز دمشق کے ہوائی اڈہ پر وارد ہوئے۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ پرائیویٹ سیکرٹری 28 راپریل سے یہاں موجود تھے۔ احباب جماعت حضور کی آمد کے بے تابی سے منتظر تھے۔ کئی ایک کو اس بارہ میں رؤیا میں بھی بشارات مل چکی تھیں۔ کل جمعہ میں خاصا اجتماع تھا۔ ہمارے محترم دوست استاذ السید منیر الحصنی صاحب نے استقبال کے بارہ میں احباب کو ہدایات دیں۔ احباب جماعت عموماً انتہا درجہ کے مصروف اور اکثر ذمہ داری کے مناصب پر مقرر ہیں۔ لیکن کچھ تو صبح ہی زاویۃ الحصنی میں (جہاں جماعت کا مرکز ہے) پہنچ گئے اور پھر اکٹھے الحاج سید بدر الدین الحصنی صاحب کے مکان پر پہنچے جہاں دوسرے دوست پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ کاروں کا انتظام کیا گیا اور سات بجے سے قبل ہوائی اڈہ پر جا پہنچے۔ سید منیر الحصنی صاحب، چوہدری

مشتاق احمد صاحب باجوہ اور ایک اور دوست جنہیں طیارہ کی سیڑھی کے دروازے پر جانے کی اجازت تھی آگے بڑھے۔ حضور تشریف لائے اور شرفِ مصافحہ بخشا۔ پھر حضور اپنے احباب کے اجتماع میں سہارا لئے ہوئے پولیس کے دفتر میں جہاں پاسپورٹ وغیرہ چیک کئے جاتے ہیں تشریف فرما ہوگئے اور استاذ منیر الحصنی پاس ہی کھڑے ہوکر باری باری احباب کا تعارف کرواتے گئے۔ حضرت ام امتہ المتین صاحبہ، حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ، صاحبزادی امتہ الجمیل اور صاحبزادی امتہ المتین کے استقبال کے لئے الحاج بدرالدین الحصنی کے خاندان کی مستورات تشریف لائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور اپنے قابل احترام مہمانوں کو لے کر بلا تاخیر گھر کو روانہ ہوگئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب پاسپورٹ چیک ہو گئے تو حضور بھی اپنے خدام کے ہمراہ الحاج بدالدین صاحب کے مکان کو روانہ ہو گئے اور چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنے میزبان کے مکان پر پہنچ گئے۔ حضور کا قیام بالا خانہ پر ہوا جو نہایت صاف ستھرا آرام دہ تھا اور اپنے آقا کے قدموں تلے آنکھیں بچھانے والے حصنی خاندان کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ الحاج بدرالدین صاحب کا ریشمی کپڑے کا کارخانہ ہے۔ آپ ہمارے دمشق کے مبلغ انچارج السید منیر الحصنی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضور تھوڑی دیر ڈرائینگ روم میں بیٹھے اور پھر اندر آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور قریباً سات روز تک دمشق میں رونق افروز رہے۔ دورانِ قیام کے بعض کوائف بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

30 / اپریل 1955ء:۔ حضور نماز ظہر کے لئے تشریف لائے اور سفر کی تکان کے باوجود دمشق کے مخلص احمدیوں کے طبعی اشتیاق کے پیش نظر مجلس میں تقریباً دو گھنٹے تشریف فرما رہے اور مختلف امور پر اظہار خیال فرماتے رہے۔

یکم مئی 1955:۔ دوپہر کو کھانے سے قبل دمشق سے تین چار میل کے فاصلہ پر ایک باغ ''المنشیة'' مع اہل بیت تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب۔ سید منیر الحصنی صاحب اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کو بھی شرف معیت حاصل ہوا۔ اس باغ میں بہنے والی نہر کے کنارے کے ساتھ نشست گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ حضور کچھ وقت وہاں تشریف فرما رہے اور پھر واپس تشریف لائے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور اس کے بعد مخلصین کو مصافحہ کا موقعہ عطا فرمایا۔ تقریباً ساڑھے پانچ

بجے ڈاکٹر یوسف الموصلی صاحب معائنہ کے لئے تشریف لائے انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ حضور کو مکمل آرام کی ضرورت ہے اور یہی اصل علاج ہے۔

جماعت احمدیہ بیروت پر شفقت

شیخ نور احمد صاحب منیرؔ جو ان دنوں بیروت (لبنان) میں مبلغ احمدیت کے فرائض انجام دے رہے تھے ایک روز قبل شرف ملاقات حاصل کر چکے تھے اس روز بھی لبنان کی جماعت کے ایک اور دوست کے ساتھ آئے تا حضور کی خدمت میں اصرار کے ساتھ یہ درخواست کریں کہ حضور بیروت میں بھی تشریف لاویں اور جماعت کو زیارت کا موقع دیں۔ حضور نے ازراہ شفقت بیروت میں قیام منظور فرما لیا۔

6رمئی 1955ء: اس روز حضور نے ظہر و عصر کی نماز کے بعد بعض شامی اور فلسطینی احباب سے مسئلہ فلسطین کے بارہ میں عربی میں گفتگو فرمائی۔ نیز مشرق وسطیٰ میں سلسلہ کی ترقی کے بارہ میں بعض سکیموں پر غور کیا اور اصحاب الرائے احباب سے مشورہ فرمایا۔

دمشق میں اپنے قیام کے دوران حضورؓ یہاں پر تبلیغ کو وسیع کرنے اور ایک اسکول قائم کرنے کے منصوبے پر غور فرماتے رہے۔ ایک روز حضرت مصلح موعودؓ دمشق سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک مقام دمّر تشریف لے گئے۔ وہاں نہر کے کنارے ایک کیفے میں تشریف فرما رہے۔

6رمئی کو حضورؓ کے اعزاز میں دمشق کے احمدی احباب کی طرف سے جماعت کے مرکز زاویۃ الحصنی میں دعوت تھی۔ لیکن اس روز بعض احباب کو ایسی خوابیں آئیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضور کو خطرہ درپیش ہے لیکن انجام بخیر ہے۔ ظاہری تدبیر کے طور پر یہ قدم اُٹھایا گیا کہ حضور زاویۃ الحصنی نہ تشریف لائیں بلکہ احباب کھانے کے بعد حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

حضورؓ کے ایک مکتوب میں الحصنی خاندان کے اخلاص کی تعریف

3رمئی 1955ء کو حضور نے امیر مقامی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں سفر دمشق اور آئندہ پروگرام پر روشنی ڈالنے کے علاوہ السید منیر

الحصنی اوران کے مخلص خاندان کی عقیدت و محبت کا نہایت پیارا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ مذکورہ مکتوب کے الفاظ یہ تھے۔

دمشق 55۔5۔3

عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آج دمشق آئے تیسرا دن ہے ہوائی جہاز میں تو اس حادثہ کے سوا کہ اس کے کمبل گلو بند کی طرح چھوٹے عرض کے تھے اور کسی طرح بدن کو نہیں ڈھانک سکتے تھے خیریت رہی۔ سردی کے مارے ساری رات جاگا اور پھر وہم ہونے لگا کہ شاید مجھے دوبارہ حملہ ہوا ہے۔ چودھری ظفراللہ صاحب ساری رات مجھے کمبلوں سے ڈھانکتے رہے مگر یہ ان کے بس کی بات نہ تھی۔ آخر جب میں بہت نڈھال ہو گیا تو مَیں نے چودھری صاحب کی طرف دیکھا جو ساتھ کی کرسی پر تھے تو ان کا چہرہ مجھے بہت نڈھال نظر آیا اور مجھے یہ وہم ہو گیا کہ چوہدری صاحب بھی بیمار ہو گئے ہیں۔ آخر مَیں نے منور احمد سے کہہ کر نیند کی دوائی منگوائی۔ چودھری صاحب نے قہوہ منگوا کر دیا وہ گرم گرم پیا۔ ایک ایسپرین کی پُڑیا کھائی تو پھر جا کر نیند آئی اور ایسی گہری نیند آئی کہ جب چودھری صاحب صبح کی نماز پڑھ چکے تو مَیں جاگا۔ چودھری صاحب نے عذر کیا کہ آپ کی بیماری اور بے چینی کی وجہ سے مَیں نے آپ کو نماز کیلئے نہیں جگایا۔ بہرحال قضائے حاجت کے بعد کرسی پر نماز ادا کی اور پھر ناشتہ کیا۔ اتنے میں روشنی ہو چکی تھی۔ دُور دُور سے عرب اور شام کی زمینیں نظر آ رہی تھیں۔ بہرحال بقیہ سفر نہایت عمدگی سے کٹا اور ہم سات بجے دمشق پہنچ گئے ایروڈروم پر دمشق کی جماعت کے احباب تشریف لائے ہوئے تھے جو سب بہت اخلاص سے ملے برادرم منیر الحصنی بھی جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایروڈروم کے ہال میں جا کر بیٹھ گئے جہاں پاکستان کے منسٹر بھی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ مستورات کے لئے برادرم سید بدرالدین الحصنی جو منیر الحصنی کے چھوٹے بھائی ہیں، کی مستورات تشریف لائی ہوئی تھیں۔ وہ مستورات کو گھر لے گئیں پیچھے پیچھے ہم بھی پہنچ گئے۔ محبت اور اخلاص کی وجہ سے بدرالدین الحصنی نے سارا گھر ہمارے لئے خالی کر دیا ہے اس وقت ہم اس میں ہیں۔ جس محبت سے یہ سارا خاندان ہماری خدمت کر رہا ہے اس کی مثال پاکستان میں مشکل سے ملتی ہے۔ برادرم سید بدرالدین حصنی شام کے بہت بڑے تاجر

ہیں لیکن خدمت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ اپنے اخلاص کی وجہ سے وہ خادم زیادہ نظر آتے ہیں رئیس کم نظر آتے ہیں۔ یہاں چونکہ سردی بہت ہے اور یورپ کی طرح Heating System نہیں ہے۔ مجھے سردی کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہوگئی ہے۔ یہاں کے قابل ڈاکٹر کو بلایا گیا جس کے معائنہ کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ واقعی قابل ہے۔ فرانس کا پڑھا ہوا ہے بعض امور جو تجربہ سے بیماری کو بڑھانے والے ہوتے ہیں اس نے ان کو بہت جلدی اخذ کر لیا۔ منور احمد نے بتایا کہ جب ڈاکٹر کو فیس دینے لگے تو سید منیر الحصنی صاحب نے بڑے زور سے روکا یہ ہمارا خاندان کا ڈاکٹر ہے ہم اس کو سالانہ فیس ادا کرتے ہیں اس کو فیس نہ دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی بڑے خاندان یورپ کی طرح ڈاکٹروں کو ماہانہ یا سالانہ فیس ادا کرتے ہیں اور ہر دفعہ آنے پر الگ فیس نہیں دی جاتی۔ اب یہ پروگرام ہے کہ انشاء اللہ سات تاریخ کو ہم بیروت جائیں گے اور آٹھ کو اٹلی روانہ ہوں گے۔ چودھری صاحب انشاء اللہ ساتھ ہی ہوں گے ان کی ہمراہی بہت تسلی اور آسائش کا موجب رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دلوں میں ایسی محبت کا پیدا کرنا محض اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ انسان کی طاقت نہیں اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے ہی شاکر ہیں کہ اس نے ہمارے لئے وہ کچھ پیدا کر دیا جو دوسرے انسانوں کو باوجود ہم سے ہزاروں گنا طاقت رکھنے کے حاصل نہیں۔ ایک دن یہاں بھی شدید دورہ ہوا تھا مگر خدا کے فضل سے کم ہو گیا اب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ملک میں پہنچ کر جہاں Heating System ہوتا ہے بیماری کے ایک حصہ کو کافی فائدہ ہوگا۔ جو حملہ یہاں آ کر ہوا وہ زیادہ تر دماغی تھا۔ یعنی جسم پر حملہ ہونے کی بجائے دماغ پر لگتا تھا بڑی سخت گھبراہٹ تھی۔ اس وقت یہ دل چاہتا تھا کہ اڑ کر اپنے وطن چلا جاؤں مگر مجبوری اور معذوری تھی۔ ادھر علاج کا مقام بھی بہت قریب آ گیا تھا اس لئے عقل کہتی تھی اب سفر کی غرض کو پورا کرو شاید اللہ تعالیٰ کلّی صحت ہی عطا فرما دے اور جسم آئندہ کام کے قابل ہو جائے۔ انشاء اللہ ہم اب آٹھ یا نو تاریخ کو تار یا خط کے ذریعہ سوئٹزرلینڈ سے اپنے حالات لکھیں گے۔ احباب دعاؤں میں مشغول رہیں کیونکہ علاج کا مرحلہ تو اب قریب آ رہا ہے۔ اس سے پہلے تو سفر ہی سفر تھا۔ سب احباب جماعتِ احمدیہ اور عزیزوں اور رشتہ داروں کو السلام علیکم۔

مرزا محمود احمد

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 10 مئی 1955ء صفحہ 1-2)

ایک نکاح کا اعلان

اس روز حضور نے نماز ظہر سے قبل سیدہ نجمیہ (بنت الحسن الجابی مرحوم) کا نکاح سید سعید القبانی کے ساتھ ایک ہزار لیرہ سوری مہر معجّل اور پانچ صد لیرہ سوری مہر مؤجل پر پڑھا اور اس کے بابرکت ہونے کی دعا فرمائی۔ یہ پہلا نکاح تھا جو حضور نے ایک شامی احمدی کا ایک شامی خاتون کے ساتھ پڑھایا۔

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے

نماز ظہر کے بعد حضور مجلس عرفان میں رونق افروز رہے اور شامی احباب سے بلا تکلف عربی زبان میں گفتگو فرماتے رہے۔ ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور ہمارا جی چاہتا تھا کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور حضور کی زیارت کریں لیکن اس کی ہمت نہ تھی ہمارا اللہ خود حضور کو ہمارے پاس لے آیا۔ یہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا اور پھر ایک حکایت سنائی کہ ایک شہر میں اللہ کا ایک معذور بندہ رہتا تھا اس سے دور ایک ولی اللہ تھا اس معذور اور بزرگ کے دل کی خواہش تھی کہ کس طرح اس ولی اللہ سے ملاقات ہو لیکن وہ جا نہ سکتا تھا۔ اور ولی اللہ کو بلانے کی جرأت نہ تھی۔ آخر ایک دن وہ ولی خود اس کے پاس آ گئے وہ بڑا حیران ہوا۔ پوچھا آپ کیسے آئے؟ کہا سلطان کی طرف سے مجھے حاضری کا حکم پہنچا تھا اس لئے آیا ہوں۔ اس بزرگ نے عرض کیا نہیں خدا تعالیٰ مجھ معذور کی زیارت کے لئے آپ کو لایا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ایک پیغامبر آیا اس نے بتایا کہ وہ فلاں صاحب کے لئے یہ شاہی حکم لے کر جا رہا ہے کہ ان کو نہیں بلایا گیا بلکہ غلطی سے حکم ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا وہ تکلیف نہ کریں۔ اس بزرگ نے جواب دیا تم فکر نہ کرو وہ یہاں ہی ہیں۔ اور یہ اطلاع ان کو پہنچ گئی۔ پس حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ خود اپنے بندوں کی خواہش کے پورا کرنے کا سامان پیدا کر دیتا ہے۔

بدرالدین الحصنی کی سعادت

حضور مختلف احباب سے حالات دریافت فرماتے رہے۔ اس دوران میں عطروں کا ذکر آیا

الف لیلہ میں دمشق کے عطروں کا بڑا ذکر آتا ہے۔ احباب نے عرض کیا کہ یہاں تو فرانسیسی عطر زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن بعض عطر مثلاً گلاب اور چنبیلی خاصے اچھے ہیں۔ بعض لوگوں کے اخلاص کا بھی عجیب رنگ ہوتا ہے۔ الحاج سید بدرالدین الحصنی نے کسی کو مختلف قسم کے عطر لانے کی ہدایت کر دی اور چند منٹ بعد مختلف عطر وہ حضور کی خدمت میں پیش کر رہے تھے۔ حضور نے مختلف عطروں کو سونگھتے ہی بتا دیا کہ یہ سب کیمیکل ایسنس کے ہیں۔

رات کے کھانا کی سید منیر الحصنی کے مرحوم بھائی سید عبدالرؤف الحصنی کے ہاں دعوت تھی۔ السید عبدالرؤف الحصنی کے بڑے بیٹے سیدنا در الحصنی اپنے خاندان کے لئے اخلاص کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ حضور کی طبیعت شگفتہ تھی اور اس شگفتگی سے ساری مجلس باغ و بہار بنی رہی۔ لطائف کا سلسلہ چلتا رہا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور نے دعا فرمائی۔ پھر سیدنا در الحصنی کے چھوٹے بھائی السید نورالدین الحصنی صاحب نے سورہ والضّحیٰ کی نہایت خوش الحانی سے تلاوت کی۔

4رمئی 1955ء کو حضور نماز ظہر وعصر کے بعد مجلس میں تشریف فرما رہے اور بہائیوں کے متعلق السید رشدی البسطی سے حالات دریافت کئے۔ دعوتِ عشائیہ السید منیر مالکی کے ہاں تھی جس میں حضور نے شرکت فرمائی۔ کئی ایک شامی احباب بھی مدعو تھے۔

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 15رمئی 1955ء صفحہ 3)

خطبہ جمعہ اور دمشق میں آخری مجلس

6رمئی 1955ء کو جمعہ کا دن تھا۔ حضور چونکہ ہفتہ کے روز بیروت روانہ ہو رہے تھے اس لئے صبح سے ہی کثرت سے احباب حضور کی فرودگاہ پر تشریف لانے لگے۔ جماعت نے اس تاریخی موقعہ کی یادگار ظاہر طور پر محفوظ کرنے کے لئے فوٹو گرافر کا انتظام کیا جس نے مختلف فوٹو لینے شروع کئے اس اثناء میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ الحاج بدرالدین صاحب کو یہ بھی سعادت حاصل ہوئی کہ حضرت مصلح موعودؓ ان کے مکان میں ہی جمعہ پڑھائیں۔ حضور نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں ایک مختصر جمعہ پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آج سے تقریباً نصف صدی قبل جب کہ آپ میں سے اکثر ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام فرمایا:

''يَدْعُونَ لَكَ أَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ'' (مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 86)

اور آج آپ کے وجود سے یہ الہام پورا ہو گیا ہے۔
نماز جمعہ کے بعد حضور کچھ وقت مجلس میں رونق افروز رہے۔ سید محمد ذکی صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ السید محمد الربانی نے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ پڑھا اور پھر السید ابراہیم الجبان نے حضرت مصلح موعودؓ کی شان مبارک میں ایک شاندار قصیدہ پڑھا جوان کی قلبی واردات کا آئینہ دار اور اخلاص کا مرقع تھا۔ اس یادگار تقریب کے کئی فوٹو لئے گئے اور دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔

1924ء اور 1955ء کے دمشق کا موازنہ

حضرت مصلح موعودؓ 1924ء میں بھی نزیل دمشق ہوئے تھے مگر اکتیس سال قبل کے دمشق اور موجودہ دمشق میں ایک بھاری فرق تھا۔ 1924ء میں یہاں کوئی دمشقی احمدی نہ تھا اور حالات اس درجہ مخالف تھے کہ دمشقی عالم الشیخ عبد القادر المغربی نے حضور سے کہا آپ یہ امید نہ رکھیں کہ ان علاقوں میں کوئی شخص آپ کے خیالات سے متاثر ہوگا کیونکہ ہم لوگ عرب نسل کے ہیں اور عربی ہماری مادری زبان ہے اور کوئی ہندی خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو ہم سے زیادہ قرآن وحدیث کے معنی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اولوالعزم فضل عمر اس چیلنج پر خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا ”اب ہندوستان واپس جانے پر میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ آپ کے ملک میں مبلغ روانہ کروں۔ اور دیکھوں خدائی جھنڈے کے علمبرداروں کے سامنے آپ کا کیا دم خم ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 413-414)

اللہ اللہ کس توکل علی اللہ اور کس عزم کا اظہار تھا جس نے خدا کے فضلوں کو ایسی تیزی سے جذب کیا کہ اب جو اکتیس سال کے بعد وہی اولوالعزم اور متوکل اور مسیح محمدی کا لختِ جگر اور پسر موعود دمشق میں وارد ہوا تو مخلصین احمدیت کی ایک بیمثال جماعت قائم ہو چکی تھی۔ اور حضور کے عاشق خدام اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے لئے اور اس کے روح پرور کلمات سننے کے لئے اور اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے لئے بے تاب نظر آتے تھے اور اس سے تعارف کا فخر حاصل کرنے اور اس کی دعاؤں کے حصول کیلئے تڑپتے تھے۔ اور خدا کے اس موعود خلیفہ کے در کی پاسبانی کے لئے فخر وعزت محسوس کر رہے تھے۔ (الفضل 15 مئی 1955ء صفحہ 3)

جماعت احمدیہ دمشق کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی دعا

دمشق سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ 7 رمئی کو بیروت کے لئے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل حضورؓ نے جماعت احمدیہ شام کی وزیٹرز بک میں اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے:

”يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ وَيُبَارِكُ فِيكُمْ وَفِي كُلِّ أَعْمَالِكُمْ وَأَشْغَالِكُمْ۔“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے ،اور آپ میں اور آپ کے تمام اعمال واشغال میں برکت رکھ دے۔

دمشق سے بیروت

سیدنا محمود المصلح الموعود ایک ہفتہ دمشق میں قیام فرمانے اور اس کی فضاؤں کو اپنے انوار وبرکات سے معطر کرنے کے بعد 7 رمئی کو سوا سات بجے صبح دمشق سے بیروت کے لئے روانہ ہو گئے۔حضور کے ساتھ دمشق کی جماعت کے مخلصین کی ایک تعداد سید منیر الحصنی صاحب کی قیادت میں بیروت آئی ان مخلصین کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

محمد الشواء پلیڈر۔ سعید القبانی۔ علاؤ الدین نو یلاتی۔ زکریا الشواء، سلیم حسن الجابی، نادر الحصنی ، ابراہیم الجبان، محمد ذکی۔

حضور شتورۃ سے بعلبك دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے وہاں پر ان آثار قدیمہ کو پوری دلچسپی سے دیکھا کچھ دیر پہلے قرآن کریم اور قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنا، شتورۃ میں کھانا کھایا۔

جماعت احمدیہ لبنان کا اخلاص

لبنان کی مخلص جماعت کے نمائندگان کا ایک وفد حضور کے استقبال کے لئے دمشق بیروت کی سڑک پر عالیہ صحت افزا پہاڑی مقام سے آگے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر گیا ہوا تھا۔اس میں مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر مبشر اسلامی۔ محمد توفیق الصفدی صاحب۔ مرزا جمال احمد

صاحب۔ ابوالولید شہاب الدین اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ شامل تھے۔حضور کا قافلہ تقریباً ڈیڑھ بجے عالیہ پہنچا۔ ان کے ہمراہ بیروت میں مکرم محمد درجنانی صاحب کے مکان پر پہنچے جہاں حضور کے ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

حضور کی پیشوائی اور ملاقات کے لئے لبنان کے احمدی دوست طرابلس اور برجا سے معہ بچوں کے آئے ہوئے تھے جونہی حضور کی کار دروازہ پر پہنچی دوستوں نے کہنا شروع کر دیا جاء مولانا الخلیفۃ اور دوستوں نے حضور کو اھلا وسھلا ومرحبا کہا۔حضور کی آمد ان ممالک میں غیر متوقع تھی اس لئے دوستوں کو حضور کی ملاقات سے انتہائی خوشی تھی اور سب دوست حضور کی صحت عاجلہ اور عمر طویل کے لئے دعا گو تھے۔

ڈاکٹری ہدایت کے پیش نظر حضورؓ نے آتے ہی آرام فرمایا اور سو گئے۔ چائے نوشی کے بعد حضور ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھانے کے لئے تشریف لائے دوستوں نے حضور کی اقتدا میں نماز پڑھی۔نماز کے بعد حضور نے بعض مقامی امور کے متعلق استفسار فرمایا اور شیخ نور احمد صاحب منیؔر نے لبنان کے جملہ احباب کا تعارف حضور سے کرایا۔ تمام دوستوں نے حضور سے مصافحہ کیا۔ سیکرٹری محمد توفیق الصفدی صاحب نے ایک مختصر ایڈریس حضور کی خدمت مبارک میں پیش کیا جس میں حضور کی آمد پر جماعت نے اپنے آقا کو مرحبا کہا تھا۔ اور اپنے جذبات عقیدت کا اظہار کیا اور حضور کی کامل شفاء کے لئے دعا کی۔

السید محمد توفیق الصفدی کے بعد السید نجم الدین نے بھی ایک قصیدہ پیش کیا۔ ازاں بعد حضرت مصلح موعودؓ نے الشیخ عبدالرحمٰن البرجاوی کی درخواست پر جماعت احمدیہ برجا کی مرکزی عمارت کے لئے بنیادی پتھر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

برجا کے علاوہ طرابلس الشام سے بھی محمود ابراہیم صاحب اپنے بچوں کے ہمراہ آئے ہوئے تھے۔حضور ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ یہ مختصر مجلس برخاست ہوئی تو دوستوں نے دوبارہ مصافحہ کیا اور پھر حضور ساحلِ سمندر کی طرف تشریف لے گئے اور نئے بیروت کے بعض حصوں کو دیکھا۔ اس وقت چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اور مکرم توفیق محمد الصفدی صاحب کو حضور کی کار میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور لبنان میں سلسلہ کی ترقی کے لئے بعض امور پر تبصرہ فرماتے رہے۔ مغرب کی اذان ہو چکی تھی حضور سیر سے واپس تشریف لائے۔

نماز مغرب و عشاء پڑھائیں اور بعض نئے دوستوں کو شرف ملاقات بخشا۔ ایک زیر تبلیغ عیسائی دوست کمیل شلهوب نے بھی حضور سے مصافحہ کیا۔ مصافحہ کے بعد اس شخص نے ایک دوست سے کہا واللّٰهِ لَقَدْ انْشَرَحَ قَلْبِیْ مِنْ زِیَارَةِ هَذَا الشَّخْص۔ بخدا اس شخص کی ملاقات سے میرے دل میں انشراح پیدا ہوا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مکرم محمد توفیق الصفدی اور مکرم محمد درجانی تمام رات حضورؓ کی قیامگاہ کے باہر پہرہ دیتے رہے۔

مورخہ 8/مئی 1955ء کو حضورؓ بیروت سے زیورچ کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپ کو شام ولبنان کے احمدیوں نے الوداع کیا۔

(از الفضل 19/مئی 1955ء صفحہ 3-4، الفضل 10/جون 1955ء صفحہ 3، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 16 صفحہ 499-511)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دمشق آمد پر
مکرم منیر الحصنی صاحب ائیر پورٹ پر استقبال کرتے ہوئے

شام کے ایک مقامی ہوٹل میں

1955 میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بعلبک لبنان کے آثار قدیمہ کی سیر کے دوران

پہلی قطار میں دائیں طرف سے: سعید القبانی، محمد خیر الحصنی، سلیم الجابی، زکریا الشوا۔

دوسری قطار میں: نادر الحصنی، علاء الدین النویلاتی، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، منیر الحصنی

آخری قطار: محمد الشوا، حمدی الزکی۔

بعلبک کے آثار قدیمہ کی سیر کے دوران لی گئی ایک اور تصویر

قاہرہ (مصر) کے ایئرپورٹ پر

افراد جماعت احمدیہ شام ولبنان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہیں

بیروت کے ہوائی اڈے پر شام اور لبنان کے بعض احمدی احباب
حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ۔
حضورؓ کے دائیں جانب مبلغ سلسلہ شیخ نور احمد منیر صاحب اور بائیں طرف منیر الحصنی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

یرحمکم اللہ و یبارک فیکم و فی کل اعمالکم و اشغالکم

میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الموعود الثانی
6/5/55

(يرحمكم الله ويبارك فيكم وفى كل أعمالكم وأشغالكم)

اہل شام کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دعا

جو آپ نے جماعت احمدیہ دمشق کی وزیٹرز بک میں تحریر فرمائی

مبلغینِ بلادِ عربیہ

بلاد عربیہ میں مبلغین کرام کی خدمات کے سلسلہ میں ہم حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، مولانا جلال الدین شمس صاحب، مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب، مولانا محمد سلیم صاحب، مولانا محمد شریف صاحب، مولانا رشید احمد چغتائی صاحب، اور مولانا نوراحمد منیر صاحب کا ذکران کے کارہائے نمایاں کے ساتھ مفصل طور پر کرآئے ہیں۔ یہاں پر دیگر مبلغین کرام کا ذکر خیر بھی کردیا جائے جن کو بلاد عربیہ میں خدمات کی توفیق ملی۔اس کے بعد ہم تاریخی اعتبار سے باقی احداث وواقعات کا تذکرہ کریں گے۔

مکرم مولانا محمد دین صاحب

1940ء میں مکرم مولوی محمد دین صاحب بطور مبلغ البانیہ گئے اورآپ نے کچھ عرصہ وہاں پر قیام کیا۔مصر میں ایک مختصرسی جماعت قائم تھی۔وہاں پر کوئی مبلغ نہیں تھا لیکن مکرم چوہدری محمد شریف صاحب جن کا ہیڈ کوارٹر حیفا میں تھا تمام بلادِعربیہ میں مشن کے انچارج تھے۔1944ء میں آپ مصر کی جماعت کی خواہش پر وہاں تربیتی دورے پر گئے۔آپ وہاں پرتقریباً دو ماہ مقیم رہے اور جماعت کے عہدیداروں کا انتخاب کرایا اور جماعت کے ساتھ تربیتی نشستیں ہوئیں۔ اس موقع پر چند احباب بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔اس موقع پر ایک بلند پایہ ازہری عالم سے آپ کا مناظرہ بھی ہوا۔ پہلے تو یہ صاحب مُصرّ ہوئے کہ وہ وفاتِ مسیح کی بجائے ختمِ نبوت پر مناظرہ کریں گے۔جب دلائل کا تبادلہ ہوا تو جلد ہی عاجز آگئے۔اور نہ صرف اقرار کیا بلکہ لکھ کر بھی دیا کہ عقلی طور پراس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی نبی آسکتے ہیں۔اُس

وقت ایک مخلص دوست مکرم عبد العزیز سیالکوٹی صاحب بھی چار سال سے مصر میں مقیم تھے۔آپ کو خدمتِ سلسلہ کے لئے ایک غیر معمولی جوش عطا کیا گیا تھا۔انہوں نے ایک مصری صاحب کی مدد کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کے لیکچر سیرِ روحانی اور ملائکۃ اللہ کے عربی میں تراجم تیار کروائے۔ (از سلسلہ احمدیہ)

مکرم مولانا جلال الدین صاحب قمر

آپ پہلی مرتبہ دیارِ عربیہ میں 22/دسمبر 1954ء کو تشریف لائے اور تقریبا ڈیڑھ سال کے بعد 21/ اپریل 1966ء کو ربوہ واپس تشریف لے گئے۔ دوسری مرتبہ 7/اپریل 1973ء کو تشریف لائے اور 2/نومبر 1977ء تک خدمت کی توفیق پائی۔ اس دوران آپ رسالہ البشریٰ کی ادارت اور کبابیر میں مدرسہ احمدیہ کے امور کی نگرانی بھی کرتے رہے۔آپ نے نہایت حکیمانہ انداز میں اہل کبابیر کے علمی ذوق کو بلند کیا۔آپ عربی زبان کے ماہر اور تعلیم کے طریقوں سے آشنا معلم تھے۔ بلادِ عربیہ سے واپسی کے بعد آپ نے آخری بیماری تک جامعہ احمدیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

مکرم فضل الٰہی بشیر صاحب

آپ نے بھی دو مرتبہ بلادِ عربیہ میں خدمات سرانجام دیں۔ پہلی دفعہ جنوری 1966ء سے جنوری 1968ء تک جبکہ دوسری مرتبہ دسمبر 1977ء سے دسمبر 1981ء تک تبلیغی مہمات کی قیادت کی۔اپنے قیام کے دوران آپ نے رسالہ البشریٰ کی ادارت کے علاوہ کئی قیمتی کتب بھی تالیف فرمائیں جن میں سے اہم ترین کتاب: نَسْأَلُ الْمُعَارِضِیْنَ وَعُلَمَآءَ هُمْ ہے۔جس میں آپ نے بعض موٹے موٹے اختلافی مسائل کے بارہ میں تفصیل سے جماعت کا نقطہ نگاہ بیان فرمایا ہے اور اپنے مؤقف کی تائید میں دلائل دیئے ہیں۔

ازاں بعد آپ نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے، آمین۔

حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب

آپ ماریشس میں پیدا ہوئے، قادیان میں تعلیم حاصل کی اور 1944ء میں زندگی وقف کرنے کا فیصلہ کیا۔آپ فلسطین میں 8/فروری 1968ء میں تشریف لائے اور 26/فروری 1972ء تک یہاں قیام فرمایا۔آپ نے رسالہ البشریٰ کی ادارت کے علاوہ اہم کام یہ کیا کہ مرکز کی طرز پر مختلف دینی اجلاسات اور جلسہ جات کے قیام کا رواج ڈالا، چنانچہ یوم مسیح موعودؑ، یوم مصلح موعودؓ، اور یوم خلافت وغیرہ کا باقاعدہ انعقاد ہونا شروع ہوا۔اسی طرح ان مواقع پر رسالہ البشریٰ کے خاص شمارے بھی شائع کئے گئے۔آپ نے بکثرت فلسطین کے مختلف علاقوں کے دورے کئے اور تبلیغ کے کام میں تیزی پیدا کردی۔

مکرم مولانا محمد منور صاحب

مکرم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب کی واپسی کے بعد مکرم مولانا محمد منور صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ 8/فروری 1972ء کو فلسطین تشریف لائے اور تقریباً سوا سال قیام کے بعد 21/مئی 1973ء کو یہاں سے روانہ ہو گئے۔اس عرصہ میں آپ نے رسالہ البشریٰ کی ادارت کے علاوہ دینی مجالس اور درس و تدریس پر زیادہ زور دیا۔

مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب

آپ 20/اکتوبر 1966ء کو لبنان تشریف لائے اور عربی زبان کے علاوہ حدیث کے میدان میں اکتساب علم کیا۔جس کے بعد 19/جولائی 1967ء کو آپ واپس ربوہ تشریف لے گئے۔لبنان میں قیام کے دوران آپ شام بھی تشریف لے گئے جہاں مکرم منیر الحصنی صاحب اور دیگر افراد جماعت سے ملاقات کا بھی موقع ملا۔ازاں بعد آپ نے جامعہ احمدیہ میں حدیث شریف کے استاد کی حیثیت سے لمبا عرصہ تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

مکرم ملک مبارک احمد صاحب

آپ نے پچاس کے دہائی کے شروع میں مصر اور شام میں بغرض تعلیم قیام فرمایا۔شام میں آپ زاویۃ الحصنی میں رہتے تھے۔قلت کلام اور کثرت مطالعہ آپ کی صفات حمیدہ میں شامل تھا۔آپ نے واپس آ کر مختلف کتب کے ترجمہ کے ذریعہ عربوں کی بہت خدمت کی۔آپ کے اہم ترین کاموں میں سے تفسیر کبیر جلد اول، مسیح ہندوستان میں، اسلام کا اقتصادی نظام، نظام نو، دعوۃ الأمیر وغیرہ کا عربی ترجمہ ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے تقریباً دس سال تک ربوہ سے شائع ہونے والے مجلّہ البشریٰ کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے۔جامعہ احمدیہ میں عربی زبان کی تدریس کے علاوہ آپ نائب پرنسپل اور قائمقام پرنسپل کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔

مکرم قریشی نور الحق صاحب تنویر

1956ء میں آپ نے بطور طالب علم قاہرہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور تعلیم مکمل کی۔تحصیلِ علم کے ساتھ ساتھ آپ جماعت سے بھی رابطہ میں رہے۔ازاں بعد جامعہ احمدیہ میں عربی زبان کی تدریس اور نائب پرنسپل کے عہدہ پر ایک لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔

مکرم شریف احمد امینی صاحب

آپ 11/اکتوبر 1984ء سے لے کر 6/دسمبر 1985ء تک بلادعربیہ میں رہے۔ازاں بعد جامعہ احمدیہ قادیان میں بطور استاد کام کیا، اسی طرح ناظر امور عامہ قادیان کے اہم منصب پر بھی آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔

مکرم رانا تصور احمد خان صاحب

آپ اکتوبر 1988ء میں مصر میں عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے لئے تشریف لے گئے لیکن نامساعد حالات کی بناء پر آپ کے ویزہ میں توسیع ممکن نہ ہوسکی جس کی بناء پر آپ کو فروری

1989ء ءمیں واپس پاکستان جانا پڑا۔آپ کا شمار عربی زبان کے ماہر علماء میں ہوتا ہے۔آج کل آپ جامعہ احمدیہ ربوہ میں صدر شعبہ عربی اور عربی ادب کے استاد کے طور پر خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

مکرم محمد حمید کوثر صاحب

آپ 26/ اپریل 1985ء کو کبابیر پہنچے اور 22/مئی 1998ء تک خدمت کی توفیق پائی۔اس عرصہ میں آپ نے ذیلی تنظیموں کو فعال بنانے میں کافی محنت سے کام کیا۔آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے متعدد خطبات جمعہ اور خطابات کا بھی ترجمہ کیا۔آپ کا ایک بڑا اور اہم کام جماعت احمدیہ پر ہونے والے اعتراضات کے تفصیلی جوابات پر مبنی کتاب کی تیاری ہے۔آپ آج کل پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق پارہے ہیں۔

مکرم مولانا محمد عمر صاحب

آپ کا تعلق انڈیا سے ہے آپ جنوری 1999ء سے اگست 1999ء تک کے مختصر عرصہ کے لئے حیفا میں مقیم رہے اور جماعت کی تربیتی اور انتظامی امور میں راہنمائی کی۔آج کل آپ ناظر اصلاح وارشاد قادیان کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق پارہے ہیں۔

مکرم عطاء اللہ کلیم صاحب

آپ حیفا میں ستمبر 1999ء میں پہنچے اور فروری 2000ء تک قیام فرمایا۔ازاں بعد آپ کو دل کا عارضہ لاحق ہونے کے باعث واپس آنا پڑا۔قبل ازیں آپ نے لمبا عرصہ غانا میں پھر امریکا اور جرمنی میں گراں قدر خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی تھی۔

مکرم باسط رسول ڈار صاحب

آپ کا تعلق انڈیا سے ہے۔آپ 26/اگست 1998ء سے اگست 2000ء تک کبابیر میں رہے اور جماعتی مفوضہ ذمہ داریوں کو باحسن نبھانے کی کوشش کی۔

مکرم شمس الدین مالاباری صاحب

آپ کا تعلق انڈیا سے ہے، آپ 27 مئی 2004 ء سے بطور مبلغ سلسلہ کبابیر میں خدمات بجالانے کی توفیق پا رہے ہیں۔

مذکورہ بالا مبلغین کرام کے علاوہ بعض مبلغین کرام بلاد عربیہ میں عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے لئے تشریف لے گئے۔ تاریخی لحاظ سے انکے بلاد عربیہ میں قیام کے بعض واقعات انکی جگہ پر درج کر دیئے جائیں گے تاہم سر دست ان کے اسماء کرام یہاں درج کئے جاتے ہیں:

مکرم نصیر احمد قمر صاحب (شام) مکرم منیر احمد جاوید صاحب (شام ومصر) مکرم زین الدین صاحب آف انڈیا (اردن) مکرم عبد المؤمن طاہر صاحب (مصر) مکرم یوسف علی کائرے صاحب آف یوگنڈا (مصر) مکرم عبد المجید عامر صاحب، مکرم محمد احمد نعیم صاحب، مکرم داؤد احمد عابد صاحب، مکرم نوید احمد سعید صاحب، مکرم عبدالرزاق فراز صاحب، مکرم حافظ عبد الحی بھٹی صاحب، مکرم وسیم احمد فضل صاحب، مکرم مرزا خلیل احمد بیگ صاحب، مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب، مکرم مقبول احمد ظفر صاحب، مکرم میر انجم پرویز صاحب، مکرم ثاقب کامران صاحب، مکرم شیخ مسعود احمد صاحب، مکرم سید عمران احمد شاہ صاحب، (مکرم ایم بی طاہر صاحب، مکرم طارق احمد خلیل صاحب، مکرم محمد طاہر صاحب آف انڈیا)، مکرم طارق حیات صاحب اور خاکسار محمد طاہر ندیم (شام)۔

مبلغین بلادِ عربیہ
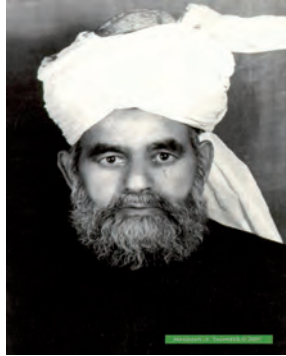
مکرم زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

مکرم مولانا جلال الدین شمس صاحب

مکرم منیر الحصنی صاحب

مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب

مکرم محمد سلیم صاحب

مکرم مولانا چودھری محمد شریف صاحب

مکرم مولانا جلال الدین قمر صاحب

مکرم بشیر الدین عبید اللہ صاحب

مکرم فضل الٰہی بشیر صاحب

مکرم جلال الدین شمس صاحب اور مکرم منیر الحصنی صاحب

مکرم مولانا محمد منور صاحب

مکرم شیخ نور احمد منیر صاحب

مکرم ابو العطاء صاحب اور مکرم منیر الحصنی صاحب

مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب

مکرم شریف احمد امینی صاحب

مکرم عطاء اللہ کلیم صاحب

مکرم ملک مبارک احمد صاحب

مکرم چوہدری محمد شریف صاحب اور مکرم منیر الحصنی صاحب

مکرم غلام باری سیف صاحب اور مکرم منیر الحصنی صاحب
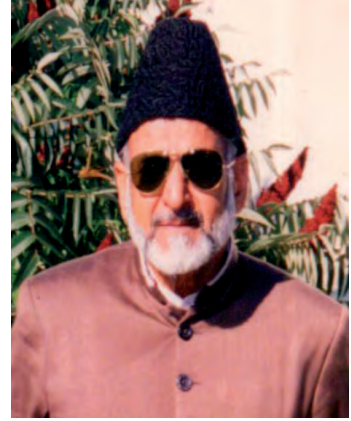
مکرم قریشی نور الحق تنویر صاحب

مکرم حمید احمد کوثر صاحب

مکرم مولانا محمد عمر صاحب

مکرم منیر الحصنی صاحب اور مکرم منیر احمد جاوید صاحب

مکرم نصیر احمد قمر صاحب

مکرم زین الدین صاحب

مکرم رانا تصور احمد خان صاحب

مکرم عبدالمومن طاہر صاحب

مکرم باسط رسول ڈار صاحب

مکرم شمس الدین مالاباری صاحب

مکرم عبدالمجید عامر صاحب

سیریا میں عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے والے مربیان (محمد طاہر ندیم صاحب، محمد احمد نعیم
صاحب، اور داؤد احمد عابد صاحب) جلسہ سالانہ یوکے 2000 کے موقعہ پر امام مسجد فضل لندن
مکرم عطاء المجیب راشد صاحب کے ساتھ

مکرم علی کنہی صاحب

مکرم منصور احمد باجوہ صاحب

مکرم نوید احمد سعید صاحب

مکرم عبدالرزاق فراز صاحب

مکرم حافظ عبدالحی صاحب

مکرم مقبول احمد ظفر صاحب

مکرم مرزا خلیل احمد بیگ صاحب

مکرم حفیظ اللہ بھروانہ صاحب

مکرم وسیم احمد فضل صاحب

مکرم میر انجم پرویز صاحب

مکرم طارق حیات صاحب

مکرم شیخ مسعود احمد صاحب

مکرم kطارق احمد صاحب

مکرم ایم بی طاہر صاحب

مکرم محمد طاہر صاحب

مکرم سید عمران احمد شاہ صاحب

منکرین خلافت کا فتنہ اور عرب ممالک کی جماعتوں کا اخلاص

حضرت مصلح موعودؓ کے بغرض علاج سفر یورپ کا ہم ذکر کر آئے ہیں جس کے دوران آپ نے ارضِ شام اور لبنان کو بھی شرف بخشا اور کچھ دن وہاں قیام فرمایا۔ سفر یورپ سے کامیاب مراجعت کے اگلے سال کے شروع میں بعض منافقین اور منکرین خلافت نے جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس فتنہ کو ہوا دینے والے بعض اشخاص کا دیگر افراد جماعت کے ہاں بھی آنا جانا تھا جو انکے مسموم خیالات کو پھیلانے اور فتنہ کو مزید ہوا دینے کا موجب ہو رہا تھا۔ ان مذموم خیالات میں ان کے ایک رکن کا یہ بیان بھی تھا کہ جب خلیفۃ المسیح الثانی فوت ہو جائیں گے تو اگر جماعت نے مرزا ناصر احمد کو خلیفہ بنایا تو یہ لوگ انکی بیعت نہیں کریں گے۔ جن مخلص افراد جماعت کے سامنے اس منافق نے یہ بات کی انہوں نے جوابًا کہا کہ مرزا ناصر احمد کی خلافت کا سوال نہیں تو ہمارے زندہ خلیفہ کی موت کا متمنی ہے اس لئے تو ہمارے نزدیک خبیث آدمی ہے۔ یہاں سے چلا جا ہم تجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔

جب یہ صورتحال حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سامنے آئی تو آپ نے تمام افراد جماعت کے لئے ایک اعلان شائع کروایا جس میں فرمایا:

’’ایک طرف تو جماعت مجھے خط لکھتی ہے کہ ہم آپ کی زندگی کے لئے رات دن دعائیں کرتے ہیں...... دوسری طرف جماعت اس شخص کو سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے جو میری موت کا متمنی ہے آخر یہ منافقت کیوں ہے؟ ...... آپ کو دوٹوک فیصلہ کرنا ہوگا...... اگر آپ نے فورًا ادو

ٹوک فیصلہ نہ کیا تو مجھے آپ کی بیعت کے متعلق دوٹوک فیصلہ کرنا پڑے گا۔"

(الفضل 25/جولائی 1956ء)

حضورؓ کے اس اعلان پر پہلا ردّ عمل یہ ہوا کہ جماعت کے ہر فرد میں نظام خلافت سے محبت والفت اور منافقین سے بیزاری کے شدید جذبات ابھر آئے۔اور پوری دنیائے احمدیت حضرت مصلح موعودؓ سے عقیدت وفدائیت اور وفاداری اور وابستگی کے روح پرور نعروں سے گونج اٹھی، اور نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں نے بھی منافقین سے مکمل طور پر براءت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پیارے امام کے ساتھ بے مثال محبت واخلاص کا ثبوت دیا، اور اپنے عہدِ بیعت کی شاندار رنگ میں تجدید کی۔ذیل میں بطور نمونہ مصر، شام اور عدن کی عرب احمدی جماعتوں کے اخلاص ناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ممبران جماعتِ احمدیہ مصر کا اخلاص نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

سیدنا ومولانا امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ عرصہ ہوا ہمیں اس فتنہ کے بارہ خبر ملی جسے بعض جماعت کی طرف منسوب ہونے والے اشخاص نے اٹھایا ہے۔حالانکہ ان لوگوں نے اپنے ان بدارادوں کی وجہ سے جن کا انہوں نے اظہار کیا ہے خود بخود ہی اپنے آپ کو جماعت سے الگ کر لیا ہے۔

ہم ممبران جماعتِ احمدیہ مصر اس موقعہ پر جبکہ منافقین حضور کی ذات بابرکات پر اتہام لگا رہے ہیں۔اور حضور کے بلند مقام کو گرانا چاہتے ہیں۔ہم اپنے اس عہدِ بیعت کو دوبارہ پختہ کرتے ہیں جسے ہم قبل ازیں اپنے اوپر فرض کر چکے ہیں۔اور ہم پورے شرح صدر کے ساتھ اس محبت اور اخلاص کا اعلان کرتے ہیں جو ہمیں حضور کی ذات سے حاصل ہے اور ہم اس مضبوط روحانی تعلق کی مزید برکات کو حاصل کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

ان منافقین نے ماضی کے واقعات سے سبق حاصل نہیں کیا اگر وہ ایسا کرتے تو بغیر کسی

مزید غور وفکر کے انہیں اس خلافت کی اہمیت معلوم ہو جاتی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مفاد کے لئے قائم کیا ہے۔اس فتنہ کے بارہ میں مرکز کے قریب رہنے والے اور باہر کے احمدیوں نے جس نفرت کا اظہار کیا وہ ہر معمولی عقل والے انسان کو بھی اس بات کا یقین کروانے کے لئے کافی ہے کہ ان منافقین نے جو طریقے استعمال کئے ہیں وہ خوارج کے طریقوں سے ذرہ بھر بھی مختلف نہیں۔ ہر زمانہ میں منافق اسی طریق پر چلتے رہے ہیں۔اسی وجہ سے ہم بغیر کسی دقّت کے اس بہت بڑے نقصان کا اندازہ کر سکتے ہیں جو منافقین ہماری جماعت کو پہنچانا چاہتے ہیں۔

منافقین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جماعت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ہمیں اس کے پورا ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس نصرت ومدد کو روکنے کی کوئی بھی کوشش خواہ وہ سازش اور فتنہ ہی کیوں نہ ہو کبھی کامیاب نہیں ہوگی......۔

پس حضور انور، اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے اپنا کام کرتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ ہی حضور کا بہترین محافظ ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

آخر میں ہم حضور سے دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اس دنیا میں اور آخرت میں بھی اپنی رضا حاصل کرنے کا موقعہ بہم پہنچائے، آمین۔ خاکسار: محمد بسیونی

جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ مصر (الفضل 18/اکتوبر 1956ء صفحہ 3)

جماعت احمدیہ شام کا اخلاص نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

سیدنا ومولانا وامامنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ ثانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم ممبران جماعت احمدیہ شام اپنے محبوب امام وآقا مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے

اپنے عہد وفاداری کی تجدید کرتے ہیں اور ہم ہر فتنہ سے جسے کمزور ایمان اور کم عقل اشخاص خلافت اور منصب خلافت عالیہ کے خلاف برپا کرتے ہیں۔ نفرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ خلافت ہی وہ نعمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دنیا میں استحکام بخشنے اور اسلام کی عزت وعظمت وکرامت قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور ساری دنیا میں امن وسلامتی پھیلانے کے لئے قائم فرمایا ہے۔

ہمیں یہ اچھی طرح یاد ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوسرے سفر یورپ پر روانہ ہونے سے پہلے اور اپنی بیماری کے ایام میں بھی جماعت کو منافقوں کے فتنہ سے خبردار اور ہوشیار کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ سچا مومن تو اگر اسے اپنے عقائد حقہ کی حفاظت کے لئے اپنے باپ سے بھی لڑنا پڑے تو اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کا بھی مقابلہ کرتا ہے۔ اور آپ نے ابی بن ابی سلول کی مثال بیان فرمائی تھی کہ دیکھو اس کے بیٹے نے اپنے باپ سے کیسا سلوک کیا اور اسے مجبور کر دیا کہ وہ خود اپنی زبان سے اقرار کرے کہ وہ خود ہی ذلیل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں کی تدابیر اور سکیمیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اپنے مرکز سے باہر ہونے اور سفر یورپ کے ایام میں کارگر نہیں ہوسکیں۔ اور نہ ہی حضور کے سفر یورپ سے واپس آجانے کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے بلکہ وہ بری طرح اپنے مقصد میں ناکام ونامراد ہوئے۔ جیسے ان سے پہلے آج تک جو شخص بھی خلافت کے خلاف اٹھا ناکام رہا۔

مکرر عرض ہے کہ ہم ہر ایک فتنہ کو جو حضور کی خلافت مقدسہ اور منصب خلافت کے خلاف اٹھایا جائے سخت نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اپنے امام اور آقا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اپنے عہدِ وفاداری اور اطاعت کی تجدید کرتے ہیں اور حضور سے اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو عزت پر عزت عطا فرمائے اور مدد پر مدد فرمائے اور کامل شفاء بخشے اور ہر شخص جو حضور کا دشمن ہو اسے بے یارو مددگار بنائے۔ اور اسے اس کے مقصد میں ناکام رکھے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہم ہیں حضور کے خادم

دستخط جملہ ممبران جماعت احمدیہ شام (الفضل 25/اکتوبر 1956ء صفحہ 1)

جماعت احمدیہ عدن کا اخلاص نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الموعود بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جماعت احمدیہ عدن منافقین کے اس فتنے پر جس میں وہ اپنی بدقسمتی سے مبتلا ہو گئے ہیں افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی ہے کہ اس نے ان کے بدارادوں کو بروقت ظاہر کر دیا۔ اور اس طرح انہیں ناکام کیا اور حضور کو نہ صرف اس فتنے سے محفوظ رکھا بلکہ حضور کو اپنی نصرت و مدد سے خاص طور پر نوازا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو مصلح موعود کے لقب واعزاز سے نوازا ہے سو ضروری تھا کہ حضور کے عہد میں بھی فتنے پیدا ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ حضور کو فتنوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ اور حضور کو لمبی عمر بخشے اور اللہ تعالیٰ اپنا جلال حضور کے ذریعہ ظاہر فرمائے تاکہ جاہل اور منافقین یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے حضور کی مدد ونصرت فرمائی اسی طرح اب بھی حضور کو اپنی تائید ونصرت سے نوازے گا۔ یہ منافق روحانی بصیرت سے عاری ہیں اور اس وجہ سے وہ حضور کے بلند مقام اور خارق عادت علوم کو نہیں دیکھ سکتے۔ اسلام کی خدمت کے لحاظ سے اس وقت دنیا میں حضور کا کوئی نظیر نہیں۔ ہم حضور کے ساتھ اپنے عہدِ بیعت کی تجدید کرتے ہیں۔ اور ہم دوبارہ حضور سے اسلام کی خدمت کا پختہ عہد کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور ہی ہمارے سچے امام اور خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ منافقین کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھے اور حضور انور اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے اپنے بلند مقاصد کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ممبران جماعت احمدیہ عدن (الفضل 8 نومبر 1956 صفحہ 3)

مصر پر حملہ اور جماعت احمدیہ کی طرف سے اظہار ہمدردی و یکجہتی

یکم نومبر 1956ء کو عالم اسلام ایک دردناک صورتحال سے دوچار ہو گیا جبکہ برطانیہ اور فرانس نے مصر پر متحدہ بحری اور فضائی حملہ کر دیا اور قاہرہ، اسماعیلیہ، پورٹ سعید اور دوسرے بڑے بڑے شہروں پر بمباری کی جس سے کئی شہری ہلاک ہو گئے اور جائیدادوں کو بھاری نقصان پہنچا۔ اس حملہ میں اسرائیل کا بڑا ہاتھ اور حملہ آوروں کا مکمل ساتھ نمایاں تھا۔ اس حملہ سے پیدا ہونے والے درد والم کو جماعت احمدیہ نے اہل مصر کی طرح ہی محسوس کیا اور اسے عالم اسلام پر حملہ قرار دیا۔ دراصل اسلامی مفادات کی حمایت اور حفاظت کرنے کی وجہ سے مصر پر یہ قیامت ٹوٹی تھی۔ لہذا ظلم کے سامنے ڈٹ جانے اور باوجود بیرونی دباؤ کے اسلامی ممالک کی مسلسل حمایت جاری رکھنے کی وجہ سے مصر نے ایک مثال قائم کی تھی ایسی حالت میں اس پر حملہ کرنے والے ظالم اور مصر مظلوم تھا اور جماعت احمدیہ نے ہمیشہ ظلم کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور مظلوم کا ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی جماعت نے اپنا اخلاقی کردار ادا کیا جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کی قرارداد مذمت

اسرائیل، برطانیہ اور فرانس کی اس شرمناک جارحیت پر احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن نے حسب ذیل قرارداد مذمت پاس کی:

''احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کا یہ خصوصی اجلاس، اسرائیل، برطانیہ، اور فرانس کے

مصر پر جارحانہ حملے کی شدید مذمت کرتا ہے۔اور اسے UNO کے چارٹر کی صریح خلاف ورزی سمجھتا ہے۔اس قسم کے تشدد آمیز رویہ سے دنیا بھر میں امن قائم ہونے کی بجائے جنگ اور فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ برطانیہ اور فرانس جو کل تک امن اور صلح کے علمبردار ہونے کے مدعی تھے ان کا یہ فعل یقیناً نہایت ظالمانہ بلکہ وحشیانہ ہے۔اور مصر اس معاملہ میں صریح طور پر مظلوم ہے اور ہماری ساری ہمدردیاں مظلوم کے ساتھ ہیں۔ہم پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ برطانیہ، فرانس اور اسرائیل اپنی فوجوں کو مصر کی حدود سے نکال لیں اور جنرل اسمبلی کے حالیہ ریزولیشن متعلقہ امتناع جنگ کی فوری اور غیر مشروط تعمیل کرتے ہوئے تمام معاملات کو باہمی مفاہمت کے بین الاقوامی اصولوں کے مطابق طے کریں اور آئندہ کے لئے اپنے جارحانہ عزائم سے بالکل دستکش ہو جائیں۔موجودہ حالات میں تمام امن پسند ممالک بالخصوص پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ مظلوم مصر کی ہر ممکن امداد کریں۔'' (الفضل 6 رنومبر 1956ء صفحہ 1)

جماعت احمدیہ کی طرف سے اظہار ہمدردی کا تار

اس نازک موقعہ پر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور خارجہ نے مصر کے صدر جمال عبدالناصر کے نام برقی پیغام ارسال کیا جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

موجودہ نازک وقت میں جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ برطانیہ اور فرانس نے مصر پر حملہ کر کے ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے چہروں کو داغدار کر لیا ہے۔خدا تعالیٰ ضرور ان کو اس کی سزا دے گا۔ یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ موجودہ اسرائیلی حملہ کا سبب یہ ہے کہ آپ عربوں اور خصوصیت سے اردن کے مفادات کی علمبرداری کا فرض ادا کر رہے ہیں اسکے باوجود یہ امر ہمارے لئے حیرت کا باعث ہے کہ مختلف ذمہ دار ممالک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اور صرف زبانی ہمدردی پر اکتفا کر رہے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں کھولے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جنگ میں اہل مصر کی مدد فرمائے۔آمین۔

ناظر امور خارجہ انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

3 رنومبر 1956ء

جمال عبدالناصر کا جوابی تار

اس پیغام کے جواب میں صدر جمال عبدالناصر نے حسب ذیل جوابی تار ارسال فرمایا:

I have received with sincere appreciation the gracious message expressing the good wishes and fervent prayers of Ahmadiyya Community and its head for the victory of Egypt in its struggle against the aggressors. we thanks you all for these kind feelings and noble sentiments. May God help and grant us prosperity.

Jamal Abdul Nasir

19 Nov 1956

یعنی مَیں نے آپ کا مخلصانہ پیغام قدردانی کے پرخلوص جذبات کے ساتھ وصول کیا۔ جس میں حملہ آوروں کے خلاف اہل مصر کی جدوجہد میں مصر کی کامیابی اور فتح کے لئے جماعت احمدیہ اور امام جماعت احمدیہ کی طرف سے نیک خواہشات اور دلی دعاؤں کا اظہار کیا گیا ہے۔ ہم ایسے اعلیٰ خیالات اور نیک جذبات پر آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں خوشحالی عطا کرے۔

جمال عبدالناصر

مؤرخہ 19 رنومبر 1956ء

مصر پر اسرائیلی برطانوی اور فرانسیسی جارحیت کے وقت مصر کی جانب سے اسلامی ممالک کے مفادات کی حفاظت اور انکی حمایت پر قائم رہنے کا اظہار کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مصر کے موقف کی تائید کی۔ اس سلسلہ میں چند مزید امور کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

تعلیم الاسلام کالج یونین کی طرف سے مصر پر حملہ کی مذمت

تعلیم الاسلام کالج یونین کے وائس پریذیڈنٹ مکرم عطاء الکریم صاحب شاہد نے مصر پر حملہ کی پرزور مذمت کرتے ہوئے یونین کے جملہ اراکین کی طرف سے 8 رنومبر 1956ء کو سفیر مصر

مقیم کراچی کے نام ایک خط لکھا جس میں اہل مصر کی پر زور تائید وحمایت کا یقین دلایا گیا۔اس خط کے جواب میں سفیر مصر نے لکھا:

''مصر پر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کے جارحانہ حملہ کی مذمت میں آپ کا خط محررہ 8رنومبر 1956ء موصول ہوا۔ آپ کے جملہ اراکین نے موجودہ نازک وقت میں مصر کے ساتھ جن ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا ہے اور پر زور طور پر تائید وحمایت کا یقین دلایا ہے اس پر ہماری طرف سے انتہائی پر خلوص شکریہ قبول فرمائیں اور ہمارے جذبات تشکر کو تمام اراکین تک پہنچادیں۔ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ خیر سگالی کے جذبات ظاہر کرنے پر مصر کی حکومت اور عوام اپنے پاکستانی بھائیوں کے ممنون ہیں اور جواباً نہایت پُر خلوص طور پر وہ بھی خیر سگالی کے ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

آپ کا مخلص وزیر مختار

عبدالحسیب فرسٹ سیکرٹری سفارت خانہ مصر کراچی

(الفضل 29رنومبر 1956ء صفحہ 8)

جماعت احمدیہ انڈونیشا کا پیغام ہمدردی

مصر پر اس مذکورہ وحشیانہ حملہ کے معًا بعد راڈین ہدایت صاحب جاکرتا صدر جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا نے بھی انڈونیشین احمدیوں کی طرف سے جمال عبدالناصر کے نام ہمدردی اور دعا کا ایک خصوصی پیغام ارسال کیا جس میں ان طاقتوں کے جارحانہ حملہ کی مذمت کے علاوہ اہل مصر کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کیا نیز دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مصر کو حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے توفیق دے اور سرفراز کرے،اور اپنی خاص تائید ونصر فرمائے۔

خط میں مزید یہ لکھا گیا کہ اگر روئے زمین کے مسلمان پورے خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان حملہ آوروں کو پسپا کردے گا۔نیز انڈونیشین حکومت سے درخواست کی کہ وہ اہل مصر کی ہر ممکن مدد کے لئے بروقت اور فوری قدم اٹھائے کیونکہ 1947ء میں جمہوریہ انڈونیشیا کے قیام پر سب سے پہلے مصر نے ہی اسے تسلیم کیا تھا نیز انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی میں مصر نے ہر قسم کی اخلاقی اور مادی امداد بہم پہنچائی تھی۔

ہمدردی اور دعا کے مخلصانہ پیغام کے جواب میں جمہوریہ مصر کے صدر جمال عبدالناصر کی طرف سے حسب ذیل پیغام موصول ہوا:

جناب راڈین ہدایت صدر جماعت احمدیہ انڈونیشیا!

آپ کے مشفقانہ پیغام نے مجھ پر گہرا اثر کیا ہے۔ میری طرف سے دلی اور پر خلوص شکریہ قبول فرمائیں۔

جمال عبدالناصر

(الفضل 27/نومبر 1956ء صفحہ 1)

حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ کا ایک اور خط

عالمگیر جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت ولی اللہ شاہ صاحب نے جو خیر سگالی کا خط مصری صدر جمال عبدالناصر کو ارسال کیا تھا صدر مصر نے اس کا نہایت پرخلوص جواب ارسال فرمایا تھا۔ جب یہ جواب موصول ہوا اس وقت جنگ ختم ہو چکی تھی چنانچہ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے صدرِ مصر کو مندرجہ ذیل عربی مکتوب لکھا:

ربوة

56/11/26

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم نحمده و نصلى على رسوله الكريم

فخامة السيد جمال عبد الناصر رئيس الجمهورية المصرية

السلام عليكم و رحمة اللّٰه و بركاته

و بعد، فقد تلقيت برقية فخامتكم المؤرخة فى 19 /1956/11 المعبرة عن عواطف الشكر و الامتنان فكان لها الصدى الحسن لدى إمام الجماعة الأحمدية الذى أثلجت صدره أخبار وقف العدوان الإنكليزى و الأفرنسى و الإسرائيلى و فشل المؤامرة التى حاكها الاستعمار ضد مصر العزيزة و هو يدعوه تعالى أن يكلأكم و الشعب المصرى بعنايته لتكونوا الدرع القوى الغربى لكعبة

الإسلام ضد أعدائه۔

ألا إن حضرة إمام الجماعة الأحمدية لا زال مهتمًّا اهتماماعظيما بقضية الخطر الصهيونى الذى يهدد البيت الحرام مباشرة حتى رأيناه يقترح منذ ثمانى سنوات على الشعب الباكستانى بفرض ضريبة تساوى الواحد بالمائة من أملاك كل باكستان تخصص لمساعدة عرب فلسطين ضد إسرائيل وسواها من أعداء الإسلام والعروبة۔۔۔وهناك خطب عديدة ألقاها حضرته فى هذا الموضوع مقترحًا فيها الخطوات العملية الممكنة۔

فالمهم أن حضرته لا زال مهتما اهتماما عظيما بقضية الخطر الصهيونى وما فتئ وأفراد الجماعة داعيا الله عز وجل أن يحفظ البيت الحرام ويجمع المسلمين على حبل الله وتقواه ويلهمهم سبيل الرشاد۔

صان اللّٰه مصر وحفظكم، آمين۔

والسلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته

ناظر الأمور الخارجية للجماعة الأحمدية

سيد زين العابدين ولى اللّٰه شاه

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت گرامی ہز ایکسیلنسی جمال عبدالناصر رئیس جمہوریہ مصر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا شکر وامتنان کا تار مؤرخہ 19 /نومبر 1956ء موصول ہوا جس کا حضرت امام جماعت احمدیہ پر گہرا اثر ہوا اوراطمینان قلب ہوا کہ انگریزوں فرانسیسیوں اور اسرائیلیوں کا جوروظلم رک گیا۔اورامپیریلزم نے جومنصوبہ مصر کے متعلق باندھا تھا وہ ناکام رہا۔حضرت امام جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کواور مصری قوم کواپنے خاص فضل سے مدد

کرے تا کہ آپ دشمنوں کے مقابلے میں کعبہ اسلام کے رکن حصین بنیں۔
حضرت امام جماعت احمدیہ کوصہیونی خطرہ کے متعلق ہمیشہ فکر رہا ہے کیونکہ اس کا زبردست اثر بیت اللہ پر پڑتا ہے یہ فکراس حدتک ہے کہ آٹھ سال ہوئے آپ نے یہ تجویز پیش فرمائی تھی کہ ہر پاکستانی اپنے املاک پر ایک فیصدی چندہ دے تا کہ فلسطینی عربوں کو اسرائیلی اور دیگر دشمنانِ اسلام وعرب کے خلاف اپنی جدوجہد میں اس روپے سے مدد حاصل ہو......۔
مزید برآں حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس موضوع پر کئی تقاریر بھی فرمائیں تا کہ عملی قدم اٹھانے کے لئے تحریک ہو۔ الغرض حضرت امام جماعت احمدیہ کو یہودی خطرہ کا پورا احساس وفکر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ بیت اللہ کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کوتقویٰ پر اکٹھا کرے اور انہیں نیکی کے راستہ پر چلنے کی تحریک فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مصر کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور اسکا حامی وناصر ہو۔

جمال عبدالناصر کا جواب

صدر جمہوریہ مصر جمال عبد الناصر کی طرف سے مندرجہ بالا خط کا حسب ذیل جواب موصول ہوا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

رئاسة الجمهورية

سيادة زين العابدين

مكتب الرئيس۔ولی اللّٰہ شاہ باكستان

تحية طيبة

وبعد، فأشكر لك ورسالتك الكريمة التى أعربت فيهاعن الشعور الطيب لسيادة إمام الجماعة الأحمدية نحو مصر فى كفاحها ضد الاستعمار متحالفا مع الصهيونية۔

كما أشكر لسيادته اهتمامه بالقضية الفلسطينية والعمل على درء الخطر الصهيونى الجاثم فى إسرائيل والمسائدين لها۔ واللّٰہ

يوفقنا ويسدد خطانا ويثبت أقدامنا ويجمعنا على كلمة سواء۔

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

رئيس الجمهورية جمال عبد الناصر

القاهرة 17/ ديسمبر 1956ء

ترجمہ خط رئیس جمہوریہ مصر بنام ناظر امور خارجہ حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ

آپ کے نیک پیغام کا شکر گزار ہوں جس میں امام جماعت احمدیہ کی طرف سے مصر کی اس جدوجہد کے بارے میں پاکیزہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو اس نے مغربی استعمار اور یہودی خطرہ کے خلاف جاری کر رکھی ہے۔ میں جناب امام جماعت احمدیہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مسئلہ فلسطین اور یہودی خطرہ کے بارہ میں جو اسرائیل اور اسکے مددگاروں کی طرف سے رونما ہوا ہے اتنا فکر فرمایا ہے اور دعائیں کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور ہمارے پائے ثبات کو تقویت بخشے اور تمام مومنوں کو صحیح راستہ پر چلائے اور کلمہء حق پر سب کو جمع کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

صدر جمہوریہ جمال عبدالناصر

(الفضل 12/جنوری 1957ء صفحہ 3)

جماعت احمدیہ کا اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار نمونہ

مصر پر حملہ کے بعد جماعت احمدیہ نے جس طرح مرکزی، علاقائی اور انفرادی سطح پر پیغامات کے ذریعہ مصری حکومت وعوام کے موقف کی تائید کی اور اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا اس تمام کارروائی کو اگر ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اس حدیث نبوی کی عملی تصویر پیش کرتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم اسکے لئے تکلیف محسوس کرتا ہے۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی ممالک کے دکھ درد کو جماعت نے سب سے بڑھ کر محسوس کیا۔ انکی فلاح وبہبود کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دعائیں کیں۔ لیکن بدقسمتی سے اکثر اوقات جماعت کے اخلاص کو شک کی نظر سے دیکھا گیا۔ آج ہر طرف

بے حسی اور مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ کی وجہ سے اس درجہ کے اخلاص کا نمونہ عنقا ہے۔ بعض مسلم ممالک اور مسلمانوں کے غیر اسلامی سلوک کے باوجود جماعت احمدیہ آج بھی اپنے امام کی پیروی اور راہنمائی میں اپنی اسی ڈگر پر چل رہی ہے کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس پر چلنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس پر کاربند رہنے کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے۔

حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصریؓ کی وفات

حضرت مولانا غلام نبی صاحبؓ نہایت خاموش طبیعت اور بےنفس بزرگ صحابی تھے۔آپ نے 1898ء میں بیعت کی اور 27/اپریل 1956ء کوآپ کی وفات ہوئی۔آپ کومصر میں بھی تبلیغ احمدیت کی توفیق ملی۔آپ کی سیرت کے بعض نورانی پہلوؤں کے ساتھ مصر میں تبلیغ کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

آپ کی تمام عمر تعلیمی خدمات بجا لانے میں وقف رہی۔ قرآن کریم سے عشق تھا اور مطالعہ کا جنون کی حد تک شوق۔آپ کے والد صاحب نے بچپن میں آپ کوایک مولوی رکھ کر دیا جس نے آپ کوقرآن پڑھایا۔آپ نے ان مولوی صاحب کی اس قدر عزت کی کہ اپنی زمین کا ایک ٹکڑا ان کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیا۔طب کی تعلیم بھی حاصل کی اور ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔

حضرت مولوی نورالدینؓ خلیفۃ المسیح الأول کو کتابیں جمع کرنے کا ایک عشق تھا۔اس سلسلہ میں آپ کی نظر انتخاب مولانا غلام نبی صاحبؓ پر پڑی۔ چنانچہ آپ کو نایاب اور قدیم کتابوں اور قلمی نسخوں کی نقل کرنے کیلئے بھوپال بھجوادیا۔ قیامِ بھوپال کے دوران آپ نے کمال محنت اور عرق ریزی سے کام لیا اور مفوضہ کام بلا معاوضہ کرتے رہے۔لیکن بھوپال کے کتب خانہ سے بھی آپ کومولانا نورالدینؓ کی بعض مطلوبہ کتب نہ مل سکیں اور آپ کومعلوم ہوا کہ یہ کتب مصر سے دستیاب ہوسکیں گی۔اس پر آپ بھوپال سے مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔اس وقت آپ کے پاس چند ایک روپے اور ایک کمبل تھا۔کراچی آ کر اسے فروخت کیا اور کرایہ بنا کر بصرہ جا پہنچے۔ بصرہ سے آگے مصر تک کا سفر پیدل طے کیا۔اگر کوئی قافلہ مل جاتا تو اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ورنہ اکیلے ہی چلتے رہتے۔ بالآخر کئی دنوں کی مسافت کے بعد آپ مصر پہنچ گئے۔اپنے کام کے ساتھ

اس قدر مخلص تھے کہ باوجود اس کے کہ ابھی تک کام کا معاوضہ بھی نہیں ملا تھا آپ نے خود ہی یہ فیصلہ کیا کہ حضرت مولانا نور الدینؓ کی مطلوبہ کتب اگر مصر سے دستیاب ہوسکتی ہیں تو مصر کا سفر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور پھر بے سروسامانی کی حالت میں یہ سفر اختیار کیا جس کا ایک بڑا حصہ پیدل طے کیا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت خلیفہ اول کو روانگی کے بارہ میں کچھ نہیں بتایا بلکہ مصر پہنچ کر خط لکھا کہ میں مصر میں مطلوبہ کتب نقل کر رہا ہوں۔

لائبریری میں سیاہی ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی لہذا آپ کتب کی نقل پنسل کے ساتھ کرتے تھے اور رات کو گھر میں سیاہی کے ساتھ لکھتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جامعہ الأزہر کے درس میں بھی شریک ہوتے اور باقی وقت پھیری لگا کر اپنے گزارہ کا سامان کرتے۔

اس بے بضاعتی کے باوجود آپ نے مصر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتابوں کی اشاعت کی۔ چنانچہ اخبار بدر 14/نومبر 1902ء سے پتہ چلتا ہے کہ 3/نومبر 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بھی آپ کی تبلیغی خدمات کا ذکر آیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

''مولوی غلام نبی صاحب احمدی کا خط مصر سے حکیم الأمت مولوی نور الدین صاحب کے نام آیا تھا۔ وہ حضرت اقدس کی کتابوں کی خوب اشاعت کر رہے ہیں۔''

حضرت مولوی صاحب مصر میں تین سال تک قیام کرنے کے بعد اپریل 1905ء میں وطن واپس پہنچے۔ اخبار بدر 27/اپریل 1905ء میں آپ کی آمد کی خبر ان الفاظ میں شائع ہوئی:

''ملک مصر سے مولوی غلام نبی صاحب احمدی واپس ہندوستان تشریف لائے ہیں۔ قریباً تین سال تک انہوں نے اس ملک میں قیام کیا اور نیز سلسلہ احمدیہ کی اشاعت میں مصروف رہے ہیں۔''

قیام مصر کے دوران مولوی صاحب نے چند مخالفوں کے ساتھ مباحثات بھی کئے۔ چنانچہ ایک مباحثہ دربارہ حیات و وفات مسیح ناصری ملک مصر میں اپنے خرچ پر طبع بھی کروایا جس کی بعض کاپیاں آپ ساتھ بھی لائے تھے۔ اس کا نام ہدیہ سعدیہ رکھا تھا۔

مصر سے واپسی کے بعد آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں استاد مقرر ہوئے۔ آپ سے دینیات کی تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب میں حضرت حافظ روشن علی صاحب، سید عبدالحیی صاحب عرب، اور ابوسعید عرب صاحب شامل ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 290 تا 298)

شیخ عبدالقادر المغربی کی وفات

1956ء کے سال میں عرب دنیا کے ایک مشہور عالم دین الشیخ عبد القادر بن مصطفیٰ المغربی انتقال کر گئے۔آپ طرابلس الشام میں پیدا ہوئے مگر تحصیل علم کے بعد مستقل طور پر دمشق میں بودوباش اختیار کر لی۔

الشیخ المغربی نہایت بلند پایہ عالم،''مجمع العلمی العربی'' کے نائب رئیس اور یونیورسٹی میں ادب عربی کے استاد تھے۔

1924ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ دمشق تشریف لے گئے تو الشیخ المغربی کے ساتھ تفصیلی ملاقات اور گفتگو کا بیان گزر چکا ہے۔ باوجود اختلاف افکار وعقائد شیخ صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ سے عقیدت کا تعلق برقرار رکھا۔اس وجہ سے حضرت مصلح موعودؓ بھی آپ کو ایک قابل قدر اچھا دوست سمجھتے تھے۔اسی لئے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور مولانا جلال الدین شمس صاحب کو دمشق روانہ کرتے وقت ہدایت فرمائی:

''مغربی میرا قابل قدر قدیم دوست ہے ان سے مجھے اپنے تعلقات کو استوار رکھنا ہوگا۔''

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سے بھی آپ کے گہرے تعلقات تھے۔ایک دفعہ آپ نے حضرت شاہ صاحب کو سیر کے دوران فرمایا:

''آیئے ہم دونوں تصویر کھنچوائیں اور دوستی کا اقرار قرآن مجید پر ہاتھ رکھتے ہوئے کریں کہ ہم دونوں قرآن مجید کی خدمت کریں گے۔'' چنانچہ دونوں نے یہ عہد کیا۔

اس عہد کو نبھاتے ہوئے موصوف نے اپنی آخری عمر میں قرآن کریم کے آخری پارہ کی تفسیر شائع کی۔

جب حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے ایک رسالہ ''الحقائق عن الأحمدیہ'' کے عنوان سے شائع کیا تو الشیخ المغربی مرحوم نے اس کا جواب لکھنا چاہا مگر نہ لکھ سکے اور دل سے صداقت احمدیت کے قائل ہو گئے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے حضرت شاہ صاحب کو بتایا: ''تفسیریں اور حدیثیں اپنی لائبریری سے اس نیت سے میز پر لا کر رکھیں کہ اس رسالہ کی تردید کل شائع کر دوں گا۔ چنانچہ پڑھنے کے بعد ردّ لکھنے بیٹھا، کبھی لکھتا اور یہ دیکھ کر کہ وہ درست نہیں ہے اسے پھاڑ دیتا۔ اسی طرح پھٹے ہوئے کاغذوں کا ایک انبار جمع ہو گیا پھر انہوں نے انگیٹھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ ڈھیر دیکھو! ساری رات کوشش کی، کبھی الحقائق عن الأحمدیه کو دیکھتا کبھی حدیثوں کو اور کبھی تفسیروں کو۔ میری بیوی مجھ سے کہنے لگی کیا پاگل ہو گئے ہو؟ آرام کرو۔ لیکن مجھے نیند کہاں آتی۔ آخر جب صبح کی اذان ہوئی اور أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے الفاظ گونجے تو میرے دل نے کہا کہ صداقت کا مقابلہ باطل سے کرنا درست نہیں۔ میرے دوست زین العابدین نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے۔ دل میں یہ کہہ کر نماز پڑھی اور اطمینان ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے فرمایا: ''تبلیغ کا کام آزادی سے کریں۔''

اگرچہ اپنی زندگی میں آپ نے کھلے طور پر احمدیت کے ساتھ وابستگی کا اعلان نہیں کیا مگر یہ حقیقت ہے کہ ان کے دل میں احمدیت کی صداقت رچ گئی تھی۔

(الفضل 6/ جولائی 1956 صفحہ 3-4 خلاصہ مضمون حضرت سید زین العابدین شاہ صاحب بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 352 تا 354)

مختلف عرب لیڈرز سے ملاقاتیں اور مراسلہ

احمدیہ وفد کی الجزائری لیڈروں سے ملاقات

23؍جولائی 1956ء کو احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کے ایک نمائندہ وفد نے الجزائر کے لیڈر علامہ بشیر الابراہیمی اور احمد بودہ سے لائلپور (فیصل آباد) میں ملاقات کی اور الجزائر کی آزادی کی کوششوں میں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

یہ وفد مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (مدیر ''الفرقان'') عبدالوہاب صاحب (نمائندہ ''ٹروتھ'') قریشی عبدالرحمٰن صاحب (نمائندہ ''Message'') اور ملک سیف الرحمٰن صاحب (مفتی سلسلہ) پر مشتمل تھا۔ (الفضل 26؍جولائی 1056 صفحہ 1و8)

صدر شام، شکری القوتلی کو تحفہ قرآن

شکری القوتلی مشہور سیاسی مدبر تھے اور شام کو فرانسیسی استعمار سے آزادی کے بعد ملک شام کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ بعد ازاں کئی بار انتخاب میں کامیاب ہوئے۔آپ کا آخری انتخاب 1955ء میں ہوا۔ آپ اتحاد شام ومصر کے زبردست حامیوں میں سے تھے مگر بعض حالات کے باعث یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا اور آپ نے سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جب آپ جنوری 1957ء میں مشرقی ومغربی پاکستان کے دورہ پر تشریف لائے تو جماعت احمدیہ ڈھاکہ کے ایک وفد نے جناب عبد القادر صاحب مہتہ ابن بھائی عبد الرحمٰن قادیانیؓ کی زیر قیادت مؤرخہ 16؍جنوری 1957ء کو گورنمنٹ ہاؤس میں ان سے ملاقات کی اور ان کی خدمت میں انگریزی ترجمہ قرآن کا تحفہ پیش کیا۔ یہ تحفہ ایک نہایت خوبصورت بکس میں جو اس غرض کے

لئے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔صندوقچے میں چاندی کی ایک تختی پر صدر موصوف کا نام کندہ تھا۔ نیز اس پر ایک طرف ممبران وفد کے نام درج تھے۔علاوہ ازیں صدر موصوف کی خدمت میں اس موقعہ پر عربی زبان میں نہایت نفاست سے فریم کیا ہوا خوش آمدید کا ایک ایڈریس بھی پیش کیا گیا۔ایڈریس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

جماعت احمدیہ اگرچہ بلحاظ تعداد ایک چھوٹی سی جماعت ہے تاہم اس نے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو سر بلند کرنے اور اس کی اشاعت کا فریضہ ادا کرنے کے سلسلہ میں ایک عظیم ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھائی ہوئی ہے۔اس جماعت کے افراد اپنے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی زیر ہدایت روحانیت کی پیاسی دنیا کے دور دراز علاقوں تک دین حق کے نور کو پھیلانے میں مصروف ہیں، نہ افریقہ کے بیابان جنگل اور تپتے ہوئے صحرا جہاں نئی تہذیب اور نئے تمدن کا ابھی سایہ بھی نہیں پڑا ان کی پہنچ سے باہر ہیں اور نہ مغرب کے وہ متمدن شہر جنہیں اپنی مادی اور سائنسی ترقی پر ناز ہے ان کے دائرہ عمل سے خارج ہیں۔مشرق ومغرب میں دین حق کو سر بلند کرنے کی ایک سعی پیہم ان کا طرّہ امتیاز ہے۔

اس وقت جماعت کے سینکڑوں اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے جو پاکستانیوں،عربوں، جرمنوں، امریکیوں اور دوسری قوموں کے افراد پر مشتمل ہیں خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ایسے ایثار پیشہ نوجوانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور وہ دنیا کے دور دراز علاقوں میں خدمت دین کا فریضہ ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ان کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام روئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں تک پہنچ جائے اور وہ سماجی انصاف اور اخوت ومساوات کی اسلامی تعلیم سے کما حقہ واقف ہو کر اس کو اپنانے پر آمادہ ہو جائیں۔اسی غرض کے پیش نظر جماعت احمدیہ نے دنیا کی تمام اہم زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

علاوہ ازیں دنیا کے مختلف علاقوں میں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔آپ دوستی اور اخوت کے ان رشتوں کو اور زیادہ مستحکم کرنے کی غرض سے تشریف لائے ہیں جو اسلام کی بعثت کے وقت سے ہمارے اور آپ لوگوں کے درمیان قائم چلے آرہے ہیں۔ہم سب ایک ہی جسم یعنی ملت کے مختلف اعضاء ہیں۔ہم سب کا دین ایک، کتاب ایک،قبلہ ایک ہے اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے

ایک ہی رسول کی امت اور اسکے تابع فرمان ہیں۔

ہم ہیں آنمحترم کے انتہائی مخلص

ممبران وفد جماعت احمدیہ

(1) عبد القادر مہتہ (قائد وفد) (2) چوہدری مختار احمد (3) ملک محمد طفیل (4) خواجہ عبد الکریم (5) دولت احمد خادم (6) مولوی غلام احمد مربی انچارج۔

(الفضل 21رجنوری 1957ء صفحہ 1، 7)

متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر کا مکتوب سید منیر الحصنی کے نام

مئی 1958ء میں احمدیہ مشن شام کے انچارج السید منیر الحصنی صاحب نے جمال عبدالناصر صدر متحدہ عرب جمہوریہ کی خدمت میں سلسلہ احمدیہ کا عربی لٹریچر بھیجا۔ جس پر انہوں نے 11رمئی 1958ء کو شکریہ پر مشتمل مکتوب لکھا جس کا متن شام کے مشہور اخبار ''صوت العرب'' نے 15رمئی 1958ء کی اشاعت میں دیا۔ چنانچہ لکھا:-

ممثل الطائفة الأحمدية يتلقى كتابا رفيعا من سيادة الرئيس جمال عبدالناصر

كان السيد منير الحصنى ممثل الطائفة الأحمديه فى دمشق أهدى سيـــادة الرئيس جمال عبد الناصر بعض الكتب الأحمدية فأجابه سيادته على هديته بمايلى:

بسم الله الرحمن الرحيم

رياسة الجمهورية

مكتب الرئيس

السيد منير الحصنى الاحمدى

سورية تحية طيبة وبعد،

أشكر لك إهداء لك إلىّ كتابيك "المودودى فى الميزان" و"الشيخ الأكبر محي الدين بن عربي وبقاء النبوة" من تأليفك وكتاب

"فلسفة الأصول الإسلامية" الذى قمت بنشره وأرجو أن ينتفع الناس بالكتب القيمة۔

وفقنا اللّٰه جميعًا وسدد خطابا واللّٰه أكبر والعزة للعرب۔

القاهرة فی 1958/5/11ء

رئيس الجمهورية جمال عبدالناصر

ترجمہ:- جماعت احمدیہ کے نمائندے کے نام صدر جمال عبدالناصر کا خط۔

دمشق میں جماعت احمدیہ کے نمائندے السید منیر الحصنی نے متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر کی خدمت میں اپنی جماعت کی بعض کتب ارسال کی تھیں جس پر صدر موصوف نے مندرجہ ذیل جواب مکتوب لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السید منیر الحصنی الاحمدی

بعد از آداب مَیں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی کتابیں "المودودی فی المیزان" اور "الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی و بقاء النبوة" بھجوائی ہیں۔ اسی طرح "فلسفة الأصول الإسلامیة" بھی جو آپ نے شائع کی ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ عوام ان قابلِ قدر کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ خدا ہم سب کو نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں راستی پر قائم رکھے۔ واللّٰه أكبر والعزة للعرب۔

القاہرہ

رئیس الجمہوریہ جمال عبدالناصر

(از الفضل 17 / جولائی 1958ء صفحہ 2)

سعودی شہزادہ فہد الفیصل مسجد مبارک ہیگ میں

دسمبر 1958ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہالینڈ مشن کی شہرت اور تبلیغ کا ایک غیر معمولی اور بابرکت موقع پیدا کر دیا اور وہ یہ کہ سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے لارڈ میئر پرنس فہد الفیصل ہالینڈ کی سیاحت کے دوران مسجد مبارک ہیگ میں بھی تشریف لائے۔ ان

کی معیت میں ان کے سیکرٹری اور مشیرِ خاص کے علاوہ جرمن سعودی عرب ایمبیسی کے نمائندہ، ڈچ براڈ کاسٹ برائے عرب ممالک کے انچارج اور جمہوریہ عرب کی ایمبیسی کے نمائندہ بھی تھے۔ پریس نے قبل از وقت شہزادہ فیصل کی تصویر کے ساتھ یہ خبر ایک بڑے کالم میں شائع کر دی تھی کہ آپ مسجد مبارک کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور حافظ قدرت اللہ صاحب نے احباب جماعت کے ساتھ پرتپاک استقبال کیا۔ بعدازاں حافظ قدرت اللہ صاحب نے عربی زبان میں ایڈریس پڑھا جس میں شہزادہ موصوف کا خیر مقدم کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ بیان کی اور بتلایا کہ یہ چھوٹی سی غریب جماعت کن مشکل حالات میں بھی خدمتِ دین کے مقدس فریضہ کو سرانجام دے رہی ہے۔ نیز جماعت کی طرف سے غیر زبانوں میں شائع کردہ اسلامی لٹریچر اور تراجم کا ذکر کرتے ہوئے ان کی خدمت میں

قرآن مجید انگریزی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی ترجمہ تحفۃً پیش کیا۔ پرنس موصوف معلومات حاصل کر کے جماعت کے کام سے بہت متاثر ہوئے اور فرمایا کہ مشن کی لائبریری کے لئے اگر کچھ کتب کی ضرورت ہو تو میں وطن واپس جا کر ارسال کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے سعودی عرب پہنچ کر قریباً ایک سو جلدیں بذریعہ ہوائی جہاز بھجوائیں جو تفسیر طبری، جامع الاصول فی احادیث الرسول اور دیگر مختلف کتابوں پر مشتمل تھیں۔

شہزادہ فہد الفیصل حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے مل کر بہت خوش ہوئے اور آپ کی ان بے مثال اور عظیم خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جو آپ نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے سرانجام دیں اپنے پرخلوص اور تشکرانہ جذبات کا اظہار کیا۔

آپ نے قریباً ایک گھنٹہ تک قیام فرمایا اور ڈچ مسلمانوں سے تعارف حاصل کیا۔ یہاں کی خبر رساں ایجنسی کے نمائندگان بھی موقع پر موجود تھے جنہوں نے اس نظارہ کو فلمایا اور مسجد کے مختلف مناظر کی تصاویر لیں۔ اخبار کے نمائندگان کی طرف سے مسجد کی تصویر کے ساتھ جملہ کارروائی کی خبر شائع ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 282-284)

مولانا عبدالمالک خانصاحب شام کے صدر شکری قوتلی کو ان کے دورۂ ہندوستان کے موقعہ پر
جماعتی لٹریچر دیتے ہوئے۔

سعودی شہزادہ فہد الفیصل کو حافظ قدرت اللہ صاحب مسجد مبارک ہیگ (ہالینڈ) میں جماعتی لٹریچر دیتے ہوئے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی اس موقعہ پر موجود ہیں۔

جناب جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ متحدہ عرب کو پیغام حق

جناب جمال عبدالناصر دورہ بھارت کے دوران 5/اپریل 1960ء کو مدراس تشریف لائے۔ جماعت احمدیہ مدراس نے انہیں خوش آمدید کہا اور اُن کی خدمت میں تبلیغی مکتوب اور سلسلہ کی طرف سے شائع شدہ عربی انگریزی لٹریچر ارسال کیا۔ مولانا شریف احمد صاحب امینی ان دنوں احمدیہ مسلم مشن مدراس کے انچارج تھے۔ جمال عبد الناصر کو لکھا جانے والا مکتوب انگریزی میں تھا جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدیہ مسلم مشن
اسلامک سنٹر مدراس نمبر 14
5/اپریل 1960ء

عزت مآب جمال عبدالناصر
صدر جمہوریہ متحدہ عرب نزیل راج بھون۔ مدراس

برادرِ اسلام! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عالیجناب کی شہر مدراس میں تشریف آوری پر ہم جماعت احمدیہ کی طرف سے خوش آمدید کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں أهلاً وَّ سهلاً مرحبا کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

صدر محترم! احمدیہ تحریک آپ کے لئے کوئی عجیب وانوکھی چیز نہیں۔ اس کی شاخیں اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آپ کے وطن عزیز جمہوریہ متحدہ عرب میں بھی قائم ہیں۔ آنمکرم کی ہمارے وطن ہندوستان میں تشریف آوری اپنے اندر کس قدر اہمیت رکھتی ہے اس سے قطع نظر کرتے اور اُفق سیاسیات سے بالا ہوتے ہوئے ہماری نظریں اُس ”گرانبہا خدمت“ پر پڑ رہی ہیں جو دنیائے عرب نے مذہب اسلام کے ذریعہ انسانیت اور تہذیب کی انجام دی ہے۔ باقی دنیا تو آپ کی شخصیت میں صرف مصر کی سیاسی آزادی، جمہوریہ عرب میں اصلاحات ملکی، اور معرکہ سویز کی فتحیابی کو دیکھ رہی ہے۔ مگر ہماری نگاہیں آپ کی ذات میں مستقبل میں اسلام کی سربلندی اور دنیائے عرب کی ترقی کو دیکھ رہی ہیں۔ مگر ہمارے اس ”مقصد اعلیٰ“ کا حصول اُس

جذبے اور ولولہ پر منحصر ہے جس کو لے کر آپ ترقی کی شاہراہ پر چلیں گے۔ اور ہم دیانتداری سے یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے صرف سیاسی بیداری ہی کافی نہیں۔ بلکہ جب تک اللہ تعالیٰ کی حکومت انسانی قلوب پر قائم نہ ہو جائے دنیا کو امن وسکون نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہم آنمکرم کی خدمت میں خلوص قلب سے عرض کرتے ہیں کہ ہندوستان اور دنیائے عرب کے تعلقات کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے۔ صرف سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ پھر ہم اپنے خدا کو پالیں۔

اس زمانہ میں جب کہ مادی طاقتیں اپنے عروج پر ہیں یہ ایک فطرتی تمنا ہے کہ ہم جمہوریہ متحدہ عرب سے توقع رکھیں کہ وہ دنیا کی گمشدہ کڑی کو واپس لائے۔ وہ گمشدہ کڑی جو بندے اور اُس کے خالق و مالک سے تعلقات محبت کو از سر نو قائم کر دے۔ اور حقیقت میں یہی وہ عربی روایات ہیں جنہوں نے عربی نسل کو دنیا میں ایک اتحاد پیدا کرنے والی طاقت بنا دیا تھا۔

صدر محترم! آپ نے علیگڑھ میں خطاب فرماتے ہوئے یہ امر بالکل بجا فرمایا تھا کہ ”آئندہ سائنس کی اجارہ داری سرمایہ داری کی ایک نئی قسم ہوگی“

سرمایہ داری کیا بلکہ مادیت کی نئی شکل وصورت ہوگی۔ ہم سرمایہ داری یا مادیت کی اس نئی شکل وصورت پر قابو نہیں پا سکتے جب تک کہ انسان کی سرمایہ دارانہ ذہنیت یا مادیت کی رگوں میں مذہب اور روحانیت کا ٹیکہ نہ لگائیں۔ پس اس الحاد و مادیت کے قلع قمع اور روحانیت و انسانیت کے اُجاگر کرنے کے لئے ہی ”تحریک احمدیت“ خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کی گئی ہے۔ احمدیت کوئی انسانی تحریک نہیں۔ خالص خدا کی قائم کردہ ہے۔ اور اس کا قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن پیشگوئیوں کے عین مطابق عمل میں آیا ہے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبہ دین کے لئے ظہور مہدی و مسیح موعودؑ کی ذات سے وابستہ تھیں اور اشاعت اسلام کی جو شاندار خدمات اس جماعت نے اب تک انجام دی ہیں وہ أظهر من الشمس ہیں۔

ہم آپ کی خدمت میں اسلامی اصول کی فلاسفی (جو کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی ومعہود کی تالیف تصنیف ہے) کا عربی ترجمہ ”الخطاب الجلیل“ اور دوسرے لڑیچر کا تحفہ ارسال کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ بظاہر یہ معمولی چیز ہے مگر

حقیقت میں قیمتی موتی اور جواہر ہیں۔ امید ہے آپ ان کتب کا مطالعہ فرمائیں گے۔ خدا آپ کا اور ہمارا ہادی اور حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

آپکا خیر اندیش

محمد کریم اللہ

سیکرٹری جماعت احمدیہ مدراس

(الفضل 12/اپریل 1960ء صفحہ 4)

شاہ حسین آف اردن کا جماعت احمدیہ نائیجیریا کی طرف سے شاندار استقبال

اسلامی مملکت اردن کے جلالۃ الملک شاہ حسین نے اس سال ایران ترکی اور سپین کے دورہ سے واپسی پر 9/مئی 1960ء کو لیگوس میں ایک روز قیام فرمایا۔ شاہ کی آمد اگرچہ غیر رسمی حیثیت کی تھی، پھر بھی یہ موقعہ اس اعتبار سے بہت اہم تھا کہ نائیجیریا جیسے اسلامی علاقہ میں پہلی دفعہ ایک عرب مسلمان بادشاہ وارد ہوا تھا۔ شاہ کی آمد کا اعلان صرف ایک روز پہلے کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود احمدی احباب کو استقبالیہ کے لئے فوراً منظّم کیا گیا۔ ایک سبز جھنڈے پر عربی میں أهلاً و سهلًا و مرحبًا اور انگریزی میں ''Welcome King Hussain'' لکھا ہوا تھا۔ لیگوس کے احمدی احباب چودہ میل سفر کر کے لیگوس کے ہوائی اڈے پر پہنچے۔ جملہ احباب نے ''احمدیہ مشن'' کے بیجز لگا رکھے تھے۔ اس طرح استقبال کرنے والوں میں یہ ممتاز گروہ اخباری نمائندوں، غیر ملکی اور ملکی پریس فوٹو گرافرز کے لئے بالخصوص ایک خاص کشش کا موجب ہوا انہوں نے اس منظر کی متعدد تصاویر لیں۔

جس وقت شاہ حسین کا طیارہ پہنچا احمدی احباب نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، جلالةُ المَلِك يَعِيْش، المَلِك حُسين يَعِيْش کے نعرے بلند کئے۔ نائیجیریا کے قائم مقام گورنر جنرل اور استقبال کرنے والے دوسرے افسر مشرقی انداز کے اس استقبال سے بہت متاثر ہوئے۔ ہوائی اڈے پر جمع ہونے والے لبنانی، شامی اور دوسرے مسلمانوں نے بھی اس استقبال کو بہت سراہا اور ان میں سے بعض نعرے بلند کرنے میں احمدیوں کے ساتھ شامل بھی ہوئے۔ شاہ اردن کا لیگوس میں قیام صرف سولہ گھنٹے تھا۔ احمدیہ مشن کی طرف سے ایک روز قبل

منعقد ہونے والی مسلم فیسٹول کمیٹی (MUSLIM FESTIVAL COMMITTEE) میں دوسری مسلمان جمعیتوں کے زعماء کو شاہ سے وفد کی صورت میں ملاقات کی تحریک کی گئی۔ اسی طرح گورنمنٹ ہاؤس سے ٹیلیفون پر ملاقات کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔ لیکن اس وقت شاہ کا پروگرام معین طور پر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔ لیگوس کے مقامی حاکم (OBA) مسلمان تھے۔ جن کو جناب مولانا نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ نے ٹیلیفون پر تحریک کی کہ وہ ملاقات کی کوشش کریں۔ ان کی طرف سے کوشش کرنے پر صرف چار اصحاب کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل ہو سکی چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے لیگوس کے مقامی حاکم، ان کے ایک وزیر، احمدیہ مشن کے رئیس التبلیغ اور لیگوس شہر کے چیف امام پر مشتمل وفد نے گورنمنٹ ہاؤس میں شاہ سے ملاقات کی۔ جناب رئیس التبلیغ صاحب نے شاہ کو ہدیہ کے طور پر حسب ذیل کتب پیش کیں۔

(1) اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی ترجمہ الخطاب الجلیل مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ احمدیہ۔

(2) لائف آف محمدؐ تصنیف حضرت مصلح موعودؓ۔

(3) ہمارے بیرونی مشن (انگریزی)، مصنفہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر ربوہ۔

شاہ حسین نے یہ تحفہ بہت خوشی سے قبول کیا۔ پریس کے نمائندوں نے اس موقعہ پر متعدد تصاویر لیں۔ لیگوس کے ممتاز ڈیلی ٹائمز اور ’’پائلاٹ‘‘ نے شاہ حسین کے کتب کا تحفہ قبول کرنے کی تصویر شائع کی۔

شاہ حسین نے اپنے قیام کے دوران میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب بھی کیا جس میں جناب نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر اخبار ’’ٹروتھ‘‘ کی حیثیت سے شامل ہوئے۔

شاہ حسین کو مذکورہ کتب کے تحفہ کے ہمراہ احمدیہ مشن کی طرف سے جو مکتوب لکھا گیا تھا اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

جلالۃ الملک شاہ حسین

السلام علیکم۔ أھلاً و سھلاً و مرحباً

مَیں بصد ادب و احترام ملک نائیجیریا کے احمدیوں کی طرف سے اعلیٰ حضرت کو ہمارے ملک میں قدم رنجہ فرمانے پر دلی خوش آمدید عرض کرتا ہوں۔ ہر چند آپکی یہ زیارت مختصر حیثیت کی ہے۔ہم آپ کے نائیجیریا کے دارالحکومت لیگوس میں ورود کے بہت قدر مند ہیں۔

جلالۃ الملک کے لئے ہمارے دلوں میں جو محبت جاگزیں ہے۔اس کی ایک علامت کے طور پر آپ کی خدمت میں ''لائف آف محمدؐ'' کا تحفہ بھی پیش کر رہا ہوں۔ جو ہماری جماعت کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی تصنیف ہے۔

(الخطاب الجلیل اور ہمارے بیرونی مشن، بعد میں شامل کی گئیں تھیں)

اس امر کا ذکر یہاں بے تعلق نہ ہوگا کہ جلالۃ الملک کے مرحوم دادا امیر عبداللہ ہماری جماعت حیفا کے حق میں ہمیشہ مروت کا سلوک فرماتے رہے ہیں جس کے لئے ہم ان کے احسان مند رہیں گے۔ بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکات نازل فرماتا رہے آمین۔

والسلام

نسیم سیفی رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

برائے جماعت احمدیہ نائیجیریا

(الفضل 12راپریل 1960ء صفحہ 3)

جمعیۃ الاتحاد بین المذاہب کے جنرل سیکرٹری کی لائبیریا مشن میں آمد

جماعت احمدیہ کے ایک محترم مبلغ مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ انچارج لائبیریا مشن کی تحریر فرمودہ 1960ء کی بعض ماہوار رپورٹوں میں سے ایک میں وہ فرماتے ہیں:۔

''حال ہی میں مصر کی ایک مشہور سوسائٹی جمعية الاتحاد بَين المذاهب کے جنرل سیکرٹری مسٹر بھجات قندیل اپنی سوسائٹی کی طرف سے افریقن ممالک کا دورہ کرتے ہوئے لائبیریا آئے۔ان سے جمہوریتِ عربیہ متحدہ کے سفارت خانہ کے ذریعہ میری ملاقات ہوئی اور خاکسار نے انہیں احمدیہ مشن میں آنے کی دعوت دی۔سفارت خانہ کے نائب سفیر مسٹر انور فرید ہمارے اور ہماری تبلیغی کارروائیوں کے بڑے مداح ہیں۔ چنانچہ آپ نے ڈاکٹر بلی گراہم مسیحی مناد کے نام میری تبلیغی چٹھی کی بہت سی کاپیاں مجھ سے حاصل کر کے ''مزدویا'' کے مختلف

بااثر عیسائیوں اورسفارت خانوں کے کارکنوں کو اپنی طرف سے پیش کی تھیں۔ انہوں نے مسٹر بھجات صاحب سے میرا تعارف کرا کے خود ہی انہیں جماعت احمدیہ کی یورپ وافریقہ اورامریکہ میں تبلیغی سرگرمیوں سے مختصراً آگاہ کیا۔

دوسرے روز شام کو مسٹر بہجات ہمارے مشن میں تشریف لائے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ٹھہرے رہے۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ سے روشناس کرایا گیا۔ نیز دنیا کے تمام اہم احمدیہ مسلم مشنوں کا بھی یکے بعد دیگرے تعارف کرایا اور ساتھ ساتھ دنیا میں جماعت احمدیہ کی طرف سے قائم کردہ مساجد سکول کالج اور مشن سنٹرز کی تصاویر بھی دکھائیں اوراپنے اکثر احمدیہ انگریزی اور عربی اخبارات اور رسالوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف تحفہ بغداد اور استفتاء وغیرہ کی ایک ایک کاپی بھی انہیں تحفۃً پیش کی وہ یورپ اورامریکہ میں ہماری نئی مساجد کی تصاویر دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور جماعت احمدیہ کے ممبران اور خصوصاً مساجد کی تعمیر کے لئے چندہ دینے والوں کو بہت دعائیں دیں اور ہماری ہر مسجد اور مشن کی ابتداء اور بنیاد وغیرہ کے متعلق جملہ معلومات تحریراً نوٹ کرتے رہے۔

اس کے بعد خاکسار نے ان کے استفسار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اورایک احمدی اور غیراحمدی میں مابہ الامتیاز پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ احمدیت حقیقی اسلام کے سوا اورکوئی نئی چیز دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتی اوراس کا مقصد قرآنی آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کے مطابق مسلمان عوام کو حقیقی اور سچے مومن بنانے اور تمام دنیا کے دیگر مذاہب کے لوگوں کو بذریعہ تبلیغ دین اسلام میں داخل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک یہی امام آخرالزمان کی بعثت کی غرض وغایت ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت پورا کرنے میں دن رات ہمہ تن مشغول ہے۔

مسٹر بھجات صاحب نے آخر پر فرمایا کہ آپ کی باتیں واقعی نہایت قابل غور ہیں جنہوں نے مجھ پر گہرا اثر کیا ہے اور بطور مسلمان ہم شرمندہ ہیں کہ ہم اسلام کی بذریعہ تبلیغ اشاعت اوراس کی تقویت کا فریضہ جو ہم پر عائد ہوتا ہے ادا نہیں کررہے۔لیکن ہمیں خوشی ہے کہ آپ کی جماعت کے افراد دنیا کے باقی مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ کے طور پر یہ ذمہ داری ادا کررہے ہیں نیز آپ نے کہا کہ میرے اپنے والد از ہر شریف کے خاص مشائخ میں سے ہیں

اور میں خود بھی از ہر شریف کا تعلیم یافتہ ہوں اور ہمیں واقعی افسوس ہے کہ مصر کے اس اہم اور مقدس اسلامی ادارے کو باقاعدہ غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کرنے اور دشمنان اسلام کے تبشیری حملوں کا مقابلہ کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی واپسی پر انشاء اللہ جامعہ از ہر کے سرکردہ مشائخ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں۔

مشن سے رخصت ہونے سے پہلے آپ نے مشن کی وزیٹرز بک میں مندرجہ ذیل ریمارکس دیئے:

”کم کان سروری أن أریٰ دعاة الإسلام الأحمديين فی غرب إفریقیا وفقکم اللّٰہ تعالیٰ لأداء هذه الرسالة المباركة“۔

بهجات قنديل سيكرتير عام جمعية الاتحاد بين المذاهب۔

یعنی مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے مبلغین کی سرگرمیاں دیکھ کر مجھے از حد خوشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کا مبارک پیغام پہنچاتے رہنے کی توفیق عطا کرے۔

بہجات قندیل جنرل سیکرٹری جمعية الاتحاد بين المذاهب

10 مئی 1960ء

(از الفضل 17/جولائی 1960ء صفحہ 4)

بعض عرب ممالک کے سیاسی حالات کا دینی جماعتوں پر اثر

پچاس کی دہائی میں شام سیاسی طور پر عدم استحکام کا شکار رہا۔ 1957ء میں شام کے ترکی کے ساتھ تعلقات اس حد تک خراب ہوئے کہ فوجیں سرحدوں پر جمع ہو گئیں اور جنگ کے ہولناک سائے دونوں ملکوں پر منڈلانے لگے۔ ایسی صورتحال نے شام کو سوویت یونین کے قریب ہونے پر مجبور کیا۔ جب مغربی ممالک کی طرف سے شام پر دباؤ بڑھنے لگا تو شام اور مصر نے آپس میں اتحاد کر لیا اور متحدہ جمہوریت کے صدر جمال عبد الناصر منتخب ہوئے۔ لیکن یہ اتحاد زیادہ دیرپا ثابت نہ ہوسکا کیونکہ اشتراکی نظام کے نفاذ، سیاسی جماعتوں پر پابندی جیسے امور نے فوج کو دخل دینے پر مجبور کر دیا اور 1961ء میں یہ اتحاد ٹوٹ گیا۔

اس مختصر سی وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام کو اس پورے خطے کی صورتحال کا اندازہ

ہو سکے کہ اس عرصہ کے سیاسی حالات کا دینی ماحول پر کس طرح اثر پڑا۔ اشترا کی نظام کی طرف میلان نے شام کے علاوہ اردگرد کے دیگر ممالک میں بھی نہ صرف سیاسی بلکہ دینی جماعتوں پر بھی پابندی لگادی۔ حتی کہ بعض ممالک میں مذہبی سرگرمیاں بھی بعض ایسے حکمرانوں کے زیر تسلط آ گئیں جن کا دین سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ اس کی ایک جھلک ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جمال عبدالناصر کے نام ایک اہم مکتوب

ساٹھ کی دہائی کی ابتداء میں جب کہ شام اشترا کیت کی لپیٹ میں تھا جماعت احمدیہ پر پابندی لگا دی گئی، جماعت کے مرکز کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا اور افراد جماعت کو بحیثیت جماعت اپنی سرگرمیوں سے روک دیا گیا۔

ایسی صورتحال میں جناب سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نے صدر جمہوریہ مصر جمال عبدالناصر کی خدمت میں ایک اہم مکتوب ارسال کیا جس کا عربی متن انہی دنوں جامعہ احمدیہ کے ترجمان ''البشریٰ'' کے شمارہ رمضان 1380ھ مطابق مارچ 1961ء صفحہ 39۔40 میں بھی شائع کر دیا گیا تھا۔ جو درجِ ذیل کیا جاتا ہے:

''کتاب الی الرئیس جمال عبد الناصرسیادۃ الرئیس

السلام علکیم و رحمة الله و برکاتهٗ

و بعد، فانی أتشرف بأن ألفت أنظار سيادتكم إلى ما حصل بدمشق (الإقليم الشمالى) من مصادرة مركز الجماعة الإسلامية الأحمدية وحرمان أعضائها من مزاولة الحرية الدينية والفكرية التى يقدر دستور الجمهورية العربية المتحدة كما يحترسها سائر دساتير العالم۔

إن هذا الإجراء الشاذ قد أحدثت هزة شديدة فى عموم أعضاء الجماعة الأحمدية المنتشرة فى أقطار العالم كافة، هذه الجماعة هى دينية تؤمن بجميع المبادئ الإسلامية السامية القويمة إيمانا راسخا، و لا تدخر وسعا فى سبيل الدفاع عن

حیاض الإسلام والمسلمین فی مختلف بقاع الأرض و إن لها مراکز تبشیریة قویة فی معظم أصقاع العالم و خاصة فی أمریکا وإفریقیا وإنجلترا وألمانیا وهولندا وسویسرا وألمانیا الغربیة وإسبانیا وإفریقیا الغربیة والشرقیة، کما أن هذه الجماعة نشرت مجموعة قیمة من الکتب العلمیة للذود عن کرامة الإسلام و نبیه محمد صلی اللّٰہ علیه و سلم، وأضف إلی ذلك أنها نشرت تفاسیر القرآن وتراجمه بالإنجلیزیة والألمانیة والهولندیة والسواحیلیة وقامت بهذا العمل الجلیل المنقطع النظیر خیر قیام۔ إن اتهام هذه الجماعة بالخروج عن الإسلام ووصمها با لانحراف عن جادة الحق علی غایة من السطحیة والتعسف، وخاصة فی هذه الفترة الدقیقة من تاریخ العالم التی تدعونا بتکتل المسلمین وتوحید کلمتهم فی جمیع البلاد۔

وقد لا یخفی علی سیادتك أن الجماعة الأحمدیه لیست بمعزل عن القضایا العربیة الکبری، بل منذ نشأتها قامت بدور مرموق فی جمع شمل المسلمین و قد نبهتهم إلی الأخطار التی تحدق بهم من کل صوب و تهدد مصالحهم فی کل بلد، وإلیکم ما فعلته الجماعة الأحمدیة فی أخطر قضیة عربیة ألا وهی قضیة فلسطین التی تحتل الدرجة الأولی بقلب کل عربی مسلم بل هی الطعنة الغادرة فی صمیم السلام التی تحز فی قلوب أربعمائة ملیون مسلم۔

عند ما دبرت هذه المؤا مرة اللعینة بأیدی الاستعمار والصهیونیة العالمیة عندئذ کتب حضرة إمام الجماعة الأحمدیة الحالی الحاج المیرزا بشیر الدین محمود أحمد نشرة سماها "الکفر ملة واحدة" فضح فیها هذه الخطة الشیطانیة و کشف اللثام

عن وجه الحقائق وقال إن قوى الشر قد تألبت على الإسلام من كل حدب، وتجمعت رغم خلافاتها السياسية للقضاء على وحدة الإسلام قضاء نهائيا، فعلى المسلمين أن يدركوا خطر هذا الهجوم العام من قبل الأعداء فليقوموا آحادا وجماعات للذب عن جبهة الإسلام، وكذلك لم يتح لحضرته فرصة تحدث فيها عن القضايا الإسلامية إلا ووضع قضية فلسطين فى المكان الأول ودومًا أبدى مخاوفه عن نوايا الصهيونية العالمية للسيطرة على سائر البلاد العربية الإسلامية بما فيها من شعائر الإسلام المقدسة وأخيرا وليس آخرا صرّح حضرته فى أحد الاجتماعات السنوية للجماعة :

”ان احتلال اليهود لفلسطين لهو حادث مؤقت وان الأوضاع الراهنة لتنقلب رأسا على عقب و سيأتى على فلسطين زمان أن كل حجر من أحجارها سينادى المؤمن بأعلى صوته ”إن ورائى كافر فاقتله“ وإن الأيام التى سترث فيها الأمة الإسلامية أرض فلسطين جد قريبة “

فإنا لنرجو سيادتكم أن تتناولوا هذه القضية بأسلوب حكيم يتفق مع ما يقتضى الدستور من المحافظة على الحرية الدينية و الفكرية لجميع طوائف الشعب العربى۔ دمتم ذخرا للعروبة و الإسلام۔ والسلام عليكم۔

المخلص

داؤد أحمد السيد “

(البشریٰ (ربوہ) رمضان 1380ھ مطابق مارچ 1961ء صفحہ 39۔40)

ترجمہ:

جنابِ صدر صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں آنجناب کی نظر دمشق میں جماعت احمدیہ کے مرکز کو حکومتی تحویل میں لینے اور افراد

جماعت احمدیہ کو آئین کے مطابق دیئے ہوئے دینی اور فکری آزادی کے حق سے محروم کرنے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مذہبی آزادی کے اس حق کو دستور جمہوریہ عربیۃ متحدہ بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جیسا کہ اس کی حفاظت دنیا کے تمام ممالک کے دساتیر کا اہم حصہ ہے۔

اس غیر آئینی اقدام سے عالمگیر جماعت احمدیہ کے افراد کو شدید دھچکا لگا ہے۔ جماعت احمدیہ وہ جماعت جو تمام بنیادی ارکان اسلام پر پختہ ایمان رکھتی ہے۔ اور دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی۔

اس جماعت کے مضبوط مراکز دنیا کے تمام علاقوں میں موجود ہیں خصوصا امریکا، مغربی اور مشرقی افریقہ۔ اس جماعت نے اسلام اور نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے دفاع میں ایک ضخیم مجموعہ کتب بھی تالیف کیا ہے۔ اسکے علاوہ قرآن کریم کی تفاسیر اور بڑی بڑی زبانوں جیسے انگریزی جرمن اور سواحیلی وغیرہ زبانوں میں تراجم قرآن کا بے نظیر کام سرانجام دیا ہے۔ ایسی جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج اور راہ راست سے منحرف جماعت قرار دینا نہایت سطحی خیالات کا نتیجہ اور بڑے ظلم کی بات ہے خصوصا ایسے وقت میں جب کہ دنیا کے موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت قائم ہو۔

شاید آنجناب کو معلوم ہی ہوگا کہ جماعت احمدیہ نے کبھی بھی بڑے بڑے عربی مسائل سے خود کو باہر نہیں سمجھا۔ بلکہ اپنی ابتداء ہی سے مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اس سلسلہ میں ان کو پیش آنے والے ایسے خطرات سے آگاہ کرتی ہے جو ان کے ممالک کے مفادات کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔ اور جہاں تک عرب دنیا کے سب سے خطرناک مسئلے یعنی مسئلۂ فلسطین کا تعلق ہے جو کہ ہر عربی مسلمان کے دل میں اولین درجہ کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہ عالمی امن کے جسم پر ایک ایسا بزدلانہ وار ہے جس کی کاٹ کو چار سو ملین مسلمان اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں، اس اہم ترین مسئلہ کے بارہ میں جماعت کی خدمات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

جب عالمی استعمار اور صہیونیت کے تعاون سے اس مذموم سازش کا تانا بانا بُنا جا رہا تھا اس وقت حضرت امام جماعت احمدیہ الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ایک پمفلٹ ''اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ'' شائع کر کے انکی اس شیطانی سازش کو بے نقاب کیا اور حقائق کو منظر عام

پہ لائے۔آپ نے فرمایا کہ:

’’آپ نے فرمایا تھا کہ شر کی تمام قوتیں جمیع اطراف سے اسلام کے خلاف متحد ہوگئی ہیں۔ اور باوجود آپس کے سیاسی اختلافات کے وحدت اسلام کو ہمیشہ کے لئے مٹانے کے لئے یک جان ہوگئی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ دشمن کے اس حملے کے خطرے کو محسوس کریں اور فرداً فرداً اور جماعتوں کی صورت میں اسلام کی سرحدوں کے دفاع کیلئے کھڑے ہو جائیں‘‘۔

اسی طرح آپ کو جب کبھی بھی موقع ملا آپ نے مسئلہ فلسطین کو ہمیشہ ترجیحات میں نمبر 1 پر رکھا۔ اور ہمیشہ اس خطرہ کا اظہار کیا کہ تمام عرب اسلامی ممالک کو عالمی صہیونی تنظیم کی طرف سے ناجائز قبضہ کا خطرہ ہے جس میں اسلام کے مقدس شعائر بھی شامل ہیں۔ آپ نے جماعت احمدیہ کے ایک جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے جو فرمایا وہ آخر میں پیش خدمت ہے آپ نے فرمایا:

’’یہودیوں کی طرف سے فلسطین پر قبضہ ایک دردناک واقعہ ہے۔ لیکن آج کے حالات ضرور یکسر بدل جائیں گے اور فلسطین پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس کا ہر پتھر مومنوں کو پکار پکار کر کہے گا کہ آؤ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دو‘‘۔

اور وہ دن بہت قریب ہیں جب امت اسلامیہ ارض فلسطین کی وارث بنے گی۔

ہم آنجناب سے درخواست کرتے ہیں کہ (جماعت احمدیہ دمشق پر پابندی لگانے کے) اس معاملہ کو پرحکمت طریقہ سے ہینڈل کریں اور ایسا فیصلہ فرمائیں جس کا تقاضا تمام عرب فرقوں اور جماعتوں کو دینی آزادی کا حق دینے والا حکومت کا دستور کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو عربوں اور اسلام کے لئے بیش قیمت وجود کے طور پر قائم رکھے۔

والسلام

آپکا مخلص

سید داؤد احمد

مختلف عرب لیڈرز کے ساتھ ملاقاتیں اور مراسلہ کے ساتھ اس عرصہ کے دو ایسے امور بھی یہاں درج کئے جاتے ہیں جن کا تعلق عرب صحافت ہے۔

مجلۃ الازہر میں جماعت احمدیہ غانا کی تعلیمی خدمات کا تذکرہ

افریقن ممالک سے عربوں میں جماعت احمدیہ کا تعارف اور تبلیغ کا تذکرہ ہو رہا ہے تو اس ضمن میں جامعہ احمدیہ غانا کی تعلیمی خدمات کا مجلۃ الأزہر کی جانب سے اعتراف کا ذکر بھی کرتے چلیں جو اپنی اصل جگہ یعنی 1958ء کے واقعات میں درج ہونے سے رہ گیا ہے۔

جماعتِ احمدیہ غانا عرصہ دراز سے مسلمانانِ افریقہ میں تعلیم عام کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ اس عظیم الشان جدوجہد کے شاندار نتائج و آثار عرب ممالک کے سامنے بھی آنے شروع ہوئے۔ چنانچہ شیخ الازہر مصر کی پریس برانچ کے ناظم الاستاذ عطیہ صقر نے ازہر یونیورسٹی کے ماہنامہ مجلۃ الازہر (جولائی 1958ء) میں ''الِاسلام فی غانا'' کے موضوع پر ایک تحقیقی مضمون شائع کیا جس میں جماعت احمدیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا :

”ولهم نشاط بارز فی كافة النواحی ومدارسهم ناجحة بالرغم من أن تلاميذها لا يدينون جميعا بمذهبهم“۔

(جماعت احمدیہ) کی سرگرمیاں تمام امور میں انتہائی کامیاب ہیں اور ان کے مدارس کامیابی سے چل رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان مدارس کے تمام طلبہ ان کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 100)

مصر کے صحافی السید محمود عودہ اور ڈاکٹر فوزی خلیل ربوہ میں

16 ر نومبر 1959ء کو بعد دوپہر مصر کے ایک ممتاز صحافی السید محمود عودہ جو قاہرہ کے مشہور اخبار ''الجمہوریہ'' کے ایڈیٹوریل سٹاف کے رکن تھے ربوہ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ ڈاکٹر فوزی حسن خلیل بھی تھے جو عرب جمہوریہ متحدہ کی طرف سے عربی زبان کی تعلیم و ترویج کے لئے پاکستان آئے ہوئے تھے اور ان دنوں پنجاب یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے۔ ہر دو معزز مہمانوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا بعد نماز عصر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی بیت الظفر کے لان میں معزز مہمانوں کے اعزاز میں ایک دعوتِ عصرانہ

دی گئی جس میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے متعدد ناظر و وکلاء صاحبان اور دیگر بزرگانِ سلسلہ و علمائے کرام کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے بھی شمولیت فرمائی اور مہمانوں سے تبادلۂ خیالات کیا۔ اس موقعہ پر تلاوت قرآنِ کریم کے بعد جو انڈونیشین طالب علم منصور احمد صاحب نے کی مولوی بشارت احمد صاحب بشیرؔ، نائب وکیل التبشیر نے معزز مہمانوں کی خدمت میں عربی میں ایڈریس پیش کیا۔ ایڈریس میں مہمانوں کا خیرمقدم کرتے ہوئے انہیں جماعت احمدیہ سے متعارف کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں بیرونی ممالک میں تعمیر مساجد، مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور تبلیغ کے ذریعہ جماعت احمدیہ جو دینی خدمات سرانجام دے رہی ہے اس کا مختصراً ذکر کیا گیا۔ ایڈریس کے جواب میں دونوں مہمانوں نے مختصر طور پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

الاستاذ سید محمود عودہ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ میرے پاکستان آنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں کے حالات کا جائزہ لے کر پاکستان اور عرب جمہوریہ متحدہ کے درمیان مزید گہرے روابط پیدا کرنے میں مدد دوں۔ آپ نے کہا کہ دونوں اسلامی ملک مل کر دنیا کے موجودہ حالات میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے مرکز ربوہ میں آنا بھی میرے پروگرام کا ایک اہم حصہ تھا جسے آج میں پورا کرتے ہوئے دلی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اسلام ایک جامد مذہب نہیں ہے۔ وہ پہلے بھی کئی ایک مادی فلسفوں کا کامیابی سے مقابلہ کر چکا ہے۔ ہمیں آج بھی متحد ہو کر یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ اسلام اس زمانہ میں بھی ایک زندہ طاقت ہے جو زمانہ کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے۔ آخر میں آپ نے اہلِ ربوہ کا شکریہ ادا کیا۔

پروفیسر فوزی خلیل نے اپنی تقریر میں عربی زبان کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ یہی ایک زبان ہے جو رنگ و نسل کے فرق کے باوجود عالم اسلام میں اتحاد اور یگانگت پیدا کر سکتی ہے۔ اہلِ پاکستان کو بھی اس زبان کی ترویج و اشاعت میں نمایاں حصہ لینا چاہئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 394-395)

حضرت مصلح موعودؓ کی ابدال شام سے توقعات و دعائیں

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا چوتھا سالانہ اجتماع 31ر اکتوبر، یکم نومبر، 2رنومبر 1958ء کو منعقد ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اجتماع کے دوسرے روز اپنے ایمان افروز خطاب میں فرمایا:

''امریکہ میں تبلیغ کا یہ اثر بھی ہے کہ دوسرے کئی ملکوں میں بھی ہماری تبلیغ کا اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ چنانچہ مولوی نورالحق صاحب انور جو حال ہی میں امریکہ سے آئے ہیں انہوں نے بتایا کہ مصر کا جو وائس قونصل تھا اس کے جبڑے میں درد تھی اس نے آپ کو دعا کے لئے خط لکھا۔ لیکن اس کو آپ کا جواب نہیں پہنچا۔ مَیں نے دفتر والوں کو خط نکالنے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں وہ خط نہیں ملا۔ لیکن اب پرسوں یا ترسوں اس کا دوسرا خط آیا ہے اس نے لکھا ہے کہ غالباً میرا پہلا خط نہیں پہنچا اب مَیں دوسرا خط لکھ رہا ہوں۔ میرے جبڑے میں درد ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت دے۔ (انصاراللہ کے جلسے کے بعد مولوی نورالحق صاحب انور ملے تو انہوں نے بتایا کہ اب اس کے جبڑے کو آرام آ چکا ہے بلکہ میرے یہاں آنے سے بھی پہلے اسے آرام آ چکا ہے اس لئے یہ خط پہلے کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے) انور صاحب نے یہ بھی بتایا کہ وہ کرنل ناصر کا بچپن کا دوست ہے۔ اور اس پر بہت اثر رکھتا ہے۔ یہ امریکہ میں تبلیغ کا ہی اثر ہے ہم امریکہ میں تبلیغ کرتے ہیں تو مصری اور شامی بھی متاثر ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہی جماعت ہے جو اسلام کی خدمت کر رہی ہے۔ اور اس طرح قدرتی طور پر انہیں ہماری جماعت کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلی شامی حکومت کی سختیوں کی وجہ سے ہمارے مبلغ منیر الحصنی صاحب کا خط آیا تھا کہ اس نے ہماری جماعت کے بعض اوقاف میں دخل اندازی کی تھی لیکن اب انہوں نے لکھا ہے کہ جو نئے قوانین بنائے گئے ہیں ان میں کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے ان کے مطابق

میں دوبارہ نالش کرنے لگا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے ”یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَال الشَّام“ ابدالِ شام تیرے لئے دعائیں کرتے ہیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ شام میں جماعت پھیلے گی۔ پس دوستوں کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وہاں جماعت کے لئے سہولت پیدا کرے اور وہاں جماعت کو کثرت کے ساتھ پھیلائے تا ابدالِ شام پیدا ہوں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہیں نہیں یَدْعُوْنَ لَکَ کے معنی ہیں کہ وہ جماعت کے لئے دعائیں کریں گے اور ابدال نام بتاتا ہے کہ ان کی دعائیں سنی جائیں گی۔ ابدال کے معنے ہیں کہ ان کے اندر بڑی عظیم الشان تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ کے مقرب ہو جائیں گے۔ پس اس کے لئے بھی دعاؤں میں لگے رہنا چاہئے کہ شام میں جو مشکلات ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دور کرے۔ وہاں مضبوط جماعت پیدا ہو اور ایسے ابدال پیدا ہوں جو رات دن اسلام اور احمدیت کے لئے دعائیں کرتے رہیں ہمیں پونڈ مہیا کرنے میں شام کا بھی بڑا دخل ہے۔ شام میں بھی ڈالر اور پونڈ کا زیادہ رواج ہے اور وہاں سے ہمیں کچھ مدد مل جاتی ہے بہر حال اگر سعودی عرب میں جماعت پھیلے اس طرح امریکہ اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور فلپائن میں ہماری جماعت پھیلے تو ڈالر مل سکتا ہے اس طرح اگر مشرقی اور مغربی افریقہ اور انگلینڈ میں جماعت پھیلے تو پونڈ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ پونڈ اور ڈالر ہمیں اپنے لئے نہیں چاہئیں، خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے گھر کی تعمیر کے لئے ہمیں ان کی ضرورت ہے۔ پس دعائیں کرتے رہیں کہ خدا تعالیٰ ان ممالک میں جماعت قائم کرے اور ان میں ایسا اخلاص پیدا کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر سارے ممالک میں بنائیں یہاں تک کہ دنیا کے چپہ چپہ سے اللہ اکبر کی آواز آنے لگ جائے اور جو ملک اب تک تثلیث کے پھیلانے کی وجہ سے بدنام تھا وہ اب اپنے گوشہ گوشہ سے یہ آواز بلند کرے کہ مسیح تو کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ اسلام کی بڑی بھاری فتح ہے اور ہمارے لئے بھی یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کا بڑا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص وہاں تبلیغ کے لئے جا نہیں سکتا چند مبلغ گئے ہوئے ہیں باقی لوگ یہ کر سکتے ہیں کہ ان کی روپے سے مدد کریں اور دعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ کا فضل چاہیں تا کہ وہ ان پر اپنے فرشتے اتارے اور ان کی باتوں میں اثر پیدا کرے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 6 نومبر 1958ء صفحہ 1، 2، 3 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 20 ص 161 تا 163)

لبنان میں افراد جماعت احمدیہ کو قید و بند کی صعوبتوں کا سامنا

ساٹھ کی دہائی کے شروع میں مرکز احمدیہ ربوہ کی طرف سے لبنان میں پیغام حق پہنچانے کے لئے مولوی نصیر احمد خان صاحب مولوی فاضل کو 9 مارچ 1961ء کو روانہ کیا گیا۔ آپ اپنے فرائض کی بجا آوری کے بعد 10 دسمبر 1963ء کو واپس ربوہ تشریف لائے۔ آپ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

''لبنان میں مضطرب ملکی و مذہبی مخالفت کی وجہ سے ہمارے مبلغین کو باقاعدہ بطور مبلغ قیام وکام کی اجازت نہیں۔ اور مسیحی وغیر احمدی مسلمان حلقوں کی طرف سے ہماری مخالفت و سازشیں کی جاتی ہیں۔ چنانچہ مجھے وہاں کی جماعت سے معلوم ہوا کہ وہاں مجھ سے پہلے دو مرتبہ ہمارے سلسلہ کے دو مخلص ترین دوستوں اور استاذ منیر الحصنی صاحب (جو کہ سلسلہ کے مبلغ ہیں اور دراصل شام کے باشندے ہیں) اور السید محمد درجنانی کے خلاف ان حلقوں کی طرف سے سخت اشتعال انگیزی کر کے ان کے قتل کی سازش کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے انکی حفاظت فرمائی اور دشمنوں کی سازش کو ناکام و نامراد کر دیا۔ الاستاد منیر الحصنی صاحب کو تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح محفوظ کر لیا کہ وہ اس رات اپنے مکان پر سونے کے لئے ہی نہ گئے اور دشمن انتظار کرتے کرتے خائب و خاسر رہے۔ اور السید محمد درجنانی کو اس طرح بچا لیا کہ دشمن کے عین ہاتھا پائی کے وقت ایک نیک دل بزرگ ادھر آ نکلے اور انہوں نے بیچ میں پڑ کر حملہ آوروں کو منتشر کر دیا۔ فالحمد للّٰہ و ھو خیر الحافظین۔

اسی طرح ایک مرتبہ میرے عرصہ قیام میں بھی ہمارے ایک مخلص دوست السید فائز الشہابی کے مکان کی تلاشی لی گئی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتب کو دفتر میں جمع کروا دیا گیا۔ اور میری واپسی کے دو ماہ بعد مجھے بذریعہ خط خبر ملی کہ ہمارے دو دوستوں السید فائز الشہابی اور محمد درجنانی کے گھروں کی دوبارہ تلاشی لی گئی اور بعض بالکل جھوٹے الزاموں کی بنا پر انہیں کچھ وقت کے لئے زیرِ حراست بھی رکھا گیا۔ مگر بعد میں جلد ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح ثبوتوں کی عدم موجودگی پر انہیں بَری کر دیا گیا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

لیکن ان مشکلات اور مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی دن بدن وہاں ترقی ہو رہی ہے۔ اور سمجھدار مخلص اور متقی لوگوں میں احمدیت کا پیغام گھر کر رہا ہے۔ اور جن لوگوں تک پیغام جدو جہد کے ساتھ پہنچایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ عرصہ کے بعد احمدیت کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں۔ ایک آسمانی تائید یہ شاملِ حال رہی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعا واستخارہ کے ذریعہ زیرِ تبلیغ لوگوں کو ان کی دعاؤں کا فوری جواب مل جاتا رہا اور حق ان پر ظاہر ہو جاتا رہا۔ میرے عرصۂ قیام میں کئی دوستوں کو اس سے فائدہ پہنچا جن میں سے دو بیان کرتا ہوں۔

السید طعمہ رسلان کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بتایا کہ ”مُلْكٌ بِلَا تَاجٍ وَلَكَ تَاجٌ بِلَا مُلْكٍ“ جس پر خاکسار نے ان کو تعبیر بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعے بتایا ہے کہ دنیا میں کئی بادشاہ اور سلطنتوں کے مالک ایسے ہیں جو بظاہر تو تاج رکھتے ہیں لیکن وہ حقیقت میں تاج نہیں۔ اور وہ لوگ ایمان کے تاج سے محروم ہیں۔ اور آخرت میں ان کے لئے کوئی بادشاہت اور تاج خدا تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے تجھے اس امام مہدیؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے ایمان کا عظیم الشان تاج عطا فرمایا ہے۔ اور اگرچہ تیرے پاس دنیاوی تاج تو نہیں مگر حقیقت میں تو ایمانی تاج کی بدولت روحانی بادشاہت کا مالک ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک تیرے لئے بادشاہت موجود ہے۔ چنانچہ اس دوست کو یہ تعبیر خوب سمجھ آ گئی اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس نے حق کو قبول کر کے شرف بیعت حاصل کر لیا۔ الحمدللہ۔

ایک زیر تبلیغ دوست الشیخ جمیل الحلاق کو بھی خاکسار نے استخارہ کرنے کو کہا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت ہی صاف الفاظ میں ان کی حالت کے مطابق حق کو ظاہر کر دیا اور اس کے قبول کرنے کا طریق بھی سمجھا دیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ حج کر رہے ہیں اور جب وہ حجر اسود کے طواف کرنے اور اس کو بوسہ دینے کے لئے جانا چاہتے ہیں تو ان کو ایک سپاہی روک کر کہتا ہے کہ ’’اَنْتَ مَمْنُوْعٌ اَنْ تَحُجَ اِلَّا بِاِذْنِ الْمَلِك‘‘۔ خاکسار نے ان کو تعبیر بتائی کہ آپ امام مہدی علیہ السلام پر ایمان لانا اور ان کی بیعت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ امام زماں ہی دراصل وہ مبارک وجود ہوتا ہے جس کا لوگ طواف کرتے اور اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ مگر آپ کو یہ سعادت صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ اور آپ کے لئے سخت ڈرنے کا مقام ہے کہ اگر آپ نے سستی کی تو بد نصیب رہنے کا مقام ہے۔ مگر رستہ موجود ہے۔ لیکن اجازت کی ضرورت ہے۔ اس لئے آپ کو بادشاہ ارض و سما جو کہ حقیقی بادشاہ ہے اس کے حضور دعاؤں پر بڑا زور دینا چاہئے تا کہ جرأت پیدا ہو اور اس کا فضل و اجازت نازل ہو۔ الغرض اس خواب میں اللہ تعالیٰ نے سائل کو صحیح اور مکمل جواب عطا فرما دیا اور اس پر حجت تمام کر دی۔ وہ دوست زیر تبلیغ تھے۔ دعا ہے مولا کریم انکو حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہمیں شریر لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا اور جب کبھی کسی نے شرارت کرنی چاہی تو اس کا کچھ نہ بنا۔ چنانچہ ایک موقع پر ایک مشہور شیخ محمد المناصفی نے وہاں کی مسجد میں چند لوگوں کو میرے خلاف کرنا چاہا تو اس موقع پر خاکسار نے ان لوگوں کے سامنے احمدیت کے عقائد کی تشریح کی جوان لوگوں کو سمجھ میں آ گئی اور نیز خاکسار نے ان شیخ صاحب کے جھوٹے الزاموں کی بھی تردید کر کے دکھائی جس پر وہ لوگ خود اس شیخ کے خیالات کی تردید کرنے لگے اور اس پر ہنسنے لگے۔

بعض سرکردہ شخصیات پر اتمام حجت

اس کے علاوہ لبنان کے چوٹی کے ایک عالم و ادیب الشیخ عبد اللہ الصلا یلی کے ساتھ کئی مرتبہ تبادلۂ خیالات ہوا۔ اس عالم کو حکومت کی طرف سے ہزار ہا لیرات کا انعام و اکرام اس کی ادبی و علمی خدمات پر مل چکا ہے۔ یہ شیخ صاحب بھی وفات مسیح کے قائل ہوئے اور انہوں نے کئی

باراس بات کا اظہار واعتراف کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ نیز انہوں نے جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کی بیحد تعریف کی اور کہا کہ اس جماعت نے اس زمانہ میں اسلام کی لاج رکھ لی ہے۔انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ وفات مسیح کے متعلق باقاعدہ مدلل تحریر لکھ کر مجھے دیں گے۔

اس کے علاوہ لبنان کے چوٹی کے مسیحی فلاسفر وادیب میخائیل نعیمہ کو بھی اسلام واحمدیت کا پیغام پہنچایا گیا اور مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دی۔ وہ دلائل سن کر بہت متأثر ہوئے۔ان کو ام الالسنہ کے دعویٰ کو بیان کیا جس کو سن کر وہ سخت متعجب وحیران ہوئے اور اس بارہ میں خاص غور وفکر کرنے کا وعدہ کیا۔ (ان کو بھی حکومت کی طرف سے ہزاروں لیرات کا انعام واکرام مل چکا ہے)

مفتیٔ اعظم فلسطین محمد امین الحسینی جو کہ مدت سے بیروت میں مقیم ہیں سے بھی متعدد بار گفتگو کا موقع ملا۔ایک بار جبکہ وہ اپنے سیکرٹری احمد الخطیب اور بعض دیگر ملاقاتیوں کے ہمراہ خاکسار کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر رہے تھے تو انہوں نے بھی وفات مسیح کا اقرار کیا اور از خود آیۃ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِی کو پیش کر کے اس سے مسیح علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا۔ نیز وہ ہمیشہ جماعت احمدیہ کی دینی خدمات کو سراہتے ہیں۔ان سے خاکسار کے اچھے دوستانہ تعلقات تھے جس کی بنا پر انہوں نے ہمارے احمدی فلسطینی دوستوں کو سینکڑوں لیرات کی اعانت و مدد فرمائی۔ اور اب بھی میری درخواست پر کرتے رہتے ہیں۔

امید افزا حالات

اس عرصہ میں ہزاروں لوگوں تک مسلسل طور پر اسلام واحمدیت کے پیغام کو پہنچایا گیا۔اور مسیحی احباب کو قرآن کریم کے نسخہ جات ودیگر اسلامی لٹریچر پہنچایا گیا۔اور متعدد پادری صاحبان سے بھی بحث وتمحیص ہوتی رہی اور بالآخر وہ لوگ لاجواب ہی ہوتے رہے۔اور حاضرین ان پر ہنستے رہے۔

یہ عرصہ جماعت احمدیہ کی جماعتی تربیت وتعلیم وتنظیم کا خاص عرصہ تھا۔ اس عرصہ میں خاکسار نے جماعت کو ان پہلوؤں کے لحاظ سے نیز چندوں میں حصہ لینے کے لحاظ سے خاص

طور پر تعلیم و تربیت دی۔ اور نمازوں کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا رہا۔ چنانچہ مشن ہاؤس میں (جو کرایہ کا مکان تھا) با قاعدہ نماز جمعہ ہوتی تھی۔ اور بعد میں سلسلۂ گفتگو و مسائل ہوتے تھے۔ اور ہر اتوار کو علمی و تربیتی میٹنگ ہوتی تھی جس میں متعدد زیر تبلیغ دوست بھی شامل ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر عید کی نماز و پارٹی بڑے ذوق وشوق سے منائی جاتی تھی۔ اور مشن ہاؤس اس موقع پر پُر رونق و آباد ہو جاتا تھا۔

یہ عرصہ تبلیغ احمدیت کے لحاظ سے بھی ایک نہایت مشغول و کامیاب عرصہ تھا۔ چنانچہ اس عرصہ میں ظہور مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ اور ہزاروں لوگوں تک اس کی بشارت دی گئی۔ اور خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ جن لوگوں کو مسلسل اور با قاعدہ طور پر تبلیغ کی جاتی رہی وہ بالآخر احمدی ہو گئے۔ چنانچہ اس قلیل عرصہ میں سولہ عدد بالغ افراد نے احمدیت کی نعمت سے حصہ پایا اور شرف بیعت حاصل کیا۔ اور اگر ان کے تمام اہل خانہ اور بچوں کو شامل سمجھا جائے تو ان کی تعداد قریباً ستر اسّی بنتی ہے۔ الحمدللہ

ان نَو احمدیوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے استاد، پروفیسر، باقاعدہ شیخ و خطیب اور تاجر پیشہ صاحبان شامل ہیں۔

لبنان میں جماعت کافی ہے مگر وہاں باقاعدہ مشن ہاؤس اور مستقل مبلغ کی ضرورت ہے۔ لوگوں کا احمدیت کی طرف باوجود مخالفت کے میلان دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ تمام مشکلات کے باوجود وہاں جگہ پیدا کی جاسکتی ہے اور مشکلوں کو زیر کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے جماعت کی تنظیم و تربیت کے پیش نظر وہاں پر مستقل مشن کی اشد ضرورت ہے۔

ایک خاص خدمت کا جو موقع ملا وہ اپنے وطن عزیز پاکستان کی خدمت تھی۔ چنانچہ اس بارہ میں خاکسار نے پاکستان کو متعارف کرانے اور اس کی کشمیر کی مشکل کی وضاحت کرانے میں کافی کام کیا۔ اور لبنان کی یونیورسٹی میں اردو زبان اور بنگالی زبان کی تعلیم و تدریس کی سکیم پیش کر کے ان کی منظوری لی گئی۔ چنانچہ اب وہاں پر ان تینوں زبانوں کی تعلیم شروع ہو جائے گی۔ دونوں حکومتیں متفق ہو چکی ہیں۔

لبنان میں ابھی تک ہمارا کوئی مشن ہاؤس و مسجد تعمیر نہیں ہوئی۔ ہمارا لٹریچر بھی وہاں مستقل ہے اور اگر زیادہ توجہ دی جائے تو لبنان میں احمدیت زیادہ مضبوط ہو جائے گی اور بے حد مفید ہو

گی کیونکہ اس کا اثر تمام بلادِ عربیہ وتمام دنیا پر پڑتا ہے۔

بہر حال اب لبنان میں مذہبی تعصب ومخالفت کا وہ رنگ نہیں جو آغازِ احمدیت میں تھا۔ اب زمین کافی صاف و تیار ہو چکی ہے۔ کچھ حکومتی پابندیاں ومشکلات ہیں جن کو حل کرنا چاہئے اوراب وقت کا تقاضا ہے کہ اس زمین پر زیادہ کام کیا جائے۔

وہاں کی جماعت میں سے مکرم محمد درجنانی وصجی قزق، حسین قزق اوران کے برادران و فائز الشہابی وطعمہ رسلان وشیخ عبدالرحمٰن سلیم ومحمود شنبور ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی، صالح الحمودی وشیخ عبد اللطیف الحداد ومحمود وظل اللہ وغیرھم اور ان کے خاندان عمدہ تعاون و اخلاص کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ہماری جماعتیں بیروت، طرابلس، برجا،صور، صیدا وغیرہ شہروں میں ہیں۔ سب ملا کر لبنان کی جماعت کی کل تعداد قریباً تین صد افراد ہے۔

تقریبات کی فوٹوز جن میں افراد جماعت شامل ہیں وہ دفتر وکالت التبشیر میں باقاعدہ بھجوائی جاتی رہی ہیں۔

لبنان میں پاکستان کے احمدی سفیر

ایک خاص بات یہ ہے کہ لبنان میں پاکستان کے سفیر مکرم میاں نسیم احمد صاحب مرحوم تھے جو ایک نہایت ہی مخلص ومتقی احمدی تھے۔آپ نے اس عرصہ میں جماعت احمدیہ لبنان کے ساتھ نہایت ہی مخلصانہ تعلق رکھا اوراپنے اسوۂ حسنہ سے اسلام واحمدیت و پاکستان کی نمایاں و قابل تعریف خدمت کی۔ آپ ہر جمعہ کی نماز میں اورعیدین کی نماز میں باقاعدہ مشن میں تشریف لاتے تھے۔ اور آپ نے اسلام و احمدیت کی خدمت کے لئے نمایاں طور پر مالی مدد فرمائی۔ جماعت کی مسجد کے لئے ایک عمدہ قالین پیش کیا اور مسجد سوئٹزر لینڈ میں بھی دل کھول کر چندہ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپکو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اسی طرح مکرم میاں صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے بھی مالی مدد فرمائی۔‘‘

بلادعربیہ میں انتشار جماعت کی راہ میں رکاوٹیں

ساٹھ کی دہائی میں عرب ممالک میں سیاسی طور پر بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بلاد شام میں عموماً ساٹھ کی دہائی میں سیاسی عدم استحکام اور بعض بیرونی خطرات کے پیش نظر ان ممالک کا رجحان بعض بڑی طاقتوں کی طرف ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کہیں تو اشتراکی نظام کے سیاہ سائے بلادعربیہ پر منڈلانے لگے اور کہیں بعض اسلامی جماعتوں کی طرف سے سیاسی میدان میں غیر معتدل اور غیر اسلامی رویّوں کی وجہ سے حکمرانوں نے یہ پیغام لیا کہ ملکی سیاسی استحکام میدان سیاست میں برسر پیکار دینی جماعتوں کے کچلنے سے ہی ممکن ہے۔اور جب اس سوچ کو عملی جامہ پہنایا گیا تو عام دینی جماعتیں بھی اسکی زد میں آ گئیں جن کا سیاست سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اور اس کا سب سے زیادہ نقصان جماعت احمدیہ کو ہوا۔ جماعت احمدیہ کے مراکز کو بند کر دیا گیا، افراد جماعت کو جماعتی سرگرمیوں سے روک دیا گیا، اور تبلیغ پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔ بلکہ کئی مقامات پر تو افراد جماعت کو سی آئی ڈی کی طرف سے بلا بلا کر ہراساں کیا گیا تا کہ یا تو وہ احمدیت کو چھوڑ دیں یا پھر اس قدر پیچھے ہٹ جائیں کہ ان کے احمدی یا غیر احمدی ہونے میں کوئی فرق نہ رہے۔اس کے علاوہ اسلام کو اپنی سوچ اور اپنے طریقے کے مطابق چلانے کے لئے ایسے حکمرانوں نے بعض مولویوں کی ہمدردیاں لے کر یا ان کو زبردستی اپنا دستِ نگر بنا کر اپنے من گھڑت فتاویٰ کو اسلام کا رنگ دے کر پیش کیا۔اس کے علاوہ ایسے مولویوں نے حکومتی چھتری کے نیچے جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے عزائم پورے کرنے کی بھی سر توڑ کوشش کی جس سے ان کو روکنے والا کوئی نہ تھا کیونکہ حکومت تو پہلے ہی دینی جماعتوں کے بارہ میں اس قسم کی پالیسی پر عمل پیرا تھی۔

ان تمام حالات کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ کی سرگرمیاں جو کسی زمانہ میں بلادِ عربیہ میں عروج پر پہنچ گئی تھیں یکدم محدود ہو کر رہ گئیں۔ تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے جہاں نومبایعین کی تعداد صفر ہو گئی وہاں پرانے احمدی مسلسل زدوکوب کئے جانے اور ذہنی ٹارچر کی وجہ سے مرکز سے تعلق قائم رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور یوں کچھ عرصہ میں ان علاقوں میں کہیں کہیں احمدی تو موجود رہے لیکن احمدیت کا مضبوط اور فعال اور نمایاں وجود منظرِ عام سے غائب ہو گیا۔

ان سب حالات کی وجہ سے خلافت ثالثہ کے عہد مبارک میں عرب دنیا میں تبلیغ احمدیت کی سرگرمیاں اتنی تیزی سے اور کھلے عام جاری نہ رہ سکیں جتنی تیزی سے قبل ازیں ہو رہی تھیں۔ عربوں کے ملکی حالات کی وجہ سے عرب احمدیوں کے لئے مرکز احمدیت سے رابطہ اور خلیفہ وقت سے رابطہ نہ صرف مشکل بلکہ کسی حد تک ناممکن رہا۔ تاہم اس عہد میں عربوں میں تبلیغ کے سلسلہ میں ہونے والی مساعی کا اگلے چند صفحات میں کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
کے مبارک عہد میں
عربوں میں تبلیغی مساعی

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ

خلیفۃ المسیح الثالث

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ خلافت ثالثہ کے عہد مبارک میں عرب دنیا میں ایسے سیاسی حالات پیدا ہوئے جن کا گہرا اثر دینی جماعتوں اور ان کی سرگرمیوں پر بھی ہوا اور سب سے زیادہ نقصان جماعت احمدیہ کو ہوا جس کی تبلیغی سرگرمیوں پر قدغن لگا دی گئی اور کئی جگہ جماعت کے مراکز کو بند کر دیا گیا اور احمدیوں کو زدوکوب کر کے احمدیت سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔ان حالات کے پیش نظر جماعت کی تبلیغی کوششیں زیادہ تیزی سے جاری نہ رہ سکیں۔ملکی حالات کی وجہ سے عربوں کا خلیفہ وقت اور مرکز احمدیت سے رابطہ بہت مشکل ہو گیا۔تاہم اس عرصہ میں عربوں میں تبلیغ کی جو بھی کوششیں ہوئیں ان کا مختصراً بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

تمنا برآئی

مکرم عبد اللہ اسعد عودہ صاحب کبابیر سے لکھتے ہیں کہ ان کے بھائی ابراہیم عودہ صاحب 1967ء میں جرمنی میں بغرض تعلیم مقیم تھے اور عبد اللہ اسعد عودہ صاحب ان کو ملنے اور سیر و سیاحت کی غرض سے جرمنی گئے۔اسی سال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا جرمنی میں ورودِ مسعود ہوا۔حضورؒ کی آمد اور آپ سے ملاقات کی ایمان افروز داستان بیان کرتے ہوئے مکرم عبد اللہ اسعد عودہ صاحب لکھتے ہیں:

”میں اپنے بھائی ابراہیم عودہ صاحب کے ساتھ ائیر پورٹ پر حضورؒ کے استقبال کے لئے گیا جہاں حضور انور بعض مبلغین کرام کے ساتھ تشریف لائے۔استقبالیہ میں جب حضور انور اپنی بارعب، پُر وجاہت شخصیت اور سفید عمامہ کے ساتھ رونق افروز ہوئے تو جماعت کے افراد کے استقبال سے پہلے بعض جرمن عورتیں آپ کے لئے پھول لے آئیں۔شاید انہوں نے آپ کو مسیح منتظر یا کسی مشرقی ملک کا بادشاہ خیال کیا ہو۔جرمنی میں مرکز جماعت میں افراد جماعت حضور کی آمد کے منتظر تھے۔آپ نے سب کے ساتھ مصافحہ فرمایا اور کئی احباب سے مختلف امور کی بابت

ہلکی پھلکی بات بھی کی۔آخر میں ہماری باری آئی۔ ہمارے جذبات کی کیفیت عجیب تھی کیونکہ کسی بھی خلیفۃ المسیح سے یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ یہ عجیب لمحات تھے جن میں ہماری ایک دیرینہ تمنا پوری ہورہی تھی۔آپ نے کافی دیر تک ہمارے پاس توقف فرمایا اور ہم سے اسرائیل کے ساتھ بلاد عربیہ کی اس جنگ کی بابت دریافت فرماتے رہے جو اس وقت ختم ہو چکی تھی اور اس کی وجہ سے فلسطین،مصر، اردن اور شام میں بہت زیادہ تباہی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے ہم سے کبابیر میں جماعت کے مدرسہ احمدیہ کی بابت پوچھا اور فرمایا کہ آپ کبھی بھی اس کو اسرائیلی حکومت کے حوالے نہ کرنا۔ پھر یورپ کے دیگر ممالک کے دورہ پر جانے سے پہلے بھی ہمیں یہی پیغام ارسال فرمایا کہ ''مدرسہ کو حکومت کے حوالے نہیں کرنا''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعائے مستجاب

مکرم عبداللہ اسعد عودہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

میری تین بیٹیاں تھیں میں نے حضورؒ کی خدمت میں اولاد نرینہ کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا:

"Don't worry you will get one"

یعنی گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور اولاد نرینہ سے نوازے گا۔ چنانچہ اس کے ایک سال بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا اور پھر اپنے فضل سے اس کے بعد دو اور بیٹے عطا فرمائے۔

جماعت جسم ہے اور خلیفہ روح

حضورؒ جرمنی کے دورہ کے بعد بذریعہ ریل ڈنمارک میں مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے۔ شدید ژالہ باری کی وجہ سے ریل گاڑی کئی گھنٹے کی تاخیر سے روانہ ہوئی اور حضور کو ریلوے سٹیشن پر ہی انتظار کرنا پڑا۔انتظار کے دوران کئی یورپین لوگ حضور کے قریب ہونے کی کوشش کرتے لیکن بعض افراد جماعت ان کو دور کر دیتے تھے جس پر حضور نے فرمایا: جب وہ ہمارے قریب آنا چاہتے ہیں تو آپ ان کو دُور کیوں کرتے ہیں، بلکہ ہمیں تو انہیں

welcome کہنا چاہئے۔

ہم بفضلہٖ تعالیٰ ڈنمارک میں مسجد کے افتتاح میں شامل ہوئے۔ ابھی ڈنمارک میں ہی تھے کہ حضور انورؒ سے بعض عیسائی مشنریوں نے خلیفہ وقت اور جماعت کے باہمی تعلق کی ماہیت کے بارہ میں دریافت کیا تو حضور نے جواباً فرمایا: جماعت ایک جسم کی حیثیت رکھتی ہے اور خلیفہ اس کی روح ہے۔

سعودی عرب میں جماعت کی مسجد کے افتتاح کی خبریں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے کہ کوپن ہیگن میں افتتاح کی ٹیلیویژن کی تصویر سعودی عرب میں دو دفعہ دکھائی جا چکی ہے، اس اعلان کے ساتھ کہ سکنڈے نیویا میں مسلمانوں کی یہ پہلی مسجد ہے اور وہ اچھی خاصی تین چار منٹ کی ٹیلیویژن فلم ہے۔ اس کو دو دفعہ دکھانے سے نتیجہ ہم یہ نکالتے ہیں کہ ان کو دلچسپی تھی تبھی تو دوسری دفعہ دکھائی گئی ورنہ کبھی ایسا پروگرام دوبارہ نہ دکھاتے جس پر کچھ اعتراض ہو۔ اور ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اور بہت سے ملکوں میں بھی ٹیلیویژن کی یہ ریل دکھائی جائے گی تو اللہ کا کتنا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اخبار کے ذریعہ اور براڈ کاسٹنگ کے ذریعہ، ٹیلیویژن کے ذریعہ کروڑوں آدمیوں کے کان تک یہ آواز پہنچ گئی کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈے سایہ تلے آ کر جمع ہو جاؤ ورنہ ہلاکت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے اور اس عاجز بندہ کی شکل انہوں نے دیکھی اور اس کی زبان سے نکلتے ہوئے الفاظ انہوں نے سن لئے خدا تعالیٰ کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 ستمبر 1967ء)

خداوند سے احمدیوں کے مقابلہ کی اجازت نہیں ملتی

مکرم عبد اللہ اسعد عودہ صاحب کے بھائی ابراہیم عودہ صاحب کے تعلق میں ایک اور واقعہ بھی یہاں درج کرتے جاتے ہیں۔

مسیحی مناد ڈاکٹر سیموئل ماہ جون 1968ء کے دوران فرانکفورٹ میں تشریف لائے تو فری

کرسچن چرچ نے ایک باا ثر مقامی اخبار میں ڈاکٹر سیموئل کی تصویر کے ساتھ بڑے طمطراق سے اعلان شائع کیا کہ آپ فرانکفورٹ شہر میں ہر شام مسلسل پندرہ روز تک لیکچر دیں گے۔ نیز لکھا کہ زمانہ حاضر کے عظیم مسیحی مناد ڈاکٹر سیموئل خداوند یسوع کے عظیم تصرف کے ساتھ انجیل کی منادی کرتے ہیں اور ان کی تقاریر سے مشرق وسطی، افریقہ، یورپ اور امریکہ میں زبردست بیداری کے آثار پیدا ہورہے ہیں۔

مبلغ احمدیت مسعود احمد صاحب جہلمی نے 17 / جون کو ڈاکٹر صاحب کا لیکچر سنا جس میں انہوں نے مسیح کے خون، دنیا کی نجات اور الوہیت مسیح وغیرہ مسائل بیان کئے اور بڑے پرجوش انداز میں اپنے مشن اور اپنے دوروں کی کامیابی کا ذکر کیا۔مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی نے اگلے روز اسلام کے نمائندہ کی حیثیت سے بذریعہ خط پادری صاحب کو دعوت دی کہ وہ حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے مرد میدان بنیں اور دوستانہ فضا میں تبادلہ خیالات کرنے کے علاوہ قبولیت دعا کا ان سے روحانی مقابلہ بھی کرلیں۔مسعود احمد صاحب جہلمی نے اس دعوت مقابلہ کے سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے لکھا جس پر حضور نے تحریر فرمایا۔

”اگر اُس نے دعوت مقابلہ کو قبول کیا تو شکست کھائے گا۔ انشاء اللہ۔آپ جرأت سے مقابلہ کریں۔ اگر ضرورت محسوس کریں تو زیورک سے چوہدری مشتاق احمد صاحب کو بھی بلالیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی تائید ونصرت فرمائے۔آمین۔“

جب حضور کے حسب ہدایت یہ جواب تیار ہوکر برائے دستخط حضور کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنے قلم مبارک سے مزید لکھا۔”انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔“

ڈاکٹر سیموئیل کی طرف سے ہفتہ بھر جواب کا انتظار کیا گیا۔لیکن جواب نہ آنا تھا،نہ ہی آیا۔انتظار کا وقت ختم ہونے پر خط کا جرمن ترجمہ خاصی تعداد میں شائع کردیا گیا اور اس پر نمایاں حروف میں لکھا گیا۔

”ڈاکٹر سیموئیل کے نام ایک خط جس کے جواب کا ابھی تک انتظار ہے“

اور پروگرام یہ بنایا گیا کہ پندرہ روزہ تقاریر کے آخری دو ایام مورخہ 29۔30 جون یعنی ہفتہ اور اتوار کے روز جبکہ حاضرین کی تعداد بھی نسبتاً زیادہ ہوتی تھی یہ خط خیمۂ تقریر کے باہر تقسیم

کیا جائے۔ چنانچہ مورخہ 29 جون کو جناب مسعود احمد صاحب امام مسجد فرانکفورٹ اور احمدی احباب وقت مقررہ سے نصف گھنٹہ قبل ہی خیمۂ تقریر کے باہر کچھ فاصلے پر کھڑے ہو گئے اور مطبوعہ خط کی تقسیم شروع کردی جس سے ہر طرف ایک زبردست ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ خیال تھا کہ اپنی تقریر میں پادری صاحب اس دعوت کا ذکر کریں گے لیکن باوجود اس کے کہ سامعین میں سے تقریباً ہر شخص کے ہاتھ میں خط تھا پادری صاحب نے قطعاً خط کا ذکر نہ کیا۔ البتہ ان کی تقریر میں وہ پہلا سا جوش وخروش نہ تھا۔ تقریر کا اکثر حصہ اسلامی ممالک کے متعلق من گھڑت قصے سنا کر ختم کر دیا۔

اگلے روز پانچ بجے شام پادری صاحب کی خیمہ کے اندر تقریر تھی۔ احمدی احباب دوبارہ خیمہ کے قریب جا کھڑے ہوئے کہ اسی اثناء میں ڈاکٹر سیموئیل کی موٹر کار کچھ فاصلہ پر آ کر رکی۔ مبلغ احمدیت مسعود احمد صاحب جہلمی آگے بڑھے اور ڈاکٹر صاحب سے خط کے جواب کی بابت دریافت کیا۔ وہ چلتے چلتے کہنے لگے ”میری تقریر سنیں“۔ جہلمی صاحب نے کہا: جناب تقریریں تو ہم نے آپ کی پہلے بھی سنی ہیں ان میں تو آپ نے ہمارے خط کا ذکر تک نہیں کیا۔ اتنے میں وہ خیمہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مبلغ جرمنی نے سوچا کہ اب مزید بات چیت مناسب نہیں۔ لیکن عرب احمدی دوست ابراہیم عودہ صاحب تقریر کے بعد ڈاکٹر صاحب کے پاس چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے مصروفیت کا عذر پیش کر کے ٹیلیفون پر وقت مقرر کرنے کو کہا۔ لیکن ابراہیم عودہ صاحب کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ابھی مَیں نے بعض لوگوں کو دعا کے لئے بلایا ہے۔ دعا سے فراغت کے بعد آپ مل لیں۔ کوئی پون گھنٹہ تک دعا جاری رہی۔ اس کے بعد ملحقہ چھوٹے خیمہ میں ڈاکٹر صاحب ابراہیم عودہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ عودہ صاحب نے انہیں نہایت موثر رنگ میں تحریک کی کہ یہ فیصلہ کی بڑی آسان راہ ہے۔ آپ یہ دعوت مقابلہ قبول فرمالیں مگر ڈاکٹر صاحب نے دوٹوک جواب دیا کہ جس دن سے مجھے یہ خط ملا ہے مَیں اس دن سے مقابلہ کی اجازت کے لئے خداوند یسوع مسیح سے دعا کر رہا ہوں لیکن ہر روز جواب آتا ہے: ”نہیں“۔ اب کل ہی جب انہوں نے یہ خط تقسیم کیا تو مَیں نے پھر دعا کی لیکن جواب ملا: ”نہیں تم اپنا کام کرتے جاؤ ان کی طرف مت دھیان دو۔“

اس پر عودہ صاحب نے کہا تو پھر آپ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ آپ کو اس امر

کا قطعاً یقین نہیں کہ خدا آپ کی دعائیں سنے گا۔

اس پر ڈاکٹر صاحب نے کرسی سے اٹھتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا اور کہا دیکھیں۔ آپ نے دس منٹ کا مطالبہ کیا تھا اور اب نصف گھنٹہ ہونے کو ہے اور مجھے اور بھی مصروفیات ہیں۔ اس طرح یہ بلند و بانگ دعا دی کرنے والے ''عظیم مسیحی مناد'' اسلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں اور غلاموں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکے اور اپنے عمل سے صداقت اسلام پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ (از تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 156 تا 159)

سفیر جمہوریہ متحدہ عربیہ کی الوداعی دعوت

1970ء میں سوئٹزرلینڈ میں مکرم مشتاق احمد صاحب باجوہ مبلغ سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ ان کے بعض عرب سفراء کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے جن میں سے ایک ہزایکسی لینسی سید توفیق عبدالفتاح سفیر جمہوریہ متحدہ عربیہ بھی تھے جو کئی مرتبہ جماعت کی مسجد میں تشریف لا چکے تھے۔ جب ان کی سوئٹزرلینڈ سے تبدیلی ہوئی تو مبلغ احمدیت نے ان کے اعزاز میں ایک الوداعی دعوت دی جس میں تقریر کرتے ہوئے سفیر جمہوریہ متحدہ عرب نے کہا:

سوئٹزرلینڈ میں میرے پہلے سال کے قیام کے دوران مجھے زیورچ میں مسجد کا علم نہ تھا، اس کے بعد مجھے ایک لبنانی ڈاکٹر سے مسجد کا علم ہوا اور ان کی تحریک پر ہم عیدالاضحیٰ کی تقریب میں شریک ہوئے اس کے بعد مَیں آتا رہا اور امام مسجد نے ہمیشہ مجھے خوش آمدید کہا۔ یہاں ہمیں بہت سے سویس اور دوسرے مسلمانوں سے تعارف کا موقعہ ملا جن کے ساتھ اب ہمارے بہت اچھے تعلقات استوار ہو چکے ہیں اور بڑا اچھا رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ جب بھی امام صاحب نے مجھے بلایا مَیں نے کبھی آنے میں تامل نہیں کیا۔ امام صاحب کی سرگرمی عمل کو میں شدت سے محسوس کرتا رہا ہوں اور اس مجلس میں اپنے ان جذبات کے اظہار سے مجھے از حد خوشی ہو رہی ہے۔

امام صاحب! میں پھر آپ کے اس پرتپاک welcome کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں اور مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ مجھے ہمیشہ یاد رہے ہیں اور کبھی نہیں بھولے، جب مجھے قاہرہ جانے کا موقعہ ملا تو مَیں نے وہاں بھی آپ کا ذکر خیر کیا۔ الازہر کے امام سے بھی کئی دفعہ آپ کے متعلق بات ہوئی اور مَیں نے انہیں آپ کے مشن کی کارگزاری سے آگاہ کیا۔ وہ آپ کا

اورآپ کے مشن کا ذکر بڑی دلچسپی سے سنتے رہے۔مَیں نے انہیں آپ کے مشن کی کامیابیوں کی بابت بتایا۔آپ اورآپ کے سوئٹزرلینڈ میں کارہائے نمایاں کے لئے اپنے ممنونیت کے جذبات کا اظہارایک حقیر خدمت ہے جو میں بجالائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (ازالفضل 24/اپریل1970 صفحہ 3)

سپین مشن کے تحت عرب حکمرانوں کوتبلیغ احمدیت

1970-71 میں سپین مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ سپین سے باہرافریقہ اورمشرق وسطی تک وسیع ہوچکا تھا۔ چنانچہ اس مشن کی طرف سے بعض عرب حکمرانوں کو جماعتی لٹریچر ارسال کیا گیا جس کی کسی قدر تفصیل یوں ہے: سفیرمصر ''مصطفیٰ لطفی'' سفیرشام ''نشاۃ الجسی'' سفیرمراکو، نمائندہ لیبیا، نمائندہ الجزائر، نمائندہ موریطانیہ کو اسلامی اصول کی فلاسفی (عربی)، اسلام کا اقتصادی نظام(عربی)، نحن مسلمون (عربی)،سفينة نوح، دعوة الاَحمدية وغرضها اور دیگر کتب اور پمفلٹ پیش کئے گئے۔ان ممالک کے سفارتی عملہ کے باقی ممبروں کوبھی سلسلہ کا لٹریچر مطالعہ کے لئے دیا گیا اور کتاب"لماذا أعتقد بِالِاسلام" کی وسیع تقسیم کی گئی ہے۔علاوہ ازیں انور سادات (صدرمصر)۔ بومجی الدین (صدر الجزائر)۔حسن ثانی (والی مراکش)۔حبیب بورقبیہ (صدر تیونس)۔میجر جنرل جعفرنمیری (صدرسوڈان)۔کرنل قذافی (صدرلیبیا)۔ جنرل حافظ الاسد (صدرشام) کوبھی ''فلسفة الاصول الِاسلامية''۔''نظام الِاقتصاد فى الِاسلام''۔''سفينة نوح "۔ "دعوة الأحمديه وغرضها" وغیرہ عربی لٹریچر بھجوایا گیا۔ (ازتاریخ احمدیت جلد11 صفحہ 69)

مزرعۂ کامیابی کے لئے کھاد

ہم ذکرکرآئے ہیں کہ خلافت ثالثہ کے عہد مبارک میں بلادعربیہ میں جماعت کوشدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور مخالفین کی سرتوڑ کوششوں سے کئی جگہ جماعت کے مراکز بھی بند کر دیئے گئے۔ان میں سے ایک شام کا مرکز بھی تھا۔ مقامی علماء کی طرف سے یہاں مخالفت توتھی لیکن جس نے اسے ہوادی یا جلتی پرتیل کا کام کیا وہ پاکستان کے شرپسند مُلّاں تھے جنہوں نے یہاں آکر جماعت کے خلاف زہر پھیلانا شروع کیا۔

ان مُلّاؤں میں سرفہرست مودودی صاحب تھے۔ جنہوں نے نہ صرف اُردو میں جماعت کے خلاف اعتراضات کے مجموعہ پر مشتمل کتاب شائع کی بلکہ اس کا عربی ترجمہ بھی طبع کروا کے بلاد عربیہ میں نشر کر دیا۔ اسی طرح ایک رسالہ ابوالحسن الندوی صاحب نے بھی عربی زبان میں شائع کیا۔ آج تک جماعت کے خلاف جس قدر اعتراضات ہو رہے ہیں ان میں سے شاید 99 فیصد کا تعلق ان برصغیر کے مُلّاؤں کی کتب سے ہے۔

شام میں مکرم منیر الحصنی صاحب نے مودودی صاحب کی کتاب کا عربی میں جواب 'المودودی فی المیزان' کے نام سے شائع کی جس سے مولویوں کی مخالفت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ کتاب مختلف ممالک کو بھجوائی گئی۔ دمشق کے علماء نے حکومت کو درخواست دی کہ جماعت احمدیہ منظّم ہے اور یہ چندہ جمع کرتے ہیں اس لئے ان کی سرگرمیوں کو خلافِ قانون قرار دیا جائے۔ چنانچہ ان کے دباؤ پر مفتیِ جمہوریہ نے فتویٰ دیا کہ احمدی ایک خلیفہ کی بیعت کرتے ہیں جو کہ ناجائز امر ہے کیونکہ اب کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ اس فتویٰ اور دباؤ کے تحت شام کی حکومت نے جماعتِ احمدیہ کے خلاف فیصلہ دے کر جماعت پر پابندیاں لگا دیں۔

اس کے بعد مودودی صاحب نے شام کا دورہ کیا تو جماعتِ احمدیہ کے خلاف ایک منصوبہ تیار کیا گیا اور شام کی حکومت نے دمشق میں جماعت کے مرکز زاویۃ الحصنی کو سر بمہر کر دیا۔ اور علماء کے زیرِ اثر حکومت نے احمدیوں کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے تنگ کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ شام سے کچھ مخالفین لبنان جا کر بھی احمدیوں کے خلاف فتنہ انگیزی کرتے رہے۔ لیکن جماعتِ احمدیہ شام یہ ابتلاء بڑی ہمت سے برداشت کرتی رہی۔ (ماخوذ از سلسلہ احمدیہ)

کیسے کیسے ہیں ثمر اس آگ نے پیدا کئے

شاید کوئی ہٹ دھرم مخالف اس بات کو بھی اپنے لئے باعث فخر قرار دیدے کہ اس کی کوششوں سے بلاد عربیہ کے کئی ممالک میں جماعت احمدیہ کے مراکز بند ہو گئے۔ اور شاید کسی قاری کے ذہن میں بھی یہ خیال گزرے کہ جماعت احمدیہ اگر سچی ہے تو مخالفوں کے مقابلہ میں اسے کامیابی نصیب ہونی چاہئے تھی نہ کہ مخالف ان کے مراکز بند کرانے میں کامیاب ہو جاتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کسی قدر تفصیل سے اس کا جواب بھی درج کر دیا جائے۔ یہ

جواب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عطا فرما دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

''سچ پوچھو تو ان کی یہ مخالفتیں ہماری مزرعہ کامیابی کے لئے کھاد کا کام دے رہی ہیں کیونکہ اگر مخالفوں سے میدان صاف ہو جاوے تو اس میدان کے مردانِ کارزار کے جواہر کس طرح ظاہر ہوں اور انعاماتِ الٰہی کی غنیمت سے اُن کو کس طرح حصہ نصیب ہو اور اگر اعداء کی مخالفت کا بحرِ موّاج پایاب ہو جاوے تو اس کے غوّاصوں کی کیا قدر ہو اور وہ بحرِ معانی کے بے بہا گوہر کو کس طرح حاصل کر سکیں۔ مادرّ ما قیل ؎

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ وسیاہ
کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را
گر نیفتادے بخصمے کار در جنگ ونبرد
کے شود جوہر عیاں شمشیر خوں آشام را''

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن جلد سوم صفحہ 467)

نیز فرمایا:

''جس قدر مخالفت کی گئی اسی قدر زور کے ساتھ اس سلسلہ کی اشاعت ہوئی اور آفاق میں اس کا نام پہنچ گیا۔'' (ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ 532)

الٰہی جماعتوں کی مخالفت کی آگ ایسی آگ ہے جو بظاہر جلانے اور مسمار کرنے کے لئے بھڑکائی جاتی ہے لیکن الٰہی جماعتوں کے لئے یہ آگ جلانے کی بجائے بے نظیر شیریں ثمر پیدا کرنے والی ثابت ہوتی ہے۔

یہ درست ہے کہ ان مُلّاؤں کی کتب نے وقتی طور پر عرب ممالک میں احمدیت کی مخالفت کا بازار خوب گرم کیا۔ وسائل کی کمی اور تبلیغ کی راہ میں رکاوٹوں کی وجہ سے جماعتی لٹریچر اکثر لوگوں تک نہ پہنچ سکا کہ وہ جماعت کے نقطۂ نظر اور عقائد وتعلیم کے متعلق بھی آگاہی حاصل کر سکتے اور حق وباطل میں خود ہی تمیز کر سکتے۔ لہذا یہ اعتراضات مخالفین کے زبان زدعام ہو گئے اور ہر ایرا غیرا یہی اعتراضات دہراتا رہا۔ ان اعتراضات کی اکثریت یا تو جھوٹ پر مبنی تھی یا مختلف تحریرات کو سیاق سے کاٹ کر وجہِ اعتراض پیدا کی گئی تھی۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے زمینی روکیں اٹھا دیں اور انٹرنیٹ اور ایم ٹی اے کے ذریعہ جماعتی علوم ہر خاص وعام تک پہنچنے لگے تو مخالفین

کے جھوٹ کی قلعی کھلنے لگی۔ مثلاً جس نے ان مذکورہ مُلّا ؤں کی کتب میں پڑھا تھا کہ احمدی قرآن کے منکر ہیں اور اس کے بالمقابل ان کی اپنی کتاب ہے جس کا نام ''کتاب مبین'' ہے، جب انہیں پتہ چلا کہ احمدیت تو قرآن کو ہر کتاب پر مقدم رکھتی ہے بلکہ عام مسلمانوں کے عقیدے کے برعکس ناسخ ومنسوخ کی بھی قائل نہیں ہے تو ایسے شخص کے دل میں مُلّا ؤں کے جھوٹ اور احمدیت کی صداقت پر روشن دلیل قائم ہوگئی۔

اسی طرح جب حج کے بارہ میں پتہ چلا کہ احمدی اسے نہ صرف ارکان اسلام میں سے سمجھتے ہیں بلکہ مناسک حج کی صحیح طور سے ادائیگی اور ان میں مضمر اعلیٰ درجہ کی حکمتوں کا جو عرفان جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے کوئی اور فرقہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں پیش کرتا تو یہ اعتراض بھی بالبداہت باطل ہوگیا کہ نعوذ باللہ احمدی مکہ کی بجائے قادیان میں حج کرتے ہیں۔

اب دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ مبارکہ ''یہ مخالفتیں ہماری مزرعہ کامیابی کے لئے کھاد کا کام دے رہی ہیں'' کس شان سے پورے ہوئے اور ہورہے ہیں۔ کیونکہ وہی جھوٹے اعتراضات جن کے ذریعہ یہ مخالف مُلّاں لوگوں کو احمدیت سے دور رکھنے کی کوشش کررہے تھے آج انہی کی وجہ سے لوگ احمدیت کے قریب ہورہے ہیں بلکہ حلقہ بگوش احمدیت ہورہے ہیں۔

جب مخالفین نے دیکھا کہ ان کی جلائی ہوئی یہ آگ بجائے جلانے کے شیریں ثمر پیدا کرنے لگی ہے تو مجبور ہوکر ایک شدید مخالف نے اس بابت انٹرنیٹ پر مضمون لکھا (فؤاد عطار کو مخالفت کے اعتبار سے عربوں کا منظور چنیوٹی کہنا غلط نہ ہوگا اس نے انٹرنیٹ پر جماعت کے خلاف دسیوں مضامین لکھے ہوئے ہیں۔ مذکورہ مضمون اسی کا ہے اور آج تک اس ایڈریس پر موجود ہے: (http://alhafeez.org/rashid/arabic/islamicmedia.doc)

اس مضمون میں انہوں نے کہا کہ احمدیت نے ہماری غلط معلومات کی وجہ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری بعض غلط معلومات کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور باقی امور بھی محض ہمارے خلاف پروپیگنڈہ ہیں۔ ان غلط معلومات میں سے ایک یہ ہے کہ قادیانیوں کی قرآن کے علاوہ ایک کتاب ہے جس کا نام ''کتاب مبین'' ہے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ قادیانی قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔

دوسری یہ کہ قادیانی قادیان میں حج کرتے ہیں۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ قادیانی مکہ مکرمہ

میں ہی حج کرتے ہیں لیکن وہ قادیان کو بھی مقدس مانتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔

سبحان اللہ! مسیح پاک کے کلمات طیبات ’’یہ مخالفتیں ہماری مزرعہ کامیابی کے لئے کھاد کا کام دے رہی ہیں‘‘ کی سچائی کو خدا نے کس شان سے ظاہر فرمایا کہ مخالفین خود اقراری ہو گئے کہ وہ جھوٹے ہیں۔اور آج تک کئی افراد صرف اس بناء پر احمدیت کے قریب ہو رہے ہیں اور اس میں داخل ہو رہے ہیں کہ جماعت کے خلاف پروپیگنڈہ صداقت سے عاری ہے۔

اس ’’کھاد‘‘ سے خدا کے فضل سے بے شمار ثمرات پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں لیکن ان میں سے ایک شیریں ثمر ’’الحوار المباشر‘‘ کے فعال اور ہر دلعزیز رکن مکرم ہانی طاہر صاحب بھی ہیں جو احمدیت کے مخالف تھے اور احمدیت کو اس قابل بھی نہ سمجھتے تھے کہ اس کے بارہ میں تحقیق کی جائے۔لیکن مودودی صاحب کی کتاب پڑھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ایسی جماعت بھی ہو سکتی ہے جس کے اتنے غلط عقائد ہیں پھر بھی اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتی ہے۔تحقیق کی غرض سے جب مطالعہ شروع کیا تو حقیقت کھل گئی اور احمدیت میں داخل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

قادیان میں حج کرنے کے بہتان کا پس منظر

جماعت احمدیہ پر قادیان میں حج کرنے کا بہتان تو بعض عرب شر پسند مُلّاؤں کے بیانات سے ہی جھوٹا ثابت ہو گیا ہے لیکن اس سیاق میں یہ درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں حج کرنے کا الزام کہاں سے آیا۔

چونکہ مولوی حضرات بزعم خویش سمجھ رہے تھے اگر وہ مختلف ممالک میں سیاسی پارٹیوں کی طرف سے جماعت کو غیر مسلم قرار دلوانے میں کامیاب ہو گئے تو گویا اسلام کی بہت بڑی خدمت کرنے والے شمار ہوں گے۔اپنی ان مزعومہ ’’جہادی‘‘ سرگرمیوں میں انہوں نے سعودی حکومت سے بھی رابطے کئے اور افراد جماعت احمدیہ کو حج سے رکوانے کی کوشش کی۔اس سلسلہ میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی مدیر اخبار ’’صدق جدید‘‘ کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

’’حجرہ نشین مولویوں نے مرحوم (سلطان ابن سعود) سے کہا کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اس لئے انہیں حجاز مقدس سے نکال دیا جائے۔مرحوم نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ قادیان حج کو اسلام کا رکن اور اس کو فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟ جواب میں انہیں یہ کہتے ہی بنی کہ یہ

لوگ حج کو فرض سمجھتے ہیں۔اس پر مرحوم نے فرمایا کہ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہے اور اسے اسلام کا ایک اہم رکن سمجھتا ہے اسے حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔“

(اخبار ”صدق جدید“ لکھنؤ 6راگست 1965ء بحوالہ الفرقان ماہ اکتوبر 1976ء)

سلطان ابن سعود کے سامنے مولویوں کا بادلِ نخواستہ سچ بولنا کہ احمدی حج کو فرض سمجھتے ہیں ان کی خواہشات کی تکمیل کی راہ میں حائل ہو گیا۔لیکن شاید اب انہیں سمجھ آ گئی تھی کہ جب تک ان کا جواب یہ رہے گا کہ احمدی حج کو فرض سمجھتے ہیں تب تلک احمدیوں کو حج کرنے سے روکنا ناممکن ہے۔لہذا انہوں نے یہ بہتان تراشا کہ احمدیوں کا تو حج ہی کسی اور جگہ ہوتا ہے لہذا وہ اسلامی حج کے منکر ہیں اور ایسے شخص پر خانہ کعبہ کے دروازے بند ہونے چاہئیں۔ یوں انہوں نے احمدیت کی مخالفت میں جھوٹ کا سہارا لیا۔

پچھلی چند سطور میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ جب اس جھوٹ کا انکشاف ہوا اور لوگ اس کی بناء پر حلقہ بگوش احمدیت ہونے لگے تو ایسے مولویوں نے پینترہ بدلتے ہوئے اعلان کرنے شروع کر دیئے کہ یہ غلط باتیں ہیں جن کی ترویج سے ہمیں باز رہنا چاہئے کیونکہ اب ان جھوٹی باتوں کا احمدیوں کو نقصان کی بجائے فائدہ پہنچ رہا ہے۔

اسرائیلی فوج میں احمدیوں کی تعداد! ایک اور جھوٹ کا پس منظر!!

انہی جھوٹے اعتراضات کی لسٹ میں ایک اعتراض جس کا عربوں سے بھی تعلق ہے اور بلاد عربیہ سے بھی، یہ ہے کہ اسرائیل میں جماعت احمدیہ بڑی فعال ہے اور اسرائیلی فوج میں احمدی کئی سو کی تعداد میں موجود ہیں۔اس اعتراض کا بھی جماعت کی طرف سے بار ہا مفصل جواب دیا گیا۔آخری بار حکومت پاکستان نے جماعت احمدیہ کے خلاف اپنے نام نہاد وائٹ پیپر میں بھی اس اعتراض کا ذکر کر دیا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کا مفصل جواب عطا فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ اس علاقہ میں جماعت کا مرکز اس وقت کا ہے جب اسرائیل کا کوئی وجود نہ تھا۔آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ اسرائیلی فوج میں کوئی ایک بھی احمدی ہے۔نیز حضورؒ نے کبابیر کے ایک احمدی کی کاوش کا بھی ذکر کیا جس نے دس مختلف طبقہ ہائے فکر کے لوگوں سے یہ شہادت لکھوا کر بھیجی کہ جماعت کا کوئی فرد اسرائیلی فوج میں

نہیں ہے۔

احمدیت کے خلاف مولویوں کی کذب بیانیوں کے ذیل میں شاید یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ اس اعتراض کی ابتداء کے بارہ میں بھی حقائق کو یہاں نقل کر دیا جائے۔ کیونکہ دیگر اوراعتراضات کی طرح اس اعتراض کی بنیاد بھی جھوٹ اور غلط بیانی پر ہے۔

ہوا یوں کہ ایک یہودی جس کا نام نعمانی یا نوماتی تھا نے ایک جگہ لکھا کہ اسرائیلی فوج میں جہاں کُردوں اور دوسری اقلیتوں کو داخل ہونے کی اجازت ہے وہاں پر فلسطین کے احمدی باشندوں کے لئے بھی یہ دروازہ کھلا ہے کیونکہ وہ بھی فلسطین کے لاکھوں مسلمانوں کے درمیان قریباً چھ صدافراد کی ایک فلسطینی اقلیت ہے۔

یہ خبر ہمارے مخالف مولویوں کے کانوں میں پڑی توان کے لئے بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا ثابت ہوئی۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے مدیر نے ایک مولوی صاحب کے حوالہ سے شائع کیا کہ:

''1972ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے تھے۔''

(نوائے وقت 29/ دسمبر 1975ء صفحہ 8، بحوالہ الفرقان مئی 1976ء)

رائی کا پہاڑ بنانے کا محاورہ شاید اس خبر پر سب سے زیادہ ثابت آتا ہے۔ کہاں کسی کا کہنا کہ چھ سو کی تعداد کی فلاں اقلیت کے لئے بھی فوج میں بھرتی کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ اور کہاں ان سب کو فوج میں شمار کر لینا، پھر اسی پر ہی بس نہیں بلکہ چونکہ احمدیوں کی ایک کثیر تعداد پاکستان سے تعلق رکھتی ہے اس لئے وہ چھ سو عربی احمدی کی بجائے پاکستانی قادیانی شمار کر لئے گئے۔ کیا کسی جگہ ایسا ہوسکتا ہے؟ شاید صرف پاکستان میں ایسا ممکن ہے۔

اب آگے دیکھیں کہ بعض اندھوں کو اندھیرے میں اور بھی دور کی سوجھی۔ چنانچہ ہفت روزہ چٹان نے لکھا:

''یہودی پروفیسر کی کتاب کے حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر 1972ء میں چھ سو قادیانی تھے تو اب ان کی تعداد یقیناً ہزاروں تک پہنچ چکی ہوگی، اور یہ اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہونے والے لوگ ظاہر ہے پاکستان کی فوج سے نکل کر وہاں گئے ہوں گے۔''

(چٹان 19/ جنوری 1976ء صفحہ 16، بحوالہ الفرقان مئی 1976ء)

آج کل جب ہر قسم کے علوم پھیل چکے ہیں اور کسی امر کی بابت تحقیق کرنا اتنا مشکل نہیں رہا، یہ بات بآسانی معلوم ہوسکتی ہے کہ کتنے احمدی اسرائیلی فوج میں ہیں۔ اور آج اس طرح کا دعویٰ اور اعتراض ایک مضحکہ خیز بات سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا، لیکن ان بیانات سے کم از کم قارئین کرام کو جماعت احمدیہ کے مخالف مولویوں کی کذب بیانیوں میں تفنن طبع کا کسی قدر سامان ضرور ہو جائے گا۔

اب اس پر طرفہ تماشا ملاحظہ فرمائیں کہ جب ان بے سرو پا خبروں کی بناء پر اشتعال انگیزی کی فضاء پیدا ہوگئی ہر جگہ پر جماعت کی طرف سے چیلنج دیا گیا کہ کوئی چھ سو کیا چھ افراد بلکہ ایک فرد جماعت کے بارہ میں بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ وہ اسرائیلی فوج میں ہے۔ چنانچہ ان میں سے ہی ایک مولوی کوثر نیازی صاحب جو اس وقت وفاقی وزیر بھی تھے نے حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے اعلان کیا جس کو مدیر اخبار ''لولاک'' نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا:

''انہوں نے بعض اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر کی سختی سے تردید کی کہ اسرائیلی فوج میں کچھ پاکستانی احمدی موجود ہیں اور انہیں اسرائیلی حکومت نے فوج میں شامل ہونے کی پیشکش بھی کی ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے اسلام آباد میں حکومت پاکستان کی طرف سے اعلان کیا کہ اسرائیل میں پاکستانی احمدیوں کے موجود ہونے کی خبر قطعی غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے پاسپورٹ پر اسرائیل جایا ہی نہیں جاسکتا۔ اور پاکستان کی حکومت اپنے باشندوں کو ایک ایسے ملک میں جانے کی اجازت کیسے دے سکتی ہے جس کی عربوں کے ساتھ دشمنی ہے۔ اور جسے پاکستان نے تسلیم ہی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر ذریعہ سے حکومت نے ان خبروں کے صحیح ہونے کے بارہ میں چھان بین اور تحقیقات کی ہیں اور یہ معلوم ہوا ہے کہ کوئی احمدی پاکستان سے اسرائیل نہیں گیا''۔ (لولاک 7رمئی 1976ء بحوالہ الفرقان مئی 1976ء)

اب اس بیان کے بعد مذکورہ بالا اعتراض کو دہرانے والوں کے اعتراض کی اور ان کی دیگر باتوں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اس کا فیصلہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔

سب اعتراضات محض کذب بیانی اور بے ورق و ثمر خشک درخت ثابت ہوئے جبکہ مسیح پاک کے کلمات طیبات کی صداقت کس شان سے پوری ہوئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ:

''جس قدر مخالفت کی گئی اسی قدر زور کے ساتھ اس سلسلہ کی اشاعت ہوئی اور آفاق میں اس کا

نام پہنچ گیا۔'' آج کل احمدیت کی تبلیغ کا زمین کے کناروں تک پہنچنا ان کلمات مبارکہ اوران کے کہنے والے کے خدا کی طرف سے ہونے پر کافی دلیل ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا ہی سچی بات فرمائی ہے کہ ؎

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

ایم ٹی اے اور جدید ایجادات سے استفادہ کی تیاری

خلافت کی بے شمار برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو مستقبل میں پیدا ہونے والے حالات کے لئے تیار کرنے کی خاطر خلیفۂ وقت کے دل میں تحریکات ڈالتا رہتا ہے اور خلیفۂ وقت اس سے جماعت کو آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں علوم جدیدہ اس حد تک تو ایڈوانس نہیں ہوئے تھے کہ آج کل کی طرح لوگ اپنی جگہ بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ اور سن بھی سکتے اور فاصلے اس طرح کم ہو جاتے کہ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ان روابط اور تعلقات کی بناء پر ایک گاؤں سے بھی چھوٹی لگنے لگتی۔لیکن چونکہ یہ علمی ترقی اور اس کا درست استعمال دراصل خدا کے دین کے پھیلانے میں ممد ومعاون ثابت ہونا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے قبل از وقت ہی خلیفہ وقت کے دل میں اس طرح کی تحریکات ڈالیں تا جماعت مومنین آئندہ ترقی سے استفادہ کے لئے تیار ہو جائے۔اگلی سطور میں بعض ایسی ہی تحریکات کا ذکر ہوگا۔

قلمی دوستی کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''ایک اَور بات جس کا مَیں اس وقت اعلان کرنا چاہتا ہوں وہ قلم دوستی ہے اور یہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں سے ایک ہے جو ملک ملک کے درمیان قرب پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ قلم دوستی ایک منصوبہ کے ماتحت عمل میں آنی چاہئے مثلاً انگلستان اور دوسرے ملکوں سے پتہ لیا جائے اور مجھے رپورٹ ملنی چاہئے کہ انگلستان میں اس قدر احباب تیار ہیں (مجھے امید ہے

انگلستان میں رہنے والوں میں سے پانچ سو نوجوان مل جائیں گے۔شروع میں ایک سو تو یقینی مل جائیں گے) اتنے نائیجیریا کے تیار ہیں، اتنے غانا کے تیار ہیں، اتنے آئیوری کوسٹ کے تیار ہیں، اتنے لائبیریا کے تیار ہیں، اتنے سیرالیون کے تیار ہیں، اتنے گیمبیا کے تیار ہیں، اتنے سینیگال کے تیار ہیں اور بھی کئی ملکوں میں ہماری احمدی جماعتیں قائم ہیں ان میں سے بھی چاہیئے احباب تیار ہوں کیونکہ اس تحریک میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔اسی طرح فجی کے رہنے والے، انڈونیشیا کے رہنے والے، آسٹریلیا کے رہنے والے، یورپین ممالک کے رہنے والے، ہندوستان کے رہنے والے، پاکستان کے رہنے والے، مصر کے رہنے والے، سعودی عرب کے رہنے والے (کوئی یہ نہ سمجھے کہ عرب ممالک میں کوئی احمدی نہیں دنیا مخالفت کرتی ہے تو کرتی رہے وہاں احمدی ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا) ابوظہبی میں رہنے والے غرض مشرقِ وسطیٰ کے سارے ممالک میں رہنے والے احمدی قلم دوستی کی مجالس میں شامل ہونے کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ پھر ایک منصوبہ کے ماتحت ان کی آپس میں دوستیاں قائم کی جائیں گی۔اس قسم کے قریبی اور دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کی مثال ایک شاندار رنگ میں اور شاندار پیمانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتی ہے۔اب چونکہ امت محمدیہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اس صورت میں ان میں دوستانہ اور قریبی تعلقات پیدا کرنے کی ایک راہ یہ ہے کہ ان کی آپس میں قلم دوستی ہو۔اس کا اثر اس مثال سے واضح ہو جائے گا کہ فرض کریں سوئٹیزر لینڈ میں ہماری ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ ہمارے سوئس دوست جو پہلے عیسائی تھے یا دہریہ تھے وہ احمدی مسلمان بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جماعت احمدیہ کے سپرد جو کام کیا ہے وہ اس میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں پس سوئٹیزر لینڈ میں گو ابھی ہماری ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اگر وہاں سے دس آدمی قلم دوستی کے لیے تیار ہوں اور ان میں سے دو ربوہ میں خط وکتابت کر رہے ہوں ایک نائیجیریا سے خط وکتابت کر رہا ہو۔ایک غانا سے خط وکتابت کر رہا ہو ایک سیرالیون سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک انڈونیشیا سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک شمالی امریکہ سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک انگلستان سے خط وکتابت کر رہا ہو اسی طرح اگر ملک ملک میں ایک دوسرے سے قلم کا تعلق قائم ہو جائے اور دوست آپس میں خط وکتابت کرنے لگیں تو اس باہمی اخوت سے خوشگوار تعلقات کو فروغ حاصل ہوگا۔ اب مثلاً

سوئٹیزرلینڈ کے دس آدمی ہر پندرھویں دن یا ہر مہینے خط لکھیں گے اور ملک ملک سے ان کو جواب ملیں گے تو جب جمعہ اور اتوار کو یہ اکٹھے ہوں گے اور سر جوڑیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے تو ایک کہے گا مجھے (ربوہ سے) میرے قلم دوست نے مثلاً مجھے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ مشاورت اس اس طرح اختتام پذیر ہوئی ہے۔ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے اور نوع انسان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے یہ یہ سکیمیں بنی ہیں اور یہ ہوا اور وہ ہوا۔ دوسرا کہے گا مجھے نائیجیریا سے میرے قلم دوست کا خط ملا ہے اس نے لکھا ہے کہ ہم نے یہاں اتنے اَور میڈیکل سنٹر بنا دیئے اور اتنے مزید سکول کھول لئے ہیں اور اتنے لوگ جو پہلے بُت پرست تھے اب توحید کا کلمہ پڑھنے لگ گئے ہیں۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کا پیارا کلمہ ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا ہے اسی طرح ان میں سے ایک یہ کہے گا کہ مجھے امریکہ سے خط آیا ہے جس میں اس کے قلم دوست نے لکھا ہے کہ اس طرح ہم نے غلبۂ اسلام کے لئے گھنٹہ بھر رو رو کر دعائیں کیں یہاں تک کہ ہماری آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ ایک اور سوئس دوست کہے گا مجھے میرے قلم دوست نے انگلستان سے خط لکھا ہے کہ ہماری جماعت یہ یہ اچھا کام کر رہی ہے۔ پس اس طرح ہم تبلیغ کر رہے ہیں (انگلستان میں اکثر یوم التبلیغ منایا جاتا ہے) اور اس اس طرح تبلیغی وفود گئے اور کامیاب ہو کر واپس آئے۔

غرض سوئٹیزرلینڈ کے دس کے دس احباب جب اکٹھے مل کر بیٹھیں گے تو آپس میں تبادلۂ خیال کریں گے ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو نظارے احمدی دیکھ رہے ہیں ان کے متعلق مختلف احباب کے تاثرات اکٹھے ہو جائیں گے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو علمی اور تبلیغی لحاظ سے حسین اور خوشکن اثر پیدا کرے گی۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 19؍اکتوبر 1973ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

ریڈیو سٹیشن کے قیام کی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''دوسری خواہش جو بڑے زور سے میرے دل میں پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ایک طاقتور ٹرانسمٹنگ اسٹیشن (TRANSMITTING STATION) دُنیا کے کسی ملک میں جماعت احمدیہ کا اپنا ہو۔ اس ٹرانسمٹنگ اسٹیشن کو بہرحال مختلف مدارج میں سے گزرنا

پڑے گا لیکن جب وہ اپنے انتہاء کو پہنچے تو اس وقت جتنا طاقتور رُوس کا شارٹ ویو اسٹیشن (SHART WAVE STATION) ہے جو ساری دُنیا میں اشتراکیت اور کمیونزم کا پرچار کر رہا ہے اس سے زیادہ طاقتور اسٹیشن وہ ہو جو خدا کے نام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دُنیا میں پھیلانے والا ہو اور چوبیس گھنٹے اپنا یہ کام کر رہا ہو۔اس کے متعلق مَیں نے سوچا کہ امریکہ میں تو ہم آج بھی ایک ایسا اسٹیشن قائم کر سکتے ہیں وہاں کوئی پابندی نہیں ہے۔جس طرح آپ ریڈیو ریسیونگ سیٹ (RADIO RECEIVING SET) کا لائسنس لیتے ہیں اسی طرح آپ براڈ کاسٹ(BROAD CAST) کرنے کا لائسنس لے لیں وہ آپ کو ایک فری کوئنسی (FREQUENCY) دے دیں گے اور آپ وہاں سے براڈ کاسٹ کر سکتے ہیں لیکن امریکہ اتنا مہنگا ہے کہ ابتدائی سرمایہ بھی اس کے لئے زیادہ چاہئے اور اس پر روزمرّہ کا خرچ بھی بہت زیادہ ہوگا اور اِس وقت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی اِس روحانی جماعت کی مالی حالت ایسی اچھی نہیں کہ ہم ایسا کر سکیں یعنی میدان تو کھلا ہے لیکن ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے۔

دوسرے نمبر پر افریقہ کے ممالک ہیں نائیجیریا، غانا اور لائبیریا سے بعض دوست یہاں جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے تھے۔غانا والوں سے تو مَیں نے اس کے متعلق بات نہیں کی لیکن باقی دونوں بھائیوں سے مَیں نے بات کی تو انہوں نے آپس میں یہ بات شروع کر دی کہ ہمارے ملک میں یہ لگنا چاہئے اور وہاں اجازت مل جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ گو پتہ تو کوشش کرنے کے بعد ہی لگے گا کہ کہاں اس کی اجازت ملتی ہے لیکن ان ممالک میں سے کسی نہ کسی ملک میں اس کی اجازت مل جائے گی اور چونکہ ہماری طرح یہ ملک بھی غریب ہیں اِس لئے زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہوگی شروع میں میرا خیال تھا کہ صرف پروگرام بنا کر اناؤنس کرنے والے ہی ہمیں دس پندرہ چاہئیں پہلے مرحلے میں چاہئے کہ یورپ اور مشرقِ وسطی کی زبانوں میں پروگرام نشر کیا جا سکے۔اِسی طرح عرب ممالک اور پھر ٹرکی، ایران، پاکستان اور ہندوستان سب اس کے احاطہ میں آجائیں گے، انشاءاللہ۔

جہاں تک پیسے کا سوال ہے میرے دماغ نے اس کے متعلق اِس لئے نہیں سوچا کہ مجھے پتہ ہی نہیں کہ اس کے لئے کتنے پیسے چاہئیں۔لیکن جہاں تک اِس بات کا سوال ہے کہ ''کتنے پیسے چاہئیں'' کے متعلق دریافت کیا جائے تو اس کے متعلق مَیں نے انتظام کر دیا ہے۔جلسہ پر بعض

دوست بیرونی ممالک سے آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک دوست کینیڈا سے آئے ہوئے تھے وہ وہاں ٹیلی ویژن میں کام کرتے ہیں مَیں نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہاں جا کر فوری طور پر اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کریں۔

پاکستان میں اس اسٹیشن کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ ہمارا قانون ایسا ہے کہ یہاں کسی پرائیویٹ ادارہ کو ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت نہیں لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن میں اس پر کوئی قانونی پابندی نہیں جیسے امریکہ اور بعض ایسے ممالک ہیں جن میں گویا قانونی پابندی تو ہے لیکن اس کی اجازت آسانی اور سہولت کے ساتھ مل جاتی ہے جیسے مغربی افریقہ کے ممالک میں سے نائیجیریا، گیمبیا، غانا یا سیرالیون ہیں اُمید ہے کہ ان ممالک میں سے کسی ایک ملک میں ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

اِس وقت دُنیا کے دلوں کا کیا حال ہے اس کا علم نہ تو صحیح طور پر مجھے ہے اور نہ آپ کو ہے لیکن میرے دل میں جو خواہش اور تڑپ پیدا کی گئی ہے اس سے مَیں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ اللہ کے علم غیب میں دُنیا کے دل کی یہ کیفیت ہے کہ اگر اللہ اور اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے کانوں تک پہنچایا جائے تو وہ سُنیں گے اور غور کریں گے ورنہ یہ خواہش میرے دل میں پیدا ہی نہ کی جاتی۔ دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان جلدی پیدا کر دے۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ اسی سال کے اندر اندر یہ کام ہو جائے لیکن ہر چیز ایک وقت چاہتی ہے بہرحال جب بھی خدا چاہے یہ کام جلد سے جلد ہو جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں کہ یہ کام ہو گیا ہے اور ہمارے کان چوبیس گھنٹے عربی میں اور انگریزی میں اور جرمن میں اور فرانسیسی میں اور اُردو وغیرہ وغیرہ میں اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سُننے والے ہوں۔ گانا وغیرہ بدمزگی پیدا نہ کر رہا ہو اور اسی طرح کی اور فضولیات بھی بیچ میں نہ ہوں۔ ''علم'' اسلام کا ورثہ ہے کسی اور کا نہیں اس لئے علمی باتیں تو وہاں ہوں گی مثلاً ایگری کلچر (AGRICULTURE) زراعت کے متعلق ہم بولیں گے۔ اسی طرح دوسرے علوم ہیں ان کے متعلق بھی ہم بولیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ تمام علوم سے خادمانہ کام لے سکے سارے علوم ہی ہمارے خادم ہیں۔ آج کا فلسفہ بھی ہمارا خادم ہے۔ آج کی سائنس بھی ہماری خادم ہے۔ آج کی تاریخ کے اصول بھی ہمارے خادم ہیں۔ جب یہ غلطی

کریں گے تو ہم ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے اور خادم سے یہی سلوک کیا جاتا ہے اور اس وقت وہ غلطی کر رہے ہیں اور ہمارا ہاتھ ان کی طرف نہیں بڑھ رہا حالانکہ ہمارا فرض تھا اور ہمارا حق بھی ہے کہ ہم ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور کہیں کہ اے ہمارے خادم یہ تو کیا کر رہا ہے (یعنی اس کی تصحیح کریں) بہرحال سب علوم ہمارے خادم ہیں اور ہم ان خادموں سے بھی خدمت لیں گے۔ اور اس طرح سب علوم کی باتیں آجائیں گی فلسفہ کی غلطیاں بھی ہم نکالیں گے (ایگریکلچر AGRICULTURE) زراعت کے متعلق بھی ہم لوگوں کو کہیں گے کہ یہ یہ کام کرو تا دُنیا میں بھی خوشحالی تمہیں نصیب ہو۔

انشاء اللہ یہ کام تو ہم کریں گے لیکن گانے اور ڈرامے اور اس قسم کی دوسری جھوٹی باتیں وہاں نہیں ہوں گی اور اس طرح ایک ریڈیو دُنیا میں ایسا ہوگا جہاں اس قسم کی کوئی لغو بات نہیں ہو گی اور شاید بعض لوگ اس ریڈیو اسٹیشن کو هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:4) کہنا شروع کر دیں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 19/جنوری 1970)

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی ریڈیو کے بارہ میں اس خواہش کے مطابق ایم ٹی اے کا یورپ سے آغاز ہوا اور شروع میں ہی مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک کے لئے پروگرام لقاء مع العرب شروع ہوا۔ بعد ازاں 24 گھنٹوں کی عربی نشریات پر مشتمل علیحدہ چینل بھی کھل گیا۔

نَحْنُ مُسْلِمُون

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 27 مارچ 1970 کو مشاورت کے موقعہ پر اپنے خطاب میں فرمایا:

''ابھی مجھے خیال آیا کہ جب عرب ممالک میں اتنی توجہ ہے اور اتنی غلط باتیں مخالفین نے پھیلائی ہوئی ہیں، اس لئے ان ملکوں میں کم از کم ایک چھوٹا سا رسالہ، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی عرب کتب کے اقتباسات پر مشتمل ہو، وہ شائع کر دینا چاہئے اور بڑی کثرت سے اسے پھیلانا چاہئے۔'' چنانچہ یہ چھوٹا سا رسالہ تیار کیا گیا جو بمشکل چالیس پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ (تحریک جدید۔ ایک الٰہی تحریک، جلد ۴ ص 727)

حضورؒ کے ارشاد پر مکرم ملک مبارک احمد صاحب مرحوم نے عربی زبان میں یہ رسالہ تیار کیا جس کا نام ’’الحمد للّٰہ نحن مسلمون بفضل اللّٰہ‘‘ تھا۔ اسی طرح ملک صاحب مرحوم نے اسی عرصہ میں مفتی محمود کے ایک معاندانہ پمفلٹ کا ردّ بھی تحریر کیا جو ’’المھدی الحقانی فی الرد علی المتنبئ القادیانی‘‘ کے نام سے شائع ہوا۔

مسئلہ شرق اوسط اور عالمی جنگ کے امکانات

مسئلہ مشرق وسطیٰ کئی دہائیوں سے عالمی امن کے لئے خطرات کا موجب بنا ہوا ہے۔ اس مسئلہ کی ابتداء سے قبل ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہامًا بتا دیا تھا اور حضرت خلیفہ ثانیؓ نے ان الہامات کی روشنی میں بار ہا اپنے خطبات اور خطابات میں اس کی سنگینی کی طرف متنبہ فرمایا، اور خلیفہ ثالث رحمہ اللہ نے بھی احمدیوں کو بھی اور تمام عالم اسلامی اور عالمی برادری کو اس مسئلہ کے حل کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں:

’’اس وقت ویسے تو دنیا کو بہت سے مسائل درپیش ہیں لیکن فوری طور پر عالمگیر نوعیت کے دو مسئلے بڑے واضح ہیں جن کی طرف آج کا انسان نوعِ انسانی کی حیثیت سے بھی اور انسانیت کا نچوڑ اور انسان کامل کا متبّع ہونے کے لحاظ سے بھی اجتماعی طور پر غور کر رہا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ مشرق وسطیٰ میں پیدا شدہ فساد کے حالات کو دور کرنے کی کوشش سے متعلق ہے۔............
بہر حال دنیا کے امن اور سلامتی کے لئے یہ ایک بہت بڑا اور نہایت ہی اہم مسئلہ ہے۔ ہم احمدیوں کو یہ مسئلہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کیونکہ وہ جنگ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی گئی تھی اور جس سے یہ خطرہ بھی پیدا ہوسکتا ہے (جیسا کہ بتایا گیا ہے) کہ خطہ ہائے ارض سے زندگی (صرف انسانی زندگی نہیں بلکہ ہر قسم کی زندگی) کا خاتمہ ہو جائے کیونکہ لوگوں نے ایٹم اور ہائیڈروجن بم وغیرہ قسم کے مہلک ہتھیار ایجاد کر رکھے ہیں۔ اس بھیانک جنگ کی (خدا اس سے محفوظ رکھے) اگر ابتدا ہوئی تو اس کی ابتدا انہی علاقوں سے ہوگی جہاں آجکل فساد پیدا ہو رہا ہے اور مسلمان علاقوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی اس وقت شام کا جغرافیہ کچھ اور تھا اور آج کچھ اور ہے۔ چنانچہ پیشگوئیوں میں یہ بتایا گیا کہ ارضِ شام سے اس جنگ کے شعلے بھڑک سکتے ہیں یعنی شام

سے اس جنگ کی ابتدا ہوسکتی ہے۔ تاہم یہ ایک انذاری پیشگوئی ہے جو دعاؤں، صدقات، اصلاحِ نفس اور توبہ و استغفار سے ٹل سکتی ہے۔ اگر انسان اسلام نہ بھی لائے لیکن اپنے دل میں ایک حد تک خشیّت اللہ پیدا کرے تب بھی اگر وہ اپنی فطرت کے تقاضوں کے مطابق عقل سے کام لے تو ان خطرات سے بچ سکتا ہے۔ اگر انسان نے اسلام کی روشنی حاصل نہ بھی کی ہو تب بھی فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم:30) سے انسانی فطرت کی کوئی نہ کوئی جھلک اور دھندلی سی روشنی کام دے سکتی ہے اگرچہ وہ اتنی منور نہیں ہوتی، اس میں اتنی چمک نہیں ہوتی جتنی اسلام کے نور سے فطرت انسانی منور ہو کر دنیا میں روشنی پیدا کرتی ہے لیکن بہرحال انسانی فطرت کے اندر ایک دھندلی سی روشنی ضرور پائی جاتی ہے اس کے مطابق ہی اگر دنیا کام کرے اور خدا کی طرف رجوع کرے تب بھی لوگ خدا کے غضب سے بچ سکتے ہیں اور ایٹمی جنگوں کی تباہی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس وقت انسان اپنے ہی ہاتھوں تباہی کے سامان پیدا کر رہا ہے اور ایک بین الاقوامی فساد کے خطرہ کا موجب بن رہا ہے"۔ (خطبہ جمعہ 21 ردسمبر 1973ء)

قرآن کریم کی لغوی بلاغت کا اعجاز

حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایمان کا لفظ کبھی عربی زبان میں اقرار باللسان کے معنوں میں بھی آتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسلامی محاورہ میں، کیونکہ عربی زبان پر قرآن کریم کی زبان کا بڑا اثر ہوا ہے گو وہ پہلے بھی بڑی اچھی اور بہترین زبان تھی لیکن قرآن کریم کی وحی کی عربی نے عربی زبان پر بڑا اثر کیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ جب ہم مصر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ایک نوجوان ہمسفر ہر بات میں قرآن کریم کی آیات کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا استعمال کرتا تھا۔ چنانچہ میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ یہ نوجوان قرآن کریم سے بڑی محبت رکھتا ہے اِس لئے اسے قرآن کریم ازبر ہے۔ خیر ہم باتیں کرتے رہے۔ کوئی گھنٹے دو گھنٹے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہے۔ مَیں نے اُسے کہا کہ تم عیسائی ہو مگر قرآنِ کریم کی آیات کے فقرے کے فقرے استعمال کرتے ہو۔ وہ کہنے لگا۔ مَیں عیسائی تو ہوں لیکن قرآنِ کریم کی عربی سے ہم بچ نہیں سکتے۔ یہ ہمارے ذہنوں اور زبان پر بڑا اثر کرتی ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 رنومبر 1971ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
کے عہدِ مبارک میں
عربوں میں تبلیغ احمدیت

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ
خلیفۃ المسیح الرابع

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو خلافت سے قبل ہی عربوں کی طرف خاص توجہ تھی۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1981ء میں جب ثابت صاحب کی آپؒ سے ملاقات ہوئی تو آپؒ نے پوچھا کہ عربوں میں تبلیغ کے لئے کیا کر رہے ہیں اور کون سے وسائل استعمال کر رہے ہیں؟ پھر جب 1982ء میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو مسند خلافت پر فائز فرمایا تو مصطفیٰ ثابت صاحب نے ملاقات میں حضور انور کی خدمت میں چند کیسٹس پیش کیں جو عربی زبان میں مختلف موضوعات پر جماعتی عقائد اور ان کی شرح پر مبنی ریکارڈنگ پر مشتمل تھیں۔ حضور انور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ ایک عظیم الشان تحفہ ہے۔ پھر آپ نے ان کو تبلیغ کی غرض سے مختلف ممالک میں پھیلانے کا ارشاد فرمایا۔

ہجرت کے بعد خطبات کے ترجمہ کی کیسٹس کی تیاری، عربوں میں تبلیغ کے لئے عرب ممالک کے دورے، مغربی ممالک میں بسنے والے عربوں سے رابطے اور ایک منظّم پروگرام کے مطابق عربوں میں تبلیغ کا ذکر مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے نشر ہونے والے انٹرویو میں آچکا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب: صلحاء العرب وأبدال الشام وعباد اللّٰہ من العرب جلد اوّل) حضورؒ کے عہد مبارک میں عربوں میں تبلیغ کے ایمان افروز واقعات کے ذکر سے قبل ہم حضورؒ کی عربوں کے معاملات میں دلچسپی اور ان کے لئے دعاؤں کی تحریکات اور ان کی راہنمائی جیسے امور کا ذکر کریں گے جن کا تذکرہ حضور انورؒ نے اپنے مختلف خطبات میں فرمایا۔

بعض عرب ممالک کے مستقبل کے بارہ میں رؤیا

حضورؒ کا عربوں کے معاملات میں دلچسپی اوران کے خاص خیال کا آپ کے اس رؤیا سے بھی پتہ چلتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

’’جن دنوں میں ایران کا انقلاب آ رہا تھا، 1977ء کی بات ہے مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں ایک جگہ کا نظارہ کر رہا ہوں ایک وسیع گول دائرہ میں نوجوان کھڑے ہیں اور وہ باری باری عربی میں بہت ترنم کے ساتھ پڑھتے ہے اور وہ فقرہ جو اس وقت لگتا ہے جیسے قرآن کریم کی آیت: ’’کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے۔‘‘

’’اور یہ جو مضمون ہے یہ اس طرح مجھ پر کھلتا ہے کہ نظارے دکھائے جا رہے ہیں ایک پہلو سے سامنے یہ نوجوان گا رہے ہیں اور پھر میری نظر پڑتی ہے اس کی طرف، شام مجھے یاد ہے، عراق یاد ہے، اور پھر ایران کی طرف، پھر افغانستان، پاکستان، مختلف ملک باری باری سامنے آتے ہیں۔ جو انقلاب آ رہے ہیں ان کا آخری مقصد سوائے خدا کے کسی کو پتہ نہیں۔ ہم ان کو اتفاقی تاریخی واقعات کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً رونما ہونے والے واقعات ہیں۔مگر رؤیا میں جب وہ مل کر گاتے ہیں تو اس سے یہ تأثر زیادہ قوی ہوتا چلا جاتا ہے کہ اتفاقاً الگ الگ ہونے والے واقعات نہیں بلکہ واقعات کی اک زنجیر ہے جو تقدیر بنا رہی ہے۔اور ہم دیکھ رہے ہیں مگر ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جس کا ہاتھ یہ تقدیر بنا رہا ہے۔معلوم ہوتا ہے کوئی بڑے بڑے واقعات ان واقعات کے پس پردہ رونما ہونے والے ہیں جو ان کے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ہم جو سیاسی اندازے کر رہے ہیں یہ کچھ اور

ہیں، جو خدا کے اصل مقاصد ہیں وہ کچھ اور ہیں۔‘‘

(الفضل 8/مارچ 1983ء صفحہ 2)

مشرق وسطی میں ہونے والے واقعات کی روشنی میں سیاسی بصیرت رکھنے والے احباب اس رؤیا کی بہتر تعبیر کر سکتے ہیں لیکن ہم یہاں اس رؤیا میں مذکور ایک بات کا ذکر ضرور کریں گے، اور وہ یہ ہے کہ 1977ء میں کون کہہ سکتا تھا کہ کچھ سالوں میں ہی عربوں میں احمدیت تیزی سے پھیلنے لگے گی اور عربوں کے وفود جلسوں میں شامل ہوں گے اور سب سے عجیب بات یہ کہ آج بھی عرب احمدی احباب قصیدہ پڑھتے ہیں تو ایک لائن میں کھڑے ہونے کی بجائے دائرے کی شکل میں کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر عمومًا جلسہ کے اختتام پر مختلف ملکوں کی زبانوں میں نظمیں اور قصائد پڑھے جاتے ہیں۔ شاید یہ بھی اس رؤیا کی تعبیر کی ایک جھلک ہے۔

حضورِ انورؒ کا جماعت کے نام پہلا تحریری پیغام

حضورؒ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے پہلے تحریری پیغام میں عربوں اور اہل فلسطین کے لئے خصوصی دعا کی تحریک فرمائی۔ ذیل میں یہ پیغام نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

ھُوَالنَّـــــــاصِر

پیارے احباب جماعت!

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہ وَبَرَکَاتُہٗ

ہمارے سخت زخمی دلوں کے زخموں میں ایک ایسا زخم بھی ہے جو روز بروز زیادہ بھیانک، زیادہ گہرا اور زیادہ تکلیف دہ ہوتا چلا جارہا ہے اور ہر لمحہ ہمارے دلوں سے خونابہ ٹپک رہا ہے۔ میری مراد اسرائیل کے ان انتہائی بھیانک اور بہیمانہ مظالم سے ہے جو وہ بڑی بیدردی اور سفاکی کے ساتھ مسلمانانِ عالم پر توڑ رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس کا شدید دکھ محسوس فرما رہے تھے اور اس ذکر پر ان کی آنکھیں مجسم درد بن جاتی تھیں۔

یہ درست ہے کہ بظاہر ہم ایک کمزور اور چھوٹی سی جماعت ہیں جو دنیا کی نظر میں التفات کے لائق بھی نہیں لیکن میں جانتا ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ ہم اپنے ربّ کے ادنیٰ غلام ہیں اور استحقاق کے بغیر ہمیشہ اس کی رحمت اور فضلوں کے ہم مورد رہے ہیں اور وہ ہماری گریہ وزاری کو قبول فرماتا ہے۔ پس مَیں تمام احمدی احباب مرد و زن، بوڑھوں اور

بچوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ بڑے درد و کرب سے اللہ کے حضور ایک شور مچادیں کہ تا وہ ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہر فرد بشر پر رحمت اور کرم کی نظر فرمائے اور اپنے آنسوؤں سے سجدہ گاہوں کو تر کر دیں اور اپنے رب کی رحمت کے قدم چوم کر عرض کریں۔ اے آقا رحمٰن رحیم! ہمارے سینے اس غم سے پھٹ رہے ہیں۔ امت محمدؐیہ سے درگزر اور عفو کا سلوک فرما اور اپنے محبوب محمدؐ کے نام کی برکت سے ان کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر دے اور ان کمزوروں کو دشمنان اسلام کے خلاف طاقت اور غلبہ عطا فرما۔ مسلمانوں کے دشمنوں سے ان دردناک مظالم کا انتقام خود اپنے ہاتھ میں لے لے یا پھر یہ عظیم تر معجزہ دکھا کہ دشمنوں کے دل یکسر بدل دے اور وہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کی امت کا خون بہانے کی بجائے خود اپنے خون سے ان مظالم کا کفارہ ادا کرنے کی سعادت پائیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بیقرار دلوں کی دعاؤں کو پایہ قبولیت میں جگہ دے گا اور ہمارے سخت زخمی دلوں کے اندمال اور سکینت کا سامان پیدا فرمائے گا۔ اے خدا! ایسا ہی کر! دیکھ ہم تیرے حضور ذبح ہونے والی قربانیوں کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ ؎

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار ۔۔۔ کاخر کنند دعوئ حب پیمبرمؐ

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ اتوار 20/شعبان المعظم 1402ھ، 13/احسان 1361ء، 13/جون 1982ء)

تیل کی دولت والے اسلام کے بارہ میں تحذیر

حضورؒ نے فرمایا:

"تیل کی دولت نے سب دنیا کی توجہ مشرق وسطیٰ کی طرف کھینچی ہے اور اس سے استفادہ کرنے کے لئے بعض ایسی قومیں توجہ کر رہی ہیں جو دراصل مادیت میں دلچسپی رکھتی ہیں کیونکہ ان کے سابقہ مذاہب نے بھی انہیں خدا کا کوئی واضح تصور عطا نہیں کیا۔ چنانچہ چند سال قبل جاپان کی مسلم ایسوسی ایشن کے بعض عہدیداروں سے میری ملاقات ہوئی تو دوران گفتگو یہ بات کھل کر میرے سامنے آئی کہ ان کو اسلام سے زیادہ ان علاقوں میں دلچسپی ہے جہاں مسلمان قابض ہیں اور تیل دریافت ہو چکا ہے چنانچہ ان لوگوں نے محض نام تبدیل کئے اور اسلام کو گہرائی سے سمجھے بغیر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

جس خطرہ کی مَیں نے نشاندہی کی تھی کہ اس میں فوائد سے زیادہ خطرہ نظر آتا ہے۔ وہ خطرہ یہ ہے کہ چونکہ وہ اسلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے اس لئے مسلمان کہلانے کے باوجود مذہب اسلام کو نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے دو ثبوت مجھے ان جاپانی مسلمانوں سے گفتگو کے دوران یہ ملے کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ اسلام میں جو شراب حرام ہے وہ جاپان کے حالات کی رو سے حرام نہیں ہے اس لئے ہماری مسلم ایسوسی ایشن نے باقاعدہ فتویٰ شائع کر دیا ہے کہ جاپان میں مسلمانوں کے لئے شراب پینا جائز ہے کیونکہ جن حالات میں منع ہے جاپانی قوم پر وہ اطلاق نہیں پاتے۔ اسی طرح سور کھانا بھی جاپان کے مسلمانوں کے لئے جائز ہے کیونکہ یہ بہت صاف ستھرا جانور ہے اسے اچھی طرح حفاظت سے پال کر ذبح کیا جاتا ہے۔ تو جاپانی حالات میں شراب بھی حلال ہوگئی اور سور کا گوشت بھی حلال ہو گیا اسی طرح

دیگر اسلامی احکامات میں بھی ان لوگوں کا دخل دینا بعید از قیاس نہیں ہے بلکہ جہاں تک عبادات کا تعلق ہے عملاً وہ یہی سمجھتے ہیں کہ کبھی شوقیہ کوئی نماز پڑھ لی جائے تو یہی بہت کافی ہے اور جہاں تک روزوں کا تعلق ہے بعض ایسے مسلمانوں سے جب مَیں نے پتہ کیا تو انہوں نے کہا ہم ایک آدھ روزہ رکھ لیتے ہیں اس سے زیادہ روزہ اس زمانہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔ تو گویا ایسا اسلام قبول کیا جا رہا ہے جو ان کے نزدیک نہ صرف مختلف قوموں کے لئے مختلف شکلیں اختیار کر جاتا ہے بلکہ مختلف زمانوں سے الگ الگ سلوک کرتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9؍ستمبر 1983ء)

عالمی طاقتوں کو عربوں کے بارہ میں انتباہ

سورۃ الھُمَزۃ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک خطبہ میں حضورؒ نے فرمایا:

''ھمزۃ کا معنی ٹکڑے ٹکڑے کر دینا توڑ کر ریزہ ریزہ کر دینا کسی کو اور اس کے بعد خود مالدار ہوتے چلے جانا اور جس کو گرایا جا رہا ہے جس کو خاک پر پھینکا جا رہا ہے اس کو ذرہ حقیر اور بے معنی سمجھ کر یہ خیال کر لینا کہ ساری دولتیں تو میرے ہاتھ میں اب آ چکی ہیں اب یہ میرا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں ذرات جن کو مَیں نے پارہ پارہ کیا ہوا ہے۔ بالکل یہی سوچ مغربی دنیا کی بھی ہے اور مشرقی دنیا کی بھی ہے۔ عظیم الشان اشتراکی طاقتیں بھی یہ سمجھتی ہیں کہ ساری قوم کے اموال تو ہمارے چند ہاتھوں میں آ چکے ہیں اور ہمارے کنٹرول میں آ گئے ہیں جو اس وقت کسی Regime کے نام پر حاکم ہیں ان لوگوں پر ان کے پاس تو کچھ نہیں رہا۔ یہ تو ذرات میں تبدیل ہو چکے ہیں لوگ اس لئے جب اموال ہمارے پاس ہیں تو یہ ہمارے مقابل پر کس طرح اٹھ سکتے ہیں اس لئے ہمیشہ کے لئے ہماری Regime، ہماری طاقتیں، ہمارے گروہ جو اس وقت حکومت کر رہے ہیں جاری رہیں گے ہمیشہ کے لئے اور دن بدن انفرادی طاقت کم ہوتی چلی جائے گی اجتماعی طاقت کے مقابل پر اور مغربی دنیا کا بھی بالکل یہی نقشہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ساری دولتیں تو ہم نچوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ جتنی زیادہ ڈیویلپمنٹ ہو رہی ہے ہم ان پسماندہ قوموں سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بھاگ رہے ہیں اور اموال سمٹ کر ہمارے ہاتھوں میں آتے چلے جا رہے ہیں تو یہ ذرات بے معنی اور حقیر ذرے بے بس ذرے یہ ہمارا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے اس لئے ہمیں ہمیشہ کی زندگی مل گئی ہے۔

تو معنوی لحاظ سے اس کا یہ معنی ہوگا کہ بعض دفعہ حقیر ذروں کے اندر بھی ایک آگ پیدا

ہونی شروع ہو جاتی ہے، ایک جلن ایک تکلیف جو بڑھنے لگتی ہے اور اس درجہ تک پھر وہ پہنچ جاتی ہے کہ اندرونی دباؤ اس کو پھٹنے پر مجبور کر دیتا ہے اور ایسا وقت آتا ہے کہ انہی حقیر ذروں سے وہ آگ پھوٹ پڑتی ہے جو ان مالکوں کو ہلاک کر دیتی ہے یعنی ان غریب اور پس ماندہ قوموں کو تم یہ نہ سمجھو کہ خطرہ سے خالی ہیں، انکے اندر اندرونی دباؤ بڑھے گا۔ جتنا زیادہ تم ان کو توڑتے چلے جاؤ گے اتنا زیادہ اندرونی نفرتیں آگ کی شکل اختیار کرنے لگ جائیں گی، چنانچہ اس آگ کے اکٹھا ہونے کے واضح شواہد مشرقی دنیا میں بھی مل رہے ہیں اور مغربی دنیا میں بھی مل رہے ہیں۔ اب مشرق وسطیٰ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہی ہو رہا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ کمزور ہیں نہتے ہیں بیچارے بے بس ہیں اندرونی تکلیف اور بے بسی کی آگ نے ان کے اندر ایک ایسی قوت پیدا کر دی ہے، ایسے ہو گئے ہیں، ایسا مقام بھی آ رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں ٹھیک ہے ہم ہلاک ہو جائیں گے لیکن تمہیں بھی ساتھ ہلاک کر دیں گے۔ چنانچہ لبنان میں جنبلات نے جو اعلان کیا ہے یہی کیا ہے۔ اس نے کہا کہ تمہاری جو پالیسیز ہیں تمہاری سیاستیں انہوں نے لبنان کو پارہ پارہ کیا ہوا ہے اور انصاف نہیں ہے اس میں اس لئے ہم تمہیں یہ اب نوٹس دیتے ہیں کہ تمہاری بات نہیں چلے گی۔ اگر لبنان کو ہلاک ہونا پڑے سارے کو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں اب وہ درجہ پہنچ چکا ہے کہ جہاں عَمَدٍ مُمُدَّدَة بن چکے ہیں وہ یعنی اندرونی پریشرز کے ذریعے جب قومیں Desprit ہو جائیں اندرونی دباؤ کے نتیجہ میں جب وہ کر گزرنے پر آمادہ ہو جائیں تو اس وقت کا نقشہ عَمَدٍ مُمُدَّدَة کھینچتا ہے اور یہ جمع کی ہوئی آگ اور دیر کی حسرتیں، حسد اور تکلیفیں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس وقت یہ صورت پیدا ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3رفروری 1984ء)

بعد کے واقعات حضورؒ کی اس تفسیر و تحلیل کی صداقت اور آپ کی عظیم سیاسی بصیرت کی شہادت دے رہے ہیں۔ افسوس کہ عالمی طاقتوں نے اس ”صدائے فقیرانہ حق آشنا“ کو نہ پہچانا اور عالمی امن کو بچانے کے لئے کوئی کردار ادا نہ کیا۔

مقامات مقدسہ کی حفاظت اور جماعت احمدیہ

ہمیشہ سے ہی جماعت احمدیہ کو مقدس مقامات کی حفاظت کی فکر رہی ہے اور اس سلسلہ میں جماعت کا ایک ایک فرد ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔ایک ایسے ہی موقعہ پر جب کہ مسجد اقصیٰ کو بم سے اڑانے کی یہودی کوشش ہورہی تھی حضورؒ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''مَیں جماعت کو پھر دو دعاؤں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔ایک بارش کے لئے دعا اور ایک عرب دنیا کے لئے دعا۔......عرب دنیا میں ایک اور بڑا خطرناک واقعہ رونما ہوا ہے مسجد اقصیٰ کو بم سے اڑانے کی بڑی ذلیل اور نہایت ہی کمینی کوشش کی گئی ہے یہود کی طرف سے اگرچہ ناکام ہوگئے وہ لوگ جو مقرر تھے اس کام پر لیکن یہ پہلے بھی کوششیں ہوچکی ہیں اور نہایت ہی خبیثانہ ارادے ہیں یہود کے۔ان کا مقصد یہ ہے کہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کے معزز مقامات کو تباہ کردیا جائے اور کچھ دیر کے بعد لوگ بھول جائیں گے اور پھر وہاں ہم ان کا معبد دوبارہ بنوانے کی بجائے اپنا معبد بنائیں اور پھر مسجدوں کو نابود کرنے کے نتیجہ میں اگرچہ بظاہر مسلمان نابود نہیں ہوتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شعار کا قوموں کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔جو قومیں اپنے شعار کی ذلت قبول کرلیں وہ ہلاک ہو جایا کرتی ہیں۔آخر ایک کپڑے میں کیا بات تھی جس سے جھنڈا بنایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت فرمائی صحابہؓ کی کہ جھنڈے کی حفاظت کرنی ہے اور بظاہر ایک بے وقوف آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ جھنڈے کو چھوڑو جان بچانی چاہئے لیکن بالکل برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تعلیم دی ہے اور ایک جنگ کے موقع پر جو تین سپہ سالار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگر مقرر فرمائے

تھے ایک زخمی ہوتا تھا وہ ایک ہاتھ سے جھنڈا دوسرے میں منتقل کر لیتا تھا۔ وہ کاٹا جاتا تھا تو بعض دفعہ ٹنڈے بازوؤں سے انہوں نے جھنڈوں کو چھاتی کے ساتھ لپیٹا جب وہ بھی کاٹے گئے تب دوسرا آگے بڑھا اور جھنڈا نہیں گرنے دیا اور یکے بعد دیگرے تینوں جرنیل جو چوٹی کے تھے جنگی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہ شہید ہو گئے اور جھنڈے کو نہیں گرنے دیا۔

تو اس بات کو معمولی نہ سمجھیں یہ شعائر اللہ کی بہت بڑی عظمت ہوتی ہے اس لئے ساری دنیا میں مسلمانوں کو اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔ اپنے اختلافات کو بھلانا چاہئے اور اکٹھے ہو کر اس کا دفاع کرنا چاہئے۔ اگر یہود کو یہ معلوم ہو جائے کہ ساری دنیا کے مسلمان اپنے شعائر کی عظمت اور احترام اپنے دل میں اتنا رکھتے ہیں کہ بوڑھے اور بچے کٹ مریں گے لیکن شعائر کو تباہ نہیں ہونے دیں گے تو پھر مسلمانوں کو وہ کبھی تباہ نہیں کر سکتے۔ ایسی عظیم زندگی پیدا ہو جائے گی کہ عالم اسلام میں کہ کوئی دنیا کی طاقت پھر اس زندگی کو مٹا نہیں سکتی۔

ہم بھی حاضر ہیں، جماعت احمدیہ کو شعائر اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہونا چاہئے اگر کوئی قوم بلائے شعائر کی خاطر قربانی کے لئے بلائے تو ہم حاضر ہیں۔ یہ ہے وہ جہاد جو حقیقی جہاد ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور جس کی اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ حکم دیتا ہے اس لئے اگر آپ کو نہیں آنے دیتے اپنے ساتھ ان خدمتوں میں، اگر آپ سے فی الحال نفرتیں ہیں تو یہاں بیٹھے ایک جہاد شروع کر سکتے ہیں دعا کا جہاد ہے۔ آخر جنگ بدر بھی تو اس خیمہ میں جیتی گئی تھی جہاں دعائیں ہو رہی تھیں۔ اس میدان میں نہیں جیتی گئی تھی جہاں تھوڑی سی لڑائی ہوئی تھی۔ اصل وہ جنگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں جیتی گئی ہے پس وہ جنگ تو آپ یہاں شروع کر دیں پھر اگر خدا توفیق دے گا اور وقت ہمیں بلائے گا تو دنیا دیکھے گی کہ جہاد کے میدان میں احمدی کسی دوسری قوم سے پیچھے نہیں بلکہ ہم ہر میدان میں صف اوّل میں ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 / فروری 1984ء)

حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پر تو ہے۔ آپؑ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہونے والی ہر چیز سے محبت کی۔ عربوں سے محبت، ان کے دیار و امصار سے محبت، ان کی گلی کوچوں سے محبت، سرزمینِ عرب کے سنگریزوں اور ریت کے ذروں تک سے ایسی محبت کی کہ یہاں تک فرما دیا کہ کاش ان کی مٹی کے ذرات کو ایسی عزت و توقیر سے سر آنکھوں پر بٹھاؤں کہ انہیں اپنی آنکھ کا سرمہ بنا لوں۔ صرف اس لئے کہ ان گلیوں، ان رستوں اور ان ذرات پر میرے آقا و مولا کے قدم مبارک پڑے ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے ایک خطبہ میں ''حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَان'' کا مضمون احادیث مبارکہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و کشوف اور تحریرات کی روشنی میں بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں حضورؒ کے خطبہ سے متعلقہ حصہ پیش کیا جاتا ہے۔

''آج کل عالم اسلام پر ایک بہت بڑا ابتلا آیا ہوا ہے اور خاص طور پر عرب ممالک بہت ہی دکھ کا شکار ہیں۔ ہر طرف سے ان پر مظالم توڑے جا رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ عربوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ اسرائیل کیا اور مغربی طاقتیں کیا اور مشرقی طاقتیں کیا یہ سارے عربوں کو مظالم کا نشانہ بنا رہی ہیں اور ان سے کھیل کھیل رہے ہیں۔ ہتھیار اس غرض سے دیئے جا رہے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے اس کے مقابل پر کوئی دنیا کی طاقت بھی سنجیدگی سے اُن کی مدد کرنے کے لئے آمادہ ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے فیصلے ہیں کہ ایسی حالت میں عربوں کو رکھا جائے کہ ان کا تیل

اپنے بچے کھچے ہتھیاروں کے بدلے لوٹ لیا جائے، ان کی دولتیں سمیٹ لی جائیں اور ان کو ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ کیا جائے۔ تو انتہائی تکلیف دہ اور دکھ کا حال ہے جو ناقابل برداشت ہونا چاہئے ایک مسلمان کے لئے۔

جماعت احمدیہ کو مَیں آج خاص طور پر تاکید کرتا ہوں کہ بے حد درد اور کرب کے ساتھ، باقاعدگی سے عربوں کے لئے دعائیں کریں یعنی ایک دفعہ کی یا دو دفعہ کی دعا کا سوال نہیں بلکہ اس کو التزام کے ساتھ پکڑ لیں۔ ہر تہجد میں، ہر نماز میں، جہاں تک توفیق ملے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر فضل فرمائے اور رحم فرمائے اور مصیبتوں اور دکھوں سے نجات بخشے اور ہدایت دے اور اگر ان کے کسی فعل سے خدا ناراض ہے تو ان سے مغفرت کرے، عفو کا سلوک فرمائے اور وہ نور جو پہلے ان سے پھوٹا تھا وہ دوبارہ ان میں بڑی شدت کے ساتھ اور قوت کے ساتھ داخل ہو۔ نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا میں پھیلانے کا موجب بنیں اور صف اول کی قربانیاں جس طرح پہلے انہوں نے دی تھیں دین اسلام کے لئے آئندہ بھی ان کو دین اسلام کی صفِ اوّل میں ہی اللہ تعالیٰ رکھے، پیچھے رہ جانے والوں میں شامل نہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عربوں میں سے ہونا ایک اتنا بڑا احسان ہے ساری دنیا پر عربوں کا، اگر چہ بالارادہ تو نہیں لیکن عرب قوم کا احسان ہے کہ اس میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور پھر اتنی حیرت انگیز قربانی کی ہے اسلام کے لئے اس قوم نے کہ کوئی نظیر جس کی دنیا میں نظر نہیں آتی۔ تو پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عربوں میں سے اگرچہ بالارادہ عرب کا احسان نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ضرور کوئی نیکی اور غیر معمولی خوبی دیکھی تھی جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عربوں میں مبعوث فرمایا اور بعد میں ان کے عمل نے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب بہترین انتخاب تھا۔ پس یہ براہ راست ہمارے محسن بنے، بالارادہ محسن بنے جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی تائید کی اور بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے لیکن پیچھے نہیں ہٹے اور تمام دنیا کو دیکھتے دیکھتے چند سالوں میں نور اسلام سے منور کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”اِنِّیْ دَعَوْتُ لِلْعَرَبِ فَقُلْتُ اَللّٰھُمَّ مَنْ لَقِیَكَ مِنْھُمْ مُؤْمِنًا مُو قِناً بِكَ مصَدِّ قاً بِلِقَآئِكَ فَاغْفِرْ لَہٗ اَیَّامَ حَیَاتِہٖ۔ وَھِیَ دَعْوَةُ اِبْرَاھِیْمَ

وَاِسمٰعِيلَ۔ وَ اِنَّ لِوآءَ الحَمدِ يَومَ القِيَا مَهَ بِيَدِیْ وَ اِنَّ اَ قرَبَ الخَلقِ مِنْ لِوَ اِئِیْ یَومَئِذٍ اَلعَرَبُ"۔ (کنزالعمال جلد 6 صفحہ 204)

کہ مَیں نے عربوں کے لئے دعا کی اور عرض کیا اے میرے اللہ! جو ان (عربوں) میں سے تیرے حضور حاضر ہو اس حال میں کہ وہ مومن ہے تیری لقا کو مانتا ہے تو تو تمام عمر اس سے بخشش کا سلوک فرما۔ اور یہی دعا حضرت ابراہیمؑ نے کی، اسماعیلؑ نے کی اور حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور تمام مخلوقات میں سے میرے جھنڈے کے قریب ترین اس روز عرب ہوں گے۔

پھر فرمایا:

"اَلعَرَبُ نُورُ اللّٰهِ فِی الاَرضِ وَفَنَآؤُهُم ظُلمَة"، فَاِذَا فَنِیَتِ العَرَبُ اَظلَمَتِ الاَرضُ وَذَهَبَ النُّورُ"۔ (کنز العمال جلد 6 صفحہ 204)

عرب اللہ تعالیٰ کا نور ہیں اس زمین میں اور ان کی ہلاکت تاریکی کا باعث ہوگی۔ جب عرب ہلاک ہوں گے تو زمین تاریک ہو جائے گی اور نور جاتا رہے گا تو معنوی لحاظ سے بھی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ عربوں کو ہلاکتوں سے بچائے اور ظاہری اور جسمانی لحاظ سے بھی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ عربوں کو ہلاکت سے بچائے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی:

"اَحِبُّوا العَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالقُرآنُ عَرَبِیٌّ وَكَلَامُ اَهلِ الجَنَّةِ عَرَبِیٌّ"۔ (کنزالعمال جلد 6صفحہ204)

عربوں سے تین وجوہ سے محبت کرو اوّل یہ کہ میں عربی ہوں دوئم یہ کہ قرآن کریم عربی میں نازل ہوا سوئم یہ کہ اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اَحِبّوا العَرَبَ وَبَقَاءَ هُم فَاِنَّ بَقَاءَ هُم نُورٌ فِی الاِسلَامِ وَاِنَّ فَنَاءَ هُم ظُلمَةٌ فِی الاِسلَامِ"۔ (کنزالعمال جلد 6صفحہ204)

کہ عربوں سے بہت محبت کرو اور ان کی بقا سے محبت کرو یعنی کوشش کرو کہ وہ ہر حال میں

باقی رہیں اور زندہ رہیں اور دنیا میں ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے ہوئے جاری ساری رہیں۔آپؐ فرماتے ہیں اِنَّ بَقَاءَ ھُمْ نُوْرٌ فِی الْاِسْلَامِ اگر یہ قوم باقی رہے گی تو اسلام کا نور باقی رہے گا وَاِنَّ فَنَاءَ ھُمْ ظُلْمَۃٌ فِی الْاِسْلَام اور ان کے فنا ہونے سے اسلام میں تاریکی آجائے گی۔پھر فرمایا:

"حُبُّ الْعَرَبِ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُھُمْ نِفَاقٌ"۔

(کنز العمال جلد 12 صفحہ 44)

عربوں سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے،ایمان کی علامت ہے اور نفاق ہے یہ بات کہ عربوں سے بغض کیا جائے۔جس کے دل میں منافقت کی رگ ہو صرف وہی عربوں سے دشمنی یا بغض رکھ سکتا ہے۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ یَدْ خُلْ فِیْ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ تَنَلْہُ مَوَدَّ تِیْ"۔

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب فی فضل العرب صفحہ 63)

جس نے عربوں کو دھوکا دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا اور اس کو میری محبت نہیں پہنچے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصّلوٰ ۃ والسلام نے بھی اپنے آقا کی پیروی میں عربوں سے غیر معمولی محبت کی اور محبت کی تعلیم دی اور ان کے لئے بے انتہا دعائیں کیں۔چنانچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰ ۃ والسّلام کی بعض تحریرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ آپ کے دل میں بھی وہی جذبہ جوش مارے،اسی طرح دل گرمائے جائیں عربوں کی محبت میں اور اسی طرح عاجزی اور انکسار اور بے حد خلوص اور جذبہ کے ساتھ آپ اپنے عرب بھائیوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰ ۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عربوں میں بعض لوگ بہت ہی نیک دل اور پاک فطرت اور صلحاء ایسے ہیں جنہوں نے مجھے قبول کیا ہے مخالف حالات کے باوجود اور صدق وصفا میں وہ بہت بڑھ گئے ہیں۔چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

"صَرَفَ اِلَیَّ نَفَرًا مِّنَ الْعَرَبِ الْعُرَبَآءِ فَبَایَعُوْ نِیْ بِالصِّدْقِ وَالصَّفَاءِ

وَرَاَیۡتُ فِیۡهِمۡ نُوۡرَ الۡاِخۡلَاصِ وَسِمَتِ الصِّدۡقِ وَحَقِیۡقَةً جَامِعَةً لِاَنۡوَاعِ السَّعَادَةِ وَکَانُوۡا مُتَّصِفِیۡنَ بِحُسۡنِ الۡمَعۡرِفَةِ بَلۡ بَعۡضُهُمۡ کَانُوۡا فَائِضِیۡنَ فِی الۡعِلۡمِ وَالۡاَدَبِ وَفِی الۡقَوۡمِ مِنَ الۡمَشۡهُوۡرِیۡنَ....وَاِنِّیۡ مَعَکُمۡ یَا نُجَبَآءَ الۡعَرَبِ بِالۡقَلۡبِ وَالرُّوۡحِ، وَاَنَّ رَبِّیۡ قَدۡ بَشَّرَنِیۡ فِی الۡعَرَبِ وَ اَلۡهَمَنِیۡ اَنۡ اُمَوِّنَهُمۡ وَ اُرِیَهُمۡ طَرِیۡقَهُمۡ وَاُصۡلِحَ لَهُمۡ شُئُوۡنَهُمۡ وَسَتَجِدُوۡنَنِیۡ فِیۡ هٰذَا الۡاَمۡرِ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الۡفَآئِزِیۡنَ۔ اَیُّهَا الۡاَعِزَّةُ! اِنَّ الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَدۡ تَجَلّٰی عَلَیَّ لِتَأۡیِیۡدِ الۡاِسۡلَامِ وَتَجۡدِیۡدِهٖ بِأَخَصِّ التَّجَلِّیَاتِ وَمَنَحَ عَلَیَّ وَابِلَ الۡبَرَکَاتِ وَاَنۡعَمَ عَلَیَّ بِاَنۡوَاعِ الۡاِنۡعَامَاتِ، وَبَشَّرَنِیۡ فِیۡ وَقۡتٍ عَبُوۡسٍ لِلۡاِسۡلَامِ وَعَیۡشٍ بُؤۡسٍ لِاُمَّةِ خَیۡرِ الۡاَنَامِ بِالتَّفَضُّلَاتِ وَالۡفُتُوۡحَاتِ وَالتَّأۡیِیۡدَاتِ فَصَبَوۡتُ اِلٰی اِشۡرَاکِکُمۡ یَامَعۡشَرَ الۡعَرَبِ فِیۡ هٰذَا النِّعَمِ وَکُنۡتُ لِهٰذَا الۡیَوۡمِ مِنَ الۡمُتَشَوِّقِیۡنَ فَهَلۡ تَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَلۡحَقُوۡا بِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ؟" (حمامة البشریٰ روحانی خزائن جلد 7 صفحه181-183)

فرماتے ہیں خالص عربوں میں سے کچھ لوگ میری طرف مائل ہوئے اورانہوں نے سچائی اورصدق وصفا سے میری بیعت کی۔ میں نے ان میں اخلاص کا نور اورصدق کی علامت دیکھی اورایسی حقیقت دیکھی جومختلف قسم کی سعادتوں کی جامع ہے اوروہ عمدہ معرفت سے متّصف ہیں بلکہ بعض علم وادب میں فیض یافتہ ہیں اورقوم کے مشہورلوگ ہیں......اے نجباءعرب! میں قلب اورروح کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں۔اور میرے رب نے مجھے عربوں کے بارہ میں بشارت دی ہے اور مجھے الہام کیاہے کہ میں ان کی روحانی خوراک کا سامان کروں اورانہیں ان کا صحیح راستہ بتاؤں اوران کے حالات ٹھیک کروں اورانشاءاللہ تعالیٰ اس معاملہ میں تم مجھے کامیاب ہوتا پاؤگے۔اے میرے عزیزو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پرتائیداسلام اوراس کی تجدید کے لئے تجلّی فرمائی اور یہ خاص قسم کی تجلّی تھی اور مجھے برکات کی بارش عطا کی اورمختلف قسم کے انعامات سے مجھے نوازا اورسخت پریشانی کے وقت میں مجھے اسلام کے لئے بشارت دی گئی جبکہ خیرالانام کی امت سخت تنگ حالات میں زندگی بسر کررہی تھی۔ یہ بشارات مختلف قسم کے فضلوں اورفتوحات

اورتائیدات پر مشتمل تھیں۔ پس مَیں نے چاہا کہ اے معشر العرب تم کو بھی ان نعمتوں مَیں شریک کروں اورمَیں اس دن کا منتظر ہوں۔ پس کیا تم پسند کروگے کہ مجھ سے اللہ رب العالمین کی خاطر مل جاؤ؟

پھر آپ نے یہ خوشخبری دی:

”وَاِنِّیْ اَرٰی اَنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ یَدْخُلُوْنَ اَفْوَاجاً فِیْ حِزْبِ اللّٰہِ الْقَادِرِ الْمُخْتَارِ وَھٰذَا مِنْ رَّبِّ السَّمَآءِ وَعَجِیْبٌ فِی اَعْیُنِ اَھْلِ الْاَرْضِیْنَ ۔“

(نورالحق حصہ دوم روحانی خزائن جلد8 صفحہ 197)

اورمَیں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج درفوج داخل ہو جائیں گے اور یہ آسمان کے خدا کی طرف سے ہے اور زمینی لوگوں کی آنکھوں میں عجیب ہے۔

پس دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ اس مبشر پیشگوئی کو پورا فرمائے جلد اور جلد ہم اپنی آنکھوں سے وہ بات دیکھیں جو دنیا کی نظر میں عجیب ہے لیکن خدا کی نظر میں مقدر ہے اور لازماً ایسا ہو کر رہے گا۔

پھر فرماتے ہیں:

اِنِّیْ رَأَیْتُ فِیْ مُبَشِّرَۃٍ اُرِیْتُھَا جَمَاعَۃً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ وَالْمُلُوْکِ الْعَادِلِیْنَ الصَّالِحِیْنَ بَعْضُھُمْ مِنْ ھٰذَا الْمُلْکِ وَ بَعْضُھُمْ مِنَ الْعَرَبِ وَ بَعْضُھُمْ مِنَ فَارِس وَبَعْضُھُمْ مِنْ بِلَادِ الشَّامِ وَبَعْضُھُمْ مِنْ اَرْضِ الرُّوْمِ وَبَعْضُھُمْ مِنْ بِلَادٍ لَا أَعْرِفُھَا ثُمَّ قِیْلَ لِیْ مِنْ حَضْرَۃِ الْغَیْبِ اِنَّ ھٰٓؤُلَاءِ یُصَدِّقُوْنَکَ وَیُؤْمِنُوْنَ بِکَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ وَیَدْعُوْنَ لَکَ۔ وَاُعْطِیْ لَکَ بَرَکَاتٍ حَتّٰی یَتَبَرَّکَ الْمُلُوْکُ بِثِیَابِکَ وَاُدْخِلُھُمْ فِی الْمُخْلِصِیْنَ۔ ھٰذَا رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ وَ اُلْھِمْتُ مِنَ اللّٰہِ الْعَلَّامِ “۔

(لجۃ النور روحانی خزائن جلد16 صفحہ 339-340)

فرمایا مَیں نے ایک مبشر خواب میں مومنوں اورعادل اور نیکوکار بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے بعض اسی ملک (ہند) کے تھے اور بعض عرب کے، بعض فارس کے اور بعض شام کے، بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔ اس کے

بعد مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور میں تجھے برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور میں ان کو مخلصوں میں داخل کروں گا۔

یہ وہ خواب ہے جو میں نے دیکھی اور وہ الہام ہے جو خدائے علام کی طرف سے مجھ پر ہوا۔

وہ لوگ جو دعائیں کریں گے ان میں سے بعض کے متعلق آپؑ کو خبر دی گئی کہ وہ کون ہیں؟ چنانچہ آپؑ کو یہ الہام ہوا:

"یَدۡعُوۡنَ لَکَ اَبۡدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الۡعَرَبِ۔"

(تذکرہ صفحہ:100)

یعنی تیرے لئے شام کے ابدال دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئینہ کمالات اسلام میں عربوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ اَیُّهَا الۡاَتۡقِیَآءُ الۡاَصۡفِیَآءُ مِنَ الۡعَرَبِ الۡعُرۡبَآءِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَا اَهۡلَ اَرۡضِ النُّبُوَّةِ وَجِیۡرَانَ بَیۡتِ اللّٰهِ الۡعُظۡمٰی اَنۡتُمۡ خَیۡرُ اُمَمِ الۡاِسۡلَامِ وَخَیۡرُ حِزۡبِ اللّٰهِ الۡاَعۡلٰی۔ مَاکَانَ لِقَوۡمٍ اَنۡ یَّبۡلُغَ شَاۡنَکُمۡ قَدۡ زِدۡتُمۡ شَرَفاً وَّمَجۡدًا وَّمَنۡزِلاً۔ وَکَافِیۡکُمۡ مِنۡ فَخۡرٍ اَنَّ اللّٰهَ افۡتَتَحَ وَحۡیَه‘ مِنۡ اٰدَمَ وَخَتَمَ عَلٰی نَبِیٍّ کَانَ مِنۡکُمۡ وَمِنۡ اَرۡضِکُمۡ وَطَناً وَمَاۡوًی وَمَوۡلِدًا۔ وَمَا اَدۡرَاکُمۡ مَنۡ ذٰلِکَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ الۡمُصۡطَفٰی سَیِّدُ الۡاَصۡفِیَآءِ وَفَخۡرُ الۡاَنۡبِیَآءِ وَخَاتَمُ الرُّسُلِ وَاِمَامُ الۡوَرٰی-------- اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡهِ بِعَدَدِ کُلِّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡقَطَرَاتِ وَالذَّرَّاتِ وَالۡاَحۡیَآءِ وَالۡاَمۡوَاتِ وَبِعَدَدِ کُلِّ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَبِعَدَدِ کُلِّ مَاظَهَرَ وَاخۡتَفٰی۔وَبَلِّغۡه‘ مِنَّا سَلَاماً یَمۡلَأُ اَرۡجَاءَ السَّمَآءِ۔ طُوۡبٰی لِقَوۡمٍ یَّحۡمِلُ نِیۡرَ مُحَمَّدٍ عَلٰی رَقَبَتِهٖ۔ وَطُوۡبٰی لِقَلۡبٍ اَفۡضٰی اِلَیۡهِ وَخَالَطَه وَفِیۡ حُبِّهٖ فَنٰی۔ یَا سُکَّانَ اَرۡضٍ اَوۡطَأَتۡهُ قَدَمُ

الُمُصطَفٰی۔ رَحِمَکُمُ اللّٰهُ وَرَضِیَ عَنۡکُمۡ وَاَرۡضٰی۔ اِنَّ ظَنِّیۡ فِیۡکُمۡ جَلِیۡلٌ۔ وَفِیۡ رُوۡحِیۡ لِلِقَائِکُم غَلِیۡلٌ یَا عِبَادَ اللّٰهِ۔ وَاِنِّی اَحِنُّ اِلٰی عِیَانِ بِلَادِکُم وَبَرَکَاتِ سَوَادِکُمۡ لِاَزُوۡرَ مَوۡطِیءَ اَقۡدَامِ خَیۡرِ الۡوَرٰی۔ وَاَجۡعَلَ کُحۡلَ عَیۡنِیۡ تِلۡكَ الثَّرٰی۔ وَلِأَزُوۡرَ صَلَاحَهَا وَصُلَحَاءَ هَا وَمَعَالَمَهَا وَعُلَمَاءَ هَا وَتُقِرَّ عَیۡنِیۡ بِرُؤۡیَةِ اَوۡلِیَآئِهَا وَمَشَاهِدِهَا الۡکُبۡرٰی۔ فَاَسۡأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنۡ یَّرۡزُقَنِیۡ رُؤۡ یَةَ ثَرَاکُمۡ وَیَسَّرَنِیۡ بِمَرۡآکُمۡ بِعنَایَتِهِ الۡعُظۡمٰی۔ یَا اِخۡوَانُ اِنِّیۡ اُحِبُّکُمۡ وَاُحِبُّ بِلَادَکُمۡ وَاُحِبُّ رَمۡلَ طُرُقِکُمۡ وَاَحۡجَارَ سِکَکِکُمۡ وَاُوۡثِرُکُمۡ عَلٰی کُلِّ مَا فِی الدُّنۡیَا۔ یَا اَکۡبَادَ الۡعَرَبِ قَدۡ خَصَّکُمُ اللّٰهُ بِبَرَکَاتٍ اَثِیۡرَةٍ، وَمَزَایَا کَثِیۡرَةٍ وَمَرَاحِمِهِ الۡکُبۡرٰی۔ فِیۡکُمۡ بَیۡتُ اللّٰهِ الَّتِیۡ بُوۡرِكَ بِهَا اُمُّ الۡقُرٰی۔ وَفِیۡکُمۡ رَوۡضَةُ النَّبِیِّ الۡمُبَارَكِ الَّذِیۡ اَشَاعَ التَّوۡحِیۡدَ فِیۡ اَقۡطَارِ الۡعَالَمِ وَاَظۡهَرَ جَلَالَ اللّٰهِ وَجَلّٰی۔ وَکَانَ مِنۡکُمۡ قَوۡمٌ نَصَرُوۡا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَه، بِکُلِّ الۡقَلۡبِ وَبِکُلِّ الرُّوۡحِ وبِکُلِّ النُّهٰی، وَبَذَلُوۡا اَمۡوَالَهُمۡ وَاَنۡفُسَهُمۡ لِاِشَاعَةِ دِیۡنِ اللّٰهِ وَکِتَابِهِ الۡاَزۡکٰی۔ فَاَنۡتُمُ الۡمَخۡصُوۡصُوۡنَ بِتِلۡكَ الۡفَضَآئِلِ وَ مَنۡ لَّمۡ یُکۡرِمۡکُمۡ فَقَدۡ جَارَ وَاعۡتَدٰی۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ 419 تا 422)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے خالص عربوں کے اصفیا و اتقیا! تم پر سلام ہو۔ اے ارض نبوت کے رہنے والو اور عظیم بیت اللہ کے پڑوسیو! تم پر سلام ہو۔ تم اسلام کی امتوں میں سے بہترین ہو اور اللہ عزوجل کی جماعت کے بہترین لوگ ہو۔ کوئی قوم تمہاری شان تک نہیں پہنچ سکتی۔ تم شرف، بزرگی اور مرتبہ میں بڑھے ہوئے ہو اور تمہارے لئے یہ فخر ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے وحی شروع کی اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کی جو تم میں سے تھا اور تمہاری زمین اس کا وطن تھا اور اس کا ماویٰ اور مولد تھا۔ اور تمہارے لئے یہ فخر کافی ہے جو تمہیں اس نبی محمد مصطفیٰ سید الاصفیاء اور فخر الانبیاء اور خاتم المرسلین اور امام الوریٰ کی وجہ سے ملا......اے میرے اللہ! زمین کے قطرات اور ذرات اور زندوں اور مردوں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور ہر ظاہر و باطن

کے شمار کے مطابق رحمت اور سلامتی اور برکت نازل فرما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہماری طرف سے ایسی سلامتی بھیج جو آسمان کی اطراف کو بھر دے۔ خوشخبری ہے اس قوم کے لئے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں اٹھاتی ہے اور خوشخبری ہے اس دل کے لئے جو اس کے حضور تک پہنچ گیا اور اس سے جا ملا اور اس کی محبت میں فنا ہو گیا۔ اے اس زمین کے رہنے والو! جس پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پڑے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تم سے راضی ہو اور تمہیں خوش رکھے۔ تمہارے بارہ میں میری رائے بہت بلند ہے اور میری روح میں تم سے ملاقات کے لئے پیاس ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہارے ملک اور تم لوگوں کی برکات دیکھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں تا کہ میں خیرالوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پڑنے کی جگہ کی زیارت کروں اور اس مٹی کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں اور اس کی بھلائی اور اس کے اچھے لوگوں کو دیکھوں اور اس کے نشانات اور علماء سے ملوں اور میری آنکھیں اس ملک کے اولیاء اور بڑے بڑے غزوات کے مقامات کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے تمہاری زمین کا دیکھنا نصیب کرے۔ اور مجھے اپنی بڑی مہربانی کی بنا پر تمہارے دیکھنے سے خوشی پہنچائے۔ اے میرے بھائیو! میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہارے ملک سے محبت کرتا ہوں، تمہارے راستوں کی ریت اور تمہاری گلیوں کے پتھروں سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عرب کے جگر گوشو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت بڑی بڑی برکات اور بہت سے فضلوں سے سرفراز فرمایا ہے اور بڑی رحمتوں کا مرجع بنایا ہے۔ تم میں اللہ کا وہ گھر ہے جس کی وجہ سے اُمّ القریٰ کو برکت دی گئی ہے اور تم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ ہے جس نے دنیا بھر میں توحید کی اشاعت کی، اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کیا اور تم سے وہ قوم نکلی جس نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے دل اور پوری روح اور پوری عقل کے ساتھ محبت کی اور اپنے مال اور اپنی جانیں اللہ کے دین اور اس کی پاکیزہ ترین کتاب کی اشاعت کے لئے خرچ کر دیں۔ پس تم ان فضائل کے ساتھ مخصوص ہو اور جس نے تمہاری عزت نہیں کی وہ ظالم اور حد سے بڑھنے والا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ''حمامۃ البشریٰ'' کے سرورق پر اپنا یہ شعر درج فرماتے ہیں:

حَمَا مَتُنَا تَطِيرُ بِرِيُشِ شَوُقٍ وَفِیُ مِنُقَارِھَا تُحَفُ السَّلَام

اِلیٰ وَطَن النَّبِیِّ حَبِیُبِ رَبِّی وَسَیِّدِ رُسُلِہٖ خَیُرِ الْاَنَام

(حمامۃ البشریٰ ٹائٹل پیج روحانی خزائن جلد 7)

ہماری کبوتری شوق کے پروں پر اڑتی ہے اور اس کی منقار میں سلام کے تحفے ہیں وہ اڑ رہی ہے میرے رب کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رسولوں کے سردار خیرالانام کے وطن کی طرف۔

پس یہ ہے وہ عرب قوم جو سب دنیا کی محسن ہے اور عربوں ہی کا احسان ہے کہ اسلام ہم تک پہنچا اور نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرب تھے، اگر کوئی اور وجہ نہ ہوتی تو یہی ایک وجہ کافی تھی کہ ہم اس قوم سے محبت کریں اور اس کے لئے دعائیں کریں اور جس روح اور جذبہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو سلام بھیجے ہیں اور دعائیں دی ہیں اسی روح اور اسی جذبہ اور اسی تڑپ کے ساتھ ہم ان کو سلام بھیجیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمامہ بڑے شوق اور محبت سے سلام کے تحفے اپنی منقار میں لئے ہوئے اس طرف روانہ ہوئی تھی، آج ہر احمدی دل سے دعائیں اڑتی ہوئیں اور عرب کی سرزمین پر رحمتوں کی بارشیں بن کر برسنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہر ابتلا سے محفوظ رکھے، اسے نور ہدایت سے منور کرے، ان کے دکھ دور فرمائے، ان سے بخشش اور عفو کا سلوک فرمائے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان پر رحمتوں کی بارش برسا دے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6رجنوری 1984ء)

عربوں کے لئے دعائیں، اور تبلیغی مساعی وراہنمائی

عربوں کے لئے دردِ دل سے دعائیں کریں

حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَان کے عنوان سے اس خطبہ کے تین ہفتے بعد حضور انور نے ایک دفعہ پھر نہایت پردرد انداز میں عربوں کے لئے احباب جماعت کو دعا کرنے کی تحریک فرمائی۔ حضور فرماتے ہیں:

''عربوں کے متعلق بھی خاص طور پر دعا جاری رکھیں۔ بہت ہی پیار اور محبت ہونی چاہئے عرب قوم کے لئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم سے تشریف لائے۔ اگر سچا عشق ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو آپؐ کی قوم سے محبت تو ایک طبعی بات ہے فطرتی عمل ہے۔ کہتے ہیں لیلیٰ کے کُتّے سے بھی مجنوں کو پیار تھا تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم قوموں سے ہمیں پیار نہ ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے عربوں کے لئے بالخصوص بہت درد سے دعائیں کرتے رہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حالات بدل دے اور ان کی طرف سے ہم خوشیوں کی خبریں پائیں۔ (آمین)'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 27/جنوری 1984ء)

یورپ میں بسنے والے عربوں میں تبلیغ اور ابتدائی ثمرات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پاکستان سے لندن ہجرت کے بعد یورپ میں بسنے والی مختلف اقوام میں تبلیغ احمدیت کی ایک رو چلا دی۔ یورپ میں بسنے والے عربوں میں تبلیغ کی غرض سے حضور کے حسب ہدایت مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے دورے کئے۔ ان دوروں کا اچھا اثر ہوا اور عربوں سے سعید روحیں حلقہ بگوش احمدیت ہونے لگے۔ حضور رحمہ اللہ نے ایک

مرتبہ اس بارہ میں فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں تبلیغ کی ایک نئی روچل پڑی ہے اور ایسے ممالک جہاں بہت ہی سست رفتار تھی وہاں بھی خدا کے فضل سے بڑی تیزی آرہی ہے اور ایسی قومیں جن میں احمدیت کا نفوذ بہت ہلکا تھا سست روی پائی جاتی تھی ان میں بھی بڑی تیزی سے اب جماعت کی طرف رجوع ہو رہا ہے۔ چنانچہ گذشتہ ایک دو ماہ کے اندر عربی بولنے والی قوموں میں سے خدا کے فضل سے 27 بیعتیں موصول ہوئی ہیں اور اہل عرب خالص بھی ہیں اور شمالی افریقہ کے عرب بھی اس میں شامل ہیں تو یہ رجحان پہلے نظر نہیں آتا تھا۔ یورپ کے دو ممالک میں بلکہ تین میں خدا کے فضل سے عربوں نے وہاں بیعتیں کیں اور بڑے مخلص ہیں۔ ڈنمارک میں تو اوپر تلے دو عرب نوجوانوں نے بیعتیں کی ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ وہ اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں، لٹریچر لے رہے ہیں، توجہ دلا رہے ہیں، مشورے دے رہے ہیں کہ کس طرح ہماری قوم میں تبلیغ ہونی چاہئے اور اچھے خاصے وہاں کے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ خاندانوں کے افراد ہیں۔ تو یہ بھی ایک اللہ کا غیر معمولی فضل ہے جس کو نظر میں رکھنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 راگست 1984ء)

عرب ممالک کی بڑی شخصیات سے خط وکتابت کی کوشش

ازاں بعد حضور نے عرب ممالک میں تبلیغ کے سلسلہ کو وسیع کرتے ہوئے پہلے ان ممالک میں بعض عرب شخصیات کے پتے منگوائے تا کہ ان کو لٹریچر بھیجا جاسکے، اس سلسلہ میں حضور انور رحمہ اللہ نے فرمایا:

”مَیں نے اہل عرب کے پتے مانگے تھے تو انہوں نے وہ ڈائریکٹری اٹھا کے یا شاید عرب Embassies کی کتابیں منگوا کر ان سے پتے نوٹ کر کے بھیج دیئے حالانکہ اس قسم کے پتے نہیں چاہئیں۔ پتے ایسے چاہئیں کہ جہاں پتہ بھیجنے والے کی نظر ہو کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے، عمر اس کی کتنی ہے، رجحان کیا ہیں؟ ضروری تو نہیں کہ جتنے پتے آپ بھیجیں ان سب کو لٹریچر بھجوانا مناسب بھی ہو۔ اس لئے یہاں بھی کافی چھان بین کرنی پڑتی ہے“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 راکتوبر 1984ء)

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعد میں انہوں نے بھی عرب ممالک کا دورہ کیا اور وہاں سے لوگوں کے پتہ جات لا کر لٹریچر روانہ کیا گیا۔ بعض کی طرف سے تو اچھا جواب آیا لیکن بعض نے لکھا کہ ہمیں کچھ نہ بھجوایا جائے۔

سعودی عرب کلمہ مٹانے کی سازش کا حصہ نہیں ہو سکتا

حضور انور رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد بھی بلکہ آج تک پاکستان میں احمدیوں کی مساجد سے کلمہ طیبہ کو مٹانے اور ان کے سینوں سے کلمہ طیبہ کے بیجز نوچنے کی کارروائیاں جاری رہیں۔ ان کارروائیوں کے بارہ میں پاکستان کے بعض حلقوں میں یہ بھی مشہور کیا جانے لگا کہ ان کے پیچھے سعودی عرب کی حکومت ہے اور اس کے ایماء اور خرچ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے سعودی عرب کی حکومت پر اپنے حسن ظن کا اظہار فرمایا اور ان کے اس سازش میں ملوث ہونے کے خیال کو بعید از قیاس قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

''موجودہ حکومت کے متعلق تو مَیں جانتا نہیں کہ وہ کیا باتیں ہیں کس حد تک اور کیوں وہ یہ باتیں ہونے دے رہے ہیں یا ان کو ان باتوں کا علم نہیں ہے لیکن سعودی عرب کے متعلق تو مَیں تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ کلمہ توحید مٹانے کی کسی سازش میں بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

سعودی عرب کی حکومت تو وہ ہے جو اس وقت منصۂ شہود پر ابھری جب شرک نے خانہ کعبہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا، جب نہایت ہی ناروا حرکتیں ہو رہی تھیں خانہ کعبہ میں جن کا اسلام سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ اس وقت ان کے جدِ امجد نے عظیم الشان کارنامہ اسلام کی خدمت کا یہ سرانجام دیا کہ مولانا عبد الوھاب کے ساتھ مل کر شرک کے قلع قمع کرنے کی ایک تحریک چلائی جس نے رفتہ رفتہ پھیلتے سارے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پہلے سرزمین حجاز سے وہ آواز بلند ہوئی اور پھیلتے پھیلتے وہ حجاز کی زمین سے باہر نکل کر ارد گرد کے علاقوں میں بھی پھیل گئی اور اتنی عظیم الشان قوت نصیب ہوئی کلمہ توحید کے نتیجہ میں کہ آج یہ جتنی دولتوں کے مالک بنے ہوئے ہیں، ساری دنیا میں جتنا ان کا نفوذ ہے وہ تمام تر اگر یہ ادنیٰ سا غور کریں تو کلمہ توحید کی برکت سے ہے۔ اگر توحید کی حفاظت میں یہ جہاد نہ

شروع کرتے تو ناممکن تھا ان کے لئے خانہ کعبہ اور حجاز کی سرزمین پر قابض ہو جاتے۔ جہاں سے آج تیل کے چشمے ابلے ہیں اور ہرگز بعید نہیں کہ اللہ جو توحید کے لئے بے انتہا غیرت رکھتا ہے اسی ایک نیکی کے عوض میں کہ کسی زمانہ میں ان لوگوں نے کلمہ توحید کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی تھی آج ان کو اس قدر بے شمار دولتوں سے نوازا ہو۔ پس کیسے ممکن ہے، کیسے ہم یقین کریں کہ سعودی عرب کا یہ خاندان جو توحید کے نام پر قائم ہوا اور توحید کے نام پر اس نے جو کچھ پایا، پایا توحید ہی کی برکت اور توحید ہی کی خیرات آج تک کھاتا چلا جارہا ہے، آج ایسا سر پھرا ہو جائے گا کہ کلمہ توحید مٹانے کی سازشیں خانہ کعبہ سے اٹھیں گی۔ یہ ناممکن ہے ہم جانتے ہیں کہ یہ جھوٹے لوگ ہیں۔ ہمیں تجربہ ہے کہ پاکستان کا مولوی ایک اور قسم کی مخلوق ہے اگر ہر مولوی نہیں تو دیوبندی مولوی کے کردار پہچانتے ہیں۔ اتنا جھوٹ بولتے ہیں جیسے شیر مادر بچہ پیتا ہے اس طرح جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں۔ ...... کسی نے منیر انکوائری رپورٹ پڑھی ہو تو وہ ان کے کردار کو شاید پہچان سکے۔ آپ پڑھ کر دیکھیں کس طرح جسٹس منیر اور جسٹس کیانی جو احمدی نہیں تھے اور بڑے عظیم الشان جج تھے ان کی عدالت کے قصے آج تک مشہور ہیں ساری دنیا میں ان کی قوت انصاف اور عدلیہ معاملات میں علم کی شہرت ہے، وہ بڑی بیباکی اور جرات سے لکھتے ہیں کہ یہ تو بکاؤ لوگ تھے جو ہمیشہ پاکستان کی دشمن طاقتوں کے ہاتھ میں کھیلتے رہے اور جب بھی پاکستان دشمن طاقتوں سے انہوں نے پیسے حاصل کئے پاکستان کے اور دوسرے تمام مسلمانوں کے مفادات کے خلاف بِک جاتے رہے۔ وہی لوگ ہیں یہ جو مسجد شہید گنج کے غازی ہیں لیکن عجیب بدقسمتی ہے قوم کی کہ اتنی کچی یادداشت اتنی کمزور یادداشت کہ ہر دفعہ انہیں بھولتی چلی جارہی ہے۔ لیکن احمدی کی یادداشت تو اتنی کمزور نہیں ہے اس لئے میں کسی قیمت پر بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ سعودی عرب کلمہ توحید کو مٹانے کی سازش میں ان کی پشت پناہی کر رہا ہو۔ جھوٹ بول رہے ہیں، ان کے ساتھ بھی جھوٹ بولتے ہوں گے ان کو جا کر کچھ اور کہانیاں بتاتے ہوں گے اس لئے وہ اپنی سادگی میں اور کم علمی میں ممکن ہے ان کو روپیہ دے رہے ہوں اس سے میں انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ ساری دنیا میں جہاں بھی وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی خدمت ہو رہی ہے وہ اپنا روپیہ تقسیم کر رہے ہیں۔

جاپان تک سعودی عرب کا روپیہ پہنچا ہوا ہے، کوریا میں سعودی عرب کا روپیہ پہنچا ہوا ہے، ملائشیا میں پہنچا ہوا ہے، انڈونیشیا میں پہنچا ہوا ہے، بنگلہ دیش میں پہنچ رہا ہے، دنیا کے کونے کونے میں، افریقہ کے ممالک میں پھیل رہا ہے اور جہاں بھی کوئی مسلمان تنظیم یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ہم نے اسلام کی خدمت میں کوئی کام کرنا ہے اور سعودی عرب کی حکومت کو مطمئن کرا دیتی ہے کہ یہ خدمت اسلام کا کام ہے تو وہ اپنے خزانے کھول دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن یہ ہم کیسے مان لیں کہ توحید کے علمبردار توحید کی خیرات کھانے والے اس دولت سے جو توحید کے ہاتھوں انہوں نے پائی، کلمہ توحید مٹانے میں جدوجہد اور کوشش شروع کر دیں گے ناممکن ہے یہ بات ہو نہیں سکتی۔ یقیناً دھوکہ دیا جا رہا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 ستمبر 1984ء)

عرب علماء سے استفتاء

جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا کہ حضور انور رحمہ اللہ نے دیگر اقوام کے علاوہ عربوں میں خاص طور پر تبلیغ کے لئے بہت سے پروگرام شروع کئے جن میں سے کئی کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ان میں سے ایک مختلف عرب علماء سے بعض اہم اختلافی امور کے بارہ میں فتویٰ طلب کرنا بھی تھا۔

اس سلسلہ میں یہ ذکر کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ اس سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی عرب علماء اور اہل علم حضرات کے نام ''الاستفتاء'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جو حقیقۃ الوحی کے ساتھ ملحق عربی حصہ ہے، اس میں حضورؑ نے ان سے یہی پوچھا ہے کہ تمہاری اس شخص کے بارہ میں کیا رائے ہے جو تمام ارکان اسلام پر عمل کرتا ہے قرآن کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شریعت لانے والا رسول مانتا ہے؟ کیا ایسا شخص آپ کی نظر میں کافر ہے یا مسلمان؟ اس عربی کتاب کا اکثر حصہ اسلامی عقائد کے بیان اور ان پر ایسے سوالات پر مشتمل ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ان تمام عقائد پر ایمان رکھتا ہوں اور ان پر پوری طرح کاربند ہوں پھر کیا مَیں تمہاری نظر میں کافر ہوں یا مسلمان؟ اسی نہج پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی بعض عرب علماء سے فتوے منگوانے کا ارشاد فرمایا۔ حضور انور کے حسبِ ہدایت مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی طرف سے ایک خط جناب شیخ عبداللہ الشیخلی صاحب خطیب جامع الإمام الأعظم بغداد کو ارسال کیا گیا جس کا مضمون کچھ یوں تھا کہ:

کیا اسلامی شریعت میں ایسے شخص کے لئے کوئی سزا مقرر ہے جو مسلمان نہ ہو پھر بھی

مسلمانوں کی طرح کلمہ طیبہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا پرچار کرے، اور اپنے گلے میں کوئی ایسا لاکٹ پہنے جس پر آیت قرآنی کندہ ہو، یا سینے پر کوئی ایسا بیج لگائے جس پر کلمہ طیبہ تحریر ہو؟ کیا اس کی سزا یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسکے کان کاٹ دیئے جائیں یا ناک کاٹ دی جائے، یا اس کو کوڑے مارے جائیں یا چوروں کی طرح اسکے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ یا اس کے بارہ میں قرآن کریم میں کوئی اور حکم ہے جو نافذ العمل سمجھا جائے گا؟ براہ کرم اس بارہ میں اپنے فتویٰ سے ہمیں مستفیض فرمائیں۔

الشیخ عبد اللہ الشیخلی خطیب جامع الِامام الاعظم بغداد کا فتویٰ

الشیخ عبد اللہ الشیخلی صاحب اس وقت جامع الامام الاعظم بغداد کے خطیب تھے اس کے بارہ میں انہوں نے دیانت داری سے اسلامی شریعت کے مطابق جو فتویٰ دیا وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إدارة جامع الإمام الأعظم (أبی حنیفة)

١٩٨٦/٧/٢٤

السید عطاء المجیب راشد السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته

إن الشخص الذی ذکرتم فی سؤالکم أنه یشهد أن لا إله إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه کغیره من المسلمین وأنه یعلق فی رقبته أو علی صدره آیة من القرآن الکریم أو کلمة الشهادة وغیر ذلك من شعائر الإسلام۔

إن هذا الشخص یعتبر من المسلمین وتجری علیه أحکام الإسلام فی الزواج والطلاق والإرث والصلاة علیه بعد الموت والدفن فی مقابر المسلمین، وکذلك تقام علیه الحدود الشرعیة إذا ارتکب ما یوجب إقامة تلك الحدود۔ نحن فی هذا نحکم بالظاهر والله یتولی السرائر وحسابنا علی الله۔

عبد الله الشيخلي خطيب جامع الإمام الأعظم

(مجلۃ التقوی عدد تشرین الثانی 1988ء صفحہ 30)

ترجمہ: جس شخص کا آپ نے اپنے سوال میں ذکر کیا ہے کہ وہ دیگر مسلمانوں کی طرح لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی شہادت دیتا ہے اور اپنے گلے میں یا سینے پر قرآن کریم کی کوئی آیت یا کلمہ طیبہ یا دیگر اسلامی شعائر کو آویزاں کرتا ہے، تو ایسا شخص مسلمان گردانا جائے گا اور اس پر شادی بیاہ اور طلاق اور وراثت جیسے تمام اسلامی احکام لاگو ہوں گے۔ وہ جب فوت ہوگا تو اس کا جنازہ اسلامی طرز پر ادا کیا جائے گا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوگا جس کی سزا اسلامی حدود میں سے کوئی حد ہو تو اس پر ان شرعی حدود کا اطلاق بھی ہوگا۔ ہم اس معاملہ میں صرف ظاہری حالت واعمال کو دیکھ کر ہی رائے دے سکتے ہیں جبکہ باطن کا علم خدا کو ہے اور یہ اس پر ہی چھوڑ دینا چاہئے۔

تبصرہ

یہ فتویٰ کس قدر حق پر مبنی ہے۔ اور کس قدر احتیاط اور خدا خوفی سے فتویٰ دینے والے نے یہ خیال رکھا ہے کہ کہیں اس کی ہلکی سی غلط فہمی سے ایک شخص جو کلمہ طیبہ کو سینے سے لگائے پھرتا ہے اسلام کے دائرہ سے باہر نہ ہو جائے۔ حالانکہ سوال میں واضح طور پر لکھا تھا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ لیکن اسکے اعمال بول رہے ہیں کہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اس سے محبت رکھتا ہے اور پھر اسلام کا اعلان کرنا کس کو کہیں گے؟

دوسری اہم بات جس کا اس فتویٰ میں ذکر ہے وہ یہ کہ انسان ہمیشہ ظاہری اعمال پر ہی محاکمہ کر سکتا ہے اسے لوگوں کی نیتوں کی ٹوہ میں لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ احمدی زبان سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں مگر دل سے محمد رسول اللہ کی بجائے مرزا غلام احمد رسول اللہ کہتے ہیں، یہ سراسر تجاوز اور لوگوں کی نیتوں پر حملہ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا کہ کسی کی نیت میں کیا ہے۔ انسانوں کو حکم ہے کہ دین کے معاملہ میں ظاہر کے مطابق فیصلے کریں۔ اللہ تعالیٰ جناب عبد اللہ الشیخلی صاحب کو اس کلمہ حق کی اعلیٰ جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

یہاں ضمناً یہ ذکر کرتے جائیں کہ جامع الإمام الأعظم کا شمار بغداد کی بڑی اور اہم

مساجد میں ہوتا ہے۔ یہ مسجد حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مسجد بھی کہلاتی ہے کیونکہ اس کے جوار میں امام ابوحنیفہؒ کا مزار ہے اور مسجد کے ساتھ دینی مدرسہ بھی ہے۔ اس مسجد کے ساتھ ایک بلند مینار پر ایک بڑی گھڑی لگی ہوئی ہے جو دور سے نظر آتی ہے۔ 2003ء میں مغربی افواج کی بمباری سے گھڑی والا مینار کئی جگہ سے ٹوٹ گیا تھا اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ تاہم اس مسجد کے ماحول میں رہنے والے مسلمانوں نے مل کر باہمی مدد سے دوبارہ ان حصوں کی تعمیر کا کام جلد مکمل کر لیا۔

اُردن کے شریعت کالج کے پرنسپل کی رائے

مندرجہ بالا استفسار University of Jordan میں شریعت کالج کے پرنسپل جناب ڈاکٹر ابراہیم زید الکیلانی صاحب کو بھی ارسال کیا گیا جنہوں نے اس کا ایک اصولی جواب دیا جو یہ ہے کہ:

1۔ جو اسلامی حکومت میں یا اسلامی معاشرہ میں شریعت کے احکام پر کاربند ہو اسے احکام اللہ کا پابند سمجھا جائے گا۔

2۔ شریعت کی مقرر کردہ حدود اور سزاؤں کا نافذ کرنا صرف اور صرف حکومت یا حکومتی اداروں کا کام ہے، لہذا افرادی طور پر لوگوں کو ان سزاؤں کو لاگو کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

3۔ صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ احکام اللہ کی ادائیگی پر عملی طور پر کاربند ہو جائے۔ (از مجلّہ التقوی شمارہ جنوری 1989ء صفحہ 29)

تبصرہ

اس فتویٰ سے بھی اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو اسلامی احکام کا پابند کرتا ہے اور مسلمان کہتا ہے اسے ویسے ہی سمجھا جائے گا اس کے باوجود اگر کسی مسلمان کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ فلاں شخص عقائد کے لحاظ صحیح مسلمان نہیں بلکہ خواہ اس کی نظر میں کافر ہی کیوں نہ ہو تب بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر کسی کو واجب القتل قرار دے دے اور اس فتویٰ کی تنفیذ کرنے والوں کو جنت کی بشارتیں دیتا پھرے۔

عرب ممالک میں واقفین زندگی مربیان کی روانگی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لندن ہجرت کے بعد دیگر اقوام کے علاوہ عربوں میں خاص طور پر تبلیغ کے لئے بہت سے پروگرام شروع کئے جن میں سے کئی امور کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عرب ممالک میں واقفین زندگی بھجوائے جائیں اورعربی دان علماء تیار ہوں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے سب سے پہلے مکرم عبد المومن طاہر صاحب کومصر بھجوایا گیا۔

اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ حضور انور رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ بھی مستقل رہائش کے لئے کینیڈا منتقل ہو گئے۔ کینیڈا جاتے ہوئے آپ حضور انور سے ملاقات کے لئے لندن رُکے۔ اس ملاقات میں آپ نے حضورانور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے کچھ متخصص تیار کئے ہیں۔ وہ اس وقت تو پاکستان میں ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان سب کوکسی عرب ملک میں بھیج دیا جائے تو نہ صرف ان کے علم میں ترقی ہوگی بلکہ ان کے افق بھی وسیع ہوں گے۔ حضور انور نے محترم ملک صاحب کی تجویز کو قبول فرماتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ ان متخصّصین کو پہلے یہاں لندن بھجوایا جائے اور پھر یہاں سے کسی عرب ملک بھجوانے کی کارروائی کی جائے گی۔

محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب کا تاریخی کام

محترم ملک صاحب نے اپنی خاص نگرانی اور محنت اور توجہ اوردعاؤں سے جامعہ احمدیہ میں سے چار طالبعلموں کا انتخاب کیا، ان کو جامعہ کی پہلی دوسری کلاس سے ہی مختلف مضامین میں

تخصص کروانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس وقت سے ہی ان کی مختلف کتب کی طرف راہنمائی اور اساتذہ کی نگرانی وغیرہ شروع ہوگئی تھی۔ یہ چار خوش نصیب مکرم نصیر احمد قمر صاحب، مکرم عبد الماجد طاہر صاحب، مکرم منیر احمد جاوید صاحب اور مکرم عبد المومن طاہر صاحب ہیں۔

مکرم عبد المومن طاہر صاحب کی مصر روانگی

ان چاروں متخصّصین کے لندن کے ویزا کے لئے سب سے پہلے مکرم نصیر احمد قمر صاحب اور مکرم منیر احمد جاوید صاحب کا برٹش ایمبیسی میں انٹرویو ہوا۔ ازاں بعد مکرم عبد الماجد طاہر صاحب اور مکرم عبد المؤمن طاہر صاحب ابھی انٹرویو کے لئے انتظار کر رہے تھے کہ حضور انور کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی کہ عربی زبان کے متخصص کو فوراً مصر بھیجا جائے وہاں ان کی بہت ضرورت ہے۔ساتھ یہ بھی پیغام موصول ہوا کہ اگر ممکن ہو تو اسے براستہ لندن روانہ کیا جائے۔ جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ مصر براستہ لندن بہت مہنگا ثابت ہوگا لہذا انہیں براہ راست ہی مصر روانہ ہونا پڑا۔مکرم عبد المومن طاہر صاحب 25/اکتوبر 1985ء کو مصر پہنچے۔ ائیر پورٹ پر مکرم ابراہیم البخاری، مکرم حاتم حلمی الشافعی صاحب وغیرہ موجود تھے۔ ابتداء میں چند روز ایک اجتماعی کمرہ میں قیام کیا بعد ازاں رہائش کے لئے ایک گھر کرائے پر لے لیا گیا اور یہ وہاں رہنے لگے۔

اب آگے ہم اس سلسلہ میں بعض حالات و واقعات کا ذکر خود محترم عبد المومن صاحب کی زبانی سنتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی نصیحت اور اس کے ثمرات

مکرم عبد المومن طاہر صاحب کہتے ہیں کہ:

"مَیں جب مصر پہنچا تو ذہن میں یہی تھا کہ مصر ایک سیاحتی ملک ہے وہاں دو ہی کام ہوں گے ایک پڑھنا اور دوسرا وقتاً فوقتاً آثار قدیمہ کی سیر کرنا۔لیکن جب مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں اپنے مصر پہنچنے کی اطلاع کی تو حضور کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی کہ یاد رکھیں آپ یہاں طالبعلم کے طور پر ہی نہیں بلکہ مربی بھی ہیں اس لئے جماعت کو

سنبھالیں۔ یہ جماعت کسی زمانے میں بہت فعال جماعت ہوتی تھی اور بڑے کام ہوئے ہیں۔ اس لئے جماعت کی طرف توجہ دیں۔

دوسری بات حضورؒ کی اس ہدایت میں یہ تھی کہ ہماری جماعت میں عربی دان تو بہت ہیں لیکن عربوں کے انداز میں اوران کے لہجے کے ساتھ بات کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اس لئے عربوں میں بیٹھیں، ان سے گفتگو کریں اور دیکھیں کہ وہ کس طرح بات کرتے ہیں پھران کے سٹائل اور لہجہ کو اپنائیں۔

چنانچہ اس کے بعد مَیں ہفتہ بھر کچھ نہ کچھ ترجمہ کرتا رہتا اور جمعہ کے دن اس ترجمہ شدہ مواد پر مشتمل خطبہ جمعہ دینے کی توفیق پاتا رہا۔ یوں میری عربی زبان میں تحریر، ترجمہ اور بولنے کی پریکٹس ہوتی رہی۔

ان دنوں مکرم حلمی الشافعی صاحب کے گھر جمعہ ادا کیا جاتا تھا۔اورنمازیوں کی تعداد 6 یا 7 ہوتی تھی۔صدر جماعت مکرم عبدالمجید بولا دصاحب تھے جو نائیجرین تھے اوراز ہر میں پڑھ رہے تھے۔ بعد میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کر کے اب نائیجریا میں تدریس کے شعبہ سے منسلک ہیں۔

اُس وقت مصر میں میری سب سے زیادہ مدد جس شخص نے کی اس کا نام عمرو عبد الغفار الأحمدی ہے جو مصطفیٰ ثابت صاحب کے ذریعے نئے احمدی ہوئے تھے اور میرے ہم عمر ہی تھے۔

بعض مصری عادات سے گھبراہٹ

مصر پہنچ کر جن امور سے مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی وہ اونچی اونچی عمارتیں اوران میں ہمارا فلیٹ ساتویں آٹھویں منزل پر تھا جہاں روزانہ آنے جانے سے دل میں شدید گھبراہٹ پیدا ہوتی تھی۔اسی طرح ہر فلیٹ کی بالکونی ہوتی ہے اور فلیٹ آپس میں اتنے قریب قریب ہوتے ہیں کہ آس پاس کی آوازیں اور شور سے آپ بچ نہیں سکتے۔اور مصریوں کی یہ عادت ہے کہ رات بھر نہیں سوتے بلکہ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ پھر فجر سے کچھ پہلے سو جاتے ہیں۔خصوصًا رمضان المبارک میں ساری رات ان کا ٹی وی ''سهرات رمضانية'' کے عنوان سے رمضان کے خاص پروگرام نشر کرتا ہے جو صبح سحری تک رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ساری رات کھاتے پیتے اور یہ پروگرام دیکھتے اور ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔ پھر سحری کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل سو جاتے تھے اور صبح

سات یا آٹھ بجے جب انہوں نے آفس وغیرہ جانا ہوتا تھا تو ان میں سے بعض اس وقت فجر کی نماز پڑھ کر جاتے تھے اور اس کا نام انہوں نے نمازِ صبح رکھا ہوا تھا۔

دوسری بات جس کی وجہ سے مجھے کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا وہ ان کے کھانے تھے۔ یہ لوگ اپنے کھانوں میں کھٹائی بہت استعمال کرتے ہیں۔ اور مَیں زیادہ کھٹائی کھا نہیں سکتا تھا لہذا اکثر اوقات میں ناشتہ عصر کے وقت کیا کرتا تھا یعنی اس وقت جب مَیں نے انسٹیٹیوٹ جانا ہوتا تھا جبکہ اس سے قبل کوئی پھل وغیرہ کھا کر گزارہ کر لیتا تھا۔

انسٹیٹیوٹ میں داخلہ اور ویزہ میں توسیع

مصر میں جو طلباء جامعۃ الأزہر میں پڑھنے کیلئے دیگر غیر عرب ممالک سے آتے ہیں ان کے لئے عربی زبان میں کسی قدر مہارت حاصل کرنے کے لئے وہاں پر ایک انسٹیٹیوٹ ہے جس میں مجھے داخلہ مل گیا۔ ازاں بعد اس انسٹیٹیوٹ میں کام کرنے والے ایک کلرک کی مدد اور راہنمائی سے ویزا میں ایک سال کی توسیع ہوگئی۔

جب میرے پہلے سال کا ویزا ختم ہوا تو مَیں نے حضور انور کی خدمت میں بغرض ہدایت اور راہنمائی تحریر کیا کہ میرے پاس دو آپشن (Option) ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے کی طرح اس انسٹیٹیوٹ میں رہتے ہوئے مزید ایک سال کا ویزا حاصل کرلوں اور پڑھائی ذاتی کوشش سے جاری رکھوں، کیونکہ یہ انسٹیٹیوٹ بہت ہی بنیادی ہے۔ دوسری آپشن جس کا یہاں کے احمدی احباب بھی مشورہ دے رہے ہیں یہ ہے کہ مَیں جامعۃ الازہر میں داخلہ لینے کی کوشش کروں۔

اس پر حضور کا ارشاد ملا کہ انسٹی ٹیوٹ میں رہتے ہوئے ویزا لے کر وہاں رہنے کی کوشش کریں اور اپنے طور پر پڑھتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو سکھا دے گا۔ لہذا مَیں نے انسٹیٹیوٹ کے کلرک کی مدد سے مزید ایک سال کا ویزا لے لیا۔ یوں دو سال تو بخیریت گزر گئے۔ تیسرے سال ویزا کی توسیع کی کوشش کی گئی تو اس کلرک نے یہ کہتے ہوئے معذرت کر لی کہ اب میرے افسر نے پوچھا ہے کہ اس پاکستانی کی تو عربی بہت اچھی ہے پھر ابھی تک وہ اس ابتدائی انسٹیٹیوٹ میں کیا کر رہا ہے۔ اس عرصہ میں 1987ء کے شروع میں مکرم منیر احمد جاوید صاحب بھی عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر آچکے تھے۔ اس سال کے آخر پر مَیں نے حضور انور کی خدمت

میں لکھا کہ اب اس انسٹیٹیوٹ میں رہ کر ویزا میں توسیع کا امکان تو ختم ہو گیا ہے۔اب یا تو مَیں جامعۃ الأزہر کا رخ کروں، یا واپس پاکستان چلا جاؤں، یا ایک اور بھی آپشن موجود ہے اور وہ یہ کہ مصری حکومت سیاحت کو بہت اہمیت دیتی ہے اور اس سے ہر سال خاصا زرِمبادلہ بھی کماتی ہے لہذا اگر وِزِٹ ویزا کے لئے کوشش کی جائے تو عین ممکن ہے مزید چھ ماہ کیلئے یہاں قیام کی اجازت مل جائے۔اس پر حضور انور کی طرف سے جواب آیا کہ آپ کو نہ پاکستان جانے کی ضرورت ہے نہ کسی اور ویزا کی۔ بلکہ ہم سپانسر کے کاغذات ارسال کر رہے ہیں آپ ان کے مطابق یہاں آجائیں ہمیں یہاں پر آپ کی ضرورت ہے۔ لہذا اس طرح خاکسار 17ر جنوری 1988ء کو پیارے آقا کے قدموں میں لندن پہنچ گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

بعض احمدیوں کا ذکر خیر

میرے مصر میں قیام کے دوران کئی ایسے احمدی تھے جن کا ذکر ریکارڈ اور دعا کی خاطر کرنا چاہتا ہوں۔

مکرم کاظم صاحب

اس وقت جماعت کے ایک ممبر مکرم کاظم صاحب تھے جو دراصل مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے بھانجے تھے اور سعودی عرب میں کام کرتے تھے۔اس دوران انہوں نے ابو الحسن ندوی کی جماعت کے خلاف اعتراضات سے پُر کتاب کا مطالعہ کیا اور اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی لکھا کہ گو مجھے معلوم ہے کہ احمدیت سچی ہے لیکن اس کتاب کی وجہ سے میرے دل میں کچھ شکوک پیدا ہوئے ہیں اس لئے جب تک اس کتاب کا جواب نہیں دیا جاتا اس وقت تک مَیں دوبارہ بیعت نہیں کروں گا۔

اس دوست کے پاس اپنی گاڑی ہوتی تھی اور کہیں آنے جانے کیلئے مکرم عمرو عبد الغفار صاحب انہی کی خدمات حاصل کرتے تھے کیونکہ یہ بڑی خوش دلی سے یہ خدمت پیش کرتے تھے۔لیکن جب بھی ان کی گاڑی میں بیٹھتے یہ کوئی نہ کوئی سوال کر دیتے۔اور سوال کرنے کا انداز چبھنے والا ہوتا۔ مجھے یہ بات بہت ناگوار گزرتی کہ یہ احمدی ہو کر اس طرح کا درشت اور

تلخ لہجہ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ بہر حال مَیں نے ان کے اعتراضات اور ان کے بارہ میں دلائل پر مبنی ایک ڈائری بنالی تھی۔ایک دن مَیں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ آپ اس قدر چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ دراصل جب مَیں ایسے لہجے میں سوال کرتا ہوں تو آپ غصے میں آجاتے ہیں اور مَیں نے محسوس کیا ہے کہ آپ غصے میں زیادہ اچھی عربی بولتے ہیں۔اس وقت تک مجھے ان کی بیعت کے بارہ میں مذکورہ واقعہ کا علم نہ تھا۔ بعد میں مکرم عمرو عبدالغفار صاحب نے ساری تفصیل سے مجھے آگاہ کر دیا۔ کاظم صاحب نے بعد میں باقاعدہ بیعت کر لی تھی لیکن اس کے باوجود جماعت سے ذرا دور دور ہی رہے۔

مکرم محمد کُردی صاحب

اس وقت کے احمدیوں میں ایک استاذ محمد کردی صاحب بھی تھے جن کی عمر اُس وقت 50 سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ باقاعدگی سے اس وقت حضور کی خدمت میں خط ارسال کرتے تھے۔علم اعداد سے انہیں خاصی دلچسپی تھی۔ یہ دوست ٹیچر تھے۔ان کے دو چھوٹے بچے تھے۔ہم ان کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔اچھے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب مَیں 1991ء میں دوبارہ مصر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بچے بڑے ہو چکے تھے اور احمدیت سے دور چلے گئے تھے جبکہ کُردی صاحب خود آخر دم تک احمدیت پر قائم رہے۔شاید بچوں کے احمدیت سے دور ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ کُردی صاحب کی بیوی غیر احمدی تھیں۔کُردی صاحب کے ساتھ بھی میرا ایک بہت دلچسپ واقعہ ہے۔

جب مَیں پاکستان سے مصر روانہ ہونے لگا تو میرے تخصّص کے ٹیوٹر مکرم ملک مبارک احمد صاحب (مرحوم) نے نصیحت کی کہ وہاں جا کر صرف فُصحیٰ عربی بولنا اور لوکل زبان بالکل نہ بولنا کیونکہ اس میں قواعد کا خیال نہیں رکھا جاتا۔لہذا مَیں نے مصر پہنچتے ہی سب کو کہہ دیا کہ میرے ساتھ فُصحیٰ عربی ہی بولا کریں۔احمدی احباب نے اس کی مکمل تائید کی اور تجویز دی کہ چونکہ کردی صاحب پرائمری سکول کے ٹیچر بھی ہیں تو ان سے مدد لی جائے۔ان کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کام ابھی شروع کر دیتے ہیں۔انہوں نے ایک اخبار

سے مجھے ایک پیرا گراف پڑھنے کیلئے کہا۔ چونکہ خدا کے فضل سے جامعہ میں عربی کا معیار بہت اچھا ہوتا ہے اور مَیں نے تو پھر عربی تخصص بھی مکرم ملک مبارک احمد صاحب سے پڑھا تھا اس لئے مَیں نے بڑی آسانی سے اسے پڑھ لیا تو وہ بولے انہیں ہماری کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

مکرم فتحی ناصف صاحب

پھر ایک اور احمدی اس وقت وہاں موجود تھے جن کی عمر اس وقت 75 یا 80 سال ہوگی۔ ان کا نام فتحی ناصف صاحب تھا۔ ان کا ایک بیٹا بھی تھا جو اس وقت ازہر میں پڑھتا تھا۔ فتحی صاحب خود تو کبھی کبھار آ جایا کرتے تھے لیکن ان کا بیٹا کبھی نہیں آیا۔ عمومًا ان کی باتوں میں ایک ڈر سا تھا اس لئے اکثر پیچھے پیچھے ہی رہتے تھے۔ حالانکہ اس وقت وہ سب سے پرانے احمدی تھے۔ غالبًا حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب اور مولانا ابو العطاء صاحب کے زمانہ کے احمدیوں میں سے وہی باقی تھے۔

مکرم محمد بسیونی صاحب

مکرم محمد بسیونی صاحب سابقہ صدر جماعت مصر ان دنوں بیمار تھے اور اپنی بہن کے پاس رہتے تھے کیونکہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ مَیں نے عمرو عبد الغفار صاحب سے محترم بسیونی صاحب سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ ہم ملنے کے لئے گئے لیکن ایک کمرے میں ہی بیٹھ کر واپس آ گئے کیونکہ ان کی طبیعت اس وقت بہت خراب تھی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔ یوں ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ مکرم عمرو عبد الغفار صاحب نے ان کی بہن سے ان کے بعض تفاسیر اور دیگر کتب وغیرہ کے تراجم لے کر محفوظ کر لئے تھے جو بسیونی صاحب نے اپنی صحت کی حالت میں کئے تھے۔ بعد میں ان تراجم میں سے بعض چھپ بھی گئے۔ قبل ازیں ان کے یہ تراجم البشریٰ میں بکثرت چھپتے رہے ہیں۔ بہر حال ایک بات جو یہاں کہنی چاہئے یہ ہے کہ اگر جماعت مصر کے چند لوگ جماعت کے ساتھ چمٹے رہے یا وقتًا فوقتًا وہاں کوئی اکّا دُکّا احمدی ہوتے رہے تو اس میں مکرم بسیونی

صاحب کا بہت بڑا دخل تھا۔ آپ نے مسلسل مرکز سے رابطہ رکھا اور جماعت کی طرف سے کوئی خط یا رسالہ یا مضمون یا ریویو آف ریلیجنز کا کوئی شمارہ بھی ان کے ہاتھ لگتا تو فوراً ترجمہ کر کے ساری جماعت میں پھیلا دیتے تھے۔

خاکسار (محمد طاہر ندیم) عرض کرتا ہے کہ ان پرانے احمدیوں نے اپنے ملکوں میں مذہبی آزادی کے زمانے میں اس قدر فدائیت اور اخلاص کے ساتھ دن رات کام کئے ہیں کہ ایسے لگتا ہے کہ احمدیت کی تبلیغ کی لگن اور مصروفیت نے یا تو انہیں اپنی شادی کے بارہ میں سوچنے ہی نہیں دیا یا عین ممکن ہے خود ہی اس وجہ سے شادی نہ کی کہ شادی تو بعد میں بھی ہوسکتی ہے جبکہ ابھی کام کرنے کی عمر ہے اور یہ کام کرنے کا وقت ہے اس لئے اگر ابھی شادی کی تو کہیں بیوی اور بچے ان کے اس کام اور خدمت میں حائل نہ ہو جائیں۔ اس کی ایک مثال بسیونی صاحب مصر میں تھے اور دوسری مثال مکرم منیر الحصنی صاحب شام میں تھے۔ مکرم منیر الحصنی صاحب نے ساری جوانی احمدیت کی تبلیغ اور احمدیوں کی تربیت میں گزار دی۔ مرکز جماعت ہی ان کا گھر تھا، یا شاید یہ کہنا مناسب ہو کہ ان کا گھر ہی مرکز جماعت تھا اور افراد جماعت احمدیہ ان کا خاندان۔ احمدی احباب کی تربیت اور احمدیت کی تبلیغ ان کے روزانہ کے لازمی کام ہوتے تھے۔ بعد میں انہوں نے بڑھاپے میں شادی کی۔ لیکن ان کی کوئی حقیقی اولاد تو نہ پیدا ہوئی تاہم لاتعداد اپنی روحانی اولاد چھوڑ کے گئے جو آج تک ان کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں، آوازیں بھرّا جاتی ہیں۔ لیکن جب ان کے ملکوں میں پابندیاں لگیں اور خفیہ پولیس کے کارندوں نے احمدیوں کو بلا بلا کر دھمکایا اور مراکز احمدیت پر پہرے بٹھا دیئے گئے اور احمدیوں کو وہاں جانے سے باز رہنے کا مطالبہ کیا گیا اور بصورت دیگر کبھی جیل جانے کی دھمکی دی تو کبھی قتل کی، تب یہ لوگ اپنے گھر کے ہو کر رہ گئے۔ اور اس وجہ سے بچوں میں بھی احمدیت کو راسخ نہیں کر پائے جس کی وجہ سے اکثر کی اولادیں ان کے ساتھ احمدیت پر قائم نہ رہیں۔ پھر جب ایک لمبے عرصہ کے بعد جماعت کی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہونے لگیں تو یہ پرانے احمدی ابھی تک پرانے خوف سے نہیں نکل پائے تھے شاید یہ وجہ تھی کہ ان میں سے بعض پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ ورنہ فتحی ناصف صاحب تو مجلّہ البشریٰ میں مضامین لکھا کرتے تھے اور بڑے مخلص احمدی تھے۔

عربی لہجہ اپنانے کی ہدایت

مصر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مجھے یہ ارشاد موصول ہوا کہ ہماری جماعت میں عربی دان تو بہت ہیں لیکن عربوں کے سٹائل میں اور ان کے لہجے کے ساتھ بات کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اس لئے عربوں میں بیٹھیں ان سے گفتگو کریں اور دیکھیں کہ وہ کس طرح بات کرتے ہیں پھران کے سٹائل اور لہجہ کو اپنائیں۔ چنانچہ مَیں نے اس کے بعد مسلسل چھ ماہ صرف تلفظ درست کرنے پر لگائے۔شروع میں میرے تلفظ کے خراب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے اساتذہ کا بھی تلفظ ایسا ہی تھا یا اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں تھی۔صرف مکرم نورالحق صاحب تنویر کا تلفظ عربوں کی طرح ہوتا تھا لیکن اپنی جہالت کی وجہ سے ہم اسے تکلّف کا نام دیتے تھے۔

اب اس ضمن میں مجھے ایک اور واقعہ بھی یاد آ گیا غالبا یہ 1980ء یا 1981ء کی بات ہے کہ جامعہ احمدیہ کے ہال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتاب ''سیرۃ الابدال'' کی شرح پر مشتمل لیکچر ہوتا تھا جس میں جماعت کے بڑے بڑے علماء بھی شریک ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے اس میں ایک دفعہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے بھی کھڑے ہو کر جماعت کے ایک عالم سے پوچھا کہ عربی زبان میں ''ض'' کا تلفظ کیا ہے؟اس سوال کے جواب سے حضور کو اطمینان نہ ہوا۔جب حضور انور کی طرف سے مجھے عربی تلفظ سیکھنے کا ارشاد موصول ہوا تو مجھے یہ واقعہ بھی یاد آ گیا۔ چنانچہ مَیں نے وہاں سے ایک کتاب بھی خریدی جس کا نام ''اَلإِمْلَاء وَالتَّقْدِيْم'' تھا۔اس کتاب میں ہر حرف کی آواز کے بارہ میں تصویری رنگ میں راہنمائی کی ہوئی تھی کہ کہاں اس حرف کا مخرج ہے۔اور جب مَیں یہاں لندن آیا تو جامعہ میں پیش آنے والے اس واقعہ کا ذکر کر کے یہ کتاب حضور انور کی خدمت میں پیش کی۔حضور نے فرمایا مجھے ملیں۔ملاقات میں حضور نے فرمایا کہ مجھے باقی حروف کے تلفظ کا تو پتہ ہے لیکن یہ بتائیں کہ ''ض'' کا تلفظ کس طرح ادا ہوتا ہے؟ چنانچہ اس بارہ میں جو بھی مجھے علم تھا اس کی بنا پر حضور انور کی خدمت میں وضاحت پیش کی۔

اس واقعہ سے حضور رحمہ اللہ کی طلب علم کی پیاس کا علم ہوتا ہے اور اس میں ہم سب کے لئے ایک نمونہ ہے۔

ایک مخلصانہ نصیحت

میرے قیام مصر کے دوران مکرم نصیر احمد قمر صاحب نے جو ان دنوں حضورؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے مجھے لکھا کہ جو بھی ترجمہ کرو حضور انور کی خدمت میں بھجوایا کرو تا حضور انور کو بھی علم ہوتا رہے کہ آپ کس سٹیج پر پہنچے ہیں اور اگر حضور انور اس سلسلہ میں ہدایات سے نوازیں تو انہی خطوط پر چل کر حضور کی دعائیں اور برکتیں بھی حاصل ہوتی رہیں۔ نیز نصیحت کی کہ ٹائپ کرنا سیکھو اور اپنے تراجم اچھی طرح ٹائپ کر کے ارسال کیا کرو۔ چنانچہ اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مَیں نے ٹائپنگ سیکھی جس کا بعد میں بہت فائدہ ہوا۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی نصیحت

جماعت احمدیہ مصر کے ایک بڑے مخلص ممبر تھے اور سب سے زیادہ مدد اور تعاون بھی کرنے والے تھے۔ یہ دوست مختلف امور میں بکثرت اپنی رائے اور مشورہ دیتے تھے لیکن ایک بات تھی کہ اپنی رائے یا مشورہ کو منوانے کیلئے اکثر بہت زیادہ اصرار کیا کرتے تھے اور اس وقت تک دہراتے رہتے تھے جب تک ان کی بات مان نہ لی جائے۔ اس موضوع پر ایک دن مَیں نے خطبہ جمعہ میں بات کی اور کہا کہ مشورہ دینے والے کی ذمہ داری مشورہ دینے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ مرکزی نمائندہ ان تمام مشوروں اور آراء کی روشنی میں جو بہتر خیال کرے وہ فیصلہ کرسکتا ہے۔ کوئی اسے اپنی رائے ہی پر عمل کرنے پر مجبور نہ کرے۔ شاید مَیں نے اس خطبہ میں کافی سختی سے کام لیا۔ رات کو خواب میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے نصیحت فرمائی کہ عربوں سے نرمی اور محبت کے ساتھ تعامل کیا کریں کیونکہ سختی سے یہ لوگ بدک جاتے ہیں۔
یہ میرے مصر کے ابتدائی ایام کی بات تھی اور الحمدللہ کہ شروع میں ہی اس قسم کی نصیحت مل جانے سے بعد میں مجھے بہت فائدہ ہوا۔

محترم حلمی الشافعی صاحب کا انکسار

مکرم حلمی الشافعی صاحب میرے وہاں جانے کے ایک سال بعد مصر واپس آئے۔ قبل

ازیں وہ کسی عرب ملک میں اپنے کام کے سلسلہ میں قیام پذیر تھے۔ حلمی صاحب کے آنے کے باوجود بھی خطبہ جمعہ مَیں ہی دیتا رہا۔ لندن سے ''النصر'' نامی ایک رسالہ وہاں جاتا تھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبات کا خلاصہ ہوتا تھا۔ مَیں اس کا ترجمہ کرتا تھا اور حلمی صاحب اس کو بہتر کر دیا کرتے تھے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ تقریباً نیا ترجمہ ہی کر دیا کرتے تھے۔ ایک عجیب بات جو مَیں نے اس عظیم انسان میں دیکھی وہ آج تک کسی اور عرب میں نہیں دیکھی اور وہ یہ کہ وہ بہت بڑے دل کے مالک تھے۔ سارا ترجمہ خود کر کے میرے نام لگا دیتے تھے۔ بعض اوقات کسی خاص لفظ یا کسی خاص امر میں مَیں نے اگر کوئی تحقیق کی ہوتی اور حلمی صاحب کے سامنے کسی سیاق میں ذکر کر دیتا تو فرمایا کرتے کہ مومن صاحب مَیں تو آپ سے عربی سیکھتا ہوں۔ اور یہ بات ایسی ہے جو کوئی عام عربی نہیں کہہ سکتا۔ یہ حلمی صاحب کی تواضع کا اعلیٰ مقام تھا۔

بڑے دل والا انسان

حلمی صاحب بڑے کھلے دل کے انسان تھے۔ ان میں جود و سخا کی صفت بہت زیادہ تھی۔ اگر آپ ان کے ہزاروں کے بھی مقروض ہوں تو حلمی صاحب کبھی باتوں یا اشارہ کنایہ میں آپ کو محسوس نہیں ہونے دیتے تھے کہ آپ ان کے مقروض ہیں۔ حتی الوسع قرض واپس نہیں مانگتے تھے۔ اور اگر بفرضِ محال مانگنا پڑ بھی جائے تو اتنے باشرم وحیا تھے کہ خود کبھی نہیں مانگا۔ بلکہ کسی کی وساطت سے یہ بات کہتے تھے۔ ان کی اس صفت کی وجہ سے انہوں نے کافی نقصان بھی اٹھایا۔

حلمی صاحب کا دینی تربیت کا انوکھا انداز

حلمی صاحب اپنے کام کے سلسلہ میں کئی عرب ممالک میں رہے تھے اور جب مَیں مصر گیا تو اس وقت وہ ابوظہبی میں تھے۔ آپ کی پہلی بیوی فوت ہوگئی تو آپ نے اپنی بیوی کی چھوٹی بہن سے دوسری شادی کر لی۔ آپ کی اس بیوی نے حج کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس وقت تک وہ غیر احمدی ہی تھیں اور حجاب وغیرہ نہیں اوڑھتی تھیں۔ حلمی صاحب نے ان سے کہا کہ خانہ کعبہ تو خدا کا گھر ہے اس کے کچھ آداب ہیں۔ اس لئے اگر تم وعدہ کرو کہ حجاب پہنو گی تو مَیں تمہیں حج کے لئے لے جاتا ہوں۔ چنانچہ اس طرح انہوں نے حجاب پہننا شروع کر دیا۔ پھر

1987ء میں انہوں نے احمدیت بھی قبول کر لی۔

حلمی صاحب کے بعض نکات معرفت

مکرم حلمی صاحب کہا کرتے تھے کہ میں علمی اعتبار سے احمدیت کی حجت وبرہان کی قوت سے احمدیت قبول کر چکا تھا لیکن احمدیت کا حقیقی علم مجھے اس وقت ہوا جب میں ابوظہبی میں احمدیوں کے ساتھ رہا۔ اور خلافت کے مرتبہ کا پتہ اس وقت لگا جب مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملا اس وقت حضور بیمار تھے اور سارا ربوہ آپ کے لئے رو رو کر دعائیں کر رہا تھا۔ اس وقت مجھے خلافت کی عظمت کا احساس ہوا۔ اور خلیفۂ وقت کا عرفان اس وقت نصیب ہوا جب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ بیٹھنے کا موقعہ ملا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ذکر کرتے ہوئے حلمی صاحب کی آواز بھرّا جاتی تھی اور اکثر آخری عمر میں کہا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ حضورؒ مجھ سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں۔

تم مجھے عربی سکھاتے ہو!!

حلمی صاحب ابھی مصر میں ہی تھے کہ آپ کو وقف کرنے کی توفیق ملی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے آپ کو جواب آیا کہ ٹھیک ہے آپ کا وقف قبول ہے۔ آپ فی الحال وہیں جماعت کے لئے جو کر سکتے ہیں کریں۔ بعد میں جب ہمیں آپ کی کسی اور امر کے لئے ضرورت ہوگی تو آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔

جب مَیں یہاں لندن آیا تو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضور انورؒ کی خدمت میں درخواست کر کے حضور کی اجازت سے حلمی صاحب کو بلوا لیتے تھے۔ حلمی صاحب نہ صرف مجلّہ التقویٰ میں ہماری بہت زیادہ مدد کرتے تھے بلکہ اپنے قیام کے دوران کسی نہ کسی کتاب کا ترجمہ بھی کر جاتے تھے۔ ایک جلسہ پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کتاب ''مذہب کے نام پر خون'' کا ترجمہ کیا۔ اسی طرح ''اک مرد خدا'' (A Man Of God) کے کچھ حصہ کا ترجمہ کیا۔

بعد میں 1994ء میں حضور انور نے انہیں یہیں لندن میں بلا لیا۔ آپ اسلام آباد میں رہتے تھے اور اپنی وفات یعنی 1996ء تک یہیں رہے۔

مجھے اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے اور اکثر گھر بلا کے بٹھا لیتے تھے۔ اسلام آباد میں ہی آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کتاب ''اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل'' (Islam's response to Contemporary Issues) کا عربی ترجمہ کیا۔ جب آپ یہ ترجمہ کر رہے تھے تو مجھے ایک دفعہ ترجمہ پڑھا کر رائے لی۔ مَیں نے عرض کیا کہ اس میں کسی قدر انگریزی محاورہ کا دخل محسوس ہوتا ہے۔ آپ نے کچھ توقف کے بعد فرمایا: کہاں ہے؟ میری نشاندہی پر فرمانے لگے بالکل ٹھیک ہے۔ ایسے ہی آپ کو لگتا ہوگا۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہ کتاب حضور کی ہے اور ترجمہ کرنے والی شخصیت آپ کی ہے۔ آپ جو بھی فائنل کریں گے وہی فائنل متصور ہو گا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تو میرا کام ہے کہ دیانتداری سے جو رائے بنتی ہے وہ آپ کو دوں۔ لہذا مَیں نے جو محسوس کیا وہ کہہ دیا۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔ اگلے دن مجھے بلا کر کہنے لگے کہ مومن! مَیں اپنی بیوی کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تم مجھے عربی سکھاتے ہو۔

دو ممتاز ترجمان

جب حضور انورؒ نے مجھے رسالہ التقویٰ کا ایڈیٹر بنایا تو میرے پاس چھاپنے کیلئے عربی مواد کی کمی ہوتی تھی۔ مکرم حلمی صاحب کو یہاں لندن سے ملک خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم کا حضور انور کے خطبہ جمعہ کا انگریزی ترجمہ ارسال کیا جاتا تھا جس سے حلمی صاحب عربی ترجمہ کر کے بھیج دیتے تھے۔ مَیں اس کو اردو کے ساتھ ٹیلی کر کے چھاپ دیتا تھا۔ حلمی صاحب کے ترجمہ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ ان کو جیسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی روح سے ایک تعلق تھا۔ وہ حضور کی بات اور اس سے مراد مکمل طور پر سمجھ جاتے تھے اور اس کا بعینہ وہی ترجمہ کرتے تھے جو درحقیقت مطلوب ہوتا تھا۔ وہ حضور کا سٹائل اور طرز سمجھ جاتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات مترادفات میں بھی وہی الفاظ استعمال کرتے تھے جو حضور نے اردو میں استعمال کئے ہوتے تھے۔ اس میں مکرم ملک خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم کا بھی بڑا دخل ہوتا تھا کہ وہ انگلش ترجمہ اتنا اعلیٰ اور حضور انور کے الفاظ کے قریب کرتے تھے کہ حلمی صاحب اس سے عربی میں جو ترجمہ کرتے وہ اصل اُردو کے بھی قریب تر ہوتا تھا۔

مکرم نصیر احمد قمر صاحب بیان کرتے ہیں کہ: مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پرائیویٹ

سیکرٹری کے طور پر خدمت بجالا رہا تھا۔ ان دنوں مکرم ملک خلیل الرحمٰن صاحب حضور کے خطبات کا انگریزی میں رواں ترجمہ کرتے تھے۔ بعد میں حضور کے حسب ہدایت وہ خطبہ کوسن کر تحریری طور پر بھی نوٹس بنا کر دوبارہ ترجمہ کی ڈبنگ (Dubbing) کرتے تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے نوٹس بڑے تفصیلی بنائے ہوتے تھے بلکہ ایک لحاظ سے وہ حضور کے خطبہ کا تحریری ترجمہ ہوتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ حضور انور نے تبلیغ کے لئے پوری دنیا میں ایک ہلچل سی مچادی ہے لہذا اگر یہ انگریزی ترجمہ حلمی صاحب کو بھجوایا جائے تو وہ اس کا عربی میں ترجمہ کر سکتے ہیں یوں عربوں میں بھی حضور انور کے خطبات پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔ لہذا مَیں مکرم ملک صاحب سے وہ ترجمہ لے کر خود ہی حلمی صاحب کو پوسٹ کر دیا کرتا تھا اور حلمی صاحب اسے عربی میں ترجمہ کر کے مومن صاحب کو بھیج دیا کرتے تھے۔ ملک خلیل الرحمٰن بھی بڑی محنت سے تحریری ترجمہ تیار کرتے تھے اور حلمی صاحب بھی اس انگریزی ترجمہ سے عربی میں ترجمہ کا حق ادا کرتے تھے کہ ایسے لگتا تھا کہ عربی ترجمہ حضور انور کے اردو خطبہ کو براہ راست سن کر کیا گیا ہے۔

التقویٰ کے حقیقی محرر

مکرم عبدالمومن طاہر صاحب بیان کرتے ہیں کہ: مختلف عرب غیر احمدیوں کی طرف سے سوالات اور اعتراضات آتے تھے ان کے جوابات بھی مکرم حلمی صاحب دیا کرتے تھے۔ اکثر لمبے لمبے جوابات ہوتے تھے جن کو بعد میں ہم التقویٰ میں شائع کر دیتے تھے۔ خطبہ جمعہ کے ترجمہ اور سوالات کے جوابات کے علاوہ 'التقویٰ' کے اکثر مضامین میں بھی حلمی صاحب کا کسی نہ کسی طرح حصہ ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مجلّہ 'التقویٰ' وہی چلا رہے تھے۔

فرض شناس مبلغ

پھر مکرم حلمی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مختلف ممالک کے دورہ جات بھی کرتے تھے۔ مثلاً نائیجیریا اور مالی بھی دورہ پر گئے۔ نیز جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک اور انگلینڈ میں دوروں پر جاتے اور سوال و جواب کی مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہمارے بعض عرب احمدیوں کو نہ جانے کیوں اپنی کتابیں تالیف کرنے کا شوق ہے۔ جبکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کا تحریر وتقریر پر مشتمل اس قدر مواد انگریزی میں میسر ہے اس کا ترجمہ کیوں نہیں کرتے۔ایک صدی گزر چکی ہے اور ہم ابھی تک اس مواد کا عشر عشیر بھی عربوں تک نہیں پہنچا سکے۔اس لئے اب جلدی کرنی چاہیئے۔لہذا آپ دن رات ترجمہ کے کام میں مصروف رہتے۔

جماعتی اموال کی قدر و قیمت کا احساس

حلمی صاحب باوجود اس کے کہ خدا کے فضل سے کروڑ پتی تھے لیکن چھوٹی سے چھوٹی چیز کے ضیاع کے بھی سخت خلاف تھے۔مثلاً اکثر کہا کرتے تھے کہ آپ کاغذ کی ایک طرف استعمال کر کے پھینک دیتے ہیں جبکہ ہم نے اس کی دونوں اطراف کے پیسے دیئے ہیں۔اس لئے ان کے اکثر تراجم ایسے اوراق پر کچی پنسل سے لکھے ہوئے ہیں جن کی ایک طرف پہلے سے استعمال شدہ ہے۔اور وہ آج تک ہماری عربی ڈیسک کی فائلز میں محفوظ ہیں۔

قدیم عرب احمدیوں کی اولادوں کے ضائع ہونے کا سبب

جب مَیں مصر آنے لگا تو جامعہ احمدیہ میں ہمارے استاد محترم نور الحق صاحب تنویر نے (جنہوں نے مصر میں تعلیم حاصل کی تھی) مجھے بعض قدیم مصری احمدیوں کے نام دیئے تھے کہ ان سے جا کر ملنا۔ان میں سے ایک مکرم عبد الحمید ابراہیم آفندی تھے جو اسکندریہ میں رہتے تھے۔سکندریہ کا قاہرہ سے فاصلہ قریباً دو سے اڑہائی سو میل کا تھا۔جب حلمی صاحب مصر آئے تو ان کے پاس کار تھی۔مَیں نے ان سے عرض کیا کہ اس قدیم احمدی سے ملنے جانا ہے۔چنانچہ ایک دن ہم وہاں گئے۔مکرم عبد الحمید صاحب کے گھر سے پتہ کیا تو کسی خاتون نے کہا کہ آپ ظہر کے بعد آئیں۔ہم بازار میں گئے اور دوپہر کا کھانا وغیرہ کھایا۔وہاں مَیں نے پہلی بار دیکھا کہ مکرم حلمی صاحب اس قدر زیادہ مرچ کھاتے ہیں کیونکہ آپ ایک لقمے کے ساتھ تقریبا آدھی سبز مرچ کھا جاتے تھے۔بہرحال جب ہم دوپہر کے کھانے کے بعد دوبارہ عبد الحمید صاحب کے گھر گئے تو یہ جان کر بہت صدمہ ہوا کہ وہ کچھ عرصہ قبل وفات پا چکے تھے۔ان کے بچوں کو احمدیت کا کچھ علم نہ تھا صرف یہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ ہمارے والد صاحب ہندوستان میں کسی ولی

اللہ سے ملنے گئے تھے۔

اس واقعہ کا میرے دل ودماغ پر گہرا اثر ہوا۔ میرے خیال میں عرب احمدیوں کی اولادوں کے ضائع ہوجانے کے دو اسباب تھے۔ ایک تو حالات کی وجہ سے وہاں جماعت کی طرف سے مبلغ کا نہ بھجوا سکنا تھا۔ جبکہ دوسرا سبب خود عربوں کی عادت ہے کہ اپنے بیوی بچوں کے بارہ میں اس قدر دینی امور کا اہتمام نہیں کرتے جتنا خود اپنے لئے کرتے ہیں۔ اس لئے جب وہ فوت ہوتے تھے تو ساتھ ہی گھر سے احمدیت کا خاتمہ ہوجاتا تھا۔ لیکن اب خدا کے فضل سے یہ مزاج بدل رہا ہے۔

’’قتل مرتد کی سزا کی حقیقت‘‘ کا عربی ترجمہ اور حلمی صاحب

مصر میں مجھے حضور انورؒ کا خطاب بعنوان ’’قتل مرتد کی سزا کی حقیقت‘‘ بغرض ترجمہ ارسال کیا گیا جو حضورؒ نے 1986ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے ترجمہ کے دوران مَیں نے دیکھا کہ بعض حوالے نامکمل ہیں۔ چنانچہ حضور انورؒ کی خدمت میں جب لکھا تو آپ نے فرمایا کہ تمام ایسے حوالے مکمل کریں اور اس کے علاوہ بھی اگر کوئی آپ کا مشورہ ہو تو ضرور لکھیں۔ مجھے یاد ہے کہ ان حوالہ جات میں ایک حوالہ غلطی سے مودودی صاحب کی طرف منسوب ہوگیا تھا جبکہ ان کی کتاب میں وہ کسی سائل کے کلام کے طور پر درج تھا۔ چنانچہ پتہ چلنے پر حضور انور نے اس کے حذف کئے جانے کا ارشاد فرمایا۔

(اس بات سے ہمیں یہ درس لینا چاہئے کہ خلیفۂ وقت جب کسی کام کے سلسلہ میں آپ پر اعتماد کریں تو آپ کی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اس کی تمام جہات سے مکمل تحقیق، اور ہر لحاظ سے توثیق کرلیں۔ لیکن اگر ہم بے احتیاطی سے کام لیں گے تو ہم خود مجرم ہوں گے۔)

بہرحال مَیں نے کتاب ترجمہ کر کے ٹائپ کر کے مکرم حلمی صاحب کو دکھائی تو انہوں نے ترجمہ کی تحسین ایسے کی کہ کچھ کا کچھ بنا دیا گویا نیا ترجمہ ہی کر دیا۔ لیکن یہ ان کی بڑائی ہے کہ اپنی اس ساری محنت کو میری طرف ہی منسوب کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بے پایاں مغفرت ورحمت میں لپیٹ لے۔

کیا تم ہمارا دین تبدیل کرنے آئے ہو؟!!

قتل مرتد والے خطاب کا ترجمہ کرنے کے بعد مجھے اس کی دلیلیں زبانی یاد ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں نے انسٹیٹیوٹ کے اس کلرک سے اس موضوع پر بات کی جس نے ویزا کی توسیع میں میری مدد کی تھی۔ حالانکہ وہ اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی تھا لیکن اس نے کہا کہ مجھے تو اس بابت کچھ زیادہ علم نہیں ہے تاہم مَیں آپ کو اس انسٹیٹیوٹ میں پڑھانے والے فلاں مولوی کے پاس لے جاتا ہوں۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے بھی ایک دو باتوں کے متعلق بات کرکے کہا کہ مجھے بھی اس معاملہ میں کچھ خاص علم نہیں ہے آؤ ہم سب حدیث کے شعبہ کے ہیڈ بڑے مولوی کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم ایک اور بڑے مولوی کے پاس گئے اور جب انہوں نے میرا اس کے ساتھ تعارف کروایا تو اس نے بڑی حقارت سے مجھے کہا ہاں بولو کیا کہتے ہو؟ مَیں نے جب بات شروع کی تو اس نے کہا کہ قتل مرتد کے بارہ میں بڑی واضح حدیث ہے کہ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ (کہ جو اپنا دین بدلے اسے قتل کردو)۔ مَیں نے کہا پھر اس حدیث کے مطابق تو جو عیسائیت سے مسلمان ہوتا ہے اس کے بارہ میں عیسائیوں کو بھی حق ہے کہ وہ اسے قتل کردیں۔ کیونکہ حدیث میں یہ تو کوئی تخصیص نہیں ہے کہ جو صرف اسلام سے مرتد ہو کر کسی اور دین میں جائے اسے قتل کردو بلکہ یہ ذکر ہے کہ جو بھی اپنا دین بدلے اسے قتل کردو۔ اسی طرح اس کی کافی دلیلیں جب مَیں نے ایک ایک کرکے توڑ دیں تو وہ جھلاّ کر کہنے لگے: اَجِئتَ لِتُبَدِّلَ دِيْنَنَا؟ یعنی کیا تم ہمارا دین تبدیل کرنے آئے ہو۔ پھر کہا کہ تم ہو کون؟ ایک ہندوستانی ہی تو ہو۔ گویا اس کے نزدیک کسی ہندوستانی کو دین کے معاملہ میں بولنے کا کوئی حق نہیں۔ بہر حال کلرک نے محسوس کیا کہ ہم نے غلطی کی ہے۔ لہٰذا اس نے فوراً مجھے وہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا۔ چونکہ میں ان کے انسٹیٹیوٹ میں طالبعلم تھا اس لئے اگر وہ چاہتے تو مجھے انسٹیٹیوٹ سے نکال سکتے تھے۔ لیکن الحمدللہ کہ خیریت ہی رہی۔

شُفْتَ الْعِلْمَ؟!

اسی انسٹیٹیوٹ کا واقعہ ہے کہ ہم ایک دفعہ اس کی لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک

بڑے جُبّے والے مولوی سے اس کے ایک طالبعلم نے پوچھا کہ اَنُلْزِمُکُمُوْهَا کونسا صیغہ ہے اور اس کی ترکیب کیا ہے۔مولوی نے جواب دینے کی بجائے اسے کہا کہ الاتقان فی علوم القرآن اوراس طرح کی دیگر کتب لے کے آؤ۔اس دوران مَیں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک طالبعلم سے کہا کہ یہ قواعد کی اصطلاح میں اِشباع کہلاتا ہے۔یعنی دراصل نُلْزِمُکُمْهَا ہے جو کہ پڑھنا مشکل ہے اس لئے میم کی جزم کو پیش میں تبدیل کر کے اس کو اشباع کرتے ہوئے واؤ میں بدل دیا گیا ہے۔بہرحال سائل جب مطلوبہ کتب لے آیا تو اس میں یہی بات مذکور تھی۔لیکن مولوی نے اپنی طرف سے تو ایک لفظ نہیں بتایا تھا۔شاید اپنی خفگی مٹانے کے لئے یا علمیت جتانے کیلئے کہا: شُفْتَ الْعِلْمَ ؟یعنی دیکھا مَیں نے تجھے کیسا عظیم الشان علمی نقطہ نکال کے دیا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں سب علماء کا یہی حال تھا۔بعض بڑے پائے کے عالم تھے۔ اِن میں سے مجھے اپنے عربی کے استاد بہت پسند تھے۔وہ عربی زبان کے عاشق تھے اور ہمیشہ فُصْحٰی بولتے تھے۔لیکن اس کے بالمقابل فقہ کے استاد تھے جو ہمیشہ عامیہ زبان میں ہی پڑھاتے تھے۔میں نے کئی بار کہا بھی کہ میں پاکستان سے فُصْحٰی اعربی سیکھنے آیا ہوں۔اس پر وہ ایک دو جملے فُصْحٰی کے بولتے لیکن پھر اپنی ڈگر پر آجاتے۔اس پر مستزاد یہ کہ وہ سگریٹ پیتے تھے اور کلاس میں بھی اس شغل سے باز نہیں آتے تھے۔

ازہری عالم کی معذرت اور ٹیکسی ڈرائیور کا اصرار

اسی طرح ایک دفعہ ہمارے مخلص احمدی مکرم ابراہیم بخاری صاحب نے کہا کہ میرا ایک دوست ہے جس نے ازہر سے ایم اے کیا ہوا ہے۔مَیں آپ کا اس سے تعارف کروا دیتا ہوں آپ وقتاً فوقتاً اس کے پاس چلے جایا کرنا اور اپنی فُصْحی کی پریکٹس کرلیا کرنا۔ہم اس سے ملنے گئے تو ایک دو جملوں کے بعد اس نے بخاری صاحب سے کہا کہ مَیں معذرت خواہ ہوں کہ مَیں فُصْحی نہیں بول سکتا۔اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی ساری تدریس ہی عامیہ زبان میں ہوتی تھی۔حتی کہ کیمسٹری فزکس وغیرہ کے مضامین بھی عامیہ زبان میں پڑھائے جاتے تھے۔

اسی سیاق میں مجھے ایک اور واقعہ یاد آ گیا۔ایک دفعہ مَیں ایک ٹیکسی میں سوار ہوا اور خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ سے باصرار پوچھا کہ آپ بولتے کیوں نہیں ہیں؟ وہاں

عموماً ٹیکسی ڈرائیور باتوں باتوں میں فری ہو جاتے تھے اور بعد میں زیادہ کرائے کا مطالبہ کرتے تھے۔ بہرحال مَیں نے اس کے سوال کے جواب میں کہا کہ مَیں تو یہاں پر فُصْحٰی عربی سیکھنے آیا ہوں لیکن اکثر لوگ یہاں پر عامیہ ہی بولتے ہیں۔ اس نے کہا مَیں آپ کے ساتھ فُصْحٰی ہی بولوں گا آپ بات کریں۔ چنانچہ راستے میں وہ بہت اچھی فُصْحٰی بولتا رہا۔ مَیں نے اسے کہا کہ آپ ٹیکسی ڈارئیور نہیں ہو سکتے۔ اس نے انکار کیا لیکن جب مَیں ٹیکسی سے اترنے لگا تو اس نے کہا کہ تمہاری بات درست ہے۔ مَیں ٹیکسی ڈرائیور نہیں ہوں بلکہ مَیں وکیل ہوں لیکن وکالت سے میرا گھر نہیں چل سکتا اس لئے فارغ وقت میں ٹیکسی چلاتا ہوں۔

مصر کی دینی اور اخلاقی حالت کے بارہ میں میرا تأثر

مصر میں عورتوں کی لباس وغیرہ کے معاملہ میں یورپ کی تقلید، عربی فصحیٰ کا بالکل نہ بولنا، قرآن کریم کی کیسٹس لگا کے باتیں کرتے رہنا یا ایسی تلاوت لگانا جس میں ہر آیت کے بعد سب سننے والے واہ واہ کہتے ہیں، وغیرہ ایسے امور تھے کہ جن کی بنا پر مصریوں کی دینی حالت کے بارہ میں میرے ذہن میں ایک منفی تاثر پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ مکرم عمرو عبد الغفار صاحب مجھے ایک دکان پر لے کر گئے جو مولوی تو نہیں تھے لیکن ازہر کے پڑھے ہوئے تھے اور ان کا لباس بھی ازہری علماء کے لباس کے مشابہ تھا۔ عمرو صاحب نے ان سے میرا تعارف کروایا تو وہ مجھے کہنے لگے تم یہاں دین سیکھنے آئے ہو؟ مَیں نے جواب دیا: 'اگر یہاں مجھے مل گیا تو'۔ اس پر اس شخص کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مجھے عمرو صاحب نے کہا کہ یہ تم نے کیا کہہ دیا؟ مصری تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس ازہر ہے اور مصر اسلام کا قلعہ ہے، اور وہ شخص گو مولوی نہ تھا لیکن ازہر کا تعلیم یافتہ تھا اس لئے قریب تھا کہ تمہارے ساتھ الجھ جاتا۔

ایک سعید روح

مصر میں میری درسگاہ میں نائیجر کا ایک لڑکا سکالرشپ پر پڑھنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ یہ نہایت سلجھا ہوا، باحیا، محنتی اور صالح نوجوان تھا۔ اس کو بھی عربی سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اس کا نام ابوبکر تھا۔ ہماری دوستی ہو گئی اور اکثر درسگاہ، لائبریری وغیرہ اکٹھے ہی جاتے

تھے۔وہ چونکہ معمولی سے وظیفہ پر گزارا کرتا تھا۔اتنی معمولی رقم میں کھانا پینا اور رہنا بہت مشکل ہوجاتا تھااس لئے کبھی کبھار مَیں اس کی مدد کر دیتا تھا۔

مَیں نے آہستہ آہستہ اسے جماعت کے بارہ میں بتانا شروع کیا۔قتل مرتد والی کتاب کے ترجمہ کی وجہ سے مجھے اس کی تمام دلیلیں یاد تھیں لہذا مَیں نے اسے بتایا کہ دیکھو دیگر مسلمانوں کو یہ بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔اسی طرح مَیں نے آہستہ آہستہ اسے بتا دیا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور مَیں جماعت کا مبلغ ہوں اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔میری ہر بات پر اس کا مثبت ردّ عمل ہوتا تھا۔ایک دن مَیں نے اسے کہا کہ آپ نے کبھی پوچھا نہیں کہ احمدیت نے تمہیں کیا دیا؟ اس نے کہا کہ میرے ذہن میں سوال تو پیدا ہوا تھا لیکن میرا آپ کے ساتھ تعلق ایسا تھا کہ مَیں نے آپ کو اپنا استاد مانا ہے اس لئے ہمیشہ ایسے سوال سے مجتنب ہی رہا ہوں جس میں کوئی جسارت کا رنگ ہو۔مَیں نے کہا کہ مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہمیں کیا دیا؟ آپ نے ایک تو ہمیں قرآن دیا دوسرے نماز دی۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ قرآن اور نماز تو پہلے ہی موجود ہیں پھر مسیح موعود علیہ السلام نے کیسے دیئے۔مَیں نے وضاحت کی کہ آپ علیہ السلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہر بات کو قرآن پر پرکھو، اگر تو وہ قرآن کے مطابق ہے تو اسے لے لو اور اگر اس کے خلاف ہو تو ردّ کر دو۔ چنانچہ وہ حدیث جو قرآن کے ساتھ متفق ہے وہی سچی حدیث ہے اور جو قرآن کے ساتھ ٹکراتی ہے یا تو اسکی ایسی تاویل کرو جو قرآن کے ساتھ متفق ہو جائے بصورت دیگر وہ درست بات نہیں ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئی ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف کوئی بات کرسکیں۔ یہ ایک نہایت محفوظ راہ ہے۔

اور جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ کیا آپ نماز میں کبھی روئے ہیں؟ اس نے کہا: کبھی نہیں۔مَیں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں فرمایا ہے کہ کبھی دروازے بند کر کے بے شک تکلّف سے ہی نماز میں اپنے خدا کے آگے گڑگڑا کے اپنی بخشش چاہو۔آہستہ آہستہ طبیعت میں رقّت اور گداز پیدا ہو جائے گا اور نماز میں مزا آنے لگے گا۔پھر خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر مسنون دعاؤں کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔کیونکہ انسان اپنی زبان میں اپنا مافی الضمیر آسانی سے ادا کرسکتا ہے اور ایسے الفاظ اور جملے

بول سکتا ہے جن سے طبیعت میں ایک رقّت پیدا ہوتی ہے۔ اور مزا آتا ہے۔ پھر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اگر تمہیں ایسا کرنے سے نماز میں مزہ نہیں آتا تو ایک دو دفعہ ایسا کر کے رُک نہ جاؤ بلکہ اس شرابی کی طرح جس کو جب تک نشہ نہیں آجاتا وہ خم کے خم پیتا جاتا ہے، تم بھی نماز میں اپنی کوشش کرتے جاؤ اور جب تک مزا نہ آنا شروع ہو جائے تھکو نہیں۔ اور خدا سے دعا کرو کہ مَیں اندھا ہوں ایسا نہ ہو کہ اندھا ہی رہ جاؤں، تو مجھے اپنی طرف آنے کے راستے بتا۔ چنانچہ مَیں نے اسے کہا کہ اب تم اپنی مسجد میں یا اپنے کمرے میں کسی ایسے وقت میں نماز پڑھنا جب وہاں کوئی اور نہ ہو۔ اور کوشش کرنا کہ خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے رو کر دعا کرو۔ چنانچہ وہ دوسرے یا تیسرے دن صرف یہ بتانے آیا کہ وہ زندگی میں نماز میں پہلی دفعہ رویا ہے اور اسے ایک ناقابل بیان مزا آیا ہے۔ مَیں نے اسے کہا کہ یہ چیز ہمیں مسیح موعود علیہ السلام نے آ کر دی ہے۔ یہ نوجوان بہت متاثر تھا۔ اور ایک پکے ہوئے پھل کی طرح تھا جو کسی وقت بھی صرف ہاتھ لگانے سے احمدیت کی جھولی میں آسکتا تھا۔ لیکن ایک تو احتیاط کے نقطۂ نظر سے دوسرے اچانک مجھے اپنے ویزے کے سلسلہ میں جلدی کارروائی کرنی پڑی اور اس افراتفری میں مَیں اس سے تسلی کے ساتھ اس بارہ میں بات نہ کر سکا۔ تاہم مَیں نے قاہرہ میں اور اس کے اپنے ملک میں اس کا ایڈریس لے لیا۔ پھر یہاں لندن سے بارہا اس سے رابطہ کی کوشش کی لیکن رابطہ نہیں ہوسکا۔ اور اس بات کا مجھے آج تک بہت زیادہ افسوس ہے۔

قصہ ایک خواب کا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خلافت کا غالبًا پہلا سال تھا جب مجھے مسجد مبارک میں اعتکاف بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اعتکاف کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ 20 رمضان المبارک کی صبح سورج نکلنے سے قبل اعتکاف بیٹھ جانا چاہئے لیکن ہم جامعہ کے ہوسٹل سے جاتے جاتے لیٹ ہو گئے اور سورج نکل آیا تھا۔ اس لئے میرے ذہن میں اسی وقت سے خلش پیدا ہو گئی کہ نہ جانے یہ اعتکاف قبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔ بہر حال نوافل ادا کئے اور دعا کی تو رات کو خواب میں دیکھا کہ شدید گرمی کے دن ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ظہر کی نماز پڑھائی ہے۔ اس کے بعد حضور مسجد مبارک میں مشرقی جانب جہاں وضو کی جگہ ہے چل پڑتے ہیں۔ مَیں بھی

ساتھ ساتھ ہو لیتا ہوں اور حضور انور کی جوتیاں اٹھا لیتا ہوں۔ حضور انور مجھے مصافحہ کا شرف بخشتے ہیں۔ چلتے ہوئے حضور فرماتے ہیں کہ منفتاح کے بعد جو رعمسیس نامی فرعون ہوا تھا اس کے بارہ میں مجھے تحقیق چاہئے۔ مَیں نے عرض کیا ٹھیک ہے حضور۔ فرمایا: لیکن یہ بڑا مشکل کام ہے۔ جب حضور یہ فرما رہے ہیں اس وقت میں محسوس کرتا ہوں کہ شدت گرمی کی وجہ سے مسجد کے صحن میں میرے پاؤں جل رہے ہیں۔ مَیں عرض کرتا ہوں کہ حضور مَیں کوشش کروں گا۔ پھر حضور فرماتے ہیں کہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اسی طرح بات کرتے کرتے ہم صحن کے آخر پر پہنچ جاتے ہیں جہاں مَیں حضور انور کی جوتیاں رکھ دیتا ہوں اور حضور پہن کر مشرق کی جانب تشریف لے جاتے ہیں۔ جب مَیں واپس مڑتا ہوں تو سامنے مکرم محمد الدین صاحب ناز کھڑے نظر آتے ہیں وہ کہتے ہیں تم بڑے خوش قسمت ہو۔ اس طرح یہ خواب ختم ہو جاتی ہے۔

اس خواب سے مجھے تسلی ہوگئی کہ اعتکاف کے بارہ میں مجھے جو وسوسہ لاحق تھا وہ درست نہیں ہے اللہ فضل فرمائے گا۔ انہی دنوں میں مَیں جامعہ سے فارغ ہوا تھا۔ اور جب مجھے مصر جانے کا اتفاق ہوا اور حضور انور کے ارشاد کے مطابق براستہ لندن جانے کی کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی تو مجھے حضور انور کی ملاقات کے شرف سے محروم رہنے کا بہت افسوس ہوا۔ بہر حال مصر پہنچنے کے چھ ماہ بعد مجھے یہ خواب یاد آئی تو مَیں نے حضور انور کی خدمت میں لکھ دی اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ مجھے معلوم نہیں یہ خواب رحمانی ہے یا شیطانی۔ حضور انور نے فرمایا: یقیناً یہ رحمانی خواب ہے اور مجھے اس تحقیق کی ضرورت ہے۔ واقعۃً یہ تحقیق مشکل ہوگی۔ لیکن آپ یہ کریں اور ساتھ ساتھ مجھے مطلع کرتے جائیں۔

چنانچہ مَیں نے مکرم ابراہیم بخاری صاحب کی مدد سے ایک آدمی تک رسائی حاصل کی جس کے ذریعہ مصری عجائب گھر سے ملحقہ اس خاص لائبریری کا کارڈ بنوا لیا جس میں فرعون سے متعلق پرانی کتب موجود ہیں۔

اب مَیں تحقیق اس نہج پر کر رہا تھا کہ کسی طرح ثابت ہو سکے کہ فرعون سمندر میں ڈوب کر مرا تھا۔ لیکن مجھے اس کا کوئی ثبوت نہ ملتا تھا۔ اس دوران مجھے فرانسیسی سائنسدان مورس بکائے (جو فرعون کے بارہ میں قرآنی حقائق کے ثابت ہونے کی وجہ سے مسلمان ہوگیا تھا) کی اس موضوع پر کتاب بھی ملی۔ جب حضور انور کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا تو حضور نے فرمایا اس

کا مجھے پتہ ہے آپ اس کو چھوڑ واور اپنی تحقیق جاری رکھو۔ بہر حال مَیں نے پوری کوشش کی لیکن تحقیق کسی نتیجہ پر نہ پہنچی۔ جب مَیں لندن آیا تو یہ ساری تحقیق بھی اپنے ساتھ لے آیا۔ رمضان المبارک میں حضور انور نے درس شروع کیا تو اس درس کے دوران جب آیت قرآنی فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ (یونس:93) کا ذکر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مومن سے پوچھیں اس کی تحقیق کا کیا بنا وہ مصر میں فرعون کے غرق ہونے کے بارہ میں تحقیق کرتا رہا ہے۔ مَیں نے اس وقت کے پرائیویٹ سیکرٹری نصیر احمد قمر صاحب سے عرض کیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحقیق بہت مشکل تھی لیکن یہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچی۔ مجھے فرعون کے غرق ہونے کا کوئی حوالہ نہیں ملا۔ انہوں نے کہا کہ جو بھی تحقیق ہے وہ حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیں۔ جب حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ فرعون کے ڈوب مرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملا تو حضور نے فرمایا یہی تو مَیں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مرا نہیں بلکہ زندہ نکالا گیا اور بعد میں اس نے حکومت کی۔ لیکن وہ اس وقت ایک زندہ لاش سے زیادہ اور کچھ نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے قہر کا نشانہ بنایا کہ وہ باوجود اس کے کہ دوبارہ تخت حکومت پر جا بیٹھا لیکن محض ایک زندہ لاش کی طرح تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے عبرت کا نشان بنا ڈالا۔

کتاب ''قتل مرتد کی سزا کی حقیقت'' کے عربی ترجمہ کی اشاعت

حضور رحمہ اللہ کے خطاب کا عربی ترجمہ ''حقیقة عقوبة الردّة فی الاسلام'' چھپا تو اس کے بعد حضور انور نے اپنے یورپ کے دورہ میں خاکسار کو بھی ازراہ شفقت شاملِ وفد فرمایا۔ اس دورہ کے دوران حضور نے مجھے فرمایا کہ مختلف عرب ملکوں اور لائبریریوں اور بڑی بڑی شخصیات کے ایڈریس اکٹھے کر کے یہ کتاب سب کو بھجواؤ کیونکہ یہ بہت ہی خطرناک عقیدہ ہے اس کا سدّ باب ہونا چاہئے۔

عالمگیر غلبۂ اسلام کی مہم میں عالمِ عرب کی اہمیت

اس دورہ کے دوران حضور انور نے خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع کے موقعہ پر عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یاد رکھیں کہ جب تک عرب ایک بہت بڑی تعداد میں احمدی نہیں ہوتے

اس وقت تک عالمِ اسلام احمدیت کی آغوش میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ عالمِ اسلام دین میں عالم عرب کو فالو(Follow) کرتا ہے۔ اس لئے کوشش کریں کہ عالمِ عرب سے ایک اچھی تعداد میں لوگ احمدی ہوجائیں پھر عالمِ اسلام بھی کثرت سے جماعت میں داخل ہو جائے گا۔

آج کل بفضلہٖ تعالیٰ عالم عرب کی توجہ احمدیت کی طرف ہو رہی ہے اورعرب بھی بکثرت احمدیت کی آغوش میں آتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ کرے کہ وہ دن جلد آئے جب تمام عالمِ اسلام بھی کثرت کے ساتھ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شامل ہو جائے۔ آمین۔

مغرب سے طلوعِ شمس

دورہ جرمنی کے دوران حضور انور نے بعض مراکشی احمدیوں کوبھی شرف ملاقات بخشا۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ حدیثوں میں جو یہ آیا ہے کہ آخری زمانہ میں مغرب سے طلوع شمس ہوگا۔ اس کے اور بھی کئی معانی ہیں لیکن ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عالم عرب کے مغربی علاقہ میں بڑی کثرت سے احمدیت کا نفوذ ہوگا اور گویا اسلام کا سورج اس علاقہ سے طلوع ہوگا۔

{عین ممکن ہے کہ اس بارہ میں بعض لوگ اعتراض کریں کہ یہ علاقہ تو پہلے ہی مسلمانوں پر مشتمل تھا پھر وہاں سے اسلام کے سورج کے طلوع ہونے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ اس لئے بطور وضاحت خاکسار (محمد طاہر ندیم) عرض کرتا ہے کہ احادیث نبویہ میں مذکورہ آخری زمانہ کی پیشگوئیوں میں ایک یہ طلُوْع الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا ہے یعنی اس زمانہ میں مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ غیر از جماعت حضرات ایسی تمام پیشگوئیوں کو ظاہر پر محمول کرکے ان کے پورا ہونے کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ وہ دجال نامی ایک شخص کے ظاہر ہونے کے قائل ہیں جو عجیب الخلقت گدھے پر سوار ہوگا۔ نیز وہ دَابَّةُ الْاَرْض یعنی زمین سے ایک ظاہری کیڑے کے نکلنے کے قائل ہیں۔ اسی طرح وہ اس پیشگوئی کے بھی ظاہری رنگ میں ظہور کی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ کسی دن سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ لیکن یہ سب نہایت بلیغ استعارے ہیں جن کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتب اور خطابات میں فرمائی ہے۔

مغرب سے طلوع شمس کے کئی معانی ہو سکتے ہیں۔ ایک معنی یہ کہ اسلام کے سورج کو جہاں

مسلمانوں کی طرف سے اسلامی تعلیمات سے انحراف کی شکل میں گرہن لگ جائے گا وہاں دجالی قوتوں کے دجل اور فریب کے بادل شمس اسلام کی شعاؤں کو اہل زمین پر پہنچنے سے روک دیں گے۔لیکن آخری زمانے میں مسیح محمدی کے انفاس طاہرہ اور انفاخ قدسیہ کے ذریعہ ایک طرف اہل اسلام میں ایک نئی روح پھونکی جائے گی۔تو دوسری طرف عیسائیت کے دجل کو بھی پارا پارا کیا جائے گا۔اور چونکہ اس دجل کی آماجگاہ مغرب یعنی یورپی ممالک بنے اس لئے یہیں سے اسلام کا سورج دوبارہ طلوع ہونے کی پیشگوئی موجود ہے۔چنانچہ ان علاقوں میں بھی یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ اوراب خلافت احمدیہ اورایم ٹی اے کے ذریعہ انہی علاقوں سے احمدیت یعنی حقیقی اسلام پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس بارہ میں کیا خوب فرمایا تھا کہ:

''اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔ اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد2 صفحہ 304)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اس کے ایک اور نہایت لطیف معانی ''خطبہ الہامیہ'' میں بیان فرمائے ہیں جو دراصل حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا ہی خاصہ ہیں اور شاید اس سے قبل کسی نے بیان نہیں کئے۔حضور فرماتے ہیں کہ اسلام کا سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا حتی کہ مسلسل زوال کی وجہ سے وہ مغرب یعنی اپنے غروب ہونے کے مقام کے قریب چلا گیا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ اس سورج کو وہاں سے دوبارہ طلوع فرما دیا اور غروب ہونے سے بچالیا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مذکورہ بالا تفسیر اور پیشگوئی کس طرح صادق آتی ہے آپ نے فرمایا کہ عالم عرب کے مغربی علاقہ میں بڑی کثرت سے احمدیت کا نفوذ ہوگا اور گویا اسلام کا سورج اس علاقہ سے طلوع ہوگا۔

سو واضح ہو کہ جس ملک کو ہم اردو میں مراکش کہتے ہیں عربی زبان میں اس کا نام ''المغرب'' ہے۔ اور مراکش اس کے دارالحکومت کا نام ہے۔اسی طرح عربوں کے مغربی علاقے کا نام ''المغرب العربی'' ہے جس میں مراکش، تیونس، الجزائر، لیبیا، اور موریطانیہ شامل ہیں۔ یوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تفسیر کا تعلق نہ صرف ''المغرب'' یعنی مراکش سے ہے

بلکہ مغربی عربی علاقہ ''المغرب العربی'' سے بھی ہے۔ یہ تفسیر اُس وقت بعض مراکشی احمدیوں کے وجود میں بھی پوری ہوئی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد مبارک میں یہ تفسیر اس سے بھی روشن رنگ میں صادق آئی اور آرہی ہے۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کی ایک مثال پیش ہے۔ گذشتہ چند سال سے جاری عیسائیت کی عرب ممالک پر یلغار کا سب سے زیادہ نشانہ بننے والا عرب علاقہ ''المغرب العربی'' ہی ثابت ہوا اور اس علاقے میں بھی الجزائر اور المغرب (مراکش) سرفہرست ہیں۔ ان علاقوں میں اسلامی تنظیموں پر تو تبلیغ کی پابندی ہے لیکن عیسائی تبلیغی مشن پوری آزادی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں خصوصًا الجزائر میں عیسائیت کی اسلام مخالف سرگرمیوں کے نتیجہ میں سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کا شکار ہو گئے۔ اور یہ لہر روز بروز شدت پکڑتی جارہی تھی۔ اس کی خبر جب وہاں کے بعض احمدیوں اور بعض اسلام کی غیرت رکھنے والے مسلمانوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تک پہنچائی اور بعض نے تو بڑے دردناک الفاظ میں اسلام کی نصرت اور مسلمانوں کو عیسائیت کے چنگل سے بچانے کے لئے حضور انور کی خدمت میں خطوط لکھے۔ چنانچہ اس وقت حضور انور کی ہدایات اور خاص توجہ اور دعاؤں سے MTA پر پروگرام ''الحوار المباشر'' کا آغاز ہوا۔ اس پروگرام میں جب عیسائی عقائد کے ضعف اور بطلان کو ثابت کرنے کا کام شروع ہوا تو عرب علاقوں میں عیسائیت کا سحر دھواں بن کر بکھرنے لگا۔ چنانچہ وہ لوگ جو اپنے ضعفِ ایمانی کی وجہ سے اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر چکے تھے، واپس اسلام کی طرف لوٹنا شروع ہوئے۔ کئی احباب نے لکھا کہ وہ پروگرام الحوار المباشر کی مختلف اقساط ریکارڈ کر کے مسلمانوں میں تقسیم کرتے ہیں تا کہ انہیں عیسائیت کے توڑ میں دلائل کا علم ہو سکے۔ اسی طرح بعض نے یہ پروگرام ریکارڈ کر کے ان لوگوں کو بھی دیئے جو اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ چنانچہ کئی لوگ واپس اسلام کی طرف لوٹنا شروع ہوئے۔ لیکن جب وہ واپس لوٹے تو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ اور یوں واقعۃً عرب علاقے کے اس مغرب سے اسلام کا سورج دوبارہ طلوع ہوا اور ہو رہا ہے جس کا مفصل بیان حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک عہد میں عربوں میں تبلیغ کے واقعات کے ذیل میں کیا جائے گا۔ اِنشاءاللہ العزیز۔}

اس وضاحت کے بعد ہم دوبارہ عربوں میں تبلیغ کے سلسلہ میں ہونے والے اہم اور تاریخی کاموں کا بیان مکرم عبدالمؤمن طاہر صاحب کی زبانی سنتے ہیں۔

تفسیر کبیر کے ترجمہ کی ابتداء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی خلافت کے شروع میں ہی عربوں کی طرف خاص توجہ فرمائی۔جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ان میں سے ایک اہم کام حضرت خلیفہ ثانیؓ کی تفسیر کبیر کے عربی ترجمہ کی ابتداء ہے۔حضورؒ نے اپنی خلافت کے پہلے سال میں ہی جامعہ احمدیہ کے عربی کے استاد مکرم ملک مبارک احمد صاحب (جو قبل ازیں بلاد عربیہ میں عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے تھے) کو یہ ارشاد فرمایا کہ جامعہ احمدیہ کی اور دیگر تمام مصروفیات چھوڑ کر تفسیر کبیر کا ترجمہ کریں۔اور شاید جلدی کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو باتیں اہل ہند سے تعلق رکھتی ہیں یا جو عرب مزاج کے مطابق نہیں ہیں یا جہاں تکرار ہوا ہے اس کو بے شک چھوڑ دیں۔

چنانچہ ملک صاحب نے اس طرح پہلی جلد کا ترجمہ مکمل کیا۔ جب مَیں یہاں لندن آیا تو حضورؒ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ملک صاحب نے پہلی جلد کا ترجمہ کیا ہے اور حلمی صاحب نے اس کی نظر ثانی کی ہے۔آپ اس بارہ میں اپنی رائے دیں۔

خاکسار نے چیک کر کے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ تحریف نہیں ہاں بعض جگہ اختصار کرنے کی وجہ سے یا تکرار کو حذف کرنے سے بعض اہم نکات کا ترجمہ نہیں ہو سکا۔حضور نے فرمایا کہ آپ اس کو پڑھیں اور اصل کے ساتھ ٹیلی کریں۔ پھر جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ یہ حذف شدہ پیرا ڈالنا چاہئے تھا اس کا ترجمہ کر کے ڈال دیں پھر میرے ساتھ مل کر اس کو ڈسکس کر لیں۔ چنانچہ مَیں حضور کی خدمت میں ایسے امور لے کر حاضر ہوتا تھا۔حضور انور کئی دفعہ ترجمہ میں بھی تبدیلی کرواتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد مکرم منیر احمد جاوید صاحب بھی مصر سے لندن تشریف لے آئے اور وہ بھی اس کام میں شامل ہو گئے۔ جب پہلی جلد کا کام مکمل ہوا تو حضور انور نے فرمایا کہ اس کو تو چھپوائیں، لیکن اب دوسری جلد کے ترجمہ کے بارہ میں مشورہ دیں کہ کس سے کروایا جائے۔مکرم منیر احمد جاوید صاحب نے مشورہ دیا کہ مکرم

رانا تصور احمد خان صاحب جامعہ احمدیہ میں عربی زبان کے استاد ہیں ان کو اگر مصر بھجوایا جائے تو وہ وہاں مکرم حلمی شافعی صاحب کے ساتھ مل کر اگلی جلد کا ترجمہ مکمل کر لیں گے۔ چنانچہ حضور انور کے ارشاد کے مطابق مکرم تصور صاحب کو مصر بھجوایا گیا لیکن ان کے ویزے میں توسیع نہ ہوسکی لہذا چندہ ماہ کے بعد ہی انہیں پاکستان واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد حضور انور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کا نام لے کر شروع کریں اور مجھے ہر سال ایک جلد کا ترجمہ چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔

جب پہلی جلد کا عربی ترجمہ تیار کر 1992ء میں چھپا تو مَیں ایک کاپی حضور انور کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ حضور انور نے اس پر یہ الفاظ تحریر فرمائے:

''عزیزم عبد المؤمن طاہر سلمہ اللہ کے لئے جنہوں نے اس جلد کے ترجمہ اور تیاری میں بڑی محنت اور لگن اور بڑی قابلیت کے ساتھ کام کیا۔ اللہ کرے اب اگلی جلد اس طرح دس سال نہ لے''۔

چونکہ پہلی جلد کا ترجمہ 1982ء میں شروع ہوا تھا اور دس سال بعد 1992ء میں چھپا اس لئے حضور نے فرمایا کہ اب اگلی جلد بھی دس سال نہ لے۔ دوسری جلد نے دس سال تو نہ لئے لیکن ایک سال میں بھی مکمل نہ ہوسکی بلکہ 1995ء میں شائع ہوئی، اور تیسری جلد 1997ء میں چھپی جبکہ چوتھی جلد کافی تاخیر سے یعنی 2004ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد سے اب تک ہر سال ایک جلد کا ترجمہ ہو کر چھپ رہا ہے۔ الحمد للہ۔

عربی میں براہ راست ترجمہ کی ابتداء

حضورؒ جرمنی جاتے ہوئے ہالینڈ میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ ایک سفر میں مَیں بھی ساتھ تھا۔ اکثر یوں ہوتا تھا کہ حضور انور انگریزی میں بولتے تھے اور عربوں کیلئے جماعت کے مبلغ مکرم عبد الحکیم اکمل صاحب ڈچ میں ترجمہ کرتے تھے۔ گویا بعض عرب انگریزی سمجھ جاتے تھے اور بعض ڈچ سن کر حضورؒ کی بات سمجھتے تھے۔ پہلے دن کی گفتگو کے بعد مَیں نے حضورؒ کے سیکیورٹی آفیسر مکرم میجر محمود احمد صاحب سے سیر کے دوران یونہی کہہ دیا کہ اگر حضور انورؒ ذرا آسان انگریزی بولیں تو شاید مَیں ڈائریکٹ عربی میں ہی ترجمہ کرسکوں گا۔ میجر صاحب نے حضور

انور کی خدمت میں ذکر کر دیا چنانچہ حضور کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ کل کے ترجمہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یوں الحمد للہ ہالینڈ میں تو گزارا ہ چل گیا۔ جرمنی گئے تو حضور انور نے امیر صاحب جرمنی سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دفعہ ہم آپ کے لئے عربی زبان کے ایک سپیشلسٹ بھی لائے ہیں۔ چنانچہ وہاں سوال و جواب کی مجلس میں ایک عربی دوست بھی شامل تھے جنہوں نے عربی میں سوال کیا تو حضور نے فرمایا کہاں ہیں مومن صاحب؟ چنانچہ مجھے وہاں ترجمہ کرنے کا موقعہ ملا لیکن مَیں بہت بوکھلایا ہوا تھا جس کی وجہ سے شاید ترجمہ اتنا معیاری نہیں تھا لیکن حضور انور نے اس پر کچھ تبصرہ نہ فرمایا۔

عربی ترجمہ کی ڈبنگ کی ابتدا

غالبًا 1989ء یا اس سے پہلے کی بات ہے کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ہر ماہ میرے چاروں خطبات کو سن کر ان کا ترجمہ ڈبنگ کر کے عرب ممالک میں بھجوائیں۔ مَیں نے شروع کیا۔ ایک جملہ سن کر ڈبنگ کرنے کی کوشش کی تو ترجمہ کی کوئی سمجھ ہی نہ آئے۔ بالآخر حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ چار خطبوں کا ترجمہ ڈبنگ کرنا تو بہت مشکل ہوگا۔ حضور نے فرمایا چار نہیں تو دو ہی کر دیں اور دو نہیں تو ایک ہی کر دیں۔ اب جب آکر شروع کیا تو مجھے تو ایک بھی کرنا محال معلوم ہو رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تو ہی سکھا اور توفیق دے۔ چنانچہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص فضل تھا کہ بعد میں اس کی توفیق ملتی چلی گئی۔

خطبہ جمعہ کا لائیو عربی ترجمہ

جب ڈبنگ کا سلسلہ کسی قدر چل نکلا تو اسی عرصہ کی بات ہے کہ حضور انور کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ میرے خطبہ جمعہ کا لائیو ترجمہ کریں۔ جو اس وقت یہاں لندن میں موجود عرب احباب کے لئے ہوتا تھا۔ مَیں حاضر ہوا تو مجھے ایک ایسے کمرہ میں ترجمہ کے لئے بٹھایا گیا جہاں باقی احباب بھی کام کی غرض سے آجا رہے تھے اور کئی قسم کا ساز و سامان اور مشینیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ بلکہ بعض اوقات اونچی آواز میں ایک دوسرے سے کوئی چیز مانگ بھی لیتے تھے۔ بہر حال حضور انور کا خطبہ شروع ہوا۔ حضور چار جملے بولتے تو مَیں بڑی مشکل سے ان میں سے

صرف ایک کا ترجمہ کر پاتا۔ جمعہ کے بعد مَیں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ اس طرح مَیں تو حضور انور کے خطبہ کے بمشکل چوتھے حصہ کا ہی ترجمہ کر پایا ہوں۔ اس کے بعد بڑی دعا بھی کی تو اگلے خطبہ میں کافی بہتری تھی۔ اس کے بعد رمضان شروع ہوگیا تو روزانہ حضور انور کے درس کا ترجمہ ہونا شروع ہوگیا اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا اور الحمد للہ پھر کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

مکرم منیر احمد جاوید صاحب کی مصر روانگی

مکرم عبد المؤمن طاہر صاحب کی مصر میں عربی زبان کی تعلیم کے دوران ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مکرم منیر احمد جاوید صاحب کو بھی وہاں پر تعلیم کی غرض سے بھجوایا۔ ان ایام کی بعض یادوں کا تذکرہ مکرم منیر احمد جاوید صاحب نے کچھ اس طرح کیا:

میرا مصر میں قیام تقریباً ڈیڑھ سال رہا جس کے بعد ویزہ میں مزید توسیع نہ ہوسکی چنانچہ جب یہ صورتحال حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھی گئی تو آپؒ نے فرمایا کہ لندن واپس آجائیں۔

قیام مصر کی بعض یادیں

قیام مصر کے دوران ہم تقریباً سبھی مصری احمدیوں کے ساتھ رابطے میں رہے بلکہ ان کے گھروں میں بھی آتے جاتے رہے یوں ہم ان سے زبان کے لحاظ سے اور وہ ہم سے جماعتی علوم کے بارہ میں استفادہ کرتے رہے۔

☆ ویسے تو تمام مصری احمدی ہی اخلاص و وفاء میں بڑھے ہوئے تھے لیکن ان میں سے مکرم کاظم صاحب کا ذکر میں بطور خاص کرنا چاہوں گا۔ یہ دوست مختلف طریقوں سے زبان سیکھنے اور اسکی پریکٹس کرنے کے بارہ میں ہماری مدد کیا کرتے تھے۔ انکا ایک طریق بہت ہی بھلا اور قابل قدر تھا کہ بڑی معصومیت اور حکمت کے ساتھ کوئی ایسا موضوع چھیڑتے جس کے بارہ میں انہیں یقین ہوتا کہ ہم جذباتی ہوکر لازمی کچھ بولیں گے۔ چنانچہ جب واقعی ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی تو یہ مسکراتے ہوئے کہتے: دیکھو تم نے کتنی اچھی عربی زبان سیکھ لی ہے اور کتنی روانی سے عربی بول رہے ہو۔

☆ مصر میں عربی زبان کی تعلیم کے علاوہ میں نے متعدد سفارتخانوں سے بھی رابطے کیئے اور انہیں جماعت احمدیہ کا تعارف کروانے کا موقعہ ملا۔ ان میں ویٹیکن کے سفارتخانہ میں جا کر سفیر سے ملاقات اور انہیں اسلام واحمدیت کا پیغام پہنچانا قابل ذکر بات ہے۔ اسی طرح رشین سفیر سے بھی ملاقات کی اور انہیں بھی جماعت کے بارہ میں بتانے کا موقعہ ملا۔

حسنی مبارک کو انگریزی ترجمہ قرآن کا تحفہ

مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ہر سال کتابوں کا ایک میلہ لگتا ہے جس میں نئ پرانی کتب کی نمائش اور فروخت ہوتی ہے۔ اس میلہ میں ہم نے بھی اپنا سٹال لگایا۔ ایک دن اس میلہ کو دیکھنے کیلئے سابق مصری صدر حسنی مبارک بھی تشریف لائے۔ جب وہ ہمارے سٹال پر تشریف لائے تو ہم نے انہیں حضرت چوہدری ظفر اللہ خانصاحبؓ کا انگریزی ترجمہ قرآن بطور تحفہ دیا۔ جب وہ چلے گئے تو بعد میں انکے وفد کا ایک آدمی یہ چیک کرنے کے لئے آیا کہ یہ ترجمہ قرآن دینے والے کون لوگ تھے اور ہم سے اس بارہ میں کچھ سوال پوچھے اور مطمئن ہو کر چلا گیا۔

فری میسنز

مصر جانے سے قبل مجھے رسالہ ''خالد'' کی ادارت کے فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی تھی۔ مصر پہنچ کر میرا تعارف عربی جریدہ الأخبار الوطنی کے مدیر سے ہوا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہاں آنے سے قبل میرا بھی میدان صحافت سے ایک تعلق رہا ہے۔ اس طرح میرا اسکے ساتھ ایک اچھا تعلق بن گیا تھا۔ اسکی ایک بات میں کبھی نہیں بھول سکتا ہے جو ایک دن بڑی رازداری کے انداز میں اس نے مجھ سے کہی کہ آج عالم اسلام میں کوئی ایک لیڈر بھی ایسا نہیں جو فری میسن سے پے رول پر نہ ہو۔

☆ ان کے علاوہ جن لوگوں سے میں ملنے چلا جایا کرتا تھا ان میں ایک ''معہد البحوث الإسلامیۃ'' کی لائبریری کے انچارج بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان سے اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ پرانی نایاب کتابوں کے مخطوطات تک نکال کر مجھے استفادہ کرنے کے لئے دے دیا کرتے تھے۔

☆ علاوہ ازیں کچھ عرصہ ایک مسجد میں جا کر ہفتہ میں تین دن ایک شیخ الحدیث سے حدیث بھی پڑھتا رہا۔لیکن انکے درس بصیرت سے خالی اورنورِعلم سے عاری ہوتے تھے۔انکا سارا زورحدیث کی سند یعنی اسکے راویوں کے بارہ میں علم جرح وتعدیل پر ہوتا تھا۔

مہدی سوڈانی کے بارہ میں معلومات

مصر سے لندن واپسی کے ارشاد کے ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خاکسارکوسوڈان جانے اور وہاں سے مہدی سوڈانی کے بارہ میں معلومات اکٹھی کر کے لانے کا بھی ارشاد فرمایا۔اس وقت سوڈان میں ایک دو افریقن طالبعلموں کے علاوہ کوئی احمدی نہ تھا۔ایک فیملی تھی جو احمدی تو نہ تھی لیکن احمدیت کے ساتھ اچھا حسن ظن رکھتی تھی۔یہ شدید گرمی کے دن تھے۔میرے ذہن میں سوڈان اور خصوصًا خرطوم کے بارہ میں ایک اچھا تصور تھا شاید اس لئے بھی کہ ان دنوں خرطوم یونیورسٹی بڑی مشہور تھی اوراس کے ذکر کے ساتھ اس علاقے کی ایک اچھی صورت ذہن میں ابھرتی تھی۔بہرحال جب میں ائرپورٹ پر اترا تو اسکی حالت دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا۔خرطوم شہر کی حالت ایک قصبہ سے بھی کم تر تھی، الغرض سب کچھ میرے تصور کے بالکل برعکس تھی۔بہرحال میں ڈھونڈتا ڈھانڈتا اس مذکورہ فیملی کے گھر تک پہنچ گیا لیکن گھر میں کوئی مرد نہ تھا اسلئے میں وہاں محض چند منٹ رکنے کے بعد چلا آیا۔
مجھے مرکز سے یہ معلومات بھی ارسال کی گئی تھیں کہ خرطوم یونیورسٹی میں یوگنڈا کے ایک احمدی نوجوان مکرم عزالدین صاحب تعلیم حاصل کرتے ہیں بوقت ضرورت ان سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔لہذا میں شدید گرمی کے عالم میں بمشکل اس ہوسٹل میں پہنچا جہاں کافی دیر مجھے گیٹ پر انتظار کرانے کے بعد عزالدین صاحب سے ملوا دیا گیا جو بہت محبت سے پیش آئے۔ہوسٹل میں تو رہنا ممکن نہ تھا لہذا میں ہوٹل میں واپس آ گیا۔خرطوم کے نواح میں ''ام درمان'' نامی بستی میں مہدی سوڈانی کی قبر ہے۔اس کے ساتھ ہی ایک لائبریری تھی۔میں روزانہ وہاں جا کر مختلف کتب سے استفادہ کرتا اوردوتین روز میں مطلوبہ معلومات اکٹھی کر کے وہاں سے مصر اور پھر لندن واپس آ گیا۔

لندن میں خدمت

لندن پہنچ کر کچھ عرصہ کے لئے عربوں کی طرف سے خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھے گئے عربی خطوط کے اردو ترجمہ میں اور تفسیر کبیر کے عربی ترجمہ میں مکرم عبد المؤمن طاہر صاحب کی معاونت کی توفیق ملی۔ ازاں بعد حضور انور کی طرف سے دیگر کئی کام سپرد ہو گئے اور بالآخر پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمت بجالانے کا ارشاد ہوا جسکی خداوند تعالیٰ محض اپنے فضل واحسان کے ساتھ آج تک توفیق دیتا چلا جارہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

1985ء کا تاریخی جلسہ سالانہ برطانیہ

ہجرت نے رستے کھول دیئے

ہم حضرت مصلح موعودؓ کے عہد مبارک میں عربوں میں تبلیغ کے ایمان افروز واقعات کی ذیل میں یہ ذکر کر آئے ہیں کہ جب اسرائیل نے فلسطینی علاقوں پر قبضہ کیا تو ان علاقوں کے بعض عرب باشندے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پڑوسی عرب ممالک کی طرف ہجرت کر گئے۔ بعض اپنی جائیدادیں یہودیوں کو اونے پونے بیچ کر یہ جگہ چھوڑ گئے۔ ایسے حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اہل کبابیر کو یہ پیغام پہنچایا کہ اپنی زمین یہودیوں کو نہیں بیچنی۔ لہذا یہ لوگ اسی جگہ پر آباد رہے۔ لیکن چونکہ یہ علاقے اسرائیلی تسلط کے نیچے تھے لہذا یہ لوگ پاکستان نہیں جاسکتے تھے، جبکہ خلافت اور جماعت کا مرکز ربوہ پاکستان میں تھا۔ اس طرح یہ لوگ خلیفۂ وقت سے پاکستان میں نہیں مل سکتے تھے۔ نہ مرکز احمدیت کی زیارت کر سکتے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بعض اوقات یورپ یا امریکہ وغیرہ کے بعض ممالک کے دورہ پر تشریف لے گئے تو ان احمدیوں میں سے بعض نے حضور سے ملاقات کی اور کئی سالوں کی پیاس بجھائی۔ لیکن ایک لمبے عرصہ بعد یہ ملاقات بھی بہت مختصر تھی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، فضل اور حکمتوں کے تحت جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لندن ہجرت فرمائی تو جہاں اللہ تعالیٰ نے اَور بے شمار نعمتوں اور برکات کی راہیں کھولیں وہاں ان احمدیوں کے لئے خلیفۂ وقت سے ملاقات کی راہ بھی کھل گئی۔ اور وہ بند جو کئی سالوں سے لگے ہوئے تھے وہ سب ٹوٹ گئے۔ شاید ان کے ذہنوں میں کسی قدر محرومی کے خیالات بھی آتے ہوں گے کہ ہم خلیفۂ وقت سے مل نہیں سکتے نہ مرکز احمدیت کی زیارت کرنے جا سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سب محرومیوں کو مٹا

دیا اور خلیفہ وقت ایسے علاقے میں ہجرت کر کے تشریف لے آئے جہاں ان احمدیوں کا آنا جانا ممکن تھا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں اور تمناؤں کو بھی سنا اور سب سے زیادہ انہیں حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ارشاد مبارک کی اطاعت کرنے کی بے شمار برکات کے علاوہ یہ برکت بھی عطا فرمائی کہ خلافت سے رابطہ اور تعلق کے نئے راستے کھول دیئے۔

چنانچہ 1985ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر کبابیر اور دیگر عرب ممالک سے شامل ہونے والا وفد تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا۔ اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا، اور ان ممالک سے مرد عورتیں اور بچے جلسہ میں شامل ہوتے رہے یہاں تک کہ 2009ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے عرب مرد وزن و بچگان کی تعداد تقریباً 100 تھی۔

تاریخی جلسہ سالانہ کا کچھ حال

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد 1985ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ میں عربوں کا ایک وفد شامل ہوا یہاں پر اس جلسہ میں شامل ہونے والے بعض افراد کے جذبات اور ملاحظات ومشاہدات کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

مکرم عبد اللہ اسعد عودہ صاحب اور مکرم عبد اللطیف اسماعیل عودہ صاحب نے ہماری درخواست پر اس بارہ میں اپنی تحریر مؤرخہ 5/ جون 2009ء ارسال فرمائی جس کا خلاصہ نظر قارئین کیا جاتا ہے۔

1985ء کا جلسہ سالانہ برطانیہ 4 تا 6 اپریل کو منعقد ہوا۔ اس میں شامل ہونے کے لئے اہل کبابیر کا 24 افراد پر مشتمل ایک وفد حاضر ہوا۔ جن کے ساتھ کبابیر میں جماعت کے مبلغ مکرم شریف احمد امینی صاحب بھی تشریف لائے۔ علاوہ ازیں سیریا اور اردن اور مصر اور کویت سے بعض عرب احباب نے بھی شرکت کی یوں عربوں کے اس وفد کی کل تعداد تیس کے لگ بھگ ہو گئی۔ اور شاید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں عربوں کا وفد خلیفہ وقت کی موجودگی میں کسی مرکزی جلسہ سالانہ میں شامل ہوا ہو۔

چونکہ کبابیر کے احمدیوں کے لئے پاکستان کا سفر تو ناممکن تھا اور قبل ازیں خلیفہ وقت سے ملاقات کی یہی صورت میسر تھی کہ اُن دنوں میں جب کبھی حضور یورپ کے دورہ پر تشریف لائیں

تو وہ بھی یورپ میں آ جائیں، لیکن یہ توفیق بھی بہت کم احمدیوں کو ملتی تھی۔ دوسری طرف خلیفہ وقت سے ملاقات کی خواہش ہر احمدی کے دل میں موجزن تھی۔ لہٰذا حضور انور کی ہجرت کے بعد جب آپ سے ملاقات کی یہ راہ کھل گئی تو کبابیر کے احمدی بھائیوں کی خوشی دیدنی تھی۔ دوسری طرف اس لئے بھی ہماری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی ایک لمبے عرصہ کے انتظار کے بعد مرکزی جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق دی تھی۔ ہمارے لئے اسلام آباد میں رہائش کا اعلیٰ انتظام کیا گیا تھا اور خدمت کرنے اور خاص خیال رکھنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔

مختلف ممالک کے وفود اور ہر رنگ ونسل کے افراد سے دینی محبت واخوت کے جذبات کے ساتھ ملاقاتوں میں ایک عجیب حلاوت اور روحانی لذت تھی جس کا بیان ناممکن ہے۔

علاوہ ازیں حضورؒ نے ہمیں دعوت پر بلایا بلکہ متعدد بار بڑے پیار سے ہمیں آموں کے تحائف بھی بھجوائے۔

جلسہ کے بعد مجلس شوریٰ میں بھی حضور انورؒ نے ہمیں شمولیت کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ مبلغ سلسلہ کبابیر کے علاوہ مکرم محمود احمد عودہ صاحب اور مکرم عبد اللہ اسعد عودہ صاحب نے یہ سعادت پائی۔

حضور انور کی نصائح

حضورؒ نے ایک تو ہمیں ان جلسوں میں تمام احباب کو حسب استطاعت شامل ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ دوسرے نظام جماعت کے پورے طور پر قیام اور ذیلی تنظیموں کے فعال کردار جیسے امور کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ حضور انور کی اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ حضور انور کی وفات تک کبابیر کے اکثر احمدیوں کی جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت اور خلیفہ وقت سے ملاقات ہوگئی اور بعض کا مضبوط ذاتی تعلق قائم ہوگیا۔ اور ہر ایک کو یا اس کے اہل خاندان کو خلیفۂ وقت سے تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی روحانی لذت کے خزانے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حاصل ہوگیا۔

واپس روانگی سے قبل حضور انور نے ہمیں شرفِ ملاقات بخشا اور سب کے ساتھ اجتماعی تصویر بھی بنوائی۔

ایک حسین اتفاق

مکرم عبداللہ اسعد صاحب از کبابیر لکھتے ہیں کہ:

جلسہ سالانہ برطانیہ میں شرکت کے بعد واپسی پر مجھے جرمنی جانے اورافراد جماعت سے ملاقات کا بھی اتفاق ہوا۔ چونکہ اس سے قبل بھی مجھے متعدد بار جرمنی جانے کا اتفاق ہوا تھا اس لئے وہاں کے متعدد احمدیوں کے ساتھ خاکسار کے اچھے تعلقات تھے۔ وہاں Dietzenbach کے علاقہ میں 1967ء سے میرے ایک احمدی دوست مکرم شریف خالد صاحب رہتے تھے جنہوں نے بڑے پیار اور محبت سے مجھے کھانے پر بھی بلایا جس میں مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب نے بھی شرکت فرمائی جو کہ اس وقت صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی تھے۔ اس دعوت میں مکرم شریف خالد صاحب نے ہمیں ایک بہت بڑا سرپرائز دیا، وہ کہنے لگے کہ آپ عرب احباب اس جلسہ میں شرکت کرنے کی وجہ سے بہت خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ آپ کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آج سے پورے ایک سوسال قبل کا الہام پورا ہوا۔ اور وہ ہے: يَدْعُوْنَ لَكَ أَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَب۔ جو کہ حضور علیہ السلام کو 6/اپریل 1885ء کو ہوا یعنی اس جلسہ سالانہ کے دوسرے دن اس کو پورے سوسال ہو گئے۔

مکرم عبداللہ اسعد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے جب حضور انورؒ کی خدمت میں اس الہام کے پورا ہونے کی بابت لکھا تو حضور نے اس پر اپنے مکتوب گرامی میں فرمایا:

I was deeply touched to hear that.

ایک زبردست پیشگوئی

مکرم عبداللہ اسعد صاحب کی مذکورہ بالا بات کے بعد جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی مکمل تفاصیل کو دیکھا تو ایک عجیب توارد سامنے آیا جو نظر قارئین کیا جاتا ہے۔ اس الہام کی تفصیل درج کرتے ہوئے حضورؑ 6/اپریل 1885ء کو اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"آج اسی وقت مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ کسی ابتلاء میں پڑا ہوں اور مَیں نے اِنَّا لِلّٰہِ

وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ اور جو شخص سرکاری طور پر مجھ سے مؤاخذہ کرتا ہے مَیں نے اس سے کہا کیا مجھ کو قید کریں گے یا قتل کریں گے۔ اس نے کچھ ایسا کہا کہ انتظام یہ ہوا ہے کہ گرایا جائے گا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں اپنے خداوند تعالیٰ جلّشانہ کے تصرف میں ہوں جہاں مجھ کو بٹھائے گا بیٹھ جاؤں گا اور جہاں مجھ کو کھڑا کرے گا کھڑا ہو جاؤں گا۔ اور یہ الہام ہوا:

یَدْعُوْنَ لَکَ أَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَب۔

یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں۔ اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں۔

خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے اور کب اور کیونکر اس کا ظہور ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔"

(از مکتوب مؤرخہ 6/اپریل 1885ء مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ 86)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام اس وقت ہوا جب ابھی جماعت کا کہیں کوئی نام ونشان بھی نہ تھا اور نہ ہی حضورؑ نے جماعت کے قیام کا کوئی اعلان فرمایا تھا بلکہ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کو بعض بزرگوں کی طرف سے کہا جارہا تھا کہ:

"تم مسیحا بنو خدا کے لئے"۔ اور آپ ہماری بیعت لیں۔ لیکن آپ یہی فرما رہے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم نہیں ہوا۔

ایسے وقت میں کسی کو یہ الہام ہو کہ ہندوستان کے چند لوگ تیری بیعت کریں گے اور پھر ایسا ہو جائے تو بھی وہ اس کی صداقت کی دلیل ہے۔ لیکن اگر یہ الہام ہو کہ:

1۔ تیری بیعت میں عربوں کی ایک جماعت شامل ہونے والی ہے۔

2۔ وہ جماعت عام لوگوں کی نہیں ہوگی بلکہ ایسے خواص ہوں گے کہ جن میں سے کچھ عباد اللہ، کچھ صلحاء اور کچھ ابدال کے درجہ پر ہوں گے۔

3۔ یہی نہیں بلکہ جتنے نیک اور صالح اور روحانیت میں ترقی کرنے والے وہ خود ہوں گے اتنا ہی تیرے ساتھ محبت، اخلاص اور وفا میں بڑھنے والے ہوں گے یہاں تک کہ تیرے لئے دعائیں کریں گے۔

یہ اتنی بڑی بات ہے کہ کوئی انسان از خود اس کی جرأت نہیں کرسکتا۔ بلکہ یہ صرف اور صرف وہ خدا ہی کہہ سکتا ہے جس کا دلوں پر تصرف ہے، جو عالم الغیب ہے، جو اپنے فرستادوں کی مدد

کرتا ہے اور انکی نصرت کے لئے اپنی وحی کے ذریعہ دنیا کی مختلف اقوام میں سے ''رجال'' کو منتخب کر کے خود ارسال کر دیتا ہے۔

بلا شبہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم نشان ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ رؤیا اور الہام آپ کی زندگی میں ہی اس طرح پورا ہوا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت الشیخ محمد بن احمد المکیؓ، حضرت محمد سعید الشامی الطرابلسی صاحبؓ، حضرت عبداللہ عربؓ، حضرت سید علی ولد شریف مصطفیٰ عرب، حضرت عثمان عرب، حضرت حاجی مہدی بغدادی وغیرہ صلحاء العرب اور عباداللہ من العرب اور ابدال شام کی صورت میں آپ کی بیعت میں دے دیا اور یہ خوش قسمت عرب صحابہ اس الہام کے پہلے مصداق بنے۔

ایک عجیب توارد

جیسا کے اس رؤیا اور الہام کے درج فرمانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

''خدا جانے یہ کیا معاملہ ہے اور کیونکر اس کا ظہور ہو۔''

اس کے مطابق اس کے اور بے شمار معانی ہوں گے اور نہ معلوم آئندہ کس طور پر اور کن معنوں میں اور کتنی دفعہ اس نے پورا ہونا ہے۔ تاہم اس کے پورا ہونے کی ایک صورت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے عہد مبارک میں بھی پیدا ہوئی۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس الہام کے پورا ہونے کی یہ تجلی کیسے ظاہر ہوئی۔

اس رؤیا کی ابتداء میں حضورؑ فرماتے ہیں:

''مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ کسی ابتلاء میں پڑا ہوں اور میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا۔ اور جو شخص سرکاری طور پر مجھ سے مؤاخذہ کرتا ہے مَیں نے اس سے کہا کیا مجھ کو قید کریں گے یا قتل کریں گے۔ اس نے کچھ ایسا کہا کہ انتظام یہ ہوا ہے کہ گرایا جائے گا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں اپنے خداوند تعالیٰ جل شانہ کے تصرف میں ہوں جہاں مجھ کو بٹھائے گا بیٹھ جاؤں گا۔ اور جہاں مجھ کو کھڑا کرے گا کھڑا ہو جاؤں گا۔''

یہ کلمات بعینہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت پر بھی صادق آتے ہیں جو کہ ایک بہت بڑا ابتلاء تھا۔آپ کو قید وقتل کرنے کی بڑے پیمانے پر سازش تیار ہو چکی تھی جس کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔اور دشمن اپنی دانست میں اس حربہ سے نہ صرف آپ کو گرانے کا سوچ رہا تھا بلکہ آپ کے بعد جماعت کے وجود کو بھی مٹتا ہوا خیال کر رہا تھا۔لیکن ہوا وہی جو خدا نے چاہا۔آپ خدا کے تصرف کے تحت چلتے گئے اور جہاں اللہ نے بٹھایا بیٹھ گئے، جہاں کھڑا کیا کھڑے ہو گئے۔اور معجزانہ طور پر خدا تعالیٰ کی حفظ وامان میں ہجرت کر کے دیار مغرب میں پہنچ گئے۔

اب اس رؤیا کے دوسرے حصہ کے پورے ہونے کی باری تھی جو کہ الہام الٰہی سے عبارت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 29/اپریل 1984ء کو ہجرت فرمائی۔اس سال تو جلسہ سالانہ برطانیہ گزشتہ طے شدہ تواریخ کے مطابق مؤرخہ 27,26 اگست کو صرف دو دن کے لئے ہوا۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سے قبل بھی جلسہ سالانہ برطانیہ صرف دو دن کیلئے اور اکثر اگست کے مہینے میں ہوتا تھا۔

اگلے سال 1985ء کے جلسہ سے قبل جماعت نے اسلام آباد ٹلفورڈ کی وسیع اراضی خرید لی تھی چنانچہ یہاں پر ایک عالمگیر جلسہ ہوا۔اس جلسہ میں یہ عجیب بات ہوئی کہ اس کی تواریخ اگست کی بجائے 5-6 اور 7/اپریل مقرر ہوئیں،اور ان کی درمیانی تاریخ یعنی 6/اپریل کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رؤیا اور الہام پر پورے 100 سال مکمل ہو گئے تھے۔ اور یہی وہ جلسہ تھا جس میں پہلی بار 47 ممالک کے وفود شامل ہوئے۔اس موقعہ پر عرب ممالک سے بھی پہلی دفعہ تقریباً تیس افراد پر مشتمل ایک وفد شامل ہوا۔اس سے قبل جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اتنی بڑی تعداد میں عرب احباب شاید کسی مرکزی جلسہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔یوں بڑی شان کے ساتھ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام اس انوکھے رنگ میں پورا ہوا۔اور آج خلافت خامسہ کے عہد مبارک میں تو صلحائے عرب اور ابدال الشام کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعائیں اس قدر نمایاں ہو کر سامنے آئی ہیں کہ اس کا ایک زمانہ گواہ بن گیا ہے۔

دائیں سے بائیں: عبدالہادی عودہ، ہاشم طیب عودہ، محمود احمد عودہ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، مصطفیٰ ثابت مرحوم (پیچھے)، طٰہٰ قزق مرحوم۔

جلسہ سالانہ 1985 میں شرکت کرنے والے وفدِ کبابیر کے بعض ارکان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ

جلسہ سالانہ 1985 میں شرکت کرنے والے عرب احباب کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع
رحمہ اللہ کے ساتھ ایک یادگار تصویر

جلسہ سالانہ 1985 میں شرکت کرنے والے بعض عرب احباب کا گروپ فوٹو

مربیان کرام کی عرب ممالک میں روانگی

جیسا ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ہجرت کے بعد دیگر بیرونی ممالک اوراقوام کے ساتھ ساتھ عربوں میں بھی تبلیغ کو بڑی اہمیت دی۔عربوں میں تبلیغی مہمات کی کامیابی کا ایک اہم نقطہ عربی زبان میں زیادہ سے زیادہ لٹریچر مہیا کرنا تھا۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مربیان کرام کوعربی زبان کی مزید تعلیم کے لئے عرب ممالک میں بھجوایا۔ان میں سے بعض مبلغین کرام کا ذکر پہلے گزر چکا ہے،بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لندن میں کسی مجلس میں اس بات کا ذکر فرمایا کہ چند مبلغین کومختلف زبانوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرونی ممالک بھجوایا جائے۔اس سلسلہ میں مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب نے حضورانور کی خدمت میں عرض کیا کہ انہوں نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں چند متخصّصین تیار کئے تھے اگرحضور پسند فرمائیں تو انہیں بعض عرب ممالک میں عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کیلئے بھجوادیا جائے۔چنانچہ اس بنا پر پاکستان سے مکرم نصیر احمد صاحب قمر اور مکرم منیر احمد صاحب جاوید کو لندن بھجوانے کی کارروائی شروع ہوئی،اورویزہ ملنے پر یہ دونوں مبلغین 16/مئی 1985ء کولندن پہنچ گئے۔

شام روانگی اور ہدایات

لندن میں کام کی زیادتی اورعملہ کی کمی کی وجہ سے کچھ عرصہ انہوں نے لندن میں رہ کرکام کیا۔ازاں بعد یہ فیصلہ ہوا کہ انہیں عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے لئے شام بھجوادیا جائے۔لہٰذا مورخہ 2/اپریل 1986ء کوحضور انور رحمہ اللہ نے اسلام آباد میں انہیں ہدایات دیں جن میں

ایک یہ بھی تھی کہ وہاں جا کے زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ جماعت کو بھی سنبھالیں۔
3/اپریل1986ء کو یہ دونوں مربیان کرام شام پہنچ گئے۔ ائر پورٹ پر استقبال کے لئے آنے والے احمدیوں میں مکرم محمد الشوا صاحب، مکرم ناصر عودہ صاحب، مکرم منیر ادلبی صاحب، مکرم نذیر مرادنی صاحب، اور مکرم خالد عباس ابوراجی صاحب شامل تھے۔

ویزہ میں توسیع نہ ہوسکی

پروگرام تو یہ تھا کہ شام میں انہیں کسی انسٹیٹیوٹ میں داخلہ مل جائے گا جس کی بنا پر ان کے ویزہ میں توسیع ہو جائے گی لیکن باوجود انتہائی کوشش کے ایسا نہ ہوسکا۔اور پانچ ہفتوں کے مختصر قیام کے بعد انہیں واپس لندن آنا پڑا۔حضور انور نے لندن سے روانگی سے قبل دونوں مربیان میں سے مکرم نصیر احمد قمر صاحب کو نگران بنا کر ارسال کیا تھا اور ان سے تعاون کی ہدایات پر مشتمل ایک خط شام کی جماعت کو بھی ارسال کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔مربیان کرام نے یہ خط دستی لے جانا چاہا لیکن اس وقت کے عربی ڈیپارٹمنٹ کے انچارج حسن عودہ صاحب نے اسے ڈاک کے ذریعہ بھیجنے پر ہی اصرار کیا۔شام پہنچنے پر ائیر پورٹ پر تو کوئی مشکل پیش نہ آئی تاہم چند دنوں کے بعد ان کے پاس سی آئی ڈی کے کچھ لوگ آئے جنہوں نے ان کے آنے کا سبب پوچھا۔ان کے اس جواب کے بعد کہ عربی زبان کی مزید تعلیم کے لئے یہاں آئے ہیں، یہ سی آئی ڈی والے تو چلے گئے لیکن اس کے بعد نہ تو انہیں کہیں داخلہ ملا نہ ہی ویزہ میں توسیع ہوسکی اور دلچسپ بات یہ کہ لندن سے پوسٹ کیا ہوا خط نہ ان کی موجودگی میں انہیں وہاں ملا، نہ ہی ان کے بعد وہاں پہنچا۔۔شاید یہ خط سی آئی ڈی والوں کے ہاتھ لگ گیا تھا اور انہیں نہ جانے کیا خوف تھا جس کی بنا پر دونوں مربیان کو وہاں پر تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ دیا گیا۔

اس وقت میڈیا نے اتنی ترقی ابھی نہیں کی تھی نہ ہی جماعت کا ٹی وی چینل تھا نہ ویب سائٹ اور نہ دیگر تیز ترین ذرائع جو آجکل میسر ہیں۔اس لئے جماعتیں ان معلومات کے سلسلہ میں زیادہ تر ڈاک پر ہی انحصار کرتی تھیں اور شام میں شاذ ونادر کے طور پر ہی ڈاک پہنچتی تھی۔اس لئے ان پانچ ہفتوں کے قیام میں دوڑ بھاگ سے بچنے والے وقت میں مربیان کرام کو احمدی احباب کے ساتھ بیٹھنے کا جتنا بھی موقعہ ملا تو انہیں خلیفۂ وقت کی مصروفیات، آپ کی مختلف

تحریکات اور ان کے شیریں ثمرات،اسی طرح مرکز جماعت اور دیگر علاقوں میں جماعت کی خبریں بتائی گئیں جن سے وہ بالکل ہی بے خبر تھے۔ان چند دنوں کے بارہ میں مکرم نصیر احمد قمر صاحب نے اپنی کچھ یادیں بیان فرمائیں جوانکی زبانی نظر قارئین کی جاتی ہیں۔

جماعت کے لوگوں کو جماعت کے عالمی حالات کی کچھ خبر نہ تھی۔ پاکستان اور دیگر ممالک میں احمدیوں کے ساتھ ظلم کے واقعات کا بہت کم علم تھا۔اس لئے جب بھی ہمیں موقعہ ملتا اور ہم انہیں یہ واقعات سناتے تو یہ بڑی دلچسپی سے سنتے تھے۔ان کو مرکز سے،خلیفۂ وقت سے رابطے کی ایک تڑپ تھی۔ ان کے ساتھ ہماری گفتگو ہوتی تو ہماری عربی زبان کی پریکٹس ہو جاتی اور انہیں جماعت کے حالات کے بارہ میں معلومات مل جاتیں۔

مکرم منیر الحصنی صاحب ان دنوں علیل تھے۔ ان سے ملاقات تو ہوجاتی تھی لیکن زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔

ہمارے وہاں قیام کے دوران مکرم ناصر عودہ صاحب اور ان کے اہل خانہ نے بہت اخلاص اور محبت کا اظہار فرمایا۔ان کی اہلیہ باصرار خود ہی کھانا بناتی رہیں اور ہمیں نہیں پکانے دیا۔اسی طرح مکرم محمد الشوا صاحب کے بھائی مکرم زکریا الشوا صاحب نے بھی بہت سیر کروائی۔ وہ ہمیں لے کر وہاں پر صحابہ کرام اور صحابیات کے مزارات پر گئے۔علاوہ ازیں آثار قدیمہ اور کئی تاریخی عمارات اور مقامات کی بھی سیر کروائی۔

مکرم نذیر مرادنی صاحب جب بھی ہمارے پاس بیٹھتے کاغذ قلم نکال کر ہماری باتوں کے نوٹس لیتے تھے۔اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ گزشتہ عرصہ میں جو بھی جماعت کا نمائندہ یا مبلغ یہاں تشریف لایا ہے ان کی باتوں کے نوٹس ان کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ ہماری وہاں موجودگی کے عرصہ میں مکرم نذیر مرادنی صاحب کے بھائی نے بیعت کی تھی۔

وہاں مرکز سے جو ڈاک پہنچتی تھی اس میں سے اکثر جماعت کے اردو زبان میں رسالے تھے جن کو پڑھ کے سمجھنے سے وہ قاصر تھے اس لئے ہم نے دیکھا کہ ان کو کسی نے کھولا تک نہ تھا۔ ہم نے کھول کر ان میں مذکور بعض خبروں اور مضامین سے احباب کو آگاہ کیا تو وہ بڑے حیران ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں تو پتہ بھی نہیں تھا کہ ان رسائل میں اس قدر خزانے موجود ہیں۔

اسوۂ حسنہ

ایک دفعہ مکرم محمد الشوا صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس ان کے ایک وکیل دوست بھی تشریف رکھتے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 40سال کی عمر میں نبوت کا اعلان کیا اور 63سال کی عمر میں وفات پائی۔یوں آپ نے 23سال نمازیں ادا کیں۔لہذا اگر کوئی 23 سال تک نمازیں پڑھ لے تو اس کے لئے کافی ہوگا۔ مکرم محمد الشوا صاحب نے مجھے کہا کہ ان کے سوال کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔مَیں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اُسوہ نہیں کہ 23 سال تک نمازیں ادا کیں بلکہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:100) کے حکم کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی کے آخری سانس تک نمازیں ادا کیں حتیٰ کہ آخری بیہوشی کی حالت سے بھی جب افاقہ ہوتا تو آپ نماز کے بارہ میں ہی دریافت فرماتے۔پس اسوہ حسنہ کی پیروی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح زندگی کے آخری سانس تک نماز ادا کرتے رہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ کس طرح تصور کرلیا جائے کہ جو نماز ہم پڑھ رہے ہیں وہ بعینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے برابر ہے۔شاید ہماری ساری عمر کی نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز کے بھی برابر نہ ہوسکیں گی۔ پھر ایسی صورت میں کیونکر ممکن ہے کہ کوئی یہ دعویٰ کرے کہ مَیں نے اس قدر نمازیں پڑھ لی ہیں جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ادا کی تھیں۔میرے اس جواب پر وہ دوست بالکل خاموش ہوگئے۔

عربی زبان میں خطبہ

اس وقت وہاں پر باقاعدگی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی تھی۔جب ہماری واپسی کا فیصلہ ہوگیا تو آخری جمعہ مَیں نے پڑھایا اور ایک گھنٹے کا فی البدیہہ خطبہ عربی زبان میں دیا جس میں قرآن مجید کے حوالہ سے باہمی اتفاق واتحاد اور حبل اللہ کے ساتھ چمٹے رہنے کا مضمون بیان کیا۔احباب کرام نے اس کو بہت سراہا۔بالآخر 9رمئی 1986ء کو یکم رمضان المبارک کے دن ہماری واپسی ہوئی۔

بعض یادیں

1987ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مجھے بھی ناروے کے دورہ پر ساتھ لے گئے۔ وہاں پر کچھ عرب مہمان بھی آ گئے۔ ان کے ساتھ حضور انور گفتگو فرمانے لگے تو فرمایا نصیر قمر کو بلائیں۔ حضور انور کے پر معارف مضامین کا عربی میں ترجمہ کرنا میرے لئے بہت مشکل کام تھا۔ کچھ دیر تو مَیں نے جیسے تیسے کام چلایا پھر ایک عرب احمدی آ گئے جن کو عربی کے علاوہ انگریزی بھی آتی تھی لہذا ترجمہ کی ذمہ داری انہوں نے سنبھال لی۔

اس ابتدائی عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی عربی ڈاک کے جوابات تیار کرنے کی بھی توفیق ملی۔ حضور عربوں کو بہت وقت دیتے اور ان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر عرب احباب قصیدہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کی نگرانی اور تیاری بھی حضور انور نے میرے ذمہ کر دی تھی اور شاید مقصد یہ بھی تھا کہ انہیں اس طرح کچھ نہ کچھ انتظامی اور مرکز کی باتیں پتہ چلیں گی اور تربیت ہوگی۔

جلسہ سالانہ برطانیہ کے ایک خطاب میں حضور انور نے فرمایا کہ جماعت کا چندہ اب خدا کے فضل سے اربوں میں داخل چکا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ عربوں میں بھی جماعت کثرت اور تیزی سے نفوذ کرے گی۔ گو اس سے قبل عربوں کا کوئی ذکر نہیں ہوا تھا لیکن حضور انور کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے اور آج ہم ان کے پورا ہونے کے نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ نظام خلافت کی ایک یہ بھی خوبی ہے کہ اس کے کاموں میں تسلسل ہوتا ہے۔

شام سے لندن واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد مکرم منیر احمد صاحب جاوید کو مصر میں عربی زبان سیکھنے کے لئے بھجوایا گیا جہاں وہ قریباً ڈیڑھ سال رہے۔ اسی طرح مکرم صفدر حسین عباسی صاحب کو بھی اسی غرض سے 8/جولائی تا 24/ستمبر 1985ء شام میں رہنے کی توفیق ملی لیکن نامساعد حالات کی وجہ سے واپس آنا پڑا۔

الٰہی جماعتوں کا ایک روشن نشان یہ ہوتا ہے کہ سعید روحیں ان میں شامل ہوتی چلی جاتی ہیں اور دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، جبکہ ان کے مخالفین کی زمین رفتہ رفتہ کناروں سے کم ہوتی جاتی ہے۔ یہ امر اس قدر معلوم و مشہود ہوتا ہے کہ الٰہی جماعت کی صداقت

پر ایک زبردست دلیل بن جاتا ہے۔مخالفین سرتوڑ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں کو قبول حق سے روک دیں یا جو قبول کر چکے ہیں ان کو برگشتہ کر دیں لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔لیکن اگر کبھی کوئی شخص اپنی بدقسمتی سے برگشتہ ہو کر ان کے پاس پہنچ جائے تو اس پر اس قدر یہ شور مچاتے ہیں کہ جیسے دنیا فتح کر لی ہو۔درحقیقت ان کا شور اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ ان کو ایسا دیکھنا کبھی نصیب نہیں ہوا۔لیکن اس کے بالمقابل ان کے آس پاس سے، ان کے عزیز واقارب سے اور ان کے قرب وجوار سے لوگوں کا بکثرت الٰہی جماعت میں داخل ہوتے چلے جانا ان معاندین کی حسرتوں اور ناکامیوں میں اضافہ کا باعث بن رہا ہوتا ہے اور ان کی ایک نہیں چلتی۔

ایک عرب کا جماعت سے ارتداد

80ء کی دہائی کے نصف آخر میں ایک عرب حسن عودہ کے ارتداد پر مولویوں نے بڑا شور مچایا۔ جماعت احمدیہ کے لئے یہ واقعہ اس لحاظ سے قابل افسوس ضرور تھا کہ ایک شخص نے راہ نجات کو پہچان کر چھوڑ دیا اور ایسی راہ اختیار کی جس کا نتیجہ لازمًا بُرا ہے۔لیکن اس شعور کا کہیں دُور دُور تک بھی نام ونشان نہ تھا کہ اس کے جانے سے جماعت کو کوئی نقصان ہوا ہے۔کیونکہ جو بات اس کی وجہِ ارتداد بنی وہ یہی تھی کہ اس کے سپرد کئے گئے کام واپس لے لئے گئے اور اسے اپنے ملک واپس جانے کا کہا گیا تھا۔لہذا جب جماعت کو اس پر اعتماد نہ رہا، اس کے کام پر اعتماد نہ رہا، حتی کہ اس کے یہاں رہنے میں جماعت کو کسی قسم کی خیر کی توقع نہ رہی تو پھر اس کے مولویوں کے ساتھ جا ملنے اور اعلانِ ارتداد سے جماعت کا کیا نقصان ہو سکتا تھا۔اس کے ارتداد پر جب مولویوں نے بغلیں بجانی شروع کیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 8/دسمبر 1989ء کو خطبہ جمعہ میں اس کے بارہ میں تفصیلی حقائق جماعت کے سامنے رکھے۔ اس خطبہ کے بعض حصے قارئین کرام کے لئے پیش کئے جاتے ہے۔ذیلی عناوین اصل خطبہ کا حصہ نہیں ہیں۔

لندن آمد کا پس منظر

”کبابیر سے 1985ء میں اس وقت کے مبلغ شریف احمد صاحب امینی نے سب سے پہلے ان کا نام اس سفارش کے ساتھ بھجوایا کہ ان سے انگلستان بلوا کے سلسلہ کا کوئی کام لیا جائے اور وجہ یہ بیان کی کہ یہاں یہ ہمارے قابو کے نہیں۔ بداخلاقی کرتے ہیں اور اعتراض کی بہت

عادت ہے۔ لیکن چونکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو مخلص ہے اور یہ عربی دان بھی ہیں اور اُردو کا بھی کچھ ملکہ رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت میں اور عربی خط وکتابت میں کام آسکتے ہیں۔ اور انہوں نے یہ حسن ظنی ظاہر کی کہ گویا یہاں آکر یہ سنبھل جائیں گے اور اپنی بدعادات سے باز آجائیں گے۔“

پہلا دھوکہ اور فراغت کا حکم

”جنوری 1986ء میں ان کو عربک ڈیسک کا انچارج مقرر کیا گیا جو باقاعدہ تبشیر کے تابع مختلف ڈیسکوں میں سے ایک ڈیسک ہے۔ چند ماہ کے اندر ہی ان کے مزاج کی کجی کئی رنگ میں ظاہر ہونا شروع ہوئی۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک شخص کے متعلق سفارش کی کہ یہ غزہ کے ایک مخلص احمدی ہیں اور بہت ہی قابل اور رسالوں کے مدیر رہے ہیں۔ زبان پر بڑا عبور ہے۔ صاحب علم وفضل انسان ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ یہ اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت میں پیش کریں اور مَیں پرزور سفارش کرتا ہوں کہ ان کو یہاں بلوالیا جائے اور اگر کوئی عربی رسالہ شائع کرنا مقصود ہو تو یہ اس کے لئے بہترین مدیر ثابت ہوں گے۔ چونکہ مجھ پہ یہ تاثر دیا گیا کہ یہ کبابیر فلسطین سے خبریں منگوا رہے ہیں اور جو بھی باتیں کررہے ہیں وہ وہاں کی جماعت کے علم میں بھی ہیں، مَیں نے ان کی بات کو قبول کرلیا۔ کیونکہ اس سے پہلے ان کے جھوٹ کا اور کجی کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ جب وہ یہاں تشریف لے آئے، غزہ کے یہ دوست، تو تھوڑی دیر کے بعد ہی فلسطین کی جماعت کی طرف سے ایک بہت زور کا احتجاج موصول ہوا۔ اور انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک ایسے شخص کو جماعت احمدیہ کی خدمت سپرد کی ہے یا کوئی خدمت سپرد کی گئی، جس کا جماعت احمدیہ سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ یہ وہ صاحب ہیں، ان کے بیان کے مطابق، جنہوں نے حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب کے زمانہ میں احمدی ہونے کا فیصلہ کیا اور اس کے متعلق کوئی اعلان نہیں کیا۔ لیکن احمدی ہوتے ہی انہوں نے جماعت کبابیر سے مالی مطالبات شروع کردیئے۔ جب وہ مطالبات ردّ کردیئے گئے تو انہوں نے باقاعدہ علیحدگی کا اعلان کیا اور عدالت میں حاضر ہوکر یہ بیان دیا کہ میرا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور خود حسن عودہ کے والد صاحب بھی وہاں گئے اور تحقیق کے بعد ساری جماعت کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی

کہ اس شخص کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ باوجود علم کے ’’عودہ‘‘ نے یہ ایک جھوٹا تصور پیش کیا کہ ایک نہایت ہی مخلص احمدی جو خدمت کے لئے آمادہ اور تیار اور خواہشمند ہے اس کو یہاں بلوا لینا چاہئے۔ بہر حال اسی وقت ان کو فارغ کر کے واپس بھجوا دیا گیا۔ یہ واقعہ جون 1986ء کا ہے یعنی آنے کے چند ماہ بعد چھ مہینے کے اندر اندر۔ اور جب مَیں نے عودہ صاحب کو بلا کر یہ سرزنش کی کہ آپ نے اتنا واضح جھوٹ بولا، ایسا دھوکے سے کام لیا، آپ کیسی سلسلہ کی خدمت کریں گے؟ تو اس پر پہلے تو صاف انکار کر دیا کہ میرے تو علم میں ہی نہیں تھا۔ یہ مجھ پر جھوٹا الزام ہے کہ مجھے علم تھا کہ یہ شخص مرتد ہو چکا ہے۔ جب جماعت کبابیر کے پیش کردہ حقائق سامنے پیش کئے گئے تو 11/دسمبر 1986ء اور پھر 12/دسمبر 1986 کو تحریری طور پر اپنی غلطی کا اقرار کیا اور یہ بھی لکھا کہ میرے والد صاحب کو بھی اس کے ارتداد کا علم تھا اس لئے مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اور معاف کر دیا جائے...... فوری طور پر ان کی فراغت کا فیصلہ کر کے ان کو واپس بھجوانے کا حکم دیا گیا۔ اس پر انہوں نے نہایت عاجزانہ معافی مانگی اور ایک نہایت مخلص عرب دوست کو اپنا سفارشی بنایا اور انہوں نے ایک بہت ہی پر زور سفارش کا خط لکھا اور کہا کہ یہ عدم تربیت یافتہ ہے غلطی ہوگئی معاف کر دیں، آئندہ سے کبھی اس قسم کی بیہودہ حرکت نہیں کرے گا۔ چنانچہ مَیں نے ان کے اصرار پر اور کچھ اس لئے کہ ان کے والدین کی میرے دل میں بہت عزت تھی اور ہے، وہ دیر سے سلسلہ سے بڑے اخلاص سے وابستہ ہیں، مَیں نے اس لئے اس کو معاف کر دیا اور دوبارہ جماعت کی خدمت پر مامور کر دیا۔‘‘

جماعت احمدیہ شام کی شکایت

’’ان کے سپرد کام یہ تھا کہ عربوں سے خط و کتابت کریں اور بعض مضامین کے تراجم کریں۔ عربوں کی ہماری تین بڑی جماعتیں ہیں، ایک شام میں ایک فلسطین میں اور ایک مصر میں۔ اس کے علاوہ خدا کے فضل سے دوسرے ممالک میں بھی عرب موجود ہیں۔ لیکن کثرت سے نہیں۔ یہاں بھی بہت زیادہ بڑی تعداد میں جماعتیں تو نہیں لیکن فلسطین میں مثلاً بہت بڑی ایک جماعت ہے۔ سارے کا سارا گاؤں خدا کے فضل سے احمدی ہے۔ تو یہ تین بڑی جماعتیں ہیں جن سے خصوصیت کے ساتھ خط و کتابت کا کام ان کے سپرد تھا۔ لیکن سب سے پہلے شام

سے ہمیں اطلاع ملی کہ یہ صاحب ہم سے خط وکتابت کے اہل نہیں اور کئی ایسی باتیں لکھتے ہیں جو قابل اعتراض ہیں۔ اس لئے مہربانی فرما کر ان کو حکم دیا جائے کہ آئندہ آپ کے درمیان ہمارے ساتھ واسطہ نہ بنیں۔ چنانچہ ان کو 86ء میں بھی 25(مئی 1986ء) کو تحریری حکم کے ذریعہ روک دیا گیا۔"

جماعت احمدیہ فلسطین کی شکایت

"فلسطین کی جماعت کی طرف سے بھی ایسے ہی احتجاجی خطوط موصول ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ان سے اور کام لے لیں لیکن اپنے درمیان اور ہمارے درمیان ان کو تحریر کا رابطہ نہ بنائیں کیونکہ آپ کے نام کا پیڈ استعمال کرتے ہیں اور غلط باتیں لکھتے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے تحقیق کروائی تو دفتر سے بغیر اجازت کے میرا لیٹر پیڈ اٹھا کے لے گئے تھے اور اس پر انہوں نے خط وکتابت شروع کی ہوئی تھی۔ وہاں سے اس کی فوٹو کا پیز ہمیں ملیں۔ چنانچہ ان کو تحریرًا (13/جون 1986ء) کو حکم دیا گیا کہ آئندہ آپ نے فلسطین سے بھی کوئی خط وکتابت نہیں کرنی۔ ہاں اس حکم کے باوجود انہوں نے کہیں کہیں بعض لوگوں کے ساتھ جماعت کی نمائندگی میں خط وکتابت جاری رکھی۔ جماعت چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بیدار مغز ہے اور کسی بات کو وہ چھپا نہیں رہنے دیتی۔ اس لئے ہمیں اطلاعیں ملیں کہ یہ ابھی بھی بعض لوگوں سے خط وکتابت کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو جماعت کا نمائندہ ظاہر کر کے خط وکتابت کرتے ہیں۔ چنانچہ وکیل التبشیر نے پھر (20/اکتوبر 1986ء) کو اس بات کا سختی سے نوٹس لیا اور ان کو حکم دیا کہ آئندہ آپ نے ہرگز فلسطین کے احمدیوں سے جماعت کی نمائندگی میں کوئی خط وکتابت نہیں کرنی۔"

جماعت احمدیہ مصر کا احتجاج

"1987ء کے آغاز میں مصر سے بھی احتجاجی خط موصول ہوئے کہ یہ صاحب جو ہم سے خط وکتابت کر رہے ہیں مہربانی فرما کر ان کو روک لیں۔ آپ اور ذریعہ اختیار کر لیں لیکن ان صاحب کو بیچ میں نہ ڈالیں۔ تو تین بڑی عرب جماعتیں ہیں اور تینوں نے احتجاج کر کے ان کو

جماعت کی نمائندگی سے رکوا دیا۔‘‘

مالی اور انتظامی بے قاعدگیاں اور تنبیہات

’’پھر 1986ء میں ہی ان کی بعض اور بد عادات ظاہر ہوئیں جن میں سے کچھ تو مالی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں اور تبشیر کو (19/اپریل 1986ء) اور (21/اکتوبر 1986ء) کو تحریرًا ان کو نوٹس دینے پڑے اور مجھے بھی ان کو سمجھانا پڑا کہ آپ نے اس طرح بغیر اجازت کے کوئی خرچ کیا تو مَیں منظور نہیں کروں گا۔ اب تک مَیں برداشت کرتا چلا آ رہا ہوں لیکن آئندہ سے یہ نخرے برداشت نہیں ہوں گے۔ اس لئے پہلے تحریری اجازت لیں اپنے افسران سے، پھر خرچ کریں۔ پھر اپنے مستقر سے یعنی جس جگہ پر مقرر تھے وہاں سے بغیر اجازت کے غائب ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ (30/دسمبر 1986ء) تحریرًا انہیں اس بات کی بھی تنبیہ کرنی پڑی۔ یہ پہلے چھ مہینے کے شگوفے ہیں جو انہوں نے یہاں چھوڑے۔ اور جن کے اوپر جماعت نوٹس تو لیتی رہی لیکن ان سے مغفرت کا سلوک رہا۔ جس کی وجہ مَیں نے بیان کی ہے۔ مَیں چاہتا تھا کہ اس نوجوان کی اصلاح ہو جائے اور جس حد تک محفوظ طور پر اس سے کام لیا جا سکتا ہے اس سے کام لیا جائے۔ 86ء میں ہی ان کو ایک نہیں بلکہ بار بار یہ تنبیہات بھی کرنی پڑیں کہ آپ اپنے افسران کی نہ صرف حکم عدولی کرتے ہیں بلکہ واضح بد تمیزی سے کام لیتے ہیں اور یہ بات ناقابل برداشت ہے۔ اس لئے آپ کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

عدم تعاون اور افسران سے نافرمانی کے رویّہ کے متعلق وکیل التبشیر نے پھر ان کو (27/مئی 1987ء) کو سختی سے نوٹس دیا کہ آپ اس سے باز نہیں آ رہے۔ اپنے رویّہ کو ٹھیک کریں ورنہ ہمیں آپ کو فارغ کرنا پڑے گا۔ (18/جولائی 1987ء) کو پھر مجھے تنبیہ کرنی پڑی۔ پھر (31/مئی 1988ء) کو ان کی بار بار کی کجیوں کی وجہ سے بالآخر جب مَیں نے سمجھایا اور بہت اچھی طرح قرآن وحدیث اور سنت کے حوالے دے کر سمجھایا کہ آپ اپنی اصلاح کر لیں مَیں بار بار آپ سے عفو کا سلوک محض اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ کی اصلاح ہو جائے لیکن آپ باز نہیں آ رہے۔ اس پر بھی ان کا معافی کا خط ملا جو ہمارے ریکارڈ میں موجود ہے۔‘‘

مجلّہ ''التّقویٰ'' کی ادارت سے فراغت

''رسالہ التّقویٰ کا ان کو مدیر بنایا گیا لیکن رسالہ التّقویٰ میں بھی انہوں نے بعض ایسی حرکتیں کیں اور بار بار کی نافرمانیاں شروع کیں جس کے نتیجے میں 7/مارچ 1989ء کو ان کو رسالہ کی ادارت سے بھی فارغ کر دیا گیا۔ یہ ہیں ''معتمد صاحب'' جن کے سپرد جو کام کئے بالآخر واپس لینے پڑے۔ یہاں تک کہ رسالہ کی ادارت سے بھی فارغ کر دیئے گئے۔''

ان کے سپرد آخری کام پر بھی عرب احمدیوں کا احتجاج

''ایک کام خطبات کے ترجمہ کا تھا۔ وہ یہ صرف کرتے تھے۔ لیکن سیریا سے خطبات کے ترجموں کے متعلق بھی احتجاج موصول ہوا اور ایک صاحب ہیں جو انگریزی دان بھی ہیں اور بہت اچھے عربی ادیب ہیں، انہوں نے مجھے لکھا کہ یہ خطبہ! یہاں مَیں نے اس کی اشاعت روک دی ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ مجھے انگریزی کا ترجمہ بھی پہنچا ہے، عربی ترجمہ بھی پہنچا ہے۔ مجھے یہ احساس ہے کہ انہوں نے اصل مضمون سے واضح طور پر انحراف کیا ہے۔ اور غلط تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کے ترجمہ کے اوپر بھی پھر مَیں نے دوبارہ ہدایت کی کہ اب کڑی نظر رکھی جائے۔ جب تک پورا ترجمہ ہمارے بعض احمدی علماء جو خدا کے فضل سے عربی کا بہت ملکہ رکھتے ہیں اور یہاں موجود ہیں، وہ نظر نہ ڈال لیں اس وقت تک ان کے ترجمہ کو بھی اب استعمال نہ کیا جائے۔ یہ 7/مارچ 1989ء کا واقعہ ہے۔''

اظہارِ بغض اور کمیشن کی کارروائی

''یہ آخری کام جب ان سے واپس لے لیا گیا تو پھر انہوں نے بعض اور پر پُرزے نکالنے شروع کئے جن پر ہم براہ راست اس طرح تو نظر نہیں رکھ سکتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے مختلف ذرائع سے یہ اطلاعات بھجوانے کا انتظام فرما دیا کہ اس کے بعد انہوں نے اپنے بغض کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ یہ پروپیگنڈہ شروع کیا بعض نو احمدیوں میں کہ یہ جماعت جو ہے یہ پاکستانیت کو دوسروں پر مسلط کر رہی ہے۔ اس واسطے racialism کا بہانہ بنا کر جن لوگوں سے انہوں نے

دیکھا کہ کچھ توقع ہے کہ وہ ہاں میں ہاں ملائیں گے ان سے پھر یہ بات کرنا شروع کی اسی تین مہینے کے عرصہ میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق مجھے شک ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئیں، اوراس رنگ میں ان کو انہوں نے بدکانا شروع کیا۔ اور جب اس کی اطلاع جون میں یعنی تین مہینے کے اندر اندر ایک ایسے شخص کے ذریعہ پہنچی جو پوری طرح گواہ بن گیا جس نے تحریری طور پر یہ اطلاع دی کہ مجھ سے اس نے یہ یہ باتیں کی ہیں تو اس پر ان پر کمیشن مقرر کیا گیا جس کے صدر ایک نہایت مخلص عرب مصری احمدی تھے، بشیر احمد صاحب رفیق اس بورڈ کے ایک ممبر تھے اور عبد الحمید عبد الرحمٰن، ماریشس والے بھی اس کے ایک ممبر تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر یہ رپورٹ پیش کی کہ: یہ شخص کھایا گیا ہے، منافق ہے، جھوٹ بولتا ہے اور ہرگز اس لائق نہیں کہ ایک منٹ بھی اس کو جماعت کے کسی کام پر رکھا جائے۔ اس لئے ہم متفقہ سفارش کرتے ہیں کہ جب اس کے جرائم ثابت ہیں اور بار بار کی مغفرت اور عفو کے سلوک نے ایک ذرہ بھی اصلاح پیدا نہیں کی۔ اس لئے اس کو فوری طور پر فارغ کر دینا چاہیے۔

6/جولائی کو مَیں نے کمیشن مقرر کیا ہے اسی روز (6/جولائی) کو انہوں نے تحریری طور پر مجھے لکھا کہ مَیں بہت شرمندہ ہوں کہ اپنے شکوک کا اظہار نہ کبھی آپ سے کیا نہ علمائے سلسلہ سے بات کی......تحریر تو لمبی ہے یہ ایک فقرہ یاد رکھنے کے لائق ہے تا کہ مَیں اس پر بعد میں تبصرہ کر سکوں۔ اخبارات میں انہوں نے یہ بیان دیا کہ جماعت احمدیہ کے متعلق مجھے بڑی مدت سے شکوک پیدا ہو رہے تھے۔ جب مَیں 'میرا نام لے کر' کہ اس کے سامنے ان کو پیش کرتا تھا تو وہ تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے تھے۔ بالآخر مَیں نے آمنے سامنے کر کے چیلنج کیا کہ یہ جماعت جھوٹی ہے اور اس کے باوجود وہ جب مجھے مطمئن نہ کر سکے تو مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ اب مَیں جماعت کو چھوڑ دیتا ہوں اور یہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط (7/جولائی 1989ء) کا ہے کہ مَیں بہت شرمندہ ہوں کہ اپنے شکوک کا اظہار نہ کبھی آپ سے کیا نہ علمائے سلسلہ سے بات کی۔''

''جو کچرا جماعت باہر پھینکتی ہے اسے یہ سینے سے لگا لیتے ہیں''

''اب اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنا بڑا معرکہ مارا گیا ہے جو ایسے شخص کو جو اپنی تحریر سے واضح طور پر قطعی جھوٹا ثابت ہے اور بددیانت ثابت ہے اور منافق ثابت ہے اس کو

انہوں نے جیت لیا ہے...... حیرت انگیز بات ہے، جماعت جو کچرا باہر پھینکتی ہے اس کو یہ سینے سے لگا لیتے ہیں اور پھر اعلان کرتے ہیں کہ ہماری فتح ہوئی ہمارا غلبہ ہوا............۔

یہ سزا پانے کے بعد جماعت سے علیحدہ ہوئے ہیں، ہمارے ردّ کرنے کے بعد گئے ہیں، اس لئے اس ارتداد کی تو کوئی حثیت ہی نہیں ہوا کرتی۔ جس کو آپ نکال کر باہر پھینک دیں اس کا ارتداد کیا اور عدم ارتداد کیا۔ جس کو ہم نے قبول ہی نہیں کیا، جس کی بیعت فسخ کر دی، اس کا بعد میں کہنا کہ مَیں مرتد ہوں یہ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 /دسمبر 1989ء ہفت روزہ بدر قادیان 18 /جنوری 1990ء)

اس حقیقت کے پیشِ نظر قارئین کرام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عودہ صاحب کے اس قول میں کس قدر سچائی ہے کہ انہوں نے بڑی تحقیق کے بعد احمدیت ترک کی ہے۔ انکے والدین ان کے ارتداد کے باوجود بڑے اخلاص کے ساتھ احمدیت کے ساتھ چمٹے رہے۔ والدہ کی وفات کے بعد ان کے والد صاحب آج تک بفضلہٖ تعالیٰ مخلص احمدی ہیں۔

قبول اسلام کی دعوت!

عودہ صاحب نے ارتداد کے بعد مختلف عرب احمدیوں کو خطوط لکھے جن میں ان کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام ترک کر کے نہ جانے کون سا اسلام قبول کرنے کی طرف بلایا۔

مخالفین جماعت کا یہ ایک پرانا طریق ہے جس کا مقصد سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ تصور قائم کرنا ہے کہ احمدی (نعوذ باللہ) غیر مسلم ہیں اس لئے ان کو اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ لیکن احمدی ہمیشہ ان کی اس حرکت پر حیران ہو جاتے ہیں کہ ہم تو کلمہ گو ہیں، تمام ارکان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں، شریعت کی جزئیات پر ایمان اور عمل کے قائل ہیں، اور دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام کی مہمات میں شریک ہیں، پھر ہمیں یہ کس اسلام کی طرف بلاتے ہیں؟

ان میں سے ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر اور دیگر فرقوں کو باطل پر خیال کرتا ہے بلکہ ایک فرقہ کے دوسرے فرقہ کے خلاف کفر کے فتوے موجود ہیں۔ ایک فرقہ کا اسلام دوسرے کے نزدیک کفر ہے۔ پھر یہ کونسا اسلام ہے جس کی طرف یہ ہمیں بلا رہے ہیں؟

حقیقت تو یہ ہے کہ جس لباس کو زیب تن کرنے کی یہ ہمیں دعوت دے رہے ہیں اس کو

تو ان کی آپس کی دست وگریبانی نے پہلے ہی چیتھڑوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس سے تو ان کی اپنی عریانیاں طشت از بام ہو رہی ہیں، دوسروں کی ستر پوشی کیا کریں گے؟

چونکہ ہمیشہ کی طرح آج کل بھی اسی قسم کے جماعت سے مُخرج یا مرتد لوگوں کو معاندین احمدیت کی طرف سے خوب اچھالا جا رہا ہے۔ اس لئے ذیل میں ارتداد وغیرہ کے حوالے سے بعض عمومی امور اور بعض اعتراضات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

عودہ صاحب نے بھی دیگر مرتدین کی طرح اپنے ارتداد کے بعد خطوط کے ذریعہ اور اخبارات میں اپنے انٹرویوز کے ذریعہ احمدیوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام ترک کر کے اپنے خود ساختہ اسلام کی طرف بلایا۔

دراصل مخالفین جماعت کا یہ ایک پرانا طریق ہے جس کا مقصد سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ تصور قائم کرنا ہے کہ احمدی (نعوذ باللہ) غیر مسلم ہیں اس لئے ان کو اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ لیکن احمدی ہمیشہ ان کی اس حرکت پر حیران ہو جاتے ہیں کہ ہم تو کلمہ گو ہیں، تمام ارکان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں، شریعت کی جزئیات پر ایمان اور عمل کے قائل ہیں، اور دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام کی مہمات میں شریک ہیں، پھر ہمیں یہ کس اسلام کی طرف بلاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب ہم انہی سے پوچھتے ہیں کہ:

بتائیں تو سہی کہ جب تک آپ احمدی تھے اس وقت احمدیت نے آپ کو کون کون سے غیر اسلامی عقائد و اعمال سکھائے تھے جن سے اب آپ نے توبہ کی ہے؟

۞ ...... کیا آپ کا کلمہ مختلف تھا؟ کیا قرآن مختلف تھا؟ کیا نماز مختلف تھی؟ کیا آپ کا روزہ اور حج مختلف تھا؟

۞ ...... آپ کے طرز عمل میں کونسی نئی اسلامی بات پیدا ہوئی ہے جو پہلے نہیں تھی سوائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کر کے قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق بنے ہو وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (الواقعۃ:83)!!

۞ ...... قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (حٰمٓ سجدہ:31)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

ہر احمدی جب یہ آیت پڑھتا ہے تو اس کا اس بات پر ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے کہ

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

کیا آپ نے اب یہ عقیدہ بدل لیا ہے اور اب اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ سنتا ہے، نہ بولتا ہے، نہ غیب کھولتا ہے؟ اگر حقیقت یہی ہے تو پھر:

اب کہیں بولتا نہیں غیب جو کھولتا نہیں
ایسا اگر کوئی خدا تم نے بنالیا تو کیا!!

......جماعت احمدیہ قرآنی آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض اور وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض کی بناء پر یہ ایمان رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح آسمانوں میں ہے اسی طرح زمین میں بھی موجود ہے بلکہ وہ انسان کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔

کیا مرتد ہونے کے بعد اب آپ نے بعض غیر احمدیوں کی طرح یہ عقیدہ اختیار کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی خاص مقام پر ایک دیو قامت کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس لئے جب وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کہتا ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه (النساء: 160) تو اسکا مطلب ہے کہ اس نے ان کو آسمانوں میں اس مقام کی طرف اٹھا لیا جہاں وہ بیٹھا ہوا ہے؟!!

......جماعت احمدیہ ایمان رکھتی ہے کہ قرآن کریم ابدی ہدایت اور آخری شریعت پر مشتمل خدا کا کلام ہے۔ دنیا میں یہی ایک کتاب ہے جو ہر قسم کے شک اور ریب سے پاک ہے، جس کا ایک نقطہ بلکہ ایک شعشہ نہ ٹل سکتا ہے نہ منسوخ ہوسکتا ہے۔

لیکن کیا آپ نے یہ عقیدہ اب ترک کر دیا ہے اور بعض غیر احمدی علماء کی طرح اب آپ کا ایمان ہے کہ قرآن کریم کی آیات میں باہم تضاد ہے اور اسکے بعض احکام بعض دوسرے احکام کو منسوخ کرتے ہیں، اور اسکی بعض آیات بعض کو منسوخ کرتی ہیں؟ بلکہ ان میں سے بعض کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ بعض صورتوں میں احادیث و روایات بھی قرآنی آیات کو منسوخ کر دیتی ہیں!!

۞......جماعت احمدیہ ایمان رکھتی ہے کہ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے جو قیامت تک نافذ العمل رہے گی، اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کی تمام تعلیمات ہر زمانے کے لئے قابل عمل ہیں۔

لیکن کیا آپ نے اب اس عقیدہ سے توبہ کر لی ہے اور اب آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اسلام میں دینی آزادی کی تعلیم کو منسوخ کر دیں گے کیونکہ وہ آکر کافروں کے سامنے دو چیزیں رکھیں گے، اسلام اور تلوار۔ چنانچہ جو کافر اسلام قبول کرنے سے گریز کرے گا وہ اسے تہِ تیغ کر دیں گے؟!!

۞......جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہیں، نہ ہی ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا تھا، اور نہ ہی ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی کیونکہ اس نے آپؑ کو خدا کی طرف توجہ کر کے دعا کرنے کی نصیحت کی تھی۔ نہ ہی داؤد علیہ السلام نے ۹۹ شادیوں کے بعد اپنے ایک سپاہی کی بیوی سے شادی کرنا چاہی اور اس کے لئے انہوں نے اس سپاہی کے قتل کی سازش تیار کی۔ نہ ہی سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو دیکھنے میں اس قدر مگن ہو گئے کہ نماز ادا کرنا بھول گئے چنانچہ یاد آنے پر غصے میں آکر انکی ٹانگیں کاٹنے لگے۔ نہ ہی لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں قوم کے سامنے بے حیائی کی غرض سے پیش کی تھیں۔

کیا آپ نے اب اس عقیدہ سے بھی توبہ کر لی ہے اور ان تمام انبیائے عظام کی طرف ایسی بڑی بڑی غلطیاں اور قابل شرم حرکات منسوب کرنا شروع کر دی ہیں؟!!

۞...... جماعت احمدیہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن (بقرہ:257) کی قرآنی تعلیم کے عین مطابق دینی آزادی کی قائل ہے اور ہر ایک کو حق ہے کہ وہ فردی طور پر اپنے لئے جس دین اور عقیدے کو بہتر سمجھتا ہے اپنا لے۔اور فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (الکھف:30) کے تحت ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرے یا اسکا انکار کر دے۔اسکی جزاء یا سزا کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

لیکن ترک احمدیت کے بعد کیا اب آپ کا یہ ایمان ہے کہ جو بھی اسلام چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو قبول کرے گا وہ مرتد ہے اور مرتد واجب القتل ہے؟!!

۞...... ہر احمدی ایمان رکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ اس سے

نجات پا کر اس علاقے سے ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

کیا آپ نے اب اس عقیدہ سے بھی توبہ کر لی ہے اور اب آپ کا تہہ دل سے یہ ایمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور وہاں پر فوت شدہ انبیاء کے درمیان اپنے جسم عنصری کے ساتھ دو ہزار سال سے نزول کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں؟!!

❁......جماعت احمدیہ کا ایمان ہے کہ دجال سے مراد عیسائی اقوام ہیں جن کی دنیا کی آنکھ بڑی تیز ہے لیکن دین کی آنکھ بے نور۔ اور مسیح موعودؑ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد آخری ایام میں ان اقوام کے فتنہ کا قلع قمع کرنا ہے۔

کیا یہ عقیدہ بھی آپ نے ترک کر دیا ہے اور اب آپ کا ماننا ہے کہ خر دجال اسی طرح ظاہری شکل میں ظاہر ہوگا جیسے دیگر علماء مانتے ہیں؟ یا اب آپ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ دجال کی پیشگوئی تعبیر طلب نہیں اور عیسائی قوم پر صادق نہیں آتی بلکہ واقعۃً عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی نزول سے پہلے ایک کانا دیو ظاہر ہوگا؟!!

اگر تو ان سارے سوالوں کا جواب آپ کے نزدیک ''ہاں'' میں ہے تو ''ایسا اسلام'' آپ کو ہی مبارک ہو جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں ہے، جس کا قرآن سے کوئی واسطہ نہیں، جو اس صورت میں محض شکوک وشبہات، قصے کہانیوں، اور غلط اور متضاد احکام وتعلیمات کا مجموعہ ہے، جس کی طرف منسوب ہونا کوئی اعزاز کی بات نہیں۔

لیکن اگر آپ کا جواب ''نہ'' میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیدے آپ کے وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روشنی پا کر آپ نے حاصل کئے ہیں اور محض سستی شہرت کے لئے دیگر علماء اسلام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ بلکہ ان عقائد کے ساتھ آپ دیگر علماء سے منافقت کر رہے ہیں۔ آپ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار میں ان کے شریک ہیں۔ لیکن آپ کا ابھی تک انہی عقائد پر قائم رہنا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روشنی پا کر آپ نے حاصل کئے ہیں ثابت کر رہا ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار میں بھی جھوٹے ہیں اور محض سستی شہرت کی خاطر اس آیت کا مصداق بنے ہوئے ہیں: وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (الواقعۃ:83)۔

اس صورتحال میں یہ مرتدین ہمیں کس چیز کی طرف بلا رہے ہیں؟ وہ ہمیں دینا کیا چاہتے

ہیں؟ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے فَاقِدُ الشَّیْء لَا یُعْطِیْه یعنی جس کا اپنا دامن خالی ہے وہ بے چارہ کسی کو کیا دے گا۔ عام مسلمانوں کے غلط اعتقادات آپ اپنا نہیں سکتے۔ احمدیت سے اخذ کردہ صحیح اسلامی مفاہیم سے بظاہر لاتعلقی کا اظہار کرنے سے آپ دینی لحاظ سے دیوالیہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر آپ کے پاس ہے کیا جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں؟!!

☆ آپ ہی بتائیں کہ آپ نے احمدیت کو چھوڑ کر کونسا اسلام قبول کیا ہے؟

☆ کیا آپ نے اس فرقہ کا اسلام قبول کیا ہے جو قبروں کو سجدہ کرنا جائز سمجھتے ہیں؟

☆ کیا اس فرقہ کا اسلام قبول کیا ہے جو فاتحہ خوانی، چہلم، تصور شیخ، گیارھویں، عرس، اور میلاد النبی میں آنحضورا کو حاضر ناظر جان کر درود پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں؟

☆ کیا اس فرقہ کا اسلام قبول کیا ہے جس کے بنیادی عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے اقتدار پر قبضہ کرلو چاہے اس کارروائی میں جس قدر بھی فساد برپا ہو؟

☆ کیا اس فرقہ کا اسلام قبول کیا ہے جو نہ صرف کبار صحابہ کا دشمن بلکہ ان سے بیزاری کے اظہار کو ایمانیات کا حصہ سمجھتا ہے؟

☆ یا ان مولویوں کا اسلام قبول کیا ہے جو آئے دن نوجوانوں کو ورغلا کر خودکش دھماکے کرواتے ہیں اور معصوموں کی جانوں سے کھیلتے ہیں؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک آپ کی غلطیوں سے صرف نظر ہوتا رہا آپ اپنا اخلاص دکھاتے رہے جب ان پر گرفت کی گئی تو آپ منہ پھیر کر چل دیئے۔ آپ پر تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلَى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ٱطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (الحج: 12)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کی محض سرسری عبادت کرتا ہے۔ پس اگر اسے کوئی بھلائی پہنچ جائے تو اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی ابتلا آئے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ وہ دنیا بھی گنوا بیٹھا اور آخرت بھی۔ یہ تو بہت کھلا کھلا نقصان ہے۔

''ہمارے لئے تمہارا ارتداد بھی خوشی کا باعث ہے''

جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو خدا تعالیٰ ہمیں اس ارتداد میں بھی خوشخبریاں سنا رہا ہے ` فرماتا ہے:

یَآ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَایَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآ ئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (المائدہ:55)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو ضرور اللہ (اس کے بدلے) ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو اور وہ اُس سے محبت کرتے ہوں۔ مومنوں پر وہ بہت مہربان ہوں گے (اور) کافروں پر بہت سخت۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھتے ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارتداد کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو بعض لوگ مرتد ہو جاتے تھے تو کیا ان سے اسلام کو نقصان پہنچتا تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ یہ پہلو انجام کار اسلام کو ہی مفید پڑتا ہے۔ اور اس طرح سے اہل اسلام کے ساتھ اختلاط کی ایک راہ کھلتی ہے اور جب خدا تعالیٰ نے ایک جماعت کی جماعت اسلام میں داخل کرنی ہوتی ہے تو ایسا ہوا کرتا ہے کہ اہل اسلام میں (سے) کچھ ادھر چلے جاویں۔ خدا کے کام بڑے دقیق اور اسرار سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آیا کرتے۔'' (البدر جلد 2 نمبر 27 مؤرخہ 24 جولائی 1903ء صفحہ 209)

پھر ایک اور جگہ فرمایا:

''ایک ٹہنی کے خشک ہو جانے سے سارا باغ برباد نہیں ہوسکتا۔ جس ٹہنی کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے خشک کر دیتا ہے اور کاٹ دیتا ہے اور اس کی جگہ اور ٹہنیاں پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی پیدا

کردیتا ہے......اگراس جماعت سے ایک نکل جائے گا تو خدائے تعالیٰ اس کی جگہ بیس لائے گا۔“

(آسمانی فیصلہ۔روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 346-347)

حضرت خلیفة المسیح الأول رضی اللہ عنہ نے ایک مرتد کے بارہ میں فرمایا:

”ہمارے لئے تمہارا ارتداد بھی خوشی کا باعث ہے کیونکہ قرآن کریم میں ایسے ارتداد اور مرتدوں کے بدلہ ہم کو وعدہ دیا گیا ہے مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ۔یعنی اگر تم میں سے کوئی ایک مرتد ہو جاوے تو اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ ایک بڑی قوم لائے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔ اس تارک اوراس کے مرتد بھائیوں کے بدلہ ہمیں قوموں کی قومیں مسلمان اور نیک مسلمان جو محبوب الٰہی ہوں گے عطا کرے گا اور ضرور عطا کرے گا۔ فالحمدللہ ربّ العالمین۔“

(نورالدین صفحہ 240 تا252)

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد عرب جماعتوں کے لئے خلیفہ وقت سے ملنے کی راہ کھل گئی اور عربوں میں تبلیغ کے لئے اوران تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے حضورانورؒ نے متعدد پروگرام شروع فرمائے۔ یہ کوششیں جاری تھیں کہ حسن عودہ صاحب کے ارتداد کا واقعہ سامنے آیا۔

آج جب ہم بعد کے واقعات پرغور کرتے ہیں تو نہایت واضح طور پر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ایک شخص کے ارتداد میں اپنے قرآنی وعدے کے مطابق عربوں کی ایک بڑی جماعت عطا کرنے کی بشارت دے رہا تھا۔اور گویا یہ فرما رہا تھا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش ہو جاؤ کہ میرے وعدے کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔اب عرب کی ایک بڑی بھاری جماعت احمدیت قبول کرنے والی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جماعت کو ایم ٹی اے کی نعمت عطا ہوئی جس پرلقاء مع العرب پروگرام شروع ہوا تو یہ موعودہ ثمار ایک ایک کر کے احمدیت کی گود میں گرنے لگے اور آج خلافت خامسہ میں عرب دنیا میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش احمدیت ہورہے ہیں اور ایک عرب کے مرتد ہونے پر عربوں سے ایک قوم احمدیت میں داخل ہو گئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کے خلفاء اور نظام جماعت سے محبت واطاعت اور اخلاص ووفا میں ہر روز نئی شان سے آگے ہی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔

یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کا وعدہ اور حکمت

جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی جماعت قائم فرماتا ہے تو یہ نہیں چاہتا کہ اس میں ہر خبیث وطیب اور صالح وطالح داخل ہو جائے بلکہ چاہتا ہے کہ اس میں داخل ہونے والے پہلے چاہے جیسے بھی ہوں لیکن جب اس جماعت میں شامل ہونے کا عہد کریں تو تمام گناہوں سے حقیقی طور پر تائب ہو چکے ہوں، انکے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا ہو اور شکوک وشبہات ختم ہو کر یقین کے درجہ پر پہنچ گئے ہوں۔ چنانچہ ارتداد اختیار کرنے والا جب اپنی طرف سے شکوک وشبہات کا اظہار کرتا ہے اور الٰہی جماعتوں کے اعتقادات پر انگلی اٹھاتا ہے تو ایسی صورتحال میں دینی لحاظ سے کمزور آدمی کبھی بھی الٰہی جماعت میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا بلکہ اسکے بعد جماعت میں وہی داخل ہوگا جو مکمل تحقیق کے بعد اس جماعت کی صداقت کے بارہ میں یقین کے درجہ تک پہنچ جائیگا اور مخالفت برداشت کرنے کے قابل ہوگا اور ایمان کے رستے میں ظلم اور دکھ سہنے کے لئے تیار ہوگا۔ چنانچہ صرف ایسے ہی لوگ جماعت میں داخل ہوتے ہیں جو اللہ والے ہوں اور خدا تعالیٰ کی خاطر حق قبول کر کے اس راہ میں ہر قربانی دینے کیلئے تیار ہوں اور پھر اس بنا پر وہ خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار سے حصہ پاتے ہیں، اس طرح مرتد کے بدلے ایک عطا ہونے والی قوم کے حق میں یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔

خدائے ذوالقوۃ المتین کی سزا کا ایک طریق

خدا تعالیٰ کا ازل سے یہ قانون اور وعدہ ہے کہ اس کے رسول ہی غالب آتے ہیں اور ان کے مخالفین کو اللہ تعالیٰ عبرت کا نشان بنا دیتا ہے۔ اس موضوع کے بارہ میں خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 16 راکتوبر 2009ء میں فرمایا کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دشمنوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے بعض کو موت دے کر عبرت کا نشان بنایا، بعض کو ڈھیل دے کر، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابیاں دکھا کر انہیں اپنی آگ میں جلنے پر مجبور کیا۔ یہ بھی ان کے لئے ایک پکڑ تھی۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے کہ کس کو کس طرح پکڑنا ہے۔''

عودہ صاحب کا تو شاید یہ گمان ہو کہ ان کے ارتداد کے بعد عرب ان کی غلط بیانی پر یقین کرتے ہوئے احمدیت سے مزید دور ہو جائیں گے۔لیکن اس سے بڑی سزا اور کیا ہوگی کہ اس شخص کو اپنی زندگی میں ہی اپنی کوششوں کی ناکامی کو دیکھنا پڑا، اور اپنی زندگی میں ہی اس قوم کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں احمدیت قبول کرتے دیکھنے پڑا جس کو روکنے کیلئے نہ جانے انہوں نے کتنے جھوٹ بولے تھے۔اور آئے دن نئے عرب احمدیوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آپ کے خلفاء اور آپ کی جماعت کے ساتھ مخلصانہ جذبات کا اظہار ایک مرتد کے لئے ایک نہ ختم ہونے والی دردناک سزا سے کم نہیں ہے۔

اسرائیلی فوج میں احمدیوں کی تعداد!

کسی بھی الٰہی جماعت کے مخالفین کے اعتراضات اور الزامات کا جائزہ لے کر دیکھ لیں ان میں جھوٹ اور بہتان کا عنصر بہت نمایاں طور پر سامنے آئے گا۔یہی حال جماعت احمدیہ کے مخالفین کا ہے جو جھوٹے اعتراضات اور بہتانات تراشنے میں تمام حدیں پار کر گئے ہیں۔ایسے لوگ جب کسی 'حسن عودہ' کو پاتے ہیں تو اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے اس کی زبانی ایسے اعتراضات دہرانا چاہتے ہیں تا ثابت ہو کہ حقیقت واقعی وہی ہے جو وہ کہہ رہے ہیں۔یہی حال حسن عودہ کے ساتھ ہوا۔انکے حوالے سے کئی ایسی باتیں اخباروں میں نشر ہوئیں جن میں سے یہاں دو اعتراضات کا ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

ایک اخبار نے لکھا کہ انہوں نے جب ان سے احمدیت اور اسرائیل کے تعلقات کی بات پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ اسرائیلی فوج میں کوئی احمدی نہیں ہے۔لیکن اسرائیلی پولیس میں اور رضا کاروں میں انکی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ (دیکھئے روزنامہ جنگ لندن 24 نومبر 1989)

ہمیں اس بیان پر تعجب ضرور ہوا کہ جو بات اظہر من الشّمس ہے اور جس کے عودہ صاحب خود گواہ بھی ہیں اس کے بارہ میں بھی وہ اتنا سفید جھوٹ بول کیسے بول سکتے ہیں۔لیکن دیگر امور کی طرح اس معاملہ میں بھی غلط بیانی کوئی زیادہ حیران کن نہ تھی۔تاہم جب ہم نے ان کی ارتداد کے بعد لکھی ہوئی کتاب کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ اصل حقیقت کچھ اور ہے جس کا اعتراف انہوں نے اس کتاب میں کیا ہے یعنی یہ کہ بعض اخبارات نے ان کے فرضی انٹرویوز اور

ان سے منسوب کر کے بعض باتیں شائع کر دیں جبکہ حقیقت میں انہوں نے وہ باتیں نہیں کہیں۔انہوں نے خاص طور پر اس کی مثال درج کرتے ہوئے لکھا کہ:

"وينسب إلى المحرر المذكور في جريدة "جنك" ويُدعى جاويد جمال كلامًا طالما قلت عكسه وهو وجود أحمديين في جيش أو شرطة إسرائيل۔ فيقول جاويد أنني قلت له "إن في جيش إسرائيل لا يوجد أحمديون ولكن هنالك مئات الأحمديين في الشرطة الإسرائيلية وفي الجيش التطوعي۔" والحقيقة أنه لا يوجد أي أحمدي حتى الآن في جيش إسرائيل ولا في الشرطة الإسرائيلية ولا في الجيش التطوعي۔"

(الأحمدیۃ۔۔عقائد وأحداث صفحہ 135)

ترجمہ: اخبار"جنگ" کے محرر جاوید جمال نے میری طرف ایسا کلام منسوب کیا ہے جس کی بارہا مَیں نے نفی کی ہے اور وہ ہے اسرائیلی فوج یا پولیس میں احمدیوں کا موجود ہونا۔ جاوید صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے ان سے کہا تھا کہ اسرائیلی فوج میں تو کوئی احمدی نہیں ہے۔لیکن اسرائیلی پولیس میں اور رضا کاروں میں ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک اسرائیلی فوج اور اسرائیلی پولیس اور رضا کاروں میں ایک بھی احمدی نہیں ہے۔

ان کے اس اعتراف سے ایک بات تو واضح ہوگئی کہ اسرائیلی فوج میں احمدیوں کی موجودگی محض جھوٹ اور افتراء ہے۔کیونکہ اگر یہ بات درست ہوتی تو ارتداد کے بعد عودہ صاحب نے صرف اسی مسئلہ پر ہی دنیا کو سر پر اٹھالینا تھا۔

اب اس حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مخالفین اور معترضین کہاں کھڑے ہیں۔

یہی وہ معترضین ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا جھوٹا اعتراض دہرادہرا کر کتابوں کے صفحے کالے کئے ہوئے ہیں۔

جماعت احمدیہ نے بارہا اس کے بارہ میں وضاحت کی کہ یہ بات محض جھوٹ اور بہتان ہے لیکن شاید انہیں جس طرح احمدیوں کے قتل میں جنت نظر آتی ہے اسی طرح اس جھوٹ میں

بھی اعلیٰ درجہ کی نیکی دکھائی دیتی ہے۔

اب عودہ صاحب نے ان کے ہاتھ پر ''اسلام'' قبول کر کے نہ صرف ان کی ایسی تمام ''نیکیوں'' پر پانی پھیر دیا ہے بلکہ ان کے منہ پر دوسرے لفظوں میں یہ کہا ہے کہ تم سالہا سال سے جھوٹ بول رہے ہو۔ایسی صورت میں منصف مزاج خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان جھوٹ بولنے والوں کے باقی اعتراضات کی کیا حقیقت ہوگی۔

دوسری طرف باوجود یہ جاننے کے کہ یہ لوگ سالہا سال سے جھوٹ بول رہے ہیں پھر بھی عودہ صاحب کا ان کے ہاتھ پر ''اسلام'' قبول کرنا ان کی اپنی حق پسندی اور صداقت شعاری کو بھی خوب واضح کر رہا ہے۔

اب دیکھیں کہ یہ مخالفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں مزرعہ احمدیت کیلئے کس طرح کھاد ثابت ہوئی کہ:

1۔ اس ارتداد اور اس مخالفت سے معاندین احمدیت کو خود اس مرتد کی زبانی ایک اعتراض کا ہمیشہ کے لئے شافی جواب مل گیا۔

2۔ مخالفین کی ایک بڑی تعداد انہی کے بقول جھوٹی قرار پائی۔

نزول عیسیٰؑ کے بارہ میں اعتقاد

اُمّت اسلامیہ کے اکثر فرقوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ آخری زمانہ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔اوران کے ظاہری نزول پر ایمان لانے کی وجہ سے انہیں یہ عقیدہ بھی اختیار کرنا پڑا کہ وہ لازمی آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور جس کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ اسی امت محمدیہ میں سے ایک شخص ہوگا اور خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ میں ہوں۔

حسن عودہ صاحب کو یہ جرأت تو نہ ہوسکی کہ وفات مسیح کا انکار کرسکیں۔نہ ہی وہ مولویوں کا نزول مسیح ابن مریم کا عقیدہ اپنا سکے لہذا انہوں نے ایک درمیانی راہ نکالی کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور آنے والے کے بارہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ان کے بارہ میں خود ہی یہ فیصلہ کیا

کہ نہ پرانا مسیح آ سکتا ہے نہ ہی کسی نے اس امت سے آنا ہے۔ گویا نزول مسیح کی بے شمار احادیث کا جو تواتر کے درجہ تک پہنچنے کے قریب ہیں انکار کر دیا اور انہی علماء کے بقول جن کے ہاتھوں وہ ''مشرف بہ اسلام'' ہوئے ہیں ان احادیث کا انکار کر کے نہ صرف کفر بلکہ اور پتہ نہیں کس کس فتوے کی زد میں آ گئے۔

اب قارئین کرام خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان علماء کی نظر میں عودہ صاحب نے کیسا اسلام قبول کیا۔ احمدیت تو چھوڑی لیکن اسکے عقائد کو چھوڑنے سے قاصر رہے۔ مولویوں کا اسلام تو قبول کیا لیکن ان کے عقائد نہ اپنا سکے۔ اور انجام کار ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حسن عودہ صاحب کو تو ''مولویوں کا اسلام'' قبول کرنے سے کچھ نہ مل سکا۔

لیکن اس کے بالمقابل آیئے دیکھتے ہیں کہ احمدیت قبول کرنے والوں کو کیا ملا؟ سینکڑوں ہزاروں مثالوں میں سے ایک یہاں پیش خدمت ہے۔

مکرم حسن عابدین صاحب آف شام نے ماہ جولائی 2009 میں ہونے والے ایم ٹی اے کے پروگرام ''الحوار المباشر'' میں بذریعہ فون کال ساری دنیا کے سامنے جو کہا اس کا خلاصہ نظرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

''میرا ایک چالیس سالہ بیٹا ہے جو عام طور پر بڑا تیز مزاج ہے۔ گھر میں اہل خاندان کے ساتھ اور کام پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدمزاجی اور بدخلقی سے پیش آتا تھا، کبھی نماز پڑھتا تو کبھی چھوڑ دیتا تھا۔ چار ماہ پہلے مَیں نے اس میں ایک نہایت عجیب تبدیلی محسوس کی کہ وہ خوش خلقی، وسعت حوصلگی اور بچوں کے ساتھ پیار محبت اور کھیلنے جیسے خصائل کا حامل ہو گیا ہے۔ اور نہ صرف خود نمازوں کا پابند ہو گیا بلکہ اہل خاندان کو تہجد کی نماز ادا کرنے کی طرف توجہ دلانے لگ گیا۔ مَیں اس کے کام کے ساتھیوں سے ملا تو انہوں نے بھی مجھے یہی بتایا کہ اس کا ہمارے ساتھ رویہ یکسر بدل گیا ہے۔ کئی دفعہ مجھے خود اس کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقعہ ملا تو مَیں نے دیکھا کہ وہ نہایت گریہ وزاری کرتا اور روتا ہے، اور جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے تو آبدیدہ ہو جاتا ہے۔ مَیں نے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ مَیں نے جماعت

احمدیہ کے ذریعہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔اس پر مَیں نے اپنے ایک مولوی سے جماعت احمدیہ کے بارہ میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ کافر ہیں۔مَیں نے ان کی تکفیر کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہمیں تو اس کا کوئی زیادہ علم نہیں ہے لیکن چونکہ ان کو علمائے پاکستان اور ایسے علماء نے جو ہم سے زیادہ جانتے ہیں کافر قرار دیا ہے اس لئے ہم ان کی رائے کو درست مانتے ہیں۔اس بات نے میری جستجو میں اضافہ کر دیا اور مجھے جماعت کے عقائد کے بارہ میں جاننے کی ایک لَو سی لگ گئی۔خصوصًا اس لئے بھی کہ مَیں اپنے بیٹے میں قبول احمدیت کے بعد ایک بہت اچھی تبدیلی دیکھ چکا تھا۔چنانچہ مَیں نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ مل کر جماعت کے ٹی وی پروگرام دیکھنے شروع کئے، اور کتابوں کا مطالعہ کیا۔ہم تمام لوگ مطالعہ کرتے تھے۔پھر آپس میں بیٹھ کر بحث کرتے اور جماعتی افکار و عقائد اور تفاسیر کا دوسرے چینلز پر پیش کئے جانے والے خیالات کے ساتھ موازنہ کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کے دلوں کو نور یقین سے بھر دیا۔اور ہمارے لئے جماعت کی سچائی ثابت ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے عین مطابق ہم نے امام مہدی کی بیعت کر لی۔مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو تبدیلی مجھ میں اور میرے اہل خانہ میں پچھلے دو ماہ میں ہوئی ہے اس کے بیان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔مَیں عمر رسیدہ ہوں اور بفضلہٖ تعالیٰ حج کی سعادت بھی پا چکا ہوں اور چار مرتبہ عمرہ بھی کیا ہے لیکن گزشتہ دو ماہ سے نصیب ہونے والی حلاوتِ ایمانی جیسا مزہ پہلے کبھی نہ چکھا تھا۔''

ایک وہ حسن عودہ نامی تھا جس نے امام مہدی علیہ السلام کی جماعت سے ارتداد اختیار کیا اور ایک یہ حسن عابدین ہیں جن کا یہ ایمان افروز بیان ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد دلاتا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا:

''ثلاثٌ مَن كُنَّ فيه وجدَ حلاوةَ الايمان: أنْ يكون اللّٰهُ و رسولُه أحبّ إليه مما سواهما وأنْ يحبَّ المرء لايحبه إلا للّٰه، وأن يكره أن يعود فى الكفر كما يكره أن يقذف فى النار-''

(بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان)

یعنی تین باتیں جس میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس پا لیتا ہے۔یہ کہ اللہ اور اس کا رسول تمام دوسری چیزوں سے بڑھ کر اس کو پیارے ہوں۔اور یہ کہ جس انسان سے بھی محبت

کرے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے۔ اور یہ کہ کفر میں لوٹنا ایسا ہی برا سمجھے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

الغرض احمدیت کی آغوش میں آنے والے لاتعداد احباب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان اور آپ کے خلیفہ سے تعلق اور انکے نصائح و تعلیمات پر عمل کے نتیجے میں ایسا حقیقی اسلام اور ایسی حلاوت ایمان نصیب ہو رہی ہے جس کا تذکرہ آپ نے مکرم حسن عابدین صاحب کے بیان میں پڑھا۔

اس بحث کا اختتام ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان جلالی کلمات پر کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''یہ لوگ یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اسلام کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جائیں گے مگر اسلام کا نور دن بدن ترقی کرے گا۔ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دنیا میں پھیلا دے۔ اسلام کی برکتیں اب اِن مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رُک نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔

انا الفتّاح أفتح لك۔ تریٰ نصرا عجیباً و یخرّون علی المساجد۔ ربنا اغفرلنا اناکنّا خاطئین۔ جلابیب الصدق۔ فاستقم کَمَا اُمِرْتَ۔ الخوارق تحت منتھی صدق الاقدام۔ کُنْ لِلّٰہِ جمیعًا و مع اللّٰہ جمیعًا۔ عسیٰ أن یبعثكَ ربّك مقامًا محمودًا............

اور ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ مَیں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو! اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ اور کوئی فریب اٹھا نہ رکھو۔ پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

المُنبّہ الناصح مرزا غلام احمد قادیانی جنوری 1892ء''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 310-311)

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

بعض عرب علماء کا اعتراف

عربوں میں تبلیغ احمدیت کے تاریخی اعتبار سے واقعات کے ذکر میں یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وفات مسیح کے مسئلہ پر عصر حاضر کے بعض عرب علماء کی تحقیق، آراء اور فتاوی کا ذکر کر دیا جائے۔

موجودہ عیسائیت کی عمارت یسوع کی صلیبی موت کے عقیدہ پر کھڑی ہے

اس مضمون کے مقدمہ کے طور پر شاید مندرجہ ذیل وضاحت مفید ثابت ہوگی۔
بائبل میں لکھا ہے کہ صلیبی موت لعنتی موت ہے اور ایسی موت کسی ملعون کو ہی نصیب ہوسکتی ہے۔ چونکہ واقعہ صلیب ایک حقیقت ہے اس لئے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت کو محل ذم کی بجائے محل مدح بنانے کی کوشش کی اور اس صلیبی موت پر اپنے زعم میں ایک ایسے عقیدہ کی بنیاد رکھی جس کے ساتھ تمام دنیا کی بقا وابستہ ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر پوری عیسائیت کی عمارت کھڑی ہے۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح نے صلیب پر وفات نہیں پائی بلکہ اس لعنتی موت سے بچ گئے تو موجودہ عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے۔
اسی حقیقت کا اظہار کئی علماء اور محققین نے کیا ہے ذیل میں دو اقتباس پیش ہیں۔
......ایک جرمن سکالر جورگن مولٹمین کہتا ہے:

"THE DEATH OF JESUS ON THE CROSS IS THE CENTRE OF

ALL CHRISTIAN THEOLOGY. . . ALL CHRISTIAN STATEMENTS ABOUT GOD, ABOUT CREATION, ABOUT SIN AND DEATH HAVE THEIR FOCAL POINT IN THE CRUCIFIED CHRIST. ",

(The Crucified God By Jürgen Moltmann Translated by R. A. Wilson and John Bowden from the Germam Der gekreuzegte Gott page 212 2nd edition 1973)

ترجمہ: یسوع کی صلیب پر موت عیسائی عقیدہ کا مرکزی نقطہ ہے...... خدا تعالیٰ، مخلوق، گناہ اور موت وغیرہ کے جملہ عیسائی نظریات مصلوب مسیح کے گرد گھومتے ہیں۔

......ایک انگریز سکالر Cardinal Manning اپنی کتاب "Eternal Priesthood میں لکھتا ہے کہ:

The importance of this confusing topic is obvious, for if the death of Christ on the cross is not real, then the basis of the church's doctrine will crumble from its foundations, because if Christ did not die on the cross, then there is no sacrifice, no salvation, and no trinity."

ترجمہ: اس حیران کن موضوع کی اہمیت پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اگر یسوع کی صلیبی موت ایک حقیقت نہیں ہے تو چرچ کا مذہب اپنی بنیادوں سے ہی پسپا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یسوع صلیب پر نہیں مرا تو پھر نہ کوئی قربانی کا تصور رہے گا، نہ نجات کا اور نہ ہی تثلیث کا۔

اب اگر مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو دوبارہ جی اٹھنے اور آسمان پر اپنے باپ کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھنے کے تصور اور اس پر مبنی جملہ عقائد کی بھی نفی لازم ہے۔ عیسائیت نے اپنے اس اصول کو ثابت کرنے کے لئے ہر حیلہ آزمایا ہے۔ اور شاید ان کی اس حیلہ آزمائی کا ہی نتیجہ ہے کہ اسلام میں بھی اس طرح کی روایات اور مفاہیم راہ پا گئے جن سے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا عقیدہ وجود میں آیا ہے۔

عقیدہ حیات مسیح کے نقصانات

گو مسلمانوں کی اکثریت نے عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ کسی اور کے صلیب پر چڑھنے کا عجیب

وغریب عقیدہ گھڑ لیا پھر بھی مسیح کی صلیب پر موت کے منکر رہے۔لیکن دوسری طرف عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر چڑھ جانے میں عیسائیت کے ہی ہم نوا رہے جس کا اسلام کو بہت بھاری نقصان ہوا کیونکہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو بحثوں اور مناظروں میں یہ کہنا شروع کردیا کہ چونکہ:

1۔تمام انبیاء ماں باپ سے پیدا ہوئے جبکہ یسوع کی بن باپ کے پیدائش ایک معجزہ تھی۔

2۔تمام انبیاء اسی زمین میں فوت ہوئے اور بعض اپنے دشمنوں کے ہاتھوں قتل بھی ہو گئے لیکن آپ کے عقیدہ کے مطابق یسوع کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔

3۔آج تک کوئی انسان زندہ آسمان پر نہیں گیا لیکن آپ کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے۔

4۔تمام انبیاء نے ایک محدود انسانی عمر پائی لیکن آپ کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام آج تک آسمان پر زندہ ہیں۔

5۔تمام انبیاء اور بنی نوع انسان کی زندگی کھانے پینے سے وابستہ ہے کیونکہ انسانی جسم اس کے بغیر زندہ نہیں رہتا لیکن عیسیٰ علیہ السلام قریباً دو ہزار سال سے بغیر کھائے پیئے زندہ ہیں۔

6۔تمام انبیاء اس دنیا سے جانے کے بعد دوبارہ کبھی واپس نہیں آئے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ آنا ہے۔

7۔عیسیٰ علیہ السلام وہ واحد وجود ہیں جو قربِ قیامت میں نزول کریں گے اور تمام بنی نوع انسان کو آخری دفعہ حق کی طرف بلائیں گے پھر جو نہیں مانے گا ان پر قیامت آجائے گی۔اور یہ بات کسی اور انسان یا نبی کے حصے میں نہیں آئی۔

اس لئے آپ کے اپنے عقیدہ کے مطابق مسیح علیہ السلام دیگر تمام انبیاء اور بنی نوع انسان سے کہیں افضل ہیں بلکہ وہ نبیوں اور انسانوں سے بڑھ کر کوئی وجود ہیں اور یہی عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔لہذا ثابت ہوا کہ جو دین وہ لے کر آئے ہیں وہ سب سے افضل ہے۔

اب دیکھیں کہ اس غلط عقیدہ نے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچایا اور کس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا باعث بنا۔ نیز اس عقیدہ کے سبب لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائیت کی صفوں میں شامل ہو کر اسلام کے خلاف جنگ کرنے لگے۔الغرض صرف اس ایک غلط عقیدہ

کی بنا پر اسلام کی حمایت وحفاظت کے دعویداروں نے اسلام کو کسی بھی بیرونی دشمن سے زیادہ نقصان پہنچایا۔

❁......ایسے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر اس مخالفِ اسلام عقیدہ کا ردّ فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا:

''وفات مسیح اور حیات اسلام یہ دونوں مقاصد باہم بہت بڑا تعلق رکھتے ہیں اور وفات مسیح کا مسئلہ اس زمانہ میں حیات اسلام کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ زندہ بجسد عنصری حضرت عیسیٰ کی حیات اوائل میں تو صرف ایک غلطی کا رنگ رکھتی تھی مگر آج یہ غلطی ایک اژدھا بن گئی ہے جو اسلام کو نگلنا چاہتی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں اس غلطی سے کسی گزند کا اندیشہ نہ تھا اور وہ غلطی ہی کے رنگ میں تھی۔ مگر جب سے عیسائیت کا خروج ہوا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ان کی خدائی کی ایک بڑی زبردست دلیل قرار دیا تو یہ خطرناک امر ہو گیا۔ انہوں نے بار بار اور بڑے زور سے اس امر کو پیش کیا کہ اگر مسیح خدا نہیں تو وہ عرش پر کیسے بیٹھا ہے؟ اور اگر انسان ہو کر کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ زندہ آسمان پر چلا جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آدم سے لے کر اس وقت تک کوئی بھی آسمان پر نہیں گیا؟

اس قسم کے دلائل پیش کر کے وہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنانا چاہتے ہیں اور انہوں نے بنایا اور دنیا کے ایک حصہ کو گمراہ کر دیا۔ اور بہت سے مسلمان جو تیس لاکھ سے زیادہ بتائے جاتے ہیں اس غلطی کو صحیح عقیدہ تسلیم کرنے کی وجہ سے اس فتنہ کا شکار ہو گئے...... عیسائیوں نے مسیح کی اس خصوصیت کو پیش کر کے دنیا کو گمراہ کر دیا ہے اور مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے ان کی اس ہاں میں ہاں ملا دی اور ضرر کی پروا نہ کی جو اس سے اسلام کو پہنچا...... اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے اور وہ اپنی غلطی کو سمجھیں۔

مَیں سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اس عقیدہ کی کمزوری اور شناعت کے کھل جانے پر بھی اس کو نہیں چھوڑتے وہ دشمن اسلام اور اس کے لئے مارِ آستین ہیں۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 337)

بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آ سکتی

❁......نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آ سکتی۔ سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلافِ تعلیمِ قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے۔ اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 17)

......پھر فرمایا:

''تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 694 حاشیہ۔ جدید ایڈیشن)

ایک اور جگہ فرمایا:

''مسلمانوں کی خوش قسمتی ہی اس میں ہے کہ مسیح مر جائے۔ اب زمانہ ہی ایسا آ گیا ہے کہ خیال تبدیل ہوتے ہیں۔ کچھ مان جائیں گے کچھ مر جائیں گے......پس مسیح کو مرنے دو کہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے۔'' (ملفوظات جلد 5 صفحہ 547-548 جدید ایڈیشن)

گو کہ بعض بزرگان سلف نے اپنی کتب میں تو وفات مسیح کا ذکر کیا تھا لیکن عصر حاضر کے علماء کی طرف سے اس وقت اس عقیدہ کی مخالفت شدت اختیار کر گئی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا کہ مسیح ناصری تو وفات پا چکے ہیں اور جس کے آنے کا وعدہ ہے وہ اسی امت سے ایک فرد ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے یہ مقام عطا کیا جائے گا۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ موعود مَیں ہوں۔

تو اس اعلان کے بعد بیشتر علماء حیات مسیح ثابت کرنے میں لگ گئے لیکن بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات مبارکہ ''اب زمانہ ہی ایسا آ گیا ہے کہ خیال تبدیل ہوتے ہیں'' کی صداقت ظاہر ہوئی اور آج صرف عربوں میں ہی علماء کی ایک جماعت وفات مسیح کی قائل ہو گئی ہے۔ ذیل میں صرف ان عصر حاضر کے علماء کے اقوال و دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

شیخ محمد عبدہٗ کا مؤقف

آپ کا شمار مصر کے ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے مصری اسلامی معاشرہ میں بعض غلط مفاہیم کی اصلاح کا کام کیا۔ عقل اور منطق کو مدنظر رکھ کر بات کرنے کی وجہ سے آپ کے کلام کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے اور آخری عمر میں

(1899ء تا 1905ء) مصر کے مفتی عام بھی رہے۔آپ کے اہم شاگردوں میں شیخ محمد رشید رضا ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر ''تفسیر المنار'' میں جگہ جگہ آپ کے فتاویٰ اور آراء درج کی ہیں۔
وفات مسیح کے مسئلہ پر شیخ رشید رضا اپنے استاد کی رائے لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

يقول بعض المفسرين: "إنى متوفيك" أى منوّمك، وبعضهم إنى قابضك من الأرض بروحك وجسدك۔ "ورافعك إلى" بيان لهذا التوفى، وبعضهم : إنى أنجيك من هؤلاء المعتدين، فلا يتمكنون من قتلك، وأميتك حتف أنفك ثم أرفعك إلى۔ ونسب هذا القول إلى الجمهور وقال: للعلماء هاهنا طريقتان إحداهما وهى المشهورة أنه رفع حيًّا بجسمه وروحه، وأنه سينزل فى آخر الزمان فيحكم بين الناس بشريعتنا ثم يتوفاه الله تعالى۔ ولهم فى حياته الثانية على الأرض كلام طويل معروف۔ وأجاب هؤلاء عما يرد عليهم من مخالفة القرآن فى تقديم الرفع على التوفى بأن الواولا تفيد ترتيبا۔ أقول: وفاتَهم أن مخالفة الترتيب فى الذكر للترتيب فى الوجود لا يأتى فى الكلام البليغ إلا لنكتة،ولا نكتة هنا لتقديم التوفى على الرفع إذ الرفع هو الأهم لما فيه من البشارة با لنجاة ورفعة المكانة۔

بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ'' کے معنے ہیں مَیں تجھ پر نیند طاری کردوں گا، جبکہ بعض کا خیال ہے کہ اس کا مطلب ہے: مَیں تجھے زمین سے مع جسم وروح اٹھا لوں گا، اور ''وَرَافِعُكَ اِلَی'' اس توفی کی کیفیت کا بیان ہے (یعنی تجھے بجسم وروح اٹھانا اپنی طرف رفع کرنے سے ہوگا)، اور بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مَیں تجھے ان ظالموں کے چنگل سے چھڑاؤں گا چنانچہ وہ تجھے قتل نہیں کرسکیں گے چنانچہ مَیں تجھے طبعی موت دوں گا پھر تمہارا اپنی طرف رفع کروں گا۔اور یہ آخری قول جمہور علماء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔
شیخ محمد عبدہ یہ آراء درج کرنے کے بعد کہتے ہیں:
علماء نے اس سلسلہ میں دو موقف اختیار کئے ہیں ان میں سے جو زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے

کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع زندہ ہونے کی حالت میں ان کے جسم اور روح کے ساتھ ہوا اور وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور ہماری شریعت اسلامیہ کی رو سے لوگوں کے درمیان فیصلے کریں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں وفات دے گا۔ اس رائے کے حامی علماء زمین پر عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری زندگی کے بارہ میں جو بہت کچھ کہتے یا لکھتے ہیں وہ معروف و مشہور ہے۔ ان لوگوں پر اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ معنی آیت مذکورہ میں رَفَع کے لفظ کو توَفّی سے پہلے لا کر کیا ہے اور یہ قرآن کریم کی ترتیب کی خلاف ورزی ہے۔ اس کے جواب کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَی'' میں واؤ ترتیب کے لئے نہیں آئی۔

(یعنی ان کے مطابق یہاں تین چار امور کا بیان ہے اور اگرچہ ایسی عبارات میں واؤ ترتیب کے لئے آتی ہے لیکن آیت مذکورہ میں واؤ کا یہ مطلب نہیں کہ ان واقعات کی وہی ترتیب ہوگی جو آیت میں بیان ہوئی ہے کیونکہ اس ترتیب سے توَفّی یعنی موت پہلے ہے اور پھر رَفَع کا ذکر ہے، چنانچہ یہاں کسی حکمت کے تحت خدا تعالیٰ کی طرف سے واقعات میں تقدیم وتاخیر ہے۔ لہذا ان کے نزدیک پہلے رَفَع کا واقعہ ہوا اور توَفّی کا واقعہ نزولِ عیسیٰؑ کے بعد ہوگا)

شیخ محمد عبدہ' اس رائے پر محاکمہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: مَیں کہتا ہوں کہ وہ بھول گئے کہ آیت مذکورہ میں امور کی ترتیب کے خلاف ان کا نئی ترتیب قائم کرنا ایک بلیغ کلام میں کسی خاص نکتہ کے بیان کے لئے ہوسکتا ہے۔ اور اس آیت میں توَفّی کے لفظ کو رَفَع پر مقدم رکھنے میں کوئی خاص نکتہ نہیں ہے کیونکہ رَفَع دراصل توَفّی سے اہم ہے کیونکہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی نجات اور ان کے مقام و مرتبہ کی رفعت کی بشارت ہے۔

(یہ عبارت کسی قدر وضاحت طلب ہے۔ اس میں شیخ محمد عبدہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے لیکن تقدیم وتاخیر ایک بلیغ کلام میں کسی بلاغی نکتہ کے بیان کے لئے ہوتی ہے۔ جبکہ اگر آپ کی بات مان لی جائے اور یہ کہا جائے کہ توَفّی کو اللہ تعالیٰ نے رَفَع پر مقدم کر دیا ہے جبکہ صحیح ترتیب میں رَفَع پہلے اور توَفّی بعد میں ہے تو دراصل اس تقدیم وتاخیر میں تو کوئی منطق یا بلاغت کا نکتہ سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اگر کسی بلاغی نکتہ کی بناء پر اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہوتی تو رَفَع کو پہلے ہی بیان ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ رَفَع زیادہ اہم ہے اس لئے کہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی ان کے دشمنوں کے چنگل سے نجات کا ذکر

ہے۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا لہذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں ہے اور جملہ واقعات آیت میں مذکور ترتیب کے مطابق ہوئے ہیں یعنی پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی ہے پھر رَفع ہوا ہے۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ وفات کے بعد ہونے والے رَفع سے مراد درجہ اور مقام کا رَفع ہوتا ہے نہ کہ جسم کا۔

شیخ محمد عبدہ کے اس کلام سے بھی واضح ہوجاتا ہے کہ علماء نے پہلے غلط فہمی کی بنا پر ایک غلط عقیدہ بنالیا اور اس کو جب قرآن سے ثابت کرنا چاہا تو قرآن کو اس کے برخلاف پایا۔ یہاں امانت اور انصاف کا تقاضا تھا کہ اس غلط عقیدہ کو بدل لیتے لیکن انہوں نے نہ تو یہ عقیدہ بدلا نہ ہی خود کو بدلا بلکہ اس کی جگہ قرآن کو بدل دیا اور تقدیم وتاخیر کا تصور پیش کیا جس سے ان کا غلط عقیدہ ثابت ہوسکے۔ اگر اس طرح قرآن کریم میں جا بجا بغیر کسی دلیل کے تقدیم وتاخیر کا مسئلہ کھڑا کردیا جائے تو سارے قرآن میں شک کی نئی راہیں کھل جائیں گی جو قرآن کے اس عظیم دعویٰ خلاف ہے جو اس ابتدائی آیت میں بیان ہوا ہے کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک یا ریب نہیں ہے۔)

(قال) والطريقة الثانية أن الآية على ظاهرها وأن التوفى على معناه الظاهر المتبادر وهو الإماتة العادية وأن الرفع يكون بعده وهو رفع الروح لا بدع فى إطلاق الخطاب على شخص وإرادة روحه۔ فإن الروح هى حقيقة الإنسان والجسد كالثوب المستعار۔۔۔ (قال) ولصاحب هذه الطريقة فى حديث الرفع والنزول فى آخر الزمان تخريجان أحدهما أنه حديث آحاد متعلق بأمر اعتقادى لأنه من أمور الغيب والأمو رالاعتقادية لا يؤخذ فيها إلا بالقطعى لأن المطلوب فيها هو اليقين۔ وليس فى الباب حديث متواتر۔ وثانيهما تأويل نزوله وحكمه فى الأرض بغلبة روحه وسر رسالته على الناس وهو ما غلب فى تعليمه من الأمر بالرحمة والمحبة والسلم والأخذ بمقاصد الشريعة دون الوقوف عند ظواهرها والتمسك بقشورها دون لبابها۔ وهو حكمتها وما شرعت لأجله،

فالمسيح عليه السلام لم يأت لليهود بشريعة جديدة ولكنه جاء هم بما يزحزحهم عن الجمود على ظواهر ألفاظ شريعة موسى عليه السلام ويوقفهم على فقهها والمراد منها--- ولما كان أصحاب الشريعة الأخيرة قد جمّدوا على ظواهرها ألفاظها--- وكل ذلك مزهقا لروحها ذاهبا بحكمتها كان لا بد لهم من إصلاح عيسوى يبين لهم أسرار الشريعة وروح الدين وأدبه الحقيقى۔ وكل ذلك مطوى فى القرآن الذى حجبوا عنه بالتقليد الذى هو آفة الحق وعدو الدين فى كل زمان۔ فزمان عيسى على هذا التأويل هو الذى يأخذ الناس فيه بروح الدين والشريعة الإسلامية لإصلاح السرائر من غير تقيد بالرسوم والظواهر۔"

(تفسیر المنار جلد 3 صفحہ 316-317۔ دار المنار، الطبعۃ الثالثۃ 1368ھ)

علماء کا دوسرا موقف یہ ہے کہ آیت کا وہی ظاہری مفہوم مراد ہے جو کہ عام فہم اور واضح ہے اور وہ طبعی موت کا معنی ہے۔ اور موت کے بعد ہونے والا رفع ہمیشہ روحانی رفع ہوا کرتا ہے۔ اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ خطاب شخص کو ہو اور اس سے مراد اس کی روح ہے۔ کیونکہ روح ہی انسان کی اصل حقیقت ہے اور انسانی جسم اس روح کے لئے ایک مستعار لئے ہوئے کپڑے کی طرح ہے............ اس موقف کے حامیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور آخری زمانہ میں نزول سے متعلق احادیث کی دو توجیہات پیش کی ہیں:

ایک یہ کہ یہ احادیث آحاد ہیں جبکہ ان کے مضمون کا تعلق اعتقادی امور سے ہے۔ اور چونکہ اعتقادی امور میں لوگوں سے یقین مطلوب ہوتا ہے اس لئے ان میں صرف اور صرف قطعی خبر پر ہی بناء کی جاسکتی ہے۔ لیکن ان احادیث میں سے کوئی بھی حدیث متواتر نہیں ہے جو یقین کے مرتبہ تک پہنچائے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور آپ کے زمین میں حکومت کرنے کی تاویل کی جائے۔ چنانچہ اس سے مراد آپ کی مسیحانہ روح اور آپ کے پیغام کا غلبہ ہے۔ اور یہ بات رحمت، محبت، صلح جوئی اور شریعت کے مقاصد اور اصل ہدف کو سمجھنے اور مغز کو اخذ کرنے اور

نرے چھلکے پر ہی اکتفانہ کرنے کی صورت میں آپ کی تعلیمات میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔اور دراصل اسے دوسرے معنوں میں احکام کی حکمت اوران کی تشریح کا سبب کہا جاتا ہے۔

مسیح علیہ السلام یہودیوں کے پاس کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے۔تاہم خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے پر حکمت دلائل ضرور لے کر آئے تھے جو یہود کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ظاہری الفاظ پر بناء کر کے بیٹھے رہنے سے روکتے تھے اوران کی اصل حقیقت اور مراد سمجھنے پر مجبور کرتے تھے......اور جب اس آخری شریعت کے پیروکاروں نے اپنی شریعت کو اس کے ظاہری الفاظ کی حد تک ہی منجمد کر کے رکھ دیا.....تو گویا انہوں نے الفاظ کی روح اور حکمت کو فراموش کردیا لہذاان کے لئے اصلاح عیسوی بہت ضروری ہوگئی تا کہ انہیں شریعت کے اسرار اوردین کی روح اوراس کا حقیقی ادب سکھائے ، اور یہ سب کچھ قرآن کریم میں موجود ہے جس کوانہوں نے تقلید کے پردوں میں چھپا ڈالا ہے اور یہ بات ہر زمانے میں حق اور دین کی بڑی دشمن ہے۔اس تاویل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ وہ زمانہ ہے جس میں لوگ ظاہری اشکال، افعال، اورالفاظ کی پیروی کی بجائے دین اورشریعت اسلامیہ کی روح پر عمل پیرا ہوں گے۔

شیخ محمد رشید رضا کا بیان

شیخ محمد رشید رضا صاحب کا شمار مصر کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔آپ شیخ محمد عبدہٗ کے شاگرد تھے۔اورعربی رسالہ ’’المنار‘‘ کے ایڈیٹر تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتاب ’اعجاز المسیح ‘ جب ان تک پہنچی تو اس میں موجود چیلنج کو پڑھ کرانہوں نے کہا کہ اہل علم حضرات اس سے کہیں بہتر کتاب سات دن میں لکھ سکتے ہیں۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربی زبان میں ایک اور کتاب ’ اَلْھُدٰی وَالتَّبْصِرَۃُ لِمَنْ یَّرٰی‘ لکھی جس میں اور امور کے علاوہ مسیح ناصری علیہ السلام کی ہندوستان کی طرف ہجرت اوروہاں وفات اورسرینگر میں ان کے مزار کا بھی ذکرفرمایا۔آپ نے یہ کتاب خصوصی طور پران کو بھجوائی اورفرمایا:

’’اگر مدیر المنار نے اس کا اچھا اور عمدہ ردّ لکھا تو مَیں اپنی کتابیں جلا دوں گا اوراس کی قدم بوسی کروں گا، اوراس کے دامن سے وابستہ ہوجاؤں گا اور پھر دوسرے لوگوں کی قدر و قیمت اس

کے پیمانہ سے لگاؤں گا۔سومَیں پروردگار جہان کی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم سے عہد کو پختہ کرتا ہوں‘‘۔ (الہدی والتبصرۃ لمن یری، روحانی خزائن جلد 18، صفحہ 264)

اس کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے یہ پیشگوئی بھی فرمادی:

”أم له فی البراعة ید طولی؟ سیھزم فلا یُری، نبأ من اللّٰہ الذی یعلم السر وأخفی“۔

یعنی: کیا مدیر المنار کو فصاحت اور بلاغت میں بڑا کمال حاصل ہے؟ وہ یقیناً شکست کھائے گا اور میدان مقابلہ میں نہ آئے گا۔ یہ پیشگوئی اس خدا کی طرف سے ہے جو نہاں در نہاں باتوں کا علم رکھتا ہے۔

شیخ رشید رضا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد قریباً تیس سال تک زندہ رہے لیکن ایسی کتاب لکھنے سے قاصر رہے۔مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان تو ان کو نصیب نہ ہو سکا ہاں مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اہم تجدیدی مفاہیم کے قائل ہو گئے۔ مسیح علیہ السلام کی ہجرت کے بارہ میں انہوں نے لکھا:

”ففراره إلی الھند وموته فی ذلك البلد لیس ببعید عقلا ونقلا“۔

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا ہندوستان کی طرف ہجرت کرنا اور اس ملک میں جا کر وفات پانا عقل ونقل سے بعید نہیں ہے۔ (مجلۃ المنار جلد 15 صفحہ 900-901)

اور وفات مسیح کے بارہ میں انہوں نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا جس کا نام ’تفسیر المنار‘ ہے۔ اس تفسیر میں انہوں نے لکھا:۔

۞...... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّى مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران :56)

أی مکر اللہ بھم، إذ قال لنبیه إنی متوفیك إلخ۔ فإن ھذہ بشارة بإنجائه من مکرھم وجعل کیدھم فی نحرھم قد تحققت، لم ینالوا منه ماکانوا یریدون بالمکر والحیلة۔

والتوفی فی اللغة أخذ الشیء وافیا تاما۔ ومن ثم استعمل بمعنی الإماتة۔ قال تعالی: ”اللہ یتوفی الأنفس حین موتھا“

وقال: "قل يتوفاكم ملك الموت الذی وُکّل بکم" فالمتبادر فی الآیة: إنی ممیتك وجاعلك بعد الموت فی مکان رفیع عندی، کما قال فی إدریس علیه السلام: "ورفعناه مکانًا علیًّا" والله تعالی یضیف إلیه ما یکون فیه الأبرار من عالم الغیب قبل البعث وبعده کما قال فی الشهداءِ: "أحیاء عند ربهم"، وقال: "إن المتقین فی جنات ونهر، فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر"۔ وأما تطهیره من الذین کفروا فهو انجاؤه مما کانوا یرمونه به أو یرومونه منه ویریدونه به من الشر۔ هذا ما یفهمه القارئ الخالی الذهن من الروایات والأقوال، لأنه هو المتبادر من العبارة وقد أیدناه بالشواهد من الآیات ولکن المفسرین قد حولوا الکلام عن ظاهره لینطبق علی ما أعطتهم الروایات من کون عیسی رفع إلی السماء بجسده۔"

(تفسیر المنار جلد 3 ص 316-317۔ دار المنار، الطبعة الثالثة 1368ھ)

آیت کریمہ "اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ مکر کی جب اپنے نبی سے کہا: مُتَوَفِّیْكَ......الخ کیونکہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی کی دشمنوں سے نجات اور دشمنوں کی تدبیر خود ان کے اوپر الٹانے کی بشارت تھی جو کہ پوری ہوئی۔ چنانچہ وہ اپنے مکروہ حیلہ سے آپ کا بال بیکا نہ کر سکے۔

تَوَفِّی کے لغوی معنی کسی چیز کو مکمل طور پر لے لینے کے ہیں، اسی بناء پر یہ موت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا" یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ نیز فرمایا: "قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ (السجدہ 12)" تُو کہہ دے کہ موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں وفات دے گا۔ چنانچہ اس رُو سے آیت کا واضح طور پر سمجھ آنے والا معنی یہ ہوگا کہ مَیں تجھے موت دوں گا اور موت کے بعد تجھے اپنے حضور ایک بلند مرتبہ پر فائز کروں گا۔ جیسا کہ ادریس علیہ السلام کے

بارہ میں فرمایا: ''وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا'' یعنی ہم نے اس کا ایک بلند مقام کی طرف رفع کیا تھا۔اللہ تعالیٰ کا رفع کو اپنی طرف نسبت دینا دراصل اپنے نیک بندوں کا بلند مقام ظاہر کرنا ہے جو وہ عالم غیب میں حشر سے قبل اور بعد میں پائیں گے۔جیسا کہ شہداء کے بارہ میں فرمایا: ''أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' یعنی وہ اپنے ربّ کے حضور زندہ ہیں۔اسی طرح فرمایا: ''اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ۔فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر:55-56)۔''یقیناً متّقی جنتوں میں اور فراخی کی حالت میں ہوں گے۔سچائی کی مسند پر، ایک مقتدر بادشاہ کے حضور۔اور جہاں تک آپ کی کافروں سے تطہیر کرنے کا تعلق ہے تو اس سے مراد آپ کی ان کے مکروں اور منصوبوں اور ان کے شر سے نجات ہے۔

ایک خالی الذہن قاری جس نے مروجہ روایات اور اقوال کو نہیں سنا اس آیت سے یہی معنی سمجھتا ہے کیونکہ یہی وہ واضح معنی ہے جو سب سے پہلے سمجھ میں آتا ہے۔لیکن مفسرین نے اس کلام کو اسکے ظاہری معنوں سے ہٹا دیا تا کہ انکے اس مفہوم پر صادق آسکے جو انہوں نے مختلف روایات سے اخذ کیا ہے کہ عیسی علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر رفع ہو گیا ہے۔

۞......شیخ رشید رضا صاحب اپنی اسی تفسیر میں آیت قرآنی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُم (آل عمران 145) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”وحاصل المعنى أن محمدًا ليس إلا بشرًا رسولا قد خلت ومضت الرسل من قبله فماتوا وقد قُتل بعض النبيين كزكريا ويحيى فلم يكن لأحد منهم الخلد وهو لا بد أن تحكم عليه سنة الله بالموت فيخلو كما خلوا من قبله۔ إذ لا بقاء إلا لله وحده ولا ينبغى للمؤمن الموحد أن يعتقده لغيره، (أفإن مات) كما مات موسى وعيسى، (أو قتل) كما قتل زكريا ويحيى، (تنقلبون على أعقابكم) أى تولون الدبر راجعين عما كان عليه، يهديهم الله بهذا إلى أن الرسول ليس مقصودا لذاته فيبقى للناس وإنما المقصود من إرساله ما أرسل به من الهداية فيجب العمل بها من بعده۔“ (تفسير المنار جلد4 صفحه161 دار المنار، الطبعة الثالثة 1368ه)

خلاصہ کلام یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بشر رسول ہی تھے اور آپ سے پہلے رسول گزرے ہیں جو کہ سب وفات پا چکے ہیں جبکہ بعض کی موت قتل کے ذریعہ ہوئی جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام۔ تاہم ان میں سے کسی کو بھی ہمیشہ کی زندگی نصیب نہ ہوئی۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خدا تعالیٰ کی سنت کے مطابق وفات ہوتی۔ چنانچہ آپ بھی اپنے سے پہلے انبیاء کی طریق پر اس جہان سے گزر گئے کیونکہ بقا صرف خدا تعالیٰ کو ہی ہے اور ایک موحّد مؤمن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی بقاء کا بھی قائل ہو۔ اَفَاِنْ مَّاتَ کا مطلب ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا جائیں جس طرح موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام وفات پا گئے۔ اَوْ قُتِلَ یا زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کی طرح قتل ہو جائیں تو تم اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جاؤ گے اور آپؐ کے لائے ہوئے دین سے پھر جاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ انہیں اس قول کے ذریعہ یہ ہدایت دینا چاہتا ہے کہ اصل مقصود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں ہے تا ان کے ہمیشہ زندہ رہنے کا سوال پیدا ہو۔ بلکہ اصل مقصود وہ تعلیم اور ہدایت ہے جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے لہذا آپ کے بعد آپ کی اس تعلیم پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

شیخ احمد مصطفیٰ المراغی کی رائے

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ شیخ محمد عبدہٗ صاحب بہت بڑے عالم اور علماء کی ایک جماعت کے استاد تھے اس لئے آپ کے بعض شاگردوں نے بیشتر مسائل میں نہ صرف آپ کی رائے سے اتفاق کیا بلکہ اپنی تفاسیر اور کتب میں ایسے مسائل پر لکھتے ہوئے اپنی رائے کو شیخ محمد عبدہ صاحب کے الفاظ میں ہی درج کیا۔ ان میں سے ایک احمد مصطفیٰ المراغی ہیں جو مصر کے کلیۃ دارالعلوم میں شریعت اسلامیہ اور عربی زبان کے استاد رہے اسی طرح شیخ الأزہر بھی رہے، اور 1945ء میں ہی انہوں نے تیس جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر ''تفسیر المراغی'' شائع کی، اس میں وفات مسیح کے بارہ میں انہوں نے بعینہٖ شیخ محمد عبدہٗ صاحب کے الفاظ درج کر کے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ تکرار کے خوف سے اسی رائے کو دوبارہ یہاں درج نہیں کیا جا رہا۔

۞......علاوہ ازیں انہوں نے آیت کریمہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ (آل عمران 145) کی تفسیر میں شیخ رشید

رضا صاحب کی رائے سے ملتے جلتے الفاظ میں عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام کی وفات کا ذکر کر کے آخر پر لکھا:

"والخلاصة أن محمدًا بشر كسائر الأنبياء وهؤلاء قد ماتوا أو قُتلوا۔"

(تفسير المراغی جلد4 صفحه88شركة ومطبعة مصطفى البابی وأولاده مصر طبعة 1962م)

یعنی خلاصہ کلام یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی طرح ایک بشر ہیں اور یہ تمام انبیاء یا تو طبعی وفات پا گئے ہیں یا شہید ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد محمود الحجازی کی تفسیر

......آپ کا شمار بھی علمائے ازہر میں ہوتا ہے آپ ایک دینی درسگاہ کے روح رواں بھی تھے۔ آپ نے بھی تفسیر قرآن لکھی اس میں آیت کریمہ یٰعِیْسٰٓی اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَی کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"فهذه بشارة له بنجاته من مكرهم وتدبيرهم ورافعك فی مكان أعلى والرفع رفع مكانة لا مكان كما قال الله فی شأن إدريس عليه السلام: (ورفعناه مكانا عليا)وكقوله فی المؤمنين (فی مقعد صدق عند مليك مقتدر) فليس المعنى والله أعلم به أن عيسى رفع إلى الله وأنه سينزل آخر الدنيا ثم يموت۔"

(التفسير الواضح للدكتور الحجازی جلد1 صفحہ 108)

اس میں تو عیسیٰ علیہ السلام کی یہود کی مکر سے نجات کی خوشخبری ہے۔ اور یہ ذکر ہے کہ میں تیرا اعلیٰ اور بلند مقام پر رفع کروں گا۔ اور یہاں مقام ومرتبہ کا رفع مراد ہے نہ کہ رفع مکانی مقصود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا: (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) یعنی ہم نے اس کا بلند مقام پر رفع کیا۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا مومنوں کے بارہ میں فرمانا ہے کہ: (فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُقْتَدِرٍ) یعنی یہ مؤمنین اپنے قادر بادشاہ کے حضور سچائی کی مسند پر تشریف فرما ہوں گے۔ چنانچہ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا

اپنے جسم سمیت خدا کی طرف رفع ہوا ہے اور آپ دنیا کے خاتمہ کے قریب نزول فرمائیں گے اور پھر آپ مریں گے۔ واللہ اعلم۔

۞......اسی طرح حجازی صاحب آیت کریمہ وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل کے بارہ میں لکھتے ہیں:

وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ كمن سبقه من الرسل منهم قد خلوا وانتهت حياتهم بموت كموسى وعيسى أو قتل كزكريا ويحيى۔

(التفسیر الواضح للدکتور الحجازی جز1 صفحہ 131، دار الکتاب العربی بیروت طبعۃ 1982م)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے سے قبل رسولوں کی طرح ایک رسول ہی تو تھے ان میں سے بعض انبیاء کی زندگی موت آنے سے ختم ہوگئی جیسے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام، اور بعض کی زندگی قتل کے ذریعہ ختم ہوئی جیسے زکریا اور یحیٰ علیہما السلام۔

شیخ محمد الطاہر بن عاشور کا واضح مؤقف

محمد الطاہر بن عاشور (1879-1973ء) تیونس کے عالم دین فقیہ اور عربی دان، قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی جامع الزیتونہ کے شیخ اور مالکی مذہب کے مفتی، چالیس کے قریب دینی اور عربی زبان کے علوم پر مبنی کتب کے مصنف اور حق بات کہنے کی جرأت رکھنے والی ایک معروف دینی شخصیت تھے۔آپ نے اپنی مصنفات میں ایک تفسیر قرآن بھی لکھی جس میں وفات مسیح کے عقیدہ کی سچائی کا اعتراف کیا۔

۞......آپ لکھتے ہیں:

وقوله(إنى متوفيك) ظاهر معناه إنى مميتك، هذا هو معنى هذا الفعل فى موقع استعماله لأن أصل فعل توفّى الشيء أنه قبضه تامًّا واستوفاه۔ فيقال توفّاه الله أى قدّر موته، ويقال توفاه ملك الموت أى نفذ إرادة الله بموته، ويطلق التوفى على النوم مجازًا بعلاقة المشابهة فى نحو قوله تعالى (وهو الذى يتوفاكم بالليل) وقوله (الله يتوفّى الأنفس حين موتها والتى لم تمت فى

منامها فیمسك الله قضی علیها الموت ویرسل الأخری إلی أجل مسمّی) أی وأما التی لم تمت الموت المعروف فیمیتها فی منامها موتًا شبیها بالموت التام کقوله (هو الذی یتوفاکم باللیل) ثم قال (حتی إذا جاء أحدکم الموت توفته رسلنا) فالکل إماتة فی التحقیق، وإنما فصل بینهما العرف والاستعمال ولذلك فرّع بالبیان بقوله (فیمسك الله قضی علیها الموت ویرسل الأخری إلی أجل مسمّی)۔ فالکلام منتظم غایة الانتظام وقد اشتُبه نظمه علی بعض الأفهام وأصرح من هذه الآیة آیة المائدة (فلما توفیتنی کنت أنت الرقیب علیهم) لأنه دلّ علی أنه قد توفی الوفاة المعروفة التی تحول بین المرء وبین علم ما یقع علی الأرض، ومحلها علی النوم بالنسبة لعیسی لا معنی له لأنه إذا أراد رفعه لم یلزم أن ینام ولأن النوم حینئذ وسیلة للرفع فلا ینبغی الاهتمام لذکره وترك المقصد۔ فالقول بأنها معنی الرفع عن هذا العالم إیجاد معنی جدید للوفاة فی اللغة بدون حجة۔ !

اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ کا ظاہری معنی ہے مُمِیْتُكَ یعنی مَیں تجھے موت دوں گا۔اس فعل کا اس کے استعمالات میں یہی معنی ہے۔ کیونکہ فعل تَوَفّی دراصل توفی الشئ سے ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کو مکمل اور پورے طور پر لے لینا۔اس لئے جب کہا جاتا ہے تَوَفَّاهُ اللّٰه تو اس کا معنی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے مرنے کا فیصلہ کر دیا۔اور جب یہ کہا جائے کہ تَوَفَّاهُ مَلَكُ الْمَوْت تو معنی یہ ہوتا ہے کہ فرشتے نے کسی کو موت دینے کے خدائی ارادہ کو نافذ کر دیا۔اور نیند کی موت سے مشابہت کی وجہ سے اس پر بھی لفظ توفی مجاز کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاکُمْ بِاللَّیْلِ (الانعام:61))اور فرماتا ہے:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی(الزمر:43)۔

یعنی جن نفوس کی عام اور معروف موت کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا ہوتا انہیں اللہ تعالیٰ نیند کی حالت میں ایک موت دیتا ہے جو حقیقی موت سے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا:(وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ)یعنی وہ تمہیں رات کو ایک قسم کی موت دیتا ہے۔پھر فرمایا:(حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا(الانعام:61))یعنی جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) وفات دیتے ہیں۔چنانچہ دونوں حالتوں میں حقیقی معنی موت کا ہی ہے جبکہ عُرف اور(توفّی کا) استعمال دونوں معنوں کے درمیان فرق کر دیتا ہے(کہ یہاں توفی سے مراد حقیقی موت ہے یا نیند کی حالت ہے کیونکہ استعمال میں قرینہ ہوگا جیسے آیت کریمہ میں يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ میں اَللَّيْل کے لفظ میں بتایا گیا ہے کہ یہاں حقیقی موت مراد نہیں بلکہ اسکی ایک حالت مراد ہے جو عموماً رات کے وقت طاری ہوتی ہے)اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہاں فرمایا ہے(فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى)یعنی جس کے بارہ میں حقیقی موت کا فیصلہ ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے جبکہ دوسرے کو ایک مقررہ میعاد تک کے لئے بھیج دیتا ہے(جس پر کہ موت سے مشابہ حالت یعنی نیند طاری ہوتی ہے)۔

تو یہ ایک مسلسل اور محکم ترتیب پر مشتمل کلام ہے۔لیکن پھر بھی اسکی یہ محکم ترتیب بعض افہام پر مشتبہ ہو گئی ہے۔اس آیت سے زیادہ صریح اور واضح سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے: (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ) کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے وہی معروف وفات پائی جو انسان کے زمین پر ہونے والے واقعات کے بارہ میں جاننے میں حائل ہو جاتی ہے۔اس جگہ توفی کو بالخصوص عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں نیند پر محمول کرنا سراسر بے معنی اور بے حقیقت امر ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے انکا جسمانی رفع کرنا تھا تو اس کے لئے ان کا سونا ضروری نہیں تھا کیونکہ اس صورت میں نیند نے رفع کے لئے ایک وسیلہ بننا تھا اور اصل مقصد کو چھوڑ کر اس وسیلہ کے ذکر کی چنداں ضرورت نہ تھی۔پس یہ کہنا کہ یہاں وفات سے مراد اس دنیا سے جسمانی طور پر اٹھ جانا ہے وفات کے لفظ کے بغیر کسی دلیل کے نئے معنے ایجاد کرنے کے مترادف ہے۔

۞......(وكنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم---إلخ) أى كنت

شاهدًا لهم ورقيبا يمنعهم من أن يقولوا مثل هذه المقالة الشنعاء۔ (ما دمت فيهم) أى ما بقيت فيهم، أى ما بقيت فى الدنيا۔ (فلما توفيتنى كنت أنت الرقيب عليهم) أى فلما قضيت بوفاتى، والوفاة: الموت، وتوفاه الله أى أماته، أى قضى به، وتوفاه ملك الموت أى قبض روحه وأماته۔ والمعنى: أنك لما توفيتنى قد صارت الوفاة حائلا بينى وبينهم فلم يكن لى أن أنكر ضلالهم ولذلك قال: (كنت أنت الرقيب عليهم) فجاء بضمير الفعل الدال على القصر أى كنت أنت الرقيب لا أنا، إذ لم يبق بينى وبين الدنيا اتصال۔

(كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ......الخ) کا معنی ہے میں ان پر گواہ ونگران ہونے کے ناطے انہیں اس قسم کے کلمہ کفر سے اس وقت تک روکتا رہا جب تک میں ان میں رہا، یعنی جب تک میں دنیا میں رہا۔ (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ:118) کا مطلب ہے جب تو نے میری وفات کا فیصلہ فرمادیا۔ وفات کا مطلب ہے موت۔ توفاہ اللہ کا مطلب ہے اسکو موت دے دی یعنی اسکا فیصلہ صادر فرمادیا، اور توفاہ ملک الموت کا مطلب ہوتا ہے ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی اور اسکو موت دے دی۔ اس لحاظ سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی تو یہ وفات میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئی۔ اس لئے میں ان کی گمراہی کا انکار نہیں کر سکتا لہٰذا انہوں نے کہا: (كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ) اور اس میں بھی فعل کی ایسی ضمیر استعمال کی جو حصر کے معنے دیتی ہے گویا یوں کہا کہ صرف اور صرف تو ہی نگران تھا میں نہ تھا کیونکہ وفات کے بعد میرے اور اس دنیا کے درمیان کوئی رابطہ نہ رہا۔

ڈاکٹر احمد شلبی کی تحقیق

ڈاکٹر احمد شلبی صاحب سابق صدر شعبہ تاریخ اسلامی کلیۃ دار العلوم جامعہ قاہرہ ہیں، کئی ملکوں میں مصری سفیر رہنے کا اعزاز پایا اور مختلف زبانوں میں پچاس سے زائد کتب کے مصنف

ہیں۔ان میں سے ایک ''مقارنۃ الأدیان'' ہے جس کے دوسرے حصہ میں انہوں نے عیسائیت کے عقائد اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مفصل تحقیق درج کی ہے۔

اس تحقیق میں انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات ثابت کی ہے، جس کی بنا پر عیسائیت کے عقائد کا بطلان ثابت کیا ہے۔اس کے بعد یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے بچ گئے تھے تو پھر اس کے بعد کہاں گئے؟

اس سوال کے جواب سے ہم قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ان کی تحقیق مع ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:

أين ذهب عيسى بعد النجاة من المؤامرة؟

لم تتحدث المراجع التاريخية عن المكان الذى ذهب إليه عيسى عليه السلام عقب نجاته من المؤامرة، والذى يرشد له العقل أن عيسى عليه السلام بعد ذلك ترك فلسطين لأن بقاء ه فيها كان معناه أن يعثر عليه اليهود والسلطة الحاكمة فى يوم من الأيام، وأن ينفذوا فيه الحكم الذى صدر عليه۔

وعلى كل حال فقد اختفى السيد المسيح عقب نجاته، واختفت معه اخباره، على أن هناك قولا يرى أن المسيح هاجر إلى بلاد الهند ومات هناك فى لاهور، وهو قول ينقصه التأكيد والوثائق۔

صلیب پر مارنے کی سازش سے نجات کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے؟

کتبِ تاریخ اس جگہ کے بارہ میں بالکل خاموش ہیں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کی سازش سے بچنے کے بعد تشریف لے گئے۔لیکن عقل اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ آپ اس کے بعد فلسطین سے ہجرت کر گئے کیونکہ اگر آپ وہاں رہتے تو یہود اور حکومتی کارندوں نے کسی دن آپ کو ڈھونڈ نکالنا تھا اور پھر آپ کے خلاف صادر شدہ فیصلہ نافذ کر دینا تھا۔

بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات کے بعد روپوش ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی آپ کے بارہ میں خبریں بھی منقطع ہو گئیں۔تاہم ایک رائے یہ کہی جاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ

السلام نے بلاد ہند کی طرف ہجرت کی اور وہاں لاہور میں وفات پائی۔لیکن یہ قول اپنے ثبوت کے لئے تاریخی دلائل اور وثائق کا محتاج ہے۔

(لاہور میں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر تو شاید کسی جگہ نہ ہوتا ہم ہندوستان کی طرف ہجرت کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بکثرت اپنی کتب میں فرمایا ہے اور رہی بات دلائل اور مضبوط ثبوتوں کی تو حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' عقلی، نقلی، اور تاریخی شواہد و وثائق کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے)

ماذا كانت نهاية عيسى بعد النجاة:

هل رفع إلى السماء حيًّا بجسمه وروحه؟

هل استوفى أجله على الأرض وهو مختفٍ ثم مات ودفن جسمه ورفعت روحه إلى بارئها؟

كان هناك اتجاه شاع بين الناس بأن عيسى عليه السلام عندما نجا من المؤامرة رُفع بجسمه وروحه إلى السماء، وكان هذا الرأى يصوّر اختفاء ه الذى تحدثنا عنه۔ولكن هذا الاتجاه واجه دراسة واسعة قام بها المفكرون فى العصر الحديث، واعتمدوا فى كلامهم على نصوص قديمةودراسات موثقة، وأوشك هذا الاتجاه الجديد أن يقضى على المزاعم القديمة التى كانت تقول برفع السيد المسيح بجسمه وروحه۔

وعلى كل حال فينبغى أن نورد دعائم الرأى القديم وأن نناقش هذه الدعائم لنسهم فى تأصيل الرأى الجديد الذى نرتضيه۔

عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب سے نجات کے بعد کیا انجام ہوا؟

کیا آپ زندہ اپنی روح اور جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے؟ کیا آپ کی تمام عمر اسی زمین پر چھپتے چھپاتے گزر گئی اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہوگئی اور آپ کا جسم اسی زمین میں دفن ہوا جبکہ آپ کی روح کا خدا تعالیٰ کے حضور رفع ہوا؟

اس سلسلہ میں ایک عام مشہور رائے یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب صلیب سے نجات پائی تو آپ کا اپنے جسم اور روح کے ساتھ آسمان کی طرف رفع ہو گیا۔ اوراس رائے کی بنیاد عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بعد مکمل طور پر روپوش ہو جانے پر ہے۔ لیکن عصر حاضر کے مفکرین اور علماء کی طرف سے اس رائے کے ردّ میں بہت گہری اور وسیع تحقیق پیش کی گئی۔ انہوں نے اپنی اس تحقیق کی بنیاد پرانی نصوص اور وثائق وشواہد پر رکھی ہے۔ اورقریب ہے کہ یہ نئی رائے عیسیٰ علیہ السلام کے جسم اور روح سمیت آسمان پر چلے جانے کے پرانے عقیدہ کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دے۔

بہرحال ہم یہاں پر پہلے پرانے عقیدہ کے دلائل بیان کرتے ہیں پھران پر محاکمہ کریں گے اور آخر میں اس نئی رائے کی پختگی اورقوت کو ثابت کریں گے جو کہ ہماری بھی رائے ہے۔

بُنىَ الرأى القديم على فهم غير دقيق للآيات والأحاديث التالية:

قوله تعالى:وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـكِن شُبِّهَ لَهُمۡ وَإِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُواۡ فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مَا لَهُم بِهِ مِنۡ عِلۡمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيۡناً۔بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيۡهِ ...... وقوله : إِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُواۡما ورد فى البخارى ومسلم من أن رسول الله ﷺ قال: والذى نفسى بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا مقسطا يكسر الصليب ويقتل الخنزير......۔

مناقشة هذه الأدلة وردّها:

ويناقش جمهور المفكرين المسلمين هذه الأدلة فيقولون إن عيسى بعد أن نجا من اليهود عاش زمنًا حتى استوفى أجله، ثم مات ميتة عادية ورفعت روحه إلى السماء مع أرواح النبيين والصديقين والشهداء، وقد ورد النص برفع عيسى، مع أن روحه سترفع بطبيعة الحال لأنه نبى، تكريما لمكانته بعد التحدى الذى واجهه من اليهود، فذكر الله نجاته، ثم مكانته التى استلزمت رفع

روحه۔

ويقولون عن الآية الأولى "بل رفعه الله إليه" إنها تحقيق الوعد الذى تضمنته الآية الثانية "إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ" فإذا كان قوله تعالى"بل رفعه الله إليه" خلا من ذكر الوفاة والتطهير واقتصر على ذكر الرفع فإنه يجب أن يلاحَظ فيها ما ذكر فى قوله "إنى متوفيك" جمعًا بين الآيتين۔

ويرى هؤلاء العلماء أن الرفع معناه رفع المكانة وقد جاء الرفع فى القرآن الكريم بهذا المعنى كثيرا، قال تعالى:

فى بيوت أذن الله أن ترفع۔

نرفع درجات من نشاء۔

ورفعنا لك ذكرك۔

ورفعناه مكانا عليًّا۔

رفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات۔

وإذن فالتعبير بقوله "رافعك إلى" وقوله "بل رفعه الله إليه" كالتعبير فى قولهم: لحق فلان بالرفيق الأعلى، وفى (إن الله معنا) وفى (عند مليك مقتدر)، وكلها لا يفهم منها سوى معنى الرعاية والحفظ والدخول فى الكنف المقدس۔

وهناك آية كريمة أقوى دلالة من آيات الرفع، ولكنها مع هذا لا تغنى سوى خلود الروح لا الجسم وهى قوله تعالى: ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون۔ فرحين بما آتاهم الله من فضله ويستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم۔

فمع أن الآية قررت أنهم أحياء فليس معنى هذا حياة الجسم، فجسم الشهيد قد وُورى التراب،ومع أنها قررت أنهم عند ربهم

وأنهم يرزقون۔۔ فليس المقصود هو العندية المكانية ولا الرزق المادى، وإنما المقصود تكريم الروح بقربها من الله قرب مكانة والاستمتاع باللذائذ استمتاعا روحيا لا جسمانيا۔

وعن الحديثين يجيب الباحثون بإجابتين:

أولا: هما من أحاديث الآحاد وهى لا توجب الاعتقاد، والمسألة هنا اعتقادية كما سبق۔

ثانيا: الحديثان ليس فيها كلمة واحدة عن رفع عيسى بجسمه، وقد فُهم الرفع من نزول عيسى، فاعتقد بعض الناس أن نزول عيسى معناه أنه رفع وسينزل، وهكذا قرر هؤلاء أن عيسى رفع لمجرد أن فى الحديثين كلمة ينزل، مع أن اللغة العربية لا تجعل الرفع ضرورة للنزول، فإذا قلت نزلت ضيفا على فلان، فليس معنى هذا أنك كنت مرتفعا ونزلت۔

وإذا رجعنا إلى مدلول هذه الكلمة (نزل۔ وأنزل) فى القرآن الكريم وجدنا أنه لا يتحتم أن يكون معناها النزول من ارتفاع، بل قد يكون معناها: جعل أو قدّر، أو وقع، أو منح، قال تعالى:

"وأنزلنا الحديد فيه بأس شديد" أى جعلنا فى الحديد قوة وبأسا۔

وقال: "وقل رب أنزلنى منزلا مباركا وأنت خير المنزلين" أى قدّر لى مكانا طيبا۔

وقال: "فإذا نزل بساحتهم فساء صباح المنذرين۔" أى وقع۔

وقال: "وأنزل لكم من الأنعام ثمانية أزواج۔" أى منحكم وأعطاكم۔

وهناك آيتان اختلف المفسرون فى تفسيرهما، وجاء فى بعض ما قيل عنهما أنهما تدلان على نزول عيسى فى آخر الزمان، وهاتان الآيتان هما:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ(النساء: 160)

اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (الزخرف:62)

فعن الآية الأولى يرى بعض المفسرين أن الضمير فى "به" وفى "موته" عائد على عيسى ويكون المعنى على ذلك عندهم أنه ما من أحد من أهل الكتاب إلا ليؤمنن بعيسى قبل أن يموت عيسى أى سيؤمنون به عند عودته آخر الزمان۔ ولكن هذا مردود بما ذكره مفسرون آخرون من أن الضمير فى "به" لعيسى وفى "موته" لأهل الكتاب۔ والمعنى أنه ما من أحد من أهل الكتاب يدركه الموت حتى تنكشف له الحقيقة عند حشرجة الروح فيرى أن عيسى رسول ورسالته حق فيؤمن بذلك، ولكن حيث لا ينفعه إيمان۔

وأما عن الآية الثانية "وإنه لعلم للساعة---" فيرى بعض المفسرين أن الضمير فى "إنه" راجع إلى محمد ﷺ أو إلى القرآن على أنه من الممكن أن يكون راجعا۔كما يقول مفسرون آخرون۔ إلى عيسى لأن الحديث فى الآيات السابقة كان عنه۔ فالمعنى وإن عيسى لعلم للساعة ولكن ليس معنى هذا أن عيسى سيعود للنزول بل المعنى أن وجود عيسى فى آخر الزمان (نسبيا) دليل على قرب الساعة وشرط من أشراطها، أو أنه بخلقه بدون أب أو بإحيائه الموتى دليل على صحة البعث۔

پرانے عقیدہ کی بنیاد مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کو درست نہ سمجھنے پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ قول جس کا ترجمہ ہے:

اوران کا یہ قول کہ یقیناً ہم نے مسیح عیسیٰ ابنِ مریم کو جو اللہ کا رسول تھا قتل کر دیا ہے۔ اور وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا اور یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ان

کے پاس اِس کا کوئی علم نہیں سوائے ظن کی پیروی کرنے کے۔ اور وہ یقینی طور پر اسے قتل نہ کر سکے۔ بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کرلیا۔

نیز خدا تعالیٰ کا یہ قول جس کا ترجمہ ہے: جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے نتھار کر الگ کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جس کا ترجمہ ہے: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں حکم عدل اور انصاف قائم کرنے والے کے طور پر نازل ہوگا جو صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔

ان دلائل پر تبصرہ اور ان کا ردّ

جمہور مسلمان مفکرین ان دلائل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے چنگل سے نجات کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے یہاں تک کہ اللہ کی مقرر کردہ اجل آگئی تو عام معروف طریق پر انہوں نے وفات پائی، اور آپ کی روح کا آسمان کی طرف رفع ہوا جیسا کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی ارواح کا رفع ہوتا ہے۔ گو کہ نص قرآنی میں عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا ذکر ہے لیکن چونکہ آپ نبی تھے اس لئے (تمام نبیوں کی طرح) آپ کی روح کا ہی رفع ہونا تھا خصوصا اس لئے بھی کہ یہودیوں کی طرف سے آپ کو (قتل کا جو) خطرہ تھا اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے عزت و اکرام کے ساتھ آپ کی نجات کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد آپ کے اعلیٰ مقام کا ذکر کیا ہے جو روحانی رفع کا متقاضی ہے۔

اور یہ مسلمان مفکرین پہلی آیت بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيۡهِ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ دراصل یہ اس وعدہ کے پورے ہونے کا بیان ہے جو دوسری آیت ''إِنِّیۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَرَافِعُكَ إِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا'' میں مضمر ہے۔ اگرچہ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيۡهِ وفات اور تطہیر کے بیان سے خالی ہے اور صرف رفع کے بیان پر ہی مشتمل ہے لیکن دونوں آیات کو ملا کر معانی کرتے وقت رفع والی آیت میں دوسری آیت کے لفظ مُتَوَفِّيۡكَ کا معنی مدنظر رہنا چاہئے۔

ان علماء کا خیال ہے کہ یہاں رفع سے مراد مقام و مرتبہ کا رفع ہے اور ان معنوں میں رفع

کا لفظ قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ۔ (ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ نے اِذن دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے)

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (الانعام:84)۔ (ہم جسے چاہیں درجات کے لحاظ سے بلند کرتے ہیں)

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (الانشراح:4)۔(اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کردیا)

وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا (مریم:58)۔(اور ہم نے اس کا ایک بلند مقام کی طرف رفع کیا تھا۔)

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ(المجادلہ:12)۔(اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خصوصاً ان کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے)

چنانچہ رَافِعُکَ اِلَیَّ اور بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيهِ کا استعمال ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ کوئی اپنے رفیق اعلیٰ یا خالق حقیقی سے جاملا، یا جیسا کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے کا استعمال ہے، یا جیسے مومنوں کے بارہ میں آیا ہے کہ وہ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ یعنی اپنے قادر خدا کے پاس ہوں گے۔ ان تمام استعمالات سے خدا تعالیٰ کی حفظ وامان اور اسکی طرف سے عزت واکرام عطاء ہونے کے علاوہ اور کوئی معنی نہیں بنتا۔

علاوہ ازیں ایک اور آیت کریمہ بھی ہے جو تمام آیات رفع سے قوی تر ہے پھر بھی اس سے روحانی بقا اور روحانی خلود مراد ہے، نہ کہ جسمانی۔ اور وہ آیت ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْن فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِہِمْ مِنْ خَلْفِہِمْ۔ (عمران آیت نمبر170-171)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو ہرگز مُردے گمان نہ کر بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں (اور) انہیں ان کے ربّ کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس آیت کریمہ میں صراحتاً یہ ذکر ہے کہ شہید زندہ ہیں پھر بھی اس سے مراد جسمانی زندگی نہیں ہے کیونکہ

شہید کا جسم تو اسی زمین میں ہی دفن کیا جاتا ہے۔ پھر آیت کریمہ بیان کرتی ہے کہ شہید خدا کے حضور رزق دیئے جا رہے ہیں۔اس سے بھی جسمانی قربت مراد نہیں ہے نہ ہی مادی رزق مراد ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے روح کی عزت وتکریم مراد ہےاور خدا تعالیٰ سے قربت کی وجہ سے روحانی طور پر لذتیں پانے کا بیان ہے نہ کہ جسمانی طور پر۔

مذکورہ بالا دو حدیثوں کے بارہ میں مفکرین ومحققین دو جواب دیتے ہیں:

اوّل: یہ احادیث آحاد ہیں جن پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی جبکہ یہ مسئلہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے۔

دوم: حدیثوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کے بارہ میں ایک لفظ بھی نہیں آیا۔ بلکہ رفع کا عقیدہ احادیث میں ان کے نزول کے ذکر کی بنا پر بنایا گیا ہے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ احادیث میں عیسیٰؑ کے نزول کا معنی ہے کہ قبل ازیں ان کا رفع ہو چکا ہے اس لئے وہ جسمانی طور پر نزول فرمائیں گے۔ یوں ان لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کا فیصلہ حدیثوں میں لفظ نزول آنے کی بنا پر کیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان میں نزول کے لئے کسی چیز کے رفع کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلا اگر آپ کہیں کہ نَزَلتَ ضَیْفًا عَلَی فُلَانٍ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ پہلے آپ کا کہیں رفع ہوا ہوا تھا اور اب آپ وہاں سے نزول فرمائیں گے۔ (بلکہ اگر آپ دسویں منزل پر بھی لفٹ کے ذریعہ چڑھ کر جائیں تو بھی یہی کہیں گے کہ نَزَلتَ ضَیْفًا، اور معنی ہوگا میں مہمان کے طور پر کسی کے گھر گیا۔ ناقل)

اب ہم اگر (نزل اور أنزل) کا قرآنی استعمالات کی روشنی میں معنی تلاش کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم نے نزول کے لئے رفع کو ضروری قرار نہیں دیا؟ بلکہ کبھی اسکا معنی ہوتا ہے ''رکھنا'' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ:

''وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْس شدید (الحدید:26)'' یعنی ہم نے لوہے میں شدت اور سختی رکھی۔

اور کبھی نزول کا معنی ہوتا ہے ''مقدر کرنا'' جیسے کہ فرمایا:

''وَقُل رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُبٰرَکًا وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (المومنون:30)'' یعنی اے میرے پروردگار میرے لئے مبارک مقام مقدر فرمادے۔

اور کبھی نزول کا مطلب ''واقع ہونا'' ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ:

''فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ(الصّٰفّٰت:178)۔''یعنی جب عذاب واقع ہوا۔

یا کبھی معنی ہوتا ہے عطا کرنا جیسے کہ اس آیت میں:

''وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ(الزمر: 7)۔''

یعنی تمہیں چوپائے عطا کئے۔

چنانچہ واضح ہو گیا کہ اگر مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو صحیح مان لیا جائے تو ان میں لفظ ''ینزل'' کا معنیٰ سوائے آنے اور ظہور کرنے کے اور کچھ نہیں۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر دے اور قیامت سے قبل شریعت محمدی پر رسول بنا کر دوبارہ بھیج دے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ لیکن جو (رفعِ عیسیٰ کا) استدلال ان احادیث سے انہوں نے کیا ہے وہ اصل کلمات کو ان کے مدلول سے ہٹانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ رفع کا لفظ حدیث میں آیا ہی نہیں، بلکہ یہ صرف بعض اس دور کے قارئین کی سوچ کا نتیجہ ہے۔ اور ان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ حدیث میں اپنی پسند کے مطابق کچھ ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیں جو دراصل اسکا حصہ نہ ہوں اور جس کے اضافہ کی حدیث کے الفاظ اجازت بھی نہ دیتے ہوں۔

اسی تعلق میں دو آیات قرآنیہ ایسی بھی ہیں جن کی تفسیر کے بارہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیات عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانہ میں نزول پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ آیات درج ذیل ہیں:

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ(النساء: 160)

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (الزخرف:62)

پہلی آیت کے بارہ میں بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس میں ''بِہٖ'' اور ''مَوْتِہٖ'' کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جاتی ہے اس بنا پر ان کے نزدیک اس آیت کا یہ معنی ہو گا کہ ہر اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا یعنی آخری زمانہ میں جب وہ دوبارہ تشریف لائیں گے تو تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ لیکن بعض دیگر مفسرین

کا یہ قول ان کے ردّ کے لئے کافی ہے کہ ''بِہٖ'' میں تو ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے لیکن ''مَوْتِہٖ'' میں اہل کتاب کی طرف ہے۔ اس لحاظ سے آیت کا معنی ہوگا کہ ہر ایک اہل کتاب پر اس کی موت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کھل جائے گی چنانچہ وہ جان لے گا کہ عیسی علیہ السلام رسول ہیں اور آپ کا پیغام حق وصداقت پر مبنی ہے، لہذا وہ ان پر ایمان لے آئے گا لیکن اس وقت اس کو یہ ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا۔

دوسری آیت '' وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ...... '' کے بارہ میں بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس میں '' اِنَّہٗ '' کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کریم کی طرف راجع ہے۔ لیکن جیسا کہ دیگر مفسرین کا خیال ہے یہ بھی ممکن ہے کہ اس ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہوں کیونکہ پچھلی آیات میں بات انہی کی بارے میں ہو رہی ہے۔ اس بنا پر اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ عیسی علیہ السلام قیام ساعت کی ایک بڑی علامت ہیں۔ پھر بھی اس کا یہ مطلب نہیں بنتا کہ عیسی علیہ السلام دوبارہ نزول فرمائیں گے بلکہ یہ معنی ہے کہ انکا آخری زمانہ میں وجود قربِ قیامت کی دلیل ہو گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو بغیر باپ کے پیدا کرنے کی وجہ سے یا انکو مردوں میں سے دوبارہ زندہ کر کے بعث بعد الموت کی صداقت پر دلیل قائم کر دے گا۔

وعلى كل حال فنزول عيسى فى آخر الزمان على فرض حدوثه ليس معناه رفعه حيًّا بجسمه كما سبق القول، ثم إن الدليل إذا تطرق له الاحتمال سقط به الاستدلال كمايقول علماء الأصول، وفى هذه الأدلة أكثر من الاحتمال، بل فيها اليقين عند الأكثرين۔

(مقارنۃ الأدیان ص 56-62، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ القاہرۃ الطبعۃ الثامنۃ 1984م)

تاہم اگر بفرض محال آخری زمانہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کو مان بھی لیا جائے تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ انکا جسمانی رفع ہو چکا ہے۔ پھر علمائے اصول کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی دلیل میں برعکس معنی کا احتمال بھی وارد ہو جائے تو اس سے استدلال کرنا باطل ہو جاتا ہے۔ اور یہاں بیان کردہ دلائل میں تو ایک سے زیادہ احتمال ممکن ہے بلکہ اکثر کے نزدیک تو یقینی طور پر اسکا برعکس معنی غالب ہے۔

حیات ووفات مسیح کے موضوع پر سیمینار

اپنی تحقیق کے اگلے حصہ میں ڈاکٹر شلبی نے 1963ء میں 'حیات ووفات مسیح' کے موضوع پر ہونے والے ایک سیمینار کا ذکر کیا ہے جس میں متعدد علماء نے شرکت کی اور بالآخر تمام علماء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ ذیل میں ہم ان علماء کے دلائل اور خیالات پر مبنی اصل نصوص مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

رفع روح عیسی لا جسمه:

ونجيء الآن لإيراد بعض التفاصيل والأدلة التى ترى أن عيسى عليه السلام مات كما مات الأنبياء والصالحين وغيرهم، وأن الذى رفع هو روحه۔

وبادئ ذى بدء أذكر أن ندوة كبيرة أقامتها مجلة "لواء الإسلام" فى أبريل سنة 1963م عن هذا الموضوع، وقد اشترك فيها مجموعة من العلماء الأفذاذ واتفق الجميع على مبدأين مهمين هما:

1۔ ليس فى القرآن الكريم نص يلزم باعتقاد أن المسيح عليه السلام قد رفع بجسمه إلى السماء۔

2۔ عودة عيسى عليه السلام جاء بها أحاديث صحاح ولكنها أحاديث آحاد وأحاديث الآحاد لا توجب الاعتقاد والمسألة هنا اعتقادية فلا تثبت بهذه الأحاديث۔

وسنقتبس مما قاله هؤلاء العلماء بعد قليل عن موت عيسى ودفنه وصعود روحه إلى بارئها مع أرواح الأنبياء، والصديقين والشهداء وعلى كل حال فالعلماء الذين يرون أن الذى رفع هو روح عيسى لا جسمه يعتمدون أساسا على الآيات القرآنية التالية:

إذ قال الله يا عيسى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة ثم

إلى مرجعكم۔

فهذه الآية تذكر بوضوح ما سبق أن ذكرناه، أى وفاة عيسى وتطهيره وحمايته من أعدائه، وتجعل عيسى ضمن أتباعه إلى اللّٰه مرجعهم۔

ماقلت لهم إلا ما أمرتنى به، أن اعبدوا اللّٰه ربى وربكم، وكنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم، فلما توفيتنى كنت أنت الرقيب عليهم وأنت على كل شىء شهيد۔

وواضح من الآية وفاة عيسى ونهاية رقابته على أتباعه بعد موته وترك الرقابة للّٰه۔

وقوله تعالى حكاية عن عيسى: والسلام علىَّ يوم ولدت ويوم أموت ويوم أبعث حيا۔

والآية واضحة الدلالة على أن عيسى ككل البشر يولد ويموت ويبعث وكل ما يخالف ذلك تحميل اللفظ فوق ما يحتمل۔

وقد اشترك فى هذا الرأى كثير من العلماء فى العصور الماضية وفى العصر الحديث، وفيما يلى نسوق بعض تفاسير لهذه الآيات الكريمة كما نسوق آراء العلماء الأجلاء۔

يقول الإمام الرازى فى تفسير الآية الأولى: إنى متوفيك أى منهى أجلك، ورافعك أى رافع مرتبتك ورافع روحك إلى، ومطهرك أى مخرجك من بينهم، ومفرّق بينك وبينهم۔ وكما عظّم شأنه بلفظ الرفع إليه خبّر عن معنى التخليص بلفظ التطهير، وكل هذا يدل على المبالغة فى إعلاء شأنه وتعظيم منزلته۔ ويقول فى معنى قوله تعالى: ”وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا“ المراد بالفوقية، الفوقية بالحجة والبرهان۔ ثم يقول: واعلم أن هذه الآية تدل على أن رفعه فى قوله: ”ورافعك إلى“ هو رفع الدرجة والمنقبة لا المكان والجهة، كما أن الفوقية فى هذه الآية

ليست بالمكان بل بالدرجة والمكانة۔

ويقول الألوسى إن قوله تعالى: ”إنى متوفيك“ معناه على الأوفق إنى مستوف أجلك، ومميتك موتا طبيعيا، لا أسلط عليك من يقتلك، والرفع الذى كان بعد الوفاة هو رفع المكانة لا رفع الجسد خصوصا وقد جاء بجانبه قوله تعالى: ”ومطهرك من الذين كفروا“ مما يدل على أن الأمر تشريف وتكريم۔

ويرى ابن حزم وهو من فقهاء الظاهر أن الوفاة فى الآيات تعنى الموت الحقيقى، وأن صرف الظاهر عن الحقيقة لا معنى له وأن عيسى بناء على هذا قد مات۔

وقد تعرض الأستاذ الإمام محمد عبده إلى آيات الرفع وأحاديث النزول، فقرر الآية على ظاهرها، وأن التوفى هو الإماتة العادية، وأن الرفع يكون بعد ذلك هو رفع الروح۔

ويقول الأستاذ الشيخ محمود شلتوت إن كلمة ”توفى“ قد وردت فى القرآن كثيرا بمعنى الموت حتى صار هذا المعنى هو الغالب عليها المتبادر منها، ولم تستعمل فى غير هذا المعنى إلا بجانبها ما يصرفها عن هذا المعنى المتبادر، ثم يسوق عددا كبيرا من الآيات استُعملت فيه هذه الكلمة بمعنى الموت الحقيقى، ويرى أن المفسرين الذين يلجأون إلى القول بأن الوفاة هى النوم أو أن فى قوله تعالى: ”متوفيك ورافعك“ تقديما وتأخيرا، يرى أن هؤلاء المفسرين يحمِّلون السياق ما لا يحتمل تأثرا بالآية: ”بل رفعه الله إليه“ وبالأحاديث التى تفيد نزول عيسى ويُردّ على ذلك بأنه لا داعى لهذا التفكير، فالرفع رفع مكانة، والأحاديث لا تقرر الرفع على الإطلاق۔۔۔۔(تفسير المنار)

أما السيد محمد رشيد رضا، فقد أضاف إلى هذه الدراسة نقطة

جدیدة هی أن مسألة الرفع بالجسم والروح هی فی الحقیقة عقیدة النصاری، وقد استطاعوا بحیلة أو بأخری دفعها تجاه الفکر الإسلامی، کما استطاعوا إدخال کثیر من الإسرائیلیات والخرافات، وفیما یلی نص کلام هذا الباحث الکبیر:

لیس فی القرآن نص صریح علی أن عیسی رفع بروحه وجسده إلی السماء، ولیس فیه نص صریح بأنه ینزل من السماء وإنما هی عقیدة أکثر النصاری، وقد حاولوا فی کل زمان منذ ظهور الإسلام بثَّها فی المسلمین۔ ویضیف هذا الباحث قوله: وإذا أراد الله سبحانه وتعالی أن یصلح العالم فمن السهل أن یصلحه علی ید أی مصلح ولاضرورة إطلاقا لنزول عیسی أو أی واحد من الأنبیاء۔(تفسیر المنار)

ویتفق الأستاذ أمین عز العرب مع اتجاهات الإمام محمد عبده والسید محمد رشید رضا فیقول: أستطیع أن أحکم أن کتاب الله من أوله إلی آخره لیس فیه ما یفید نزول عیسی۔

ویثیر الأستاذ محمد أبو زهرة نقطة دقیقة حول الأحادیث السابقة فیقرر أنها – بالإضافة إلی أنها أحادیث آحاد ولیست متواترة – لم تشتهر قط إلا بعد القرون الثلاثة الأولی، ویمکن ربط هذا بما ذکره السید محمد رشید رضا عن محاولات النصاری، فإنهم فی خلال هذه القرون کانوا یحاولون إدخال بعض عقائدهم فی الفکر الإسلامی بطریق أوبآخر۔۔۔، ویختم الأستاذ محمد أبو زهرة کلامه بقوله إن نصوص القرآن لا تلزمنا بالاعتقاد بأن المسیح رفع إلی السماء بجسده، وإذا اعتقد أحدٌ أن النصوص تفید هذا وترجحه فله أن یعتقد فی ذات نفسه ولکن له أن یلتزم ولا یُلزم۔

ویقول الأستاذ الأکبر الشیخ المراغی: لیس فی القرآن نص قاطع علی أن عیسی علیه السلام رفع بجسمه وروحه وعلی أنه حیٌّ الآن بجسمه وروحه، والظاهر من الرفع أنه رفعُ درجات عند اللّٰہ، کما قال تعالی فی إدریس ”ورفعنا مکانا علیًّا“ فحیاۃ عیسی حیاۃ روحیة کحیاۃ الشهداء وحیاۃ غیره من الأنبیاء۔

ویقول الأستاذ عبد الوهاب النجار: إنه لا حجة لمن یقول بأنه عیسی رفع إلی السماء لأنه لایوجد ذکر السماء بإزاء قوله تعالی: ”ورافعك إلیَّ“ وکل ما تدل علیه هذه العبارة أن اللّٰہ مبعده عنهم إلی مکان لا سلطة لهم فیه، إنما السطان فیه ظاهرا وباطنا لله تعالی، فقوله تعالی: ”إلیَّ“ هوکقول اللّٰہ عن لوط” إنی مهاجر إلی ربی“ فلیس معناه أنی مهاجر إلی السماء بل هوعلی حد قوله تعالی: ”ومن یخرج من بیته مهاجرا إلی اللّٰہ ورسوله---“

(قصص الأنبیاء صفحہ 115)

ویقول الأستاذ الشهید سید قطب عند تفسیر الآیة الأولی من الآیات الثلاثة السابقة:

لقد أرادوا قتل عیسی وصلبه، وأراد اللّٰہ أن یتوفاه وفاۃ عادیة ففعل، ورفع روحه کما رفع أرواح الصالحین من عباده،---

(فی ظلال القرآن جلد 3 صفحہ 78، مقارنۃ الأدیان صفحہ 62۔68، مکتبۃ النهضۃ المصریۃ القاهرۃ الطبعۃ الثامنۃ 1984م)

”ونجیء الآن إلی الباحث الأستاذ محمد الغزالی وله فی هذا الموضوع دراسة مستفیضة نقتبس منها بعض فقرات بنصوصها:

أمیل إلی أن عیسی مات، وأنه کسائر الأنبیاء مات ورفع بروحه فقط، وأن جسمه فی مصیره کأجساد الأنبیاء کلها: وتنطبق علیه الآیة ”إنك میت وإنهم میتون“ والآیة ”وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل“ وبهذا یتحقق أن عیسی مات۔“

”ومن رأيى أنه خير لنا نحن المسلمين وكتابنا (القرآن الكريم) لم يقل قولا حاسما أبدًا أن عيسى حى بجسده، خير لنا منعًا للاشتباه من أنه وُلد من غير أب، وأنه باق على الدوام مما يروّج لفكرة شائبة الألوهية فيه، خير لنا أن نرى الرأى الذى يقول إن عيسى مات، وإنه انتهى، وإنه كغيره من الأنبياء لا يحيا إلا بروحه فقط، حياة كرامة وحياة رفعة الدرجة۔

وأنتهى من هذا الكلام إلى أنى أرى من الآيات التى أقرأها فى الكتاب أن عيسى مات، وأن موته حق، وأنه كموت سائر النبيين۔“

”ويثير الأستاذ صلاح أبو إسماعيل نقاطًا دقيقة تتصل بالرفع فيقول: إن الله ليس له مكان حسى محدود حتى يكون الرفع حسيًّا، وعلى هذا ينبغى تفسير الرفع على أنه رفع القدر وإعلاء المكانة، ثم إن رفع الجسد قد يستلزم أن هذا الجسد يمكن أن يُرى الآن وأنه يحتاج إلى ما يحتاج إليه الأجسام من طعام وشراب ومن خواص الأجسام على العموم، وهو ما لا يتناسب فى هذا المجال۔“

وأحب أن أجيب على من قال إن فى مقدور الله أن يوقف خواص الجسم فى عيسى، بأن إيقاف خواص الجسم بحيث لا يُرى ولا يأكل ولا يشرب ولا يهرم--- معناه العودة إلى الروحانية أوشىء قريب منها، وذلك قريب أو متفق مع الرأى الذى يعارض رفع عيسى بجسمه۔

وبعض الناس يقولون إن عيسى رفع بجسمه وروحه، فإذا سئلوا إلى أين؟ وما العمل فى خواص الجسم؟ قالوا لا نتعرض لهذا۔ وهو ردّ ليس – فيما نرى – شافيًا۔“

ونعود إلى الأستاذ صلاح أبو إسماعيل الذى يتساء ل قائلا: إذا

كان رفع عيسى رفعًا حسيًّا معجزة، فما فائدة وقوعهاغير واضحة أمام معاندى المسيح عليه السلام وجاحدى رسالته؟ وأنا أعتقد (الأستاذ صلاح أبو إسماعيل) أن كلمة "متوفيك" تعنى وعدًا من الله بنجاة عيسى من الصلب ومن القتل كما وعد محمدًا عليه الصلاة والسلام بأن يعصمه من الناس۔

وبعد۔۔ لقد أثيرت هذه المسألة منذ سنين فى فتوى أجاب عنها الأستاذ المراغى والأستاذ شلتوت كما رأينا، وقد قامت ضجة على إثر إذاعة هذه الفتوى، شأن كل جديد يخرج للناس، ومرّ الزمن ورجحت هذه الفكرة وأصبحت شيئا عاديا يدين بها الغالبية العظمى من المثقفين، وطالما وقف كاتب هذه السطور يرفع صوته بها فى قاعات المحاضرات بأعرق جامعة إسلامية فى العالم وهى جامعة الأزهر وبغيرها من الجامعات وقاعات المحاضرات وكان الناس يتقبلون هذه الآراء قبولا حسنًا، والذى أرجوه أن يرفق المعارضون فى تلقى الآراء الجديدة وأن يفحصوها بروح هادئة۔ والله يهدينا سواء السبيل۔

ونختم هذا البحث بأن نقرر أن الاعتقاد بأن عيسى رفع بجسمه وروحه اعتقاد متأثر بالفكر المسيحى الذى يرى أن عيسى هو الإ له الابن نزل من السماء ثم رفع ليعود للجلوس بجوار أبيه الإله الأب۔ أما المسلمون الذين يعتقدون أن الله واحد، وأنه فى كل مكان، وليس جسما، فكيف يوفقون بين هذا وبين رفع عيسى ليكون بجوار الله، فالله -مرة أخرى- فى كل مكان ولو بقى عيسى على الأرض لكان مع الله أيضا۔ وكيف يوفقون بين هذا وبين قوله تعالى: "وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد"۔

(مجلّہ لواء الإسلام شمارہ اپریل 1963ء بحوالہ مقارنۃ الأدیان مکتبۃ النہضۃ المصریۃ القاہرۃ الطبعۃ الثامنۃ 1984م)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روحانی رفع ہوا نہ کہ جسمانی

اب ہم اس مسئلہ کی کسی قدر تفصیل اور دلائل درج کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دیگر انبیاء اور صلحاء کی طرح فوت ہو گئے اور یہ ثابت کریں گے کہ جس کا رفع ہوا وہ آپ کی روح تھی نہ کہ جسم۔

اس سلسلہ میں سے سب سے پہلے مَیں اس موضوع پر ہونے والے ایک بہت بڑے سیمینار کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کا اہتمام مجلّہ ''لواء الإسلام'' نے اپریل 1963ء میں کیا۔ اس میں بڑے بڑے علماء کے ایک مجموعہ نے شرکت کی اور بنیادی طور پر مندرجہ ذیل دو اہم اصولوں پر اتفاق کیا:

1۔ قرآن کریم میں کوئی ایک بھی ایسی نص نہیں ہے جو یہ عقیدہ رکھنا لازم قرار دیتی ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم سمیت آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔

2۔ عیسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کا ذکر جن احادیث میں آیا ہے وہ اگرچہ صحیح احادیث ہیں لیکن وہ سب کی سب آحاد ہیں اور آحاد حدیث پر کسی عقیدہ کی بنا نہیں رکھی جا سکتی، جبکہ ظاہر ہے کہ یہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے جو اس قسم کی آحاد حدیثوں سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

(مجلّہ لواء الإسلام شمارہ اپریل 1963ء صفحہ 263)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت اور اسی زمین میں دفن ہونے اور دیگر انبیاء وصدیقین اور شہداء کی روحوں کی طرح آپ کی روح کے اپنے خالق حقیقی کی طرف پرواز کر جانے کے بارہ میں علماء کے اقوال تو ہم آگے چل کر نقل کریں گے۔ بہرحال عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کی نفی اور روحانی رفع کے قائل علماء بنیادی طور پر مندرجہ ذیل دو آیات پر اپنے موقف کی بنا رکھتے ہیں:

۞...... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّى مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ

(آل عمران :56)

ترجمہ: جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا

رفع کرنے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے نتھار کر الگ کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے، اور ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک بالا دست کرنے والا ہوں۔ پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے۔

یہ آیت بڑی وضاحت کے ساتھ وہ سب کچھ بیان کر رہی ہے جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات، آپ کی کافروں سے تطہیر، اور دشمنوں کے شر سے حفاظت۔ نیز یہ آیت آپ علیہ السلام کو اس بات میں آپ کے متبعین کے ساتھ شامل کرتے ہوئے کہتی ہے کہ ان سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے۔

۞......دوسری آیت یہ ہے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ۔ (المائدہ :118)

ترجمہ: مَیں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے۔ اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی ان پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اس آیت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور اس موت کی وجہ سے ان کی اپنے متبعین کی نگرانی سے سبکدوشی اور بعد ازاں یہ نگرانی اللہ تعالیٰ کو سونپنے کا بیان ہے۔

۞......تیسری آیت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا: وَالسَّلَامُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (مریم:34)۔ ترجمہ: اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن مجھے جنم دیا گیا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے مبعوث کیا جاؤں گا۔

یہ آیت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دیگر لوگوں کی طرح ہیں جو پیدا ہوتے اور وفات پاتے اور پھر زندہ کر کے مبعوث کئے جاتے ہیں۔ جو اس آیت کے اس کے سوا کوئی معنی کرتا ہے وہ اس کے الفاظ کا ایسا مطلب نکالتا ہے جس کے وہ متحمل نہیں ہیں۔

گزشتہ زمانوں میں بھی اور اس موجودہ عرصہ میں بھی علماء کی ایک کثیر تعداد نے اس رائے کو اپنایا ہے۔

ذیل میں ہم ان آیات کریمہ کی بعض تفاسیر اور گزشتہ بڑے علماء کی آراء نقل کرتے ہیں۔

......امام رازی پہلی آیت کی تفسیر کے بارہ میں فرماتے ہیں: اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنی میں تیری مقررہ میعاد حیات ختم کرنے والا ہوں اور رَافِعُکَ یعنی تیرا مرتبہ بلند کرنے والا ہوں اور تیری روح کو اپنے حضور رفعت دینے والا ہوں۔ اور مُطَهِّرُكَ یعنی تجھے دشمنوں کے چنگل سے نکالنے والا ہوں اور تیرے اور انکے درمیان فرق کر کے دکھانے والا ہوں۔ جیسے اپنے طرف رَفَعْ کے الفاظ استعمال کر کے آپ کی عظمت شان کا اظہار فرمایا ویسے ہی تَطْهِیْر کے لفظ سے دشمنوں کی سازش سے بچنے کی نوید دی۔ یہ سب مبالغہ کی حد تک آپ کی عظمت شان اور بلند مرتبہ کا بیان ہے۔

اسی طرح امام رازی آیت کریمہ: ''وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا'' کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہاں کافروں پر غلبہ اور فوقیت سے مراد حجت و برہان کا غلبہ ہے۔

پھر فرماتے ہیں اس آیت میں رَافِعُكَ إِلَی سے مراد درجہ اور منقبت کا رفع ہے نہ کہ مکانی یا جہتی اعتبار سے کسی طرف یا کسی جگہ اٹھا لینے کا مفہوم ہے۔ اسی طرح اس آیت میں فوقیت بھی مکانی نہیں ہے بلکہ درجہ اور مقام کی فوقیت مراد ہے۔

......امام الوسی فرماتے ہیں کہ اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ کا سب سے مناسب اور درست معنی یہی ہے کہ میں تجھے پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں، اور تجھے طبعی موت مارنے والا ہوں، اور تجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہیں کروں گا جو تجھے قتل کر سکے۔ وہ رفع جو وفات کے بعد ہو وہ مقام و مرتبہ کا رفع ہوتا ہے نہ جسم و بدن کا، خصوصا اس لئے بھی جسمانی رفع کا معنی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسکے آگے آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جو سراسر آپ کی عزت و توقیر و تکریم پر دلالت کرتا ہے۔

......امام ابن حزم (جو کہ ظاہریہ فرقہ کے فقہاء میں سے ہیں) کی رائے میں ان آیات میں وفات سے مراد حقیقی موت ہے۔ اور ان ظاہری معنوں کو حقیقت سے پھیرنے سے آیت کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ حقیقت یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت واقع ہو چکی ہے۔

......شیخ محمد عبدہ نے آیات رفع اور احادیث نزول پر تبصرہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس آیت میں مُتَوَفِّیْكَ کے ظاہری معنے ہی مراد ہیں اور توفی سے مراد طبعی موت ہے، اور جو رفع اسکے بعد ہوتا ہے وہ روحانی ہوتا ہے۔

۞......شیخ محمود شلتوت صاحب کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ قرآن کریم میں بکثرت موت کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے حتی کہ اس لفظ کا یہی ایک غالب اور ظاہر معنی ہو گیا۔اور اس معنے کے علاوہ یہ لفظ جب بھی کسی اور معنی میں استعمال ہوا ہے تو اسکے ساتھ کوئی نہ کوئی قرینہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو اسکو اسکے ظاہری معنوں سے پھیر دیتا ہے۔پھر آپ نے متعدد آیات درج کیں جن میں یہ لفظ حقیقی موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔آپ کا خیال ہے کہ جو مفسرین آیت کریمہ" مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ" میں وفات بمعنی نیند مراد لیتے ہیں اور اس میں تقدیم و تاخیر کی بحث اٹھاتے ہیں یہ مفسرین آیت کریمہ" بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه "اور احادیثِ نزول عیسیٰ سے متاثر ہونے کی وجہ سے سیاقِ آیت (مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ) کے ایسے معنے کرتے ہیں جن کا وہ متحمل نہیں۔ان کو جواب دیتے ہوئے شلتوت صاحب کہتے ہیں کہ اس قسم کی سوچ کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ رفع سے مراد یہاں پر مقام ومرتبہ کا رفع ہے اور احادیث مذکورہ میں بھی (اگرچہ نزول کا ذکر ہے لیکن) رفع عیسیٰ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

۞......اور شیخ محمد رشید رضا صاحب نے اس ساری تحقیق میں ایک نئے نقطے کا اضافہ کیا اور وہ یہ کہ جسم وروح کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا تصور دراصل عیسائیوں کا عقیدہ ہے جسے مختلف حیلوں بہانوں سے وہ اسلامی افکار کے ساتھ خلط ملط کرنے کیلئے وہ ہمیشہ سے کوشاں رہے ہیں۔جیسا کہ وہ اسلامی روایات میں اسرائیلیات اور بے سروپا قصے کہانیاں شامل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ہم ذیل میں اس عظیم محقق کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے جسم وروح کے ساتھ رفع کے بارہ میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے، نہ ہی آپ کے آسمان سے جسمانی نزول کی بابت کوئی صریح آیت پائی جاتی ہے، بلکہ یہ اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو اسلام کی ابتداء سے ہی اپنے غلط عقائد کو اسلامی افکار وعقائد میں شامل کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح کا ارادہ کرے گا تو اس کے لئے نہایت آسان ہے کہ وہ یہ اصلاح کسی بھی مصلح کے ذریعہ کر دے۔اس سلسلہ میں اسے عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی کے نزول کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔(گویا ان کے نزدیک پرانے کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے اسی امت سے کسی کو اللہ تعالیٰ اس اہم کام کے لئے چن سکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ جماعت احمدیہ کے موقف کی تائید کر رہے ہیں)

......جناب امین عز العرب بھی اس بارہ میں شیخ محمد عبدہٗ اور محمد رشید رضا صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں: مَیں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کریم میں اوّل سے لے کر آخر تک کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی نزول کا تصور پیش کرتی ہو۔

......(شیخ محمد ابو زہرہ (1898ء۔1974ء) کا پورا نام محمد احمد مصطفیٰ احمد ہے کلیہ اصول الدین اور لاء کالج میں تدریس کے شعبہ سے منسلک رہے پھر صدر شعبہ شریعت اسلامیہ بھی رہے، اسی طرح مجمع البحوث الاِسلامیہ کے عضو بھی رہے۔ آپ نے ایک تفسیر، فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر متعدد کتب اور عیسائیت کے بارہ میں ایک مشہور کتاب ''محاضرات فی النصرانیۃ'' سمیت تیس کے قریب کتب تصنیف کیں۔)

شیخ محمد ابو زہرہ مذکورہ بالا احادیث کے بارہ میں ایک باریک نقطہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ احادیث، علاوہ اس کے کہ متواتر نہیں بلکہ آحاد ہیں، اسلام کی پہلی تین صدیوں کے بعد مشہور ہوئی ہیں۔ اس کا تعلق بھی محمد رشید رضا صاحب کی عیسائیوں کی طرف سے اسلامی عقائد کو بگاڑنے کی کوششوں کے ساتھ ہوسکتا ہے کیونکہ وہ صدیوں سے فکرِ اسلامی میں اپنے غلط عقائد داخل کرنے کے لئے کوشاں ہیں........... جناب محمد ابو زہرہ اپنی بات اس قول پر ختم کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی نص موجود نہیں ہے جو یہ عقیدہ رکھنا لازم قرار دیتی ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ پھر بھی اگر کسی کے نزدیک بعض نصوص سے ایسا ثابت ہوتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ خود تو جو چاہے عقیدہ اختیار کر لے لیکن کسی دوسرے کو اس کا پابند نہ کرے۔

......اور استاد اکبر شیخ مصطفیٰ المراغی کہتے ہیں:

قرآن کریم میں نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے جسم وروح سمیت آسمان پر اٹھائے جانے کے بارہ میں نہ ہی آپ کے ابھی تک جسم وروح سمیت زندہ ہونے کے بارہ میں کوئی قاطع نص پائی جاتی ہے۔ رفع کے الفاظ سے صرف یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کا درجات کے لحاظ سے اپنے رب کے حضور رفع ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا:

ورفعناه مَكَانًا عَلِيًّا۔یعنی ہم نے اس کا اعلیٰ مقامات کی طرف رفع کیا۔پس عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا روحانی لحاظ سے ہے جیسے شہداء اور دیگر انبیاء روحانی طور پر زندہ ہیں۔

......(عبدالوہاب نجار ایک محقق اور سکالر ہیں جنہوں نے جامعۃ الأزہر میں انبیاء کرام کے قصص پر مبنی لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا جنہیں بعد میں اپنی شہرہ آفاق کتاب ''قصص الأنبیاء'' میں جمع کر دیا۔آپ نے کئی کتب کی تحقیق و تلخیص کی ہے اس کے علاوہ خلفائے راشدین پر بھی آپ کی ایک ضخیم کتاب مقبول عام ہے۔)

جناب عبدالوہاب نجار کہتے ہیں:

جو یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم سمیت آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ ''وَرَافِعُكَ اِلَی'' کے ساتھ اَلسَّمَآء کا لفظ موجود نہیں ہے۔اور اس حالت میں عبارت مذکورہ کے معنی صرف یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کسی ایسی جگہ لے جانے والا ہے جو انکے دشمنوں کی پہنچ سے دور ہوگی لیکن ظاہری و باطنی طور پر وہ خدا تعالیٰ کے زیر تصرف ہوگی۔اور رَافِعُكَ اِلَیَّ میں جہاں تک اِلَیّ کے لفظ کا تعلق ہے تو یہ اسلوب حضرت لوط علیہ السلام کے اس قول کے مشابہ ہے جو خدا تعالیٰ نے انکی زبانی درج فرمایا ہے کہ: اِنّیْ مُهَاجِرٌ اِلَی رَبّی (العنکبوت:27)۔یہاں بھی یہ معنی نہیں ہے کہ میں آسمان کی طرف ہجرت کر کے جانے والا ہوں بلکہ یہ تو ایسے ہی تھا جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ(النساء:101)۔یعنی جو اپنے گھر سے خدا اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی نیت سے نکل پڑے گا......۔

......(سید قطب (1906-1966) ایک ادیب اور کاتب اور مصری تحریک اِخوان المسلمین کی مؤثر ترین شخصیت تھے۔کئی بار جیل کاٹی اور آخری دفعہ اسلامی انقلاب اور حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کے جرم میں پھانسی کی سزا ہوئی۔آپ نے جیل میں ہی اپنی مشہور تفسیر ''فی ظلال القرآن'' تالیف کی۔اس کے علاوہ دس کے قریب ادبی کتب اور دس سے زائد اسلامی موضوعات پر مشتمل کتب تالیف کیں۔آج بھی اسلامی فکر اور دینی حلقوں میں آپ کی آراء کو ایک خاص مقام دیا جاتا ہے۔)

سید قطب گزشتہ تین آیات میں سے پہلی آیت کے بارہ میں کہتے ہیں کہ:

یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلیب کے ذریعہ مارنے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ آپ کو طبعی وفات دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔اور اپنے صالح بندوں کی طرح آپ کی روح کا ہی رفع فرمایا۔

محمد الغزالی کی رائے

(محمد الغزالی (1917-1996) مفکر اسلام، اخوان المسلمین کے اوائل کارکنوں میں سے ایک تھے، تیس سے زائد کتب کے مصنف تھے۔آپ نے علوم اسلامیہ کے شعبہ میں 1989ء میں کنگ فیصل ایوارڈ بھی حاصل کیا۔ڈاکٹر شلبی ان کی رائے درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:)

اب ہم ایک محقق جناب محمد الغزالی صاحب کی رائے درج کرتے ہیں جنہوں نے اس بارہ میں گہری تحقیق کی ہے۔ہم ان کی تحقیق سے بعض پیراگراف یہاں درج کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''مَیں اس رائے کے حق میں ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام دیگر تمام انبیاء کی طرح فوت ہوگئے ہیں جبکہ رفع صرف آپ کی روح کا ہی ہوا۔اور آپ کے جسم کا انجام بھی باقی انبیاء کے جسم کی طرح ہوا۔ آپ کی وفات پر یہ آیت دلالت کرتی ہے: ''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31)'' نیز یہ آیت: ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران145)''۔چونکہ ہماری کتاب قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے جسمِ عنصری کے ساتھ زندہ ہونے کے بارہ میں کوئی صراحت نہیں آئی اس لئے ہم مسلمانوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ اس رائے کو مان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور آپ کی زندگی کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آپ دیگر انبیاء کی طرح عزت وتکریم اور درجات کی رفعت والی روحانی زندگی ہی جی سکتے ہیں جسمانی نہیں۔ہمارا یہ اعتقاد رکھنا اس لئے بھی ضروری ہے تا ہم حیات مسیح کا عقیدہ رکھنے سے یہ شبہہ نہ پیدا کرنے والے بنیں کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ہمیشہ کے لئے زندہ بھی ہیں اس لئے ان میں نعوذ باللہ کوئی خدائی کا عنصر شامل ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات قرآن کریم کے مطالعہ کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور آپ کی موت ایک حقیقت ہے جو کہ دیگر انبیاء کی موت کی طرح ہے۔

شیخ صلاح ابو اسماعیل کی دلیل

(شیخ صلاح ابو اسماعیل (1927-1990) مفکر اور مبلغ اسلام، فصاحت و بلاغت اور خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔متعدد کتب کے مصنف اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔متعدد ٹی وی چینلز پر بیسیوں پروگرام کرنے کا بھی آپ کو موقع ملا۔آپ کی رائے درج کرتے ہوئے شلبی صاحب کہتے ہیں:)

جناب صلاح ابو اسماعیل صاحب رفع کے بارہ میں بعض بنیادی نکات اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں:

خدا تعالیٰ کا تو حسی اعتبار سے کوئی ایسا معین مقام نہیں ہے جس کی بناء پر کہا جا سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا فلاں مقام کی طرف رفع ہوا ہے۔اس وجہ سے رفع کی تفسیر یہی ہوگی کہ یہ آپ کی قدر ومنزلت اور مقام کا رفع ہے۔ پھر جسمانی رفع کو یہ بھی لازم آتا ہے کہ یہ جسم آج بھی معین مقام پر دیکھا جا سکتا ہو اور دیگر اجسام کی طرح کھانے پینے جیسے دیگر لوازم کا بھی محتاج ہو، جبکہ رفع عیسیٰ کے ساتھ ان امور کا بھی موجود ہونا مسلّم نہیں ہے۔

جو کوئی یہ کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے خواص کو ظاہر ہونے سے اس طرح روک دے کہ نہ ان کا جسم نظر آئے نہ انہیں کھانے پینے کی حاجت ہو اور نہ ہی ان پر بڑھاپا آئے......تو ایسے شخص کو میرا جواب یہ ہے کہ پھر یہ تو روحانی زندگی یا اس سے قریب قریب کی حالت کا نام ہے جو کہ اس رائے کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی رفع کی مخالف ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم و روح کے ساتھ اٹھا لئے گئے ہیں۔لیکن جب ان سے پوچھا جائے کہ کہاں لے جائے گئے ہیں اور ان کے جسم کے خواص کا کیا بنا؟ تو کہتے ہیں کہ اس بارہ میں ہم کچھ نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک یہ تو کوئی تسلی بخش جواب نہیں ہے۔

ہم دوبارہ صلاح ابو اسماعیل صاحب کی طرف لوٹتے ہیں جو یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ: اگر عیسیٰ علیہ السلام کا جسمانی طور پر رفع ایک معجزہ تھا تو اس معجزے کا کیا فائدہ ہوا جو مسیح علیہ السلام کے مخالفوں اور آپ کی رسالت کے منکروں کے لئے غیر واضح طور پر ظہور پذیر ہوا؟ میرے

خیال میں 'متوفیک' کے لفظ میں عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت اور قتل سے نجات کا وعدہ دیا گیا ہے جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا تھا کہ وہ آپ کو لوگوں (کے قتل کرنے) سے محفوظ رکھے گا۔

خلاصہ تحقیق

سابقہ تحقیق کے خلاصہ کے طور پر ڈاکٹر شلبی صاحب لکھتے ہیں:

کچھ سال قبل اس مسئلہ کو خوب اٹھایا گیا تھا جب شیخ مصطفیٰ المراغی اور شیخ محمود شلتوت نے اس بارہ میں ایک فتوی دیا جس کے بعد میڈیا میں ایک شور برپا ہو گیا جیسا کہ ہر نئی چیز کے بارہ میں لوگوں کا طریق ہے کہ شروع شروع میں شور مچا دیتے ہیں۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہی موقف غالب ہوتا گیا اور اب یہ عقیدہ عام ہو گیا ہے جسے پڑھے لکھوں کی ایک اچھی خاصی اکثریت نے اپنا لیا۔اور راقم الحروف (ڈاکٹر شلبی) نے کتنی ہی دفعہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی یعنی جامعۃ الأزہر اور دیگر یونیورسٹیوں کے ایوانوں میں اس عقیدہ کا پرچار کیا جسے لوگوں نے بڑے احسن طریق پر قبول کیا۔اس لئے میں اس رائے کے مخالفوں سے کہتا ہوں کہ وہ نئی آراء کے قبول کرنے میں کسی قدر نرمی کا مظاہرہ کریں اور ٹھنڈے دل سے انکے بارہ میں تحقیق ضرور کر لیں۔اللہ ہم سب کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے۔

اس بحث کا اختتام میں اس نتیجہ پر کرتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جسم وروح کے ساتھ رفع کا عقیدہ اس عیسائی طرز فکر سے متاثر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دراصل خدا کا بیٹا ہیں جو آسمان سے نازل ہوئے ہیں پھر دوبارہ اپنے باپ یعنی خدا باپ کے پہلو میں جا کر بیٹھنے کیلئے واپس آسمان پر چلے گئے۔جبکہ مسلمان اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا صرف ایک ہے، وہ ہر جگہ موجود ہے اور اس کا کوئی مادی جسم نہیں ہے۔

پھر رفع عیسیٰ کے قائلین اس بات میں اور رفع عیسیٰ اور خدا کے پہلو میں جا بیٹھنے میں کس طرح مطابقت پیدا کر سکتے ہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے۔لہذا اگر عیسیٰ علیہ السلام زمین پر ہی رہیں تو بھی اللہ کے ساتھ ہی رہیں گے۔

نیز رفع عیسیٰ کا اعتقاد رکھنے والے اپنے اس عقیدہ میں اور خدا تعالیٰ کے فرمان: ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ(انبیاء:35) میں کس طرح توفیق پیدا کر سکتے ہیں۔

خدائی تعلیم اور وضعی عقائد کا فرق

وفات مسیح ناصری علیہ السلام کے بارہ میں ڈاکٹر شلبی صاحب کی مفصل تحقیق درج کرنے کے بعد ہم قارئین کرام کو بتاتے چلتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تعلیم اور عقائد ایسے ہوتے ہیں کہ ہر قسم کی طبائع اپنی استعداد کے مطابق اس کو سمجھ کر اپنا سکتی ہیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خالق کائنات ہے وہ ایسی تعلیم نازل فرماتا ہے جو فطرت صحیحہ کے مطابق ہوتی ہے اور نیک فطرتیں اسے قبول کرنے میں کسی طرح کی ہچکچاہٹ کا شکار نہیں ہوتیں۔ اس کے برعکس انسان کے خود ساختہ عقائد کو چونکہ انسانی فطرت سے مکمل مناسبت نہیں ہوتی اس لئے ایسے عقائد ہمیشہ ہی محل نظر رہتے ہیں اور ہر طبقہ ان میں اپنی سہولت اور فہم کے اعتبار سے تبدیلی کر لیتا ہے۔ یہی حال حیات مسیح کے عقیدہ کے ساتھ ہوا۔

حیات مسیح کے قائلین کی پہلی غلطی

قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع کا لفظ انہی معنوں میں آیا ہے جن معنوں میں دیگر تمام انبیاء کا رفع مانا جاتا ہے۔ اور امت محمدیہ میں آنے والے مسیح محمدی کو عیسی بن مریم سے مشابہت کی وجہ سے احادیث نبویہ میں عیسیٰ بن مریم کا ہی نام دیا گیا۔ نیز غلبہ اسلام کی عظیم مہم سر کرنے کی بنا پر آپ کی عزت وتکریم کے لئے نزول کے الفاظ استعمال ہوئے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نافع الناس اور عظیم فیض رساں ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں نزول کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ فرمایا: (قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا- الطلاق: 11-12) یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا جو مجسم ذکر ہے۔ کوئی بھی اس آیت سے یہ معنی نہیں سمجھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان پر بجسم عنصری موجود تھے پھر آپ کا ظاہری نزول ہوا۔ بلکہ آپ کی عزت وتکریم و بلند مرتبہ کا بیان ہی سمجھ میں آتا ہے۔

یہ درست ہے کہ قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رفع کے الفاظ آئے ہیں، لیکن

اس کے ساتھ نہ آپ کے زندہ ہونے کا ذکر ہے نہ آسمان کا اور نہ ہی جسم عنصری کا۔ اسی طرح احادیث میں آپ کے نزول کا تو ذکر ہے لیکن اس کے ساتھ نہ آسمان کا ذکر ہے نہ ہی جسم عنصری کا۔ پھر بھی محض رفع اور نزول کے الفاظ سے یہ اعتقاد بنالیا گیا کہ خدا تعالیٰ آسمان میں بیٹھا ہوا ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بجسمہ العنصری آسمان کی طرف ہوا اور وہیں سے نزول ہوگا۔

سو اس عقیدہ کے اپنانے سے وہ پہلی غلطی جس کے حیات مسیح کے قائلین مرتکب ہوئے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو آسمانوں میں ہی کسی جگہ بیٹھے ہوئے تصور کرلیا۔ یوں شاید نادانستگی میں آیات کریمہ: (اَللّٰهُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (النور:36) اور (وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ) (الحدید:5) اور (هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا) (المجادلۃ:8) اور (نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد) (ق:17) اور ان جیسی متعدد آیات کی نفی کر بیٹھے جن میں اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کے قائل ہوں تو رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْه سے آسمان کی طرف رفع مراد نہ لیں۔

دوسری غلطی

ایک اور غلطی ان سے یہ ہوئی کہ مصادر شریعت کی ترتیب اور مقام کو ملحوظ نہ رکھا۔ اگر حدیث میں نزول کے الفاظ آئے تو چاہئے تھا کہ اس حدیث کو قرآن کریم کی روشنی میں سمجھتے۔ لیکن انہوں نے حدیث کو قرآن پر مقدم کیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس حدیث سے اپنے اخذ کردہ مفہوم کو ثابت کرنے کے لئے نصوص قرآنیہ اور احادیث کی اس کے مطابق تفسیر کی۔

تیسری غلطی

ایک اور غلطی یہ ہوئی کہ حیات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ يٰعِيْسٰى اِنِّى مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں 'مُتَوَفِّيْكَ' کے واضح اور معروف ''موت'' کے معنوں کو چھوڑ دیا اور یہ تاویل کی کہ وفات نیند کے معنوں میں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ نیند کا رفع کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور نیند اس قدر اہم کس طرح ہوسکتی ہے کہ اسے رفع سے بھی پہلے بیان کیا گیا ہے؟ حیات مسیح کے قائلین نے جب پہلی اینٹ

ہی غلط رکھ دی تو اب جو عمارت تعمیر ہوگی ٹیڑھی ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی کہ اگر انسان کو زمین سے آسمان پر لے جایا جائے تو اسے بہت خوف کی حالت سے دوچار ہونا پڑے گا اور آکسیجن کی کمی کی وجہ سے سینہ میں شدید تنگی محسوس ہوگی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو سلا دیا تاکہ انہیں رفع کے وقت تکلیف نہ ہو۔ گویا ان کے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ان کے اسی بشری جسم اور بشری لوازم کے ساتھ ہوا اور نہ ان کے خوف کرنے یا سینہ کی تنگی کا سوال پیدا نہ ہوتا۔ لیکن وہ بھول گئے کہ جو خدا اپنی سنت کے خلاف کسی انسان کو جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھا سکتا ہے وہ اس خوف کی حالت کو کیوں نہیں دور کر سکتا۔ دوسری طرف اتنا لمبا سفر اتنی تیزی کے ساتھ طے کرنے میں کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اور کوئی خطرہ نہ تھا صرف ان کے ڈر جانے کا ہی خطرہ تھا، جس کا بیان کرنا ضروری تھا؟ سائنسی اعتبار سے ثابت ہے کہ اوپر کی فضا میں آکسیجن بتدریج کم ہوتی جاتی ہے اور بالآخر سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے اور انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اتنی تیزی سے اگر فضا میں پتھر بھی سفر کرے تو اس کو آگ لگ جائے گی اور اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر ان خطرات کا حل کیوں نہ پیش کیا گیا؟

نیز غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیند کوئی عام نیند نہیں تھی کیونکہ عام نیند میں تو انسان کو ذرا سی حرکت بھی جگا دیتی ہے، لیکن یہ ایسی نیند تھی کہ کروڑہا میل کا سفر بھی ظاہری شکل میں طے ہو گیا، نہ آپ کو سانس لینے کی حاجت ہوئی، نہ جسم کو جلنے اور بکھرنے کی پرواہ ہوئی تو کیا اس قسم کی نیند اور موت میں کچھ فرق بتلایا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا مشکل ہے کہ اسے حقیقی موت ہی مان لیا جائے اور آپ کا رفع دیگر انبیاء کی طرح روحانی رفع قرار دیا جائے؟

چوتھی غلطی

حیات مسیح کے بعض قائلین نے مذکورہ بالا اعتراضات سے بچنے کے لئے کہا کہ 'متوفیک' کا مطلب تو حقیقی وفات ہی ہے لیکن اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ لہٰذا ان کے مطابق آیت کریمہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (آل عمران:56) میں واقعات کی حقیقی ترتیب بیان نہیں ہوئی بلکہ کسی وجہ

سے خدا تعالیٰ نے ’متوفیک‘ کو پہلے بیان فرما دیا ہے جبکہ ان کے خیال کے مطابق واقعات کی صحیح ترتیب میں سب سے پہلے رَافِعُكَ ہے۔افسوس کہ وہ اپنے اس موقف میں بھی بہت کمزور ثابت ہوئے۔اوّل تو کسی بھی بلیغ کلام میں کسی لفظ کے پہلے لانے اور کسی کے بعد میں رکھنے کی حکمت ہوتی ہے۔اس پوری آیت میں سب سے اہم بات عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ہے لہذا اسی سے ابتداء ہونی چاہئے تھی اگر توفی کو اس سے قبل لایا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ توفی زیادہ اہم ہے۔

لیکن اگر ہم بفرض محال ان کی بات مان بھی لیتے ہیں تو صورتحال یہ بنتی ہے کہ اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں میں سے تین پوری ہو چکی ہیں۔رفع بھی ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی تعلیم کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام پر کافروں کے لگائے ہوئے الزامات سے آپ کی تطہیر بھی ہو چکی ہے، اور آپ کے متبعین کا خواہ وہ عیسائی ہوں یا مسلمان جو آپ کو سچا رسول مانتے ہیں آپ کے کافرینی یہودیوں پر غلبہ بھی ظاہر و باہر ہے۔اگر باقی ہے تو صرف آپ کی وفات۔ تقدیم وتاخیر کا مسئلہ کھڑا کر کے انہوں نے یہ کیسی ترتیب بنائی ہے کہ جس میں ’مُتَوَفِّيْكَ‘ کو جہاں بھی رکھیں درست نہیں بیٹھتا۔وفات سے قبل اور وفات کے بعد ہونے والے سب وعدے پورے ہو چکے ہیں صرف درمیان میں ایک بات ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔ثابت ہوا کہ ان کا یہ حل بھی درست ثابت نہیں ہوسکا۔ بلکہ درست وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہی ترتیب منطقی اور عین حقیقت ہے جس میں پہلے نمبر پر آپ کی وفات ہے۔

حَکَم عَدْل کا فیصلہ

اس موضوع کا اختتام ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس سے کرتے ہیں جس سے اس مسئلہ کی حقیقت پر خوب روشنی پڑتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

’’اگر مخالف سمجھتے تو عقائد کے بارے میں مجھ میں اور ان میں کچھ بڑا اختلاف نہ تھا۔مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے۔سو میں بھی قائل ہوں کہ جیسا کہ آیت اِنِّی مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ کا منشاء ہے، بے شک حضرت عیسیٰ بعد وفات مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے۔صرف فرق یہ ہے کہ وہ جسم عنصری نہ تھا۔ بلکہ ایک نورانی جسم تھا جو ان کو اسی طرح خدا کی طرف سے ملا جیسا آدم اور ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد اور یحییٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کو ملا تھا۔
ایسا ہی ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ضرور دنیا میں دوبارہ آنے والے تھے۔جیسا کہ آ گئے۔ صرف فرق یہ ہے کہ جیسا کہ قدیم سے سنت اللہ ہے ان کا آنا صرف بروزی طور پر ہوا جیسا کہ الیاس نبی دوبارہ دنیا میں بروزی طور پر آیا تھا۔پس سوچنا چاہئے کہ اس قلیل اختلاف کی وجہ سے جو ضرور ہونا چاہئے تھا اس قدر شور مچانا کس قدر تقویٰ سے دور ہے۔آخر جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے حَکَم بن کر آیا، ضرور تھا کہ جیسا کہ لفظ حَکَم کا مفہوم ہے کچھ غلطیاں اس قوم کی ظاہر کرتا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ورنہ اس کا حَکَم کہلانا باطل ہوگا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 547)

مجلّہ ''اَلتَّقْویٰ''

عرب دنیا میں تبلیغ کو وسیع اور تیز کرنے، عرب احمدی احباب سے رابطہ رکھنے، ان کی تبلیغی، تربیتی اور علمی لٹریچر کی ضروریات پوری کرنے، اسی طرح عربی زبان میں تراجم، مزید لٹریچر کی تیاری، اور عربی زبان میں ایک رسالہ کے اجراء کے لئے جنوری 1986ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لندن میں ایک مرکزی عربک ڈیسک قائم فرمایا جس کے بارہ میں تفصیل بیان ہوچکی ہے۔ ذیل میں عربی رسالہ کے اجراء اور اس کے اثر ونفوذ کے بارہ میں مکرم عبد المومن طاہر صاحب کے اخبار بدر قادیان میں شائع ہونے والے ایک مضمون سے کچھ معلومات کسی قدر تصرف کے ساتھ نظر قارئین کی جاتی ہیں۔

اجراء اور پہلا ایڈیٹوریل بورڈ

12/جنوری 1988ء کو دعا کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے عربک ڈیسک کے تحت عربی ماہانہ رسالہ کا اجراء فرمایا اور اس کا نام ''اَلتَّقْویٰ'' تجویز فرمایا۔ اس کا ایڈیٹوریل بورڈ بھی حضورؒ نے خود ہی مقرر فرمایا جو درج ذیل احباب پر مشتمل تھا:

مکرم صفدر حسین عباسی صاحب (چیئر مین بورڈ)، مکرم عبدالمومن طاہر صاحب، مکرم نصیر احمد قمر صاحب، مکرم منیر احمد جاوید صاحب، مکرم عبدالماجد طاہر صاحب، مکرم حسن عودہ (رئیس التحریر)۔ مؤخر الذکر شخص کو حضور انورؒ نے اس کی بعض حرکات کی بناء پر مارچ 1989ء میں معطل کر دیا تھا۔

بعد میں حضور انور نے الحاج محمد حلمی الشافعی صاحب کا نام بھی اس فہرست میں شامل

فرمایا۔ یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ اس عرصہ میں ''اَلتَّقْویٰ'' کے تقریبًا ہر شمارے کا اکثر حصہ اور بعض دفعہ سارے کا سارا شمارہ آپ ہی کے مقالات یا تراجم پر مشتمل ہوتا تھا جن کو بیک وقت شائع کرنے کے لئے آپ کے مختلف قلمی نام استعمال کئے جاتے تھے۔

مدیرانِ مجلّہ، ادارتی اور ایڈیٹوریل بورڈ میں توسیع

اس رسالہ کے اب تک ہونے والے مدیران اعلیٰ کے اسماء درج ذیل ہیں۔

حسن عودہ (مئی 1988ء - فروری 1989ء)

عبدالمؤمن طاہر (1989ء -1994ء)

الحاج محمد حلمی الشافعی صاحب مرحوم (1994ء -1996ء)

ابوحمزہ التونسی (1996ء - تاحال)

''اَلتَّقْویٰ'' کا ادارتی بورڈ تو نصیر احمد قمر صاحب، منیر احمد جاوید صاحب، عبدالماجد طاہر صاحب پر ہی مشتمل رہا، جبکہ ایڈیٹوریل بورڈ میں مختلف وقتوں میں توسیع ہوتی رہی جو کہ اب مندرجہ ذیل احباب پر مشتمل ہے: عبد المؤمن طاہر صاحب، عبد المجید عامر صاحب، ہانی طاہر صاحب، محمد احمد نعیم صاحب اور محمد طاہر ندیم۔

اس مجلّہ کا پہلا شمارہ مئی 1988ء میں شائع ہوا۔ اب تک اہم ترین شمارہ جات میں صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر شائع ہونے والا نمبر اور خلافت جوبلی 2008ء کے موقع پر شائع ہونے والا ''جوبلی نمبر'' ہے۔ جن میں جماعت کی صد سالہ تاریخ بڑے ٹھوس اور دلآویز مقالات اور خوبصورت تصاویر کے ساتھ ایک اچھوتے انداز میں محفوظ کر دی گئی ہے۔ والحمدللہ۔

مقبولیت ونفوذ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس رسالہ میں بڑی برکت ڈالی۔ باوجود مشکلات کے یہ رسالہ عرب دنیا میں پہنچا۔ بہتوں کے شکوک وشبہات دور ہوئے اور کئی روحوں نے ہدایت پائی۔

اُس وقت جماعت کا ٹی وی چینل یا ویب سائیٹ تو نہیں تھے اس لئے جماعت کا پیغام پہنچانے کے لئے رسائل اور اخبارات ہی بنیادی ذریعہ متصور ہوتا تھا۔

شروع میں یہ رسالہ دنیا بھر کے بڑے بڑے علماء، مفتیان، فقہاء، مذہبی مفکرین، عرب حکمرانوں، بڑی بڑی لائبریریوں، یونیورسٹیوں اور تنظیموں کو بھجوایا جاتا رہا۔لیکن کچھ عرصہ تک اکثر عرب ممالک کی طرف سے اس کی وصولی کی خبر نہ آئی۔ تحقیق کروائی گئی تو پتہ چلا کہ یہ رسالہ اکثر عرب ملکوں میں پہنچتے ہی ضبط کر لیا جاتا ہے۔اس پر حضور انورؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے عرب ممالک میں رسالہ نہ بھیجیں۔ اس کی بجائے غیر عرب ممالک میں خصوصاً یورپ اور افریقہ وغیرہ میں رہنے والے عربوں اور عربی دان طبقہ کی طرف زیادہ توجہ دیں اور دلچسپی لینے والے نادار قارئین کو بے شک مفت دیں۔ چنانچہ اس ارشاد پر عمل کیا گیا اور اس کے نہایت بابرکت پھل ملے۔ان امور کی قدرے تفصیل قارئین ہی کے خطوط اور بیانات کی روشنی میں پیش ہے۔

اہلِ صحافت کے تبصرے

۞......ناروے میں مقیم ایک غیر از جماعت عرب صحافی ڈاکٹر احمد ابو مطر لکھتے ہیں:

اگست 1995ء کے شمارہ میں ''نصوص اسلامیہ مقدسہ'' کے زیر عنوان مضمون پر میں آپ لوگوں کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ واقعی آپ نے صحیح اسلامی موقف پیش کیا ہے۔آج بہت سے لوگ دین کے نام پر کئی قسم کی ہلاکت خیز حرکتیں کر رہے ہیں خصوصاً جو آزادئ فکر و اجتہاد پر پابندی لگاتے ہیں۔ یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا سب سے بہترین عطیہ عقل انسانی ہے۔

۞......لبنان کے ایک صحافی محمود رمضان صاحب لکھتے ہیں:

مَیں لبنانی ہوں اور جنیوا (سوئٹزرلینڈ) میں مقیم ہوں۔ مجھے دینی مسائل کے بارہ میں بہت دلچسپی ہے مگر مجھے اسلامی لٹریچر میں بہت سے رخنے اور تضادات نظر آتے ہیں۔ان تضادات کو سلجھانے کے لئے میں نے بہت مطالعہ اور سوچ بچار کی مگر ناکام رہا۔خوش قسمتی سے ایک پاکستانی احمدی نوجوان سے ملاقات ہوئی اور اس سے گفتگو کے ذریعے مجھے احساس ہوا کہ اس شخص کے پاس قرآن کریم کی مشکل آیات کی ایسی تفسیر ہے جو نہایت معقول ہے۔اس تفسیر سے قرآنی آیات میں بظاہر نظر آنے والا تضاد رفع ہو جاتا ہے اور کسی ایسی نامعقول تاویل کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی جو بعض علماء کرتے ہیں۔خصوصاً وفات مسیح کے بارہ میں احمدیت کا

موقف بڑا مدلل اور واضح ہے۔ یہ احمدی نوجوان عربی نہیں جانتا تھا مگر اس نے عربی لٹریچر بھجوانے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں وہ عربی رسالہ ''التقوی'' کے بعض شمارے لایا۔ مجھے اس رسالہ کا انداز بہت اچھا لگا ہے کیونکہ اس میں جدید سائنس اور وفات مسیح کے بارہ میں جماعت احمدیہ کے مسلک میں حسین تطابق نظر آتا ہے۔ براہ کرم مجھے مزید لٹریچر ارسال کریں شاید اللہ تعالیٰ میری صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے۔

❁......غانا سے ایک مجلّہ کے ایڈیٹر مکرم ابوبکری صاحب لکھتے ہیں۔

اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں اور محبت کے نام سے لکھتا ہوں اور پیار کے نام سے تحریر کرتا ہوں۔ میری خوشی کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی جب آپ کی طرف سے اسلام کے جہاد میں سرگرم یہ رسالہ ملا تھا۔ مگر اب آپ اسے بند کرنا چاہتے ہیں۔ اے میرے اسلامی بھائیو..... .....مجھے اس رسالہ کی شدید ضرورت ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ تو مجھے احمدیت کا تعارف ہوا تھا اور اس جماعت کی عظیم خدمات کا پتہ چلتا ہے۔ آپ اس طرح کریں کہ اس رسالہ کے تبادلہ میں آپ میرا رسالہ قبول فرمائیں۔ مگر خدارا ''التقوی'' بھیجنا ہرگز بند نہ کریں۔

❁......لندن میں مقیم ایک بہت بڑے عرب سکالر، صحافی اور کئی کتب کے مصنف الشیخ حسین العاملی لکھتے ہیں:

''التقوی'' میں چھپنے والے امام جماعت احمدیہ کے خلیجی جنگ کے بارہ میں خطبات مَیں ان دنوں پڑھ رہا ہوں۔ براہ کرم مسلمانوں کے سیاسی مسائل کے حل کے بارہ میں خلیفہ صاحب کے یہ سب خطبات مجھے ارسال کریں۔ کیونکہ مجھے ان خطبات سے اپنی تصنیفات کی تیاری میں بڑی مدد ملے گی۔

اہل دانش کے تبصرے

❁......الجزائر سے ایک بہن نے لکھا:

آپ کا مجلّہ ''اَلتَّقْوٰی'' ملا۔ میری خوشی کا آپ تصور نہیں کر سکتے۔ بہت حیران ہوئی کہ میرے ایسے بھائی ہیں جنہوں نے تراجم قرآن کر کے ایسی شاندار خدمت کی ہے۔ مگر پاکستانی نام نہاد علماء کی طرف سے ہونے والے ظلم پر افسوس ہوا۔ اس رسالہ کی افادیت کے پیش نظر ہم

نے اسے اپنی مسجد کی لائبریری میں رکھا ہے۔مَیں بڑی ہی خوشی کے ساتھ آپ کو بتاتی ہوں کہ آپ جس طرح اسلام کے محاسن پیش کر رہے ہیں میں اس کی دن بدن قائل ہوتی جا رہی ہوں۔گویا میں بھی آپ میں سے ایک ہوں۔مجھے تو اسی گھر کی تلاش تھی۔

۞......سری لنکا سے ایک عالم دین مکرم یحییٰ صاحب کس مؤمنانہ انکساری اور تواضع سے لکھتے ہیں:

مَیں نے ہندوستان سے مولوی فاضل کیا ہے۔مجھے احمدیت کا قبل ازیں کچھ زیادہ علم نہ تھا۔اب مجھے پتہ چلا ہے کہ مَیں تو اس گدھے کی طرح تھا جس پر کتابیں لدی ہوں۔الحمدللہ کہ اس نے مجھے بچا لیا اور میرا دل کھول دیا تا کہ حق اس میں داخل ہو۔اور یہ اس طرح ہوا کہ کولمبو میں ''بیت الحمد'' کے امام صاحب نے ''التقویٰ'' رسالے کے بعض شمارے ارسال کئے۔جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

۞......تیونس سے محمد شریف صاحب لکھتے ہیں۔

مجھے ''التقویٰ'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔اس میں تو ایسے اسلامی اور تحقیقی مضامین ہیں جو رواداری کی تعلیم دیتے ہیں۔امت مسلمہ کو اس وقت ایسے ہی رسالوں کی شدید ضرورت ہے۔اس کے جوبلی نمبر نے تو مجھے حیران کر دیا۔تعجب ہے کہ ایسی جماعت سے اب تک ہم کیسے بے خبر رہے ؟!ہمارے علماء نے تو آپ کی جماعت کے بارہ میں ہمیں اندھیرے میں رکھا ہوا ہے۔براہ کرم ایسی نیک جماعت کے بارہ میں مزید معلومات والا لٹریچر دیں۔اس جماعت نے تو واقعی اپنے تن من دھن اور اپنے علماء کو دنیا بھر میں اسلامی اقدار پھیلانے کے لئے وقف کر ڈالا ہے۔

۞......سڈنی آسٹریلیا سے ایک عرب دوست حسین حمید صاحب نے لکھا:

مجلّہ ''التقویٰ'' میں ''موازنہ تفسیر القرآن'' کے موضوع کے تحت آپ نے نہایت مفید سلسلہ مضامین شروع کیا ہے۔براہ کرم اسے مکمل کئے بغیر نہ چھوڑیں تا کہ لوگوں کو قرآن کی صحیح اور اس کے شایان شان تفسیر پتہ لگے۔انہیں قرآن کے عظیم دلائل کی خبر ہو۔مسلمانوں کی اکثریت قرآن کے معقول اور صحیح مفاہیم سے بے خبر ہے۔یہ لوگ قرآن کو عقل سے دور سمجھتے ہیں۔قرآن کے اکثر تراجم و تفاسیر میں خرافات اور اسرائیلیات شامل کر دی گئی ہیں اور افسوس ہے کہ اکثر مسلمان انہی نامعقول تفاسیر سے چمٹے بیٹھے ہیں۔

❁......مراکش سے محمد القاسمی صاحب لکھتے ہیں:

مَیں نے فلسفہ میں ڈگری کی ہوئی ہے۔مَیں اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ کے ذریعہ مجھے صراطِ مستقیم دکھائی۔ میں آپ سے یہ بات چھپا نہیں سکتا کہ میں مجلّہ میں چھپنے والی ہر چیز سے بیحد متأثر اور مسرور ہوتا ہوں۔اس مجلّہ کا مطالعہ کر کے میں دوسروں کے سامنے سب کچھ بے کم وکاست پیش کر دیتا ہوں جس کی وجہ سے میں نوجوانوں کے حلقہ میں بڑا عالم سمجھا جانے لگا ہوں۔

❁......اردن سے ہمارے احمدی دوست عبدالرحمٰن محمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

مَیں نے رسالہ ''التَّقْوٰی'' اپنی یونیورسٹی کے بعض دوستوں کو دکھایا تو انہیں بہت ہی اچھا لگا۔بعض نے مزید کا مطالبہ کیا ہے۔جماعت کے پیش کردہ افکار پڑھ کر یہ لوگ کہتے ہیں کہ واقعی یہ ایسے انقلابی افکار وخیالات ہیں جو سابقہ غلط افکار یعنی اسرائیلیات کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔ آپ لوگوں کو مبارک ہو۔

درسگاہوں کے نصاب میں

افریقہ کے کئی عربی مدارس اوراسلامی مراکز (جو ہماری جماعت کے نہیں) بڑے اصرار کے ساتھ ہمارا رسالہ منگواتے ہیں تاکہ اسے اپنے نصاب میں شامل کریں اوراپنی لائبریریوں میں رکھیں۔بطور نمونہ نائیجریا کی ایک ایسی ہی درسگاہ ''مرکز محمود للدعوۃ الاسلامیۃ'' کے ڈائریکٹر محمود احمد تیجانی کے متعدد خطوط میں سے بعض اقتباسات پیش ہیں۔لکھتے ہیں:

براہ کرم ''التَّقْوٰی'' اور دیگر کتب ہمیں ارسال کریں اور کرتے رہیں تا لوگوں کو پتہ لگے کہ مخالفین کا پراپیگنڈہ کہاں تک درست ہے۔

مَیں آپ کے رسالہ سے کانو یونیورسٹی میں طالبعلمی کے زمانہ میں متعارف ہوا تھا۔مَیں جب بھی لائبریری جاتا آپ کا مجلّہ پڑھتا۔اس کے تحقیقی مضامین نہایت ہی اعلیٰ پائے کے ہوتے ہیں۔اسی رسالہ کے ذریعہ مجھے علم ہوا کہ احمدی حقیقی مسلمان ہیں۔ان کے عقائد میں کوئی ایسی بات نہیں جو اُنہیں بدعتی یا غیر مسلم قرار دے۔شیعہ دوسرے مسلمانوں کو کیا کچھ نہیں کہتے مگر اس کے باوجود انہیں غیر مسلم قرار دینے کی کوئی جرأت نہیں کرتا، تو احمدیوں کو جو کلمہ

شہادت پڑھتے ہیں کوئی کس بناء پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دے سکتا ہے؟ یہ بگڑے ہوئے علماء، حدود اللہ کو بدلتے اور احمدیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ میرے نزدیک تو احمدی دوسرے مسلمانوں سے بہت بہتر اسلام رکھتے ہیں کیونکہ وہی ہیں جو اسلام کی بہترین رنگ میں تبلیغ کرتے ہیں۔

ہاں ایک بات تھی جس کی مجھے سمجھ نہیں آتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ خاتم الانبیاء، آخرالانبیاءؐ کے بعد نبی کیسے آ سکتا ہے؟ مگر جب ''التَّقْویٰ'' کا ایک عرصہ تک مطالعہ کیا تو یہ عقدہ بھی حل ہوگیا۔ مجھے حق الیقین ہوگیا کہ مخالف علماء کی باتیں بے بنیاد، بے دلیل اور خرافات ہیں اور اس بارہ میں جماعت کا عقیدہ ہی حقیقی اسلامی عقیدہ ہے۔

مَیں اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ لفظ مسلمان کا سب سے سچا اور حقیقی اطلاق احمدی مسلمانوں پر ہوتا ہے۔ لفظ مسلم کے آپ ہی سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور چونکہ اس عظیم حقیقت کا علم مجھے ''التقویٰ'' کے ذریعہ ہوا ہے اس لئے براہ کرم اس رسالہ کے باقی شمارے بھی اگر میسر ہوں تو مجھے ارسال کر دیں تا کہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی تفسیر کی اقساط میرے پاس مکمل ہو جائیں۔ مجھے ان کا ہم نام ہونے پر فخر ہے۔ اسی طرح کلام الامام کا کالم بھی مجھے بہت ہی پسند ہے۔

ہماری درسگاہ کو اس رسالہ کی سخت ضرورت ہے۔ ہم اسے اپنی درسگاہ کی لائبریری میں رکھنا چاہتے ہیں۔ خاکسار خود بھی طلباء، اساتذہ اور دوست احباب کے سامنے احمدیت کی حقیقی شکل پیش کرتا رہتا ہے۔

❁......چین کے صوبے قانسو کے شہر لانچو (Lanzhou) میں ایک دینی درسگاہ المدرسہ العربیہ بلانشتو کے پرنسپل لکھتے ہیں:

ہمارا یہ دینی مدرسہ 10 سال سے قائم ہے جو یہاں کے مسلمانوں کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں 200 سے زائد طلبہ و طالبات ہیں اور 5 کلاسز ہیں۔ اس کے اکثر اساتذہ برائے نام گذارہ لیتے ہیں۔ اب تک کئی طلباء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ براہ کرم اپنا یہ مشہور رسالہ ہمارے مدرسے کے نام جاری کر کے ہماری مدد کریں اور ہمیشہ ہمیں بھیجتے رہیں۔

لائبریریوں وغیرہ کی طرف سے مطالبے

......تیونس سے ایک لائبریری کے ہیڈ عبدالحمید عجمی صاحب لکھتے ہیں:

ہمیں آپ کے رسالہ کا دوسرا شمارہ ملا ہے۔اس کے مضامین نہایت بلند پایہ ہیں۔تحقیقی مقالات بڑے گہرے اور بامقصد ہیں۔براہ کرم اس مجلّہ کے سارے شمارے ہمیں عنایت کریں۔

......سری لنکا کے شہر الوتجد کی ایک مسجد کے امام وخطیب نے اپنے خط میں تحریر فرمایا:

میں نے ''التقویٰ'' رسالہ میں جماعت کی عربی کتب کا ذکر بھی پڑھا ہے۔میری شدید خواہش ہے کہ آپ جماعت کی یہ عربی کتب ہماری مسجد کو ارسال کریں۔میں خود بھی ان سے استفادہ کروں گا نیز دوسرے دوستوں کو بھی دوں گا جو ہماری مسجد کی لائبریری سے آپ کا رسالہ ''التقویٰ'' مستعار لے جا کر مطالعہ کرتے ہیں۔اسی طرح بیروت سے ''اذاعۃ الاسلام'' نامی تنظیم نے رسالہ باقاعدہ بھجوانے کی درخواست کی۔

......عمان کی ایک دینی تنظیم ''دعاء'' کے ترجمان لکھتے ہیں:

مَیں مجلّہ ''التَّقْویٰ'' بڑی دلچسپی اور گہری نظر سے پڑھتا ہوں۔اس میں ہر مضمون پر، خواہ دینی ہو یا دنیوی، سیر حاصل بحث کی جاتی ہے۔اندازِ بیان بالکل اچھوتا اور آسان ہوتا ہے۔میں یہ رسالہ اپنے دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیتا ہوں۔

......الجزائر سے جمال اغزول صاحب نے لکھا:

مجھے ایک دوست سے مجلّہ ''التَّقْویٰ'' کے چار شمارے ملے ہیں۔مجھے باقی شماروں کے حصول کا شوق ہے۔مَیں چاہتا ہوں کہ میرے پاس اس رسالہ کی ساری کاپیاں ہوں تا کہ مَیں جلد کرا کے اپنی لائبریری میں محفوظ کرلوں اور مختلف مضامین کی تیاری میں ان سے مدد لے سکوں۔

مضبوط ہتھیار

......گیمبیا میں ہمارے مقامی معلم مکرم علی محبّ فاتی صاحب لکھتے ہیں:

یہ رسالہ عربی قاری کے لئے روشن چراغ اور ہم مبلغین کے لئے مضبوط ہتھیار کا درجہ رکھتا ہے۔اس میں شائع ہونے والے مضامین نہایت دیانت داری، احتیاط اور باریک نظر سے تیار

کئے جاتے ہیں۔ زبان نہایت متین، جدید اور خوبصورت ہے۔ ہر تحریر سے اخلاص اور سچی ہمدردی چھلکتی نظر آتی ہے۔ کہیں احادیث مبارکہ ہیں تو کہیں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کہیں صحابہ کرام کی عظیم قربانیوں کا بابرکت تذکرہ۔ یہ رسالہ تو ہماری تمام دینی، علمی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی عظیم دلیل بن گیا ہے۔ یہ رسالہ حدیث مبارک ''لَو کَانَ الایْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ أو رِجَالٌ مِنْ هَؤلَاءِ'' کا واضح نقشہ پیش کررہا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود پر فردی طور پر پوری ہوئی ہے اور اب اجتماعی شکل میں پوری ہو رہی ہے۔

''اے انسانی روحو! خدائے رحمان کی کتنی ہی آیات ہیں جن کے پاس سے تم غافلانہ حالت میں گذر جاتی ہو۔ اے انسانی روحو تم اس داعی کی آواز پر لبیک کیوں نہیں کہتی۔''

❖ ......موریطانیہ سے محمد سنبری صاحب لکھتے ہیں:

مَیں نے اس رسالہ سے وہ فائدہ اٹھایا ہے جو میں نے کئی سال تک اپنی درسگاہ سے نہ اٹھایا تھا۔ ہم جماعت کے بارہ میں بہت کچھ سنتے رہے ہیں مگر اب حقیقت کا علم ہوا ہے۔ کاش میرے اصلی وطن مالی میں بھی آپ کے مراکز اور مساجد ہوں۔ (یاد رہے کہ یہ خط کافی پرانا ہے۔ اب تو خدا کے فضل سے مالی میں ہمارا مشن اور لاکھوں احمدی احباب ہیں)

مَیں آپ سے یہ بات چھپا نہیں سکتا کہ میرے بعض عیسائی دوست تھے جو میرے ساتھ اکثر دینی بحث کرتے ہوئے کہتے کہ ہمارا دین سب سے بہتر دین ہے۔ اس کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ مگر میں ان کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکتا تھا کیونکہ ہم لوگ بعض ایسے عقائد رکھتے تھے جو ان کے موقف کی تائید کرتے تھے۔ مگر جب مجھے مجلّہ ''التقویٰ'' ملا تو میں نے اس میں سے بعض باتیں ترجمہ کرکے ان عیسائی دوستوں کو سنانا شروع کیں۔ وہ بھلا ہمارے ان دلائل کو کیسے توڑ سکتے تھے جو انہیں کی مقدس کتاب سے لیے گئے تھے۔ آخر انہوں نے فرار میں ہی عافیت سمجھی۔

مگر دوسری طرف میرے مسلمان دوست ہیں جو مجھے مجلّہ ''التَّقْویٰ'' کے مطالعہ سے منع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تم نے پہلی دینی درس گاہ میں ہمارے ساتھ جو پڑھا تھا اسی پر اکتفا کرو۔ مگر اس غیر منصف درسگاہ میں تو وہ کچھ پڑھایا گیا تھا جسے عقلِ سلیم دور سے دھکے دیتی

ہے۔انسان کو چاہیے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے وہ دونوں اطراف کی سنے ورنہ وہ ظلم کر بیٹھے گا۔

۞......مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل عالم کا اقرار:

رابطہ عالم اسلامی والے سعودی عرب، کویت اور مصر کی بعض یونیورسٹیوں میں طلباء کو خاص طور پر احمدیت کے خلاف تیار کر کے افریقہ میں کام کرنے کے لئے بھجواتے ہیں۔لیکن خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ان علماء میں سے اکثر مقابلہ میں آتے ہی پکے ہوئے پھل کی طرح آغوشِ احمدیت میں آ گرتے ہیں۔ پھر یہ بنے بنائے مبلغ،احمدیت کے دفاع میں ''رابطہ'' کے مقابلہ پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ ''رابطہ'' والے انہیں پہلے بڑی بڑی تنخواہیں اور بڑی مراعات دیتے ہیں۔چنانچہ بورکینا فاسو کے ایک عالم دین مکرم کندا ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ یونیورسٹی کی شاخ دعوت وارشاد میں اعلی دینی تعلیم کی ڈگری حاصل کر کے اپنے وطن واپس لوٹا اور دعوت وارشاد میں مصروف ہوگیا۔ایک روز احمدی مبلغین سے بحث ہوگئی جس میں میں مغلوب رہا۔اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ احمدیت کی اصلیت جان کر رہونگا۔ دوران تحقیق خوش قسمتی سے مجھے ''التَّقْویٰ'' رسالہ کے بعض شمارے ہاتھ لگے جن میں متعدد مسائل پر مضامین تھے۔یہ مضامین واقعی اسلام کو حقیقی اور خوبصورت شکل میں پیش کر رہے تھے جس پر اہل اسلام کو فخر کرنا چاہئے۔اس پر مجھے یقین ہوگیا کہ احمدیت سچی ہے اور میں 1991ء میں احمدی مسلمان ہوگیا۔

یادرہے کہ اب یہ عالم دین ہمارے مبلغ کے طور پر خدمت اسلام بجالا رہے ہیں۔الحمدللہ۔

832 بیعتیں

۞......محترم امیر صاحب سینیگال لکھتے ہیں:

سینیگال کے Chako نامی ایک گاؤں میں میں نے ایک احمدی نوجوان کو 'التَّقْویٰ' کا جوبلی نمبر دیا۔اس نے آگے مدرسہ کے عربی کے استاد کو یہ رسالہ دیا اور تبلیغ شروع کردی۔استاد نے رسالہ پڑھا اور نوجوان کو کہا کہ جب آپ کے مبلغ آئیں تو مجھے ضرور ملوانا۔ایک دن خاکسار اس گاؤں کے دورہ پر گیا تو ان استاد صاحب سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے چند سوالات کئے اور بیعت کرلی اور مجھے کہا کہ اس رسالہ کو پڑھ کر میں نے یقین کرلیا تھا کہ یہ جماعت سچی ہے۔

میں نے اپنے گاؤں میں جو یہاں سے دس میل دور ہے پہلے ہی جماعت کا تعارف کروا دیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے گاؤں چلیں اور احمدیت کا پیغام دیں۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں گئے اور سارا گاؤں احمدی ہوگیا۔ اس استاد کے بعض دیگر عربی دان دوست اساتذہ نے بھی اس رسالہ کے ذریعہ اس دورہ میں احمدیت قبول کی اور وہ بھی اپنے مدرسوں سمیت احمدی ہوئے . یوں کل 832 بیعتیں ہوئیں۔ الحمدللہ۔

پیار بھرے شکوے

کسی وجہ سے رسالہ کے دیر سے پہنچنے یا منقطع ہو جانے پر عجیب پیارے پیارے شکوے موصول ہوتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دو شکوے ہدیہ قارئین ہیں۔

۞ ......اردن کے ایک احمدی دوست مکرم غانم صاحب لکھتے ہیں۔

''التّقْویٰ'' کی تیاری اور اسلام کا پرچم بلند رکھنے کے لئے آپ جو سعی فرماتے ہیں اس پر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ رسالہ ہمارے لئے تو پھیپھڑوں کی طرح ہے جن کے ذریعہ ہمیں پاک صاف روحانی ہوا میسر آتی ہے جو ہماری روحوں کو زندہ رکھتی ہے۔ براہ کرم رسالہ بھیجتے رہا کریں کہ ان حالات میں مرکز سے دور بیٹھے ہم لوگوں کے لئے تو صرف یہ رسالہ ہی تسلی کی سبیل ہے۔ ان ایام میں فتنے بڑھ گئے ہیں۔ شر اور ظلم کی طاقتیں اسلام کے نام کا سہارا لے کر ظلم پر تلی ہوئی ہیں۔ احمدیت کی حقیقت سے بے خبر لوگ ہمیں مرتد قرار دینے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۞ ......گیمبیا میں ہمارے مقامی مبلغ یولی باہ صاحب کیا ہی پیارے انداز میں لکھتے ہیں:

مَیں عرصہ سے بہت دلگیر ہوں کیونکہ ''میرے استاد'' سے میرا رابطہ ٹوٹ گیا ہے۔ یہ رسالہ تو میرے لئے ایسی لائبریری کی طرح ہے جس میں نادر و نایاب کتب ہوں اور جو ہر ماہ مجھے مل رہی ہوں۔ اے ''التّقْویٰ'' تو کب دوبارہ آئے گا۔ میری نظریں ہر لمحہ تیرے انتظار میں فرش راہ ہیں۔

اے میرے پیارے ''التّقْویٰ'' تو نے عالم اسلام کو دوبارہ زندگی بخشی ہے۔ تو نے خواب غفلت میں سوئی پڑی امت اسلامیہ کو اپنا پیغام پہنچایا۔ تو نے ملت اسلامیہ میں محبت واخوت کے رشتے تقویٰ کی بنیاد پر دوبارہ قائم کر دیئے ہیں۔ تو نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے

مطابق اسلامی تعلیمات کو پھیلایا۔اس لئے اے میرے پیارے تو شکریہ اورتعریف کا مستحق ہے۔اے پیارے ''التَّقْوی'' تواب ہم سے جدا نہ ہونا۔

اَللّٰہُ اَکْبَر خَرِبَتْ خَیْبَر

انڈونیشیاان ممالک میں سے ہے جہاں پراسلام شروع زمانہ کے نیک دل اور پاک سیرت عرب مسلمان تاجروں کے ذریعہ پہنچااور پھیلا۔ یہ عرب وہاں پر بکثرت آباد ہوگئے۔اس وجہ سے شروع سے ہی عربی زبان کا وہاں پر بڑا وسیع اور گہرا اثر ہے۔ ہزارہا دینی مدارس ہیں۔کئی عربی یونیورسٹیاں ہیں۔ ہزارہا طلباء عرب ممالک میں جا کر اعلیٰ عربی اور دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔عربی دان علماء کی یہ کثرت وہاں پر ''التقوی'' کے لئے ایک زرخیز زمین مہیا کرتی ہے۔چنانچہ انڈونیشیا سے ہمارے نہایت مخلص دوست پروفیسر ابو بکر باسلامہ صاحب (جو اَب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں) نے لکھا:

''اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ رسالہ عربی دان احمدی مسلمانوں کے لئے انسائیکلو پیڈیا سے کم نہیں۔اس سے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ثابت کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔مَیں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے یہ رسالہ ارسال فرمایا جس میں حضور انورؒ کی نصائح، جماعتی خبریں اور دیگر دلچسپ مضامین ہیں۔اگر کبھی مجھے ''التقوی'' نہ ملے یا اس کے ملنے میں تاخیر ہو جائے تو مَیں پریشان ہو جاتا ہوں۔

یونیورسٹی میں اپنے ساتھی پروفیسر حضرات کو بھی خاکسار یہ رسالہ دیتا ہے۔اسے پڑھنے کے بعد وہ مجھ سے جماعت احمدیہ کے عقائد اور دیگر موضوعات کے بارہ میں گفتگو کرتے ہیں۔اب ان کے ذہنوں سے احمدیت کی منفی تصویر زائل ہو چکی ہے۔ان میں سے بعض کے اسماء ارسال ہیں تا ان کو آپ براہ راست رسالہ بھجوایا کریں۔ ان میں سے بعض ازہر یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور بعض یہاں مرکزی وزیر بھی رہ چکے ہیں''۔

ایک اور خط میں تحریر فرمایا:

''الحمدللہ ''التقوی'' کے جون اور جولائی 89ء کے دو نسخے مل گئے ہیں۔ان میں شائع شدہ مضامین بہت عمدہ اور بڑے معیاری ہیں۔ایسے ہی مضامین کی تبلیغ و تربیت کے لئے ضرورت ہے۔

یہاں ''لاہوریوں'' (غیر مبایعین) نے 24 اور 25 دسمبر 89ء کو جوبلی منائی۔ اس موقعہ پر انہوں نے مختلف اسلامی جماعتوں کو دعوت دی۔ ہم بھی مدعو تھے۔ انہوں نے بہت لٹریچر بھی شائع کیا جس میں جماعت کو ضال اور خارج از اسلام قرار دیا اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت کا قطعاً کوئی دعوی کہیں نہیں کیا بلکہ یہ (نعوذ باللہ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اختراع ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کی باتوں سے لوگ ان کی طرف مائل ہوں گے۔

مگر ان کے جلسوں میں خدا کی تقدیر ظاہر ہوئی اور جماعت احمدیہ اور دیگر لوگوں کی طرف سے سوالوں کے دوران انہیں بری طرح زک اٹھانا پڑی۔ حاضرین میں بڑے بڑے علماء تھے جنہوں نے ان سے کہا کہ اگر بالفرض مرزا صاحب ہی حقیقی مسیح موعود ہیں تو لازماً وہ غیر تشریعی نبی ہوں گے۔ یہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ یہی یہاں کے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

اس دوران ایک مسلمان عالم دین کھڑے ہوئے اور ثابت کیا کہ حضور علیہ السلام نے بغیر شریعت والی نبوت کا دعوی کیا ہے۔ پھر انہوں نے ''التقوی'' رسالہ کا ایک شمارہ نکال کر کہا کہ یہی جماعت حقیقی جماعت ہے اور یہی اسلامی تعلیم پھیلا رہی ہے اور قرآن کی زبان کو زندہ کر رہی ہے۔ قرآنی تعلیم کو پھیلانا اسی کی خصوصیت ہے۔

یہ واقعات اللہ تعالیٰ کی تائید کا نشان ہیں اور اِنِّی مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ کی بشارت کو پورا کرنے والے ثبوت۔ اَللّٰہُ اَکْبَر خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔''

دعوت مقابلہ دینے والے بزرگ کی بیعت

یمن کے ایک بزرگ، جن کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں، احمدیت سے اپنے ابتدائی تعارف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اتفاقاً آپ کے رسالہ ''التقوی'' کا چوتھا اور پانچواں شمارہ میری نظر سے گزرا۔ میں آپ سے یہ بات چھپا نہیں سکتا کہ نہ جانے کیوں مجھے آپ کی دعوت کے بارہ میں انشراح صدر محسوس ہو رہا ہے۔ براہ کرم مجھے اپنے عقائد و تعلیم کے بارہ میں مزید معلومات بہم پہنچاویں خواہ کتب ہوں یا کچھ اور۔ آپ کے اصولوں کو دیکھ کر یا تو میں آپ کی جماعت میں شامل ہو کر اہل یمن کو

اس طرف بلاؤں گا یا آپ سے مناظرہ کر کے حق و باطل کو واضح کروں گا۔

میں کوئی معمولی شخص نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ مجھے علم بخشا ہے اور بعض اوقات رؤیا کے ذریعہ مجھے تفسیر قرآن کریم کی قدرت عطا کی گئی ہے۔ میں نے کئی غلط تفاسیر کی تصحیح کی ہے۔ مثلاً یہ کہ عذاب قبر جیسی کوئی چیز نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خلیفۃ اللہ بنایا گیا تو آپ جنت میں نہ تھے بلکہ زمین پر تھے۔ اور جب آپ نے شجرہ کھایا تو آپ اپنے مرتبہ سے گر گئے۔ انسان اور خدا کے درمیان براہ راست رابطہ ہوسکتا ہے۔ خدا نے ہر چیز انسان کے لئے مسخر کی ہے، باہم دشمنی نہیں ہونی چاہئے وغیرہ۔

اس کے علاوہ بھی اور باتیں ہیں شاید ہم ان کے بارہ میں اختلاف کریں یا اتفاق۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اصولوں پر اطلاع پاؤں تا کہ یا تو ہم اکٹھے آگے بڑھیں اور لوگوں کو ربّ العالمین کی طرف بلائیں یا پھر باہم مقابلہ پر نکلیں۔

میری ایک ہی حجت قرآن کریم ہے۔ سنت اور احادیث پر میں ایمان نہیں رکھتا سوائے ایک محدود حد تک۔ تورات و انجیل پر میرا ایمان ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ ضروری ہیں۔ اگرچہ میرا یہ بھی ایمان ہے کہ ان کتب میں بعض حصے خدا کی طرف سے نہیں بلکہ بعد میں غلطی سے دوسرے لوگوں نے اپنے انبیاء کے سیرت نامے کے طور پر داخل کر دیئے ہیں۔

صراط مستقیم صرف ایک ہی راہ ہوسکتی ہے۔ ناجی امت صرف ایک ہی ہوگی۔ سب نہیں ہوسکتیں۔

یہ میرے اصولوں میں سے بعض اصول ہیں۔ آپ بھی مجھے اپنے اصولوں سے مطلع کریں۔

میرا یہ خط مرزا صاحب کے سامنے پیش کئے جانے کی درخواست ہے۔ اگر وہ مسکرائے تو وہ حق پر ہونگے اور میں غلطی پر۔ اور اگر ان کے چہرے پر غصے کی علامات ظاہر ہوئیں تو وہ غلطی پر اور میں حق پر ہونگا۔

میرے اس خط کو حقیر نہ جانیں- میں ہاشمی ہوں- ہوسکتا ہے کہ خدا مجھے وہ دے جو کسی اور کو نہ دیا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ میں ہی ان امتوں کا مہدی ہوں۔ میں نے یہ خط ایک خاص حالت میں لکھا ہے۔ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو میں اس خط کو حقیر سمجھتا اور پھاڑ دیتا اور اپنے آپ کو مجنون خیال کرتا۔“

حضور انورؒ کا پُر معارف جواب

اس بزرگ کا یہ دلچسپ خط حضور انورؒ کی خدمت میں برائے ملاحظہ پیش کیا گیا۔آپ نے جو جواب عطا فرمایا اس کے بعض اقتباسات قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے پیش ہیں۔
فرمایا کہ ان صاحب کو لکھیں کہ:
’’آپ کا بہت دلچسپ خط ملا ہے.آپ نے آخر پر جو بات کہی ہے اس سے پہلے میں مسکرا ہی رہا تھا۔خط پڑھ کر غصہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ہمیں تو اللہ تعالی نے یہی تعلیم دی ہے کہ کوئی گالیاں بھی دے تو اس کے لئے دعا کرو اور یہ سب کچھ ہنس کر برداشت کرو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کا شعر ہے:

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

لیکن آپ کے خط میں تو گالیاں نہیں بلکہ بہت ہی اچھا مضمون تھا اور نہایت صاف گوئی سے آپ نے کام لیا ہے۔قولِ سدید سے بات کی ہے۔اس خط پر ناراض ہونا تو بڑی حماقت ہوگی۔
جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کے دعوی مہدویت کا تعلق ہے اسکے ثبوت کے لئے عام دنیا کے انسانوں کے لئے تو اور بہت سے دلائل بھی پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن آپ کو چونکہ قرآنِ کریم سے محبت ہے اور آپ اس کا باریک نظر سے مطالعہ کرتے ہیں اس لئے آپ کے لئے سب سے اچھی دلیل یہی ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی تفاسیر کا مطالعہ کر کے دیکھیں اور پھر اپنے دل کی گواہی لیں کہ کیا یہ شخص اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہے یا دوسرے لوگوں کی طرح انسانی نظر سے اور کیا لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن میں ان کا مُطَھَّرُون کا مقام ہے یا نہیں؟
آپ نے جو نکات بیان فرمائے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فراست عطا فرمائی ہے لیکن مزید رہنمائی کے لئے یہ آسمانی نور کی محتاج ہے۔آپ کے نکات احمدی تعلیم کے قریب تر ہیں لیکن تھوڑی سی اور روشنی پڑ جائے تو نُورٌ علی نور ہو جائیں......
حیات،موت،حیات کا جو تصور آپ نے پیش کیا ہے یہی درست تصور ہے لیکن قبر کا جو

روحانی مفہوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام پر روشن کیا گیا ہے اس کی روشنی میں یہ سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور ایک نیا جہان روشن ہو جاتا ہے........

یہ کہنا درست ہے کہ آدم اس دنیا میں ہی تھے جب خلیفہ بنائے گئے لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ جنت میں نہیں تھے۔ جنت اور شجرہ ممنوعہ کے متعلق میں بار بار روشنی ڈال چکا ہوں کہ جنت دراصل وہ روحانی تعلیم ہے جو انبیاء لے کر آتے ہیں۔ اس سے انحراف پہلے دنیاوی جہنم اور پھر اخروی جہنم پیدا کرتا ہے۔ شجرہ ممنوعہ، شجرہ خبیثہ کی ہی قسم ہے یعنی خدا کی تعلیم سے باہر قدم رکھنا۔

یہ درست ہے کہ انسان میں شر نہیں لیکن خیر سے باہر شر کا پہلو ہوتا ہے۔ جو جس قدر خیر سے باہر ہوگا اسی قدر شر میں ہوگا۔ خیر اور شر کی مثال روشنی اور سائے کی سی ہے۔

یہ سو فیصد درست ہے کہ انسان براہِ راست خدا سے رابطہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی بالکل درست ہے کہ ہر چیز خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کی ہے۔

قرآن کریم ہی حجت ہے اور احادیث وہی قابلِ قبول اور قابلِ استناد ہیں جو قرآن سے متناقض نہ ہوں.......

تورات وانجیل کے متعلق آپ کے نظریہ سے بالکل اتفاق ہے.......

صراطِ مستقیم ایک ہی ہوسکتی ہے، یہ درست ہے لیکن شروع سے لے کر تمام انبیاء صراطِ مستقیم پر ہی آئے ہیں۔ اس لئے ان معنوں میں اس بات کا آپ کی اس بات سے تضاد نہیں کہ تورات وانجیل پر بھی میرا ایمان ہے۔

صراطِ مستقیم تو ایک ہی ہوگی لیکن وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں یہ پیغام ہے کہ ہر شخص جو تقویٰ سے خدا تعالیٰ کی طرف جانا شروع کرے اس کو خدا اپنے قرب کی مختلف راہیں دکھاتا ہے۔

آپ کے متعلق مجھے خوشی بھی ہے اور فکر بھی۔ خوشی اس لئے کہ آپ کے اندر واضح طور پر صداقت وشرافت کی روشنی دکھائی دے رہی ہے۔ اور فکر اس لئے کہ بعض دفعہ انسان خدا تعالیٰ کے تھوڑے سے فضل اور شفقت پر ٹھوکر کھا جاتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے اور خدا کے مقرر کردہ امام سے روگردانی کر بیٹھتا ہے۔ اس صورت میں اس کا انجام وہی ہوتا ہے جو ایسے ہی ایک شخص کا ہوا جس کے بارہ میں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ

بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الأَرْضِ یعنی اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے ذریعہ ضرور اس کا رفع کرتے لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔

لیکن مَیں دعا کرتا ہوں۔ خدا سے بھاری امید ہے کہ وہ آپ کو اپنی تقوی اور رضا کی راہ پر ثابت قدم رکھے گا اور اس کی رضا کے لئے آپ قربانی کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہیں گے۔‘‘

اک نشاں کافی ہے

حضور انورؒ کے ان کلمات مبارکہ نے اس بزرگ پر جادو کا سا اثر کیا۔ چنانچہ ایڈیٹر ’’التقوی‘‘ کے نام اگلے خط میں انہوں نے لکھا:

’’آپ کے لمبے عرصہ کے بعد ملنے والے خط سے بہت خوشی ہوئی اور اس سے بڑھ کر خوشی ہمارے روحانی معلم حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ جل شانہ کے جواب سے ہوئی۔ ان کے کلمات مبارکہ واقعی ان کے مشن کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کے اس فرمان سے مَیں سو فیصد اتفاق کرتا ہوں کہ انسان بعض دفعہ تھوڑے سے علم پر جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہوتا ہے مغرور ہو جاتا ہے اور سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ اللہ کے ہاں بڑا مقام اور شان رکھتا ہے۔ واقعی مَیں آسمانی نور کا محتاج ہوں۔ ہمیں ایک ایسے امام کی اشد ضرورت تھی جو صراط مستقیم کی طرف ہماری راہنمائی فرماتا۔ جو باتیں سمجھنی مشکل ہیں وہ واضح فرماتا۔ اہل الذکر کی طرف لوٹنا واجب ہے یعنی ایسے امام کی طرف جسے اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت اور عظیم روحانی درجہ عطا فرمایا ہو۔ مومن کی یہ بڑی ہی خوش بختی ہے کہ وہ ایسے امام کی پیروی کرے جو اسے اس راہ کی طرف لے جائے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے بنائی ہے۔

حقیقت یہ ہے جس بات کی طرف بانیٔ سلسلہ احمدیہ بلا رہے ہیں (خصوصاً بیعت کے الفاظ) وہ عقل اور اس فطرت اسلام کے عین مطابق ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے۔ لہٰذا میں باوجود اپنی کم علمی کے اپنے آپ کو آپ کی طرف کھنچا ہوا پاتا ہوں تا آپ لوگوں میں شامل ہو جاؤں اور اس امام کی پیروی میں آجاؤں جسے اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے۔

سو مَیں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری یہ خواہش حضرت امام تک پہنچا دیں۔ نیز اُن سے درخواست کریں کہ میرے لئے دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نور میں بڑھائے اور

میرا دل ایمان پر مضبوط کر دے تا کہ میں بھی (اس روحانی فوج کا) سپاہی بن جاؤں۔اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے پوری جدوجہد کروں اور اللہ تعالیٰ سے غافل لوگوں کو ہوشیار کروں۔انشاءاللہ۔''

حضرت مسیح پاکؑ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ:

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

بہت بڑے عالم اور شاعر کا قبولِ احمدیت

مڈغاسکر میں ایک شامی دوست مکرم ڈاکٹر رحمون صاحب چند سال قبل احمدی ہوئے ہیں۔ وہاں پر ہمارے مبلغ مکرم صدیق احمد منور صاحب کے خط کے مطابق ''التقوی'' ہی ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کا موجب بنا۔آپ بہت بڑے عالم، زبردست مصنف اور بلند پایہ شاعر ہیں۔انہوں نے احمدیت قبول کرنے کے فوراً بعد قطر کے بعض مولویوں کی طرف سے شائع ہونے والے اعتراضات کا جواب لکھا ہے جو کتابی شکل میں چھپنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ان کا انداز استدلال نہایت انوکھا اور مؤثر ہے۔ان کا اخلاص مجھے مجبور کر رہا ہے کہ ان کے ایسے ہی ایک انوکھے جواب کو احباب کے فائدہ کے لئے یہاں درج کروں۔

مسجد مبارک قادیان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام درج ہے'' مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً''۔ ایک معترض نے کہا کہ یہ تو قرآنی آیت ہے جو خانہ کعبہ کے بارہ میں ہے۔مرزا صاحب نے اسے اپنی مسجد پر چسپاں کر دیا ہے؟ اس اعتراض کے رد میں ڈاکٹر رحمون صاحب نے دیگر جوابات کے علاوہ لکھا کہ

یہ اعتراض کرنے والے عرب، قاہرہ ائیر پورٹ پر اترتے ہیں تو اپنے سامنے بڑے موٹے الفاظ میں یہ آیت قرآنی لکھی ہوئی پاتے ہیں: اُدْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِينَ۔اب ہر چھوٹے بڑے کو پتہ ہے کہ قاہرہ خدا کے گھروں میں سے کوئی گھر نہیں ہے۔بے شک اس شہر میں سینکڑوں مسجدیں ہیں مگر اس کے اندر دنیا بھر کے خصوصاً یورپ اور امریکہ کے سیاحوں کی ''خاطر تواضع'' کے لئے جوئے، شراب اور ہر قسم کی ''عیاشی'' کے ہزارہا اڈے بھی قائم ہیں۔پھر

عیسائی مشنریوں کے گڑھ ہیں۔امریکہ کے جاسوسی کے اڈے ہیں۔اس کے باوجود اس شہر کے ماتھے پر یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے: اُدْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِین اور کوئی مولوی یا شیخ اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ بے شک ہر احمدی دعا گو ہے کہ قاہرہ دوبارہ امن کا گہوارہ بن جائے کہ اس شہر نے صدیوں خدمت اسلام کی ہے۔ نیز اس لئے کہ اسی میں اسلام کی عظمت ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ قادیان کی مسجد مبارک کے ماتھے پر'' مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً'' پڑھ کر یہ مولوی کیوں سیخ پا ہوجاتے ہیں؟ کیا جوئے، شراب اور بدکاری کے اڈوں سے اٹا پڑا یہ شہر ان لوگوں کے نزدیک خدا کے گھروں سے زیادہ پُرامن ہے۔

پھر کیا یہ مولوی لوگ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مشہور قول بھول گئے جو آپ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا۔آپؐ نے فرمایا تھا: مَنْ دَخَلَ بَيْتَ اَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ کہ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ امن پا گیا۔حالانکہ ابو سفیان کا گھر اس وقت تک کفر و شرک، بتوں کی عبادت اور خدا اور رسول کی دشمنی کا گڑھ تھا۔اگر ایسا گھر لوگوں کے لئے امن کا باعث بن سکتا تھا تو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنائے ہوئے خدا کے اس گھر یعنی مسجد مبارک قادیان کے بارے میں تبرک اور تفاؤل کے طور پر کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔

مفتیٔ اعظم کی حضور انورؒ سے ملاقات

ایک عرب ملک کے مفتیٔ اعظم، جن کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں، اپنے پہلے خط میں رسالہ ''التقوی'' اور احمدیت سے اپنے ابتدائی تعارف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پانچ سال قبل میری ملاقات سپین میں ایک احمدی بھائی سے ہوئی تھی۔اس وقت سے آپ کا یہ رسالہ متواتر مجھے پہنچ رہا ہے۔خاکسار خود بھی اسے بڑی توجہ سے پڑھتا ہے اور دوست احباب بھی پڑھتے ہیں۔اس سے ہمیں بہت ہی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ براہ کرم یہ رسالہ ہمیں بھیجتے رہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی اسلام کی راہ میں یہ خدماتِ جلیلہ قبول کرے۔آمین۔

ان کا یہ خط جب حضور انورؒ کی خدمت میں بغرض ملاحظہ پیش ہوا تو آپ نے اس پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

''التقویٰ'' کی وہی قدر کرسکتا ہے جسے تقویٰ کی آنکھ اور تقویٰ کا دل عطا ہوا ہو۔اس زمانہ میں جب کہ علم تو ہے مگر تقویٰ کا بحران ہے، آپ کا خط آپ کی سعید، منکسر مزاج، متقیانہ شخصیت کو ایک بلند روشن مینار کے طور پر پیش کررہا ہے۔ زاد اللّٰہ فی حبکم، و جزا کم اللّٰہ احسن الجزاء۔''

حضور انورؒ کا یہ پیغام جب مفتی صاحب کو پہنچایا گیا تو انہوں نے تحریر فرمایا: آپ کے جواب کا بہت شکریہ۔آپ کے لئے دل سے دعا کی ہے۔''کارثۃ الخلیج'' کتاب بھی مل گئی ہے جسے اول سے آخر تک پڑھا ہے۔یہ خطبات مجلّہ ''التقویٰ'' میں بھی (جو اہل انصاف اور غیر متعصب لوگوں کے لئے نہایت مفید ہے) پڑھے تھے۔اللہ تعالیٰ مولانا الامام کو اپنی حفاظت میں رکھے۔آمین۔

رسالہ ''التقویٰ'' کی پرشوکت زبان، نفاست، دیدہ زیبی اور مفید معلومات پر ہم آپ کو بہت مبارکباد پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت پر اکٹھا رکھے۔آمین۔

پھر حضور انورؒ سے ان بزرگ کا پیار اتنا بڑھا کہ حضور سے عرض کی کہ میں اپنے کسی کام کے لئے مع اہلیہ، بیٹی اور بیٹا لندن آرہا ہوں اور حضورؒ سے ملاقات کا خواہاں ہوں۔چنانچہ یہ تشریف لائے اور حضور سے مل کر بہت خوش ہوئے۔بہت سی تصاویر اتروائیں۔حضور انورؒ بھی ان کے اخلاص سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں تحائف سے نوازا۔فالحمدللہ علی ذلک۔

مجلّہ ''التقویٰ'' انٹرنیٹ پر

سن 2000ء سے لے کر آج تک کے مجلّہ ''التقویٰ'' کے شمارہ جات ہماری عربی ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہیں۔اور اس کے بھی بہت مبارک ثمرات ملنے لگے ہیں۔الحمدللہ۔

❁...... ہالینڈ میں مقیم ہمارے ایک مصری احمدی دوست خالد صالح صاحب پیشہ صحافت سے منسلک ہیں۔آپ ایک بلند پایہ دینی علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔بہت دیندار تھے مگر مُلّاؤں کی دین میں شدت پسندی کے خلاف تھے۔مسلمانوں کی بری حالت دیکھ کر اور اس کا کوئی حل نہ پا کر اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ عیسائیت کے جال میں جا پھنسے حتی کہ ایک عیسائی عورت سے شادی کرلی۔مگر ان لوگوں کو اندر تک دیکھ کر انہیں بھی چھوڑ دیا۔چونکہ سچے دل سے تلاش حق میں سرگرداں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی سرگردانی پر رحم فرمایا اور احمدیت کے ذریعہ انہیں

دوبارہ آغوشِ اسلام میں لے آیا۔ہالینڈ میں کسی سٹال پر تفسیر کبیر (عربی) اور مجلّہ ''التقوی'' ان کے ہاتھ لگا جو ان کی ہدایت کا موجب بنا۔ان کے دوبارہ اسلام لانے کا بڑا دلچسپ خط ''التقوی'' میں چھپ چکا ہے۔

خالد صالح صاحب بتاتے ہیں کہ گزشتہ دنوں وہ انٹرنیٹ پر گفتگو کے ایک پروگرام میں شریک تھے۔ وہاں مختلف مکاتب فکر کے مسلمان عربی میں خیال آرائی کر رہے تھے اور موضوع تھا''نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کی طرف سے کیئے ہوئے جادو کا اثر''۔اس دوران ایک مراکشی مسلمان شریک گفتگو ہوا اوراس نے اس باطل نظریہ کے خلاف ایسے مسکت اور معقول جواب دیئے کہ سب بہت خوش ہوئے اور پوچھنے لگے کہ یہ زبردست معلومات اور مضبوط دلائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے ہیں؟ اس مراکشی مسلمان نے کہا کہ مَیں نے جماعت احمدیہ کے انٹرنیٹ پر شائع ہونے والے عربی لٹریچر اور رسالہ ''التقوی'' سے یہ دلائل اخذ کئے ہیں۔اس پر ان سے کہا گیا: اس کا مطلب ہے تم احمدی ہو؟ وہ کہنے لگے کہ میں احمدی تو نہیں مگر اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ احمدیوں کے اکثر عقائد سے مجھے اتفاق ہے۔ انہی کے عقائد اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی شکل میں پیش کرتے ہیں جو اصل، حقیقی، خوبصورت اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

۞......اسی طرح امیر صاحب سینیگال محترم منور احمد صاحب خورشید نے MTA جرمنی کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ جب سے انٹرنیٹ پر مجلّہ ''التقوی'' دیا جانے لگا ہے فوری تبلیغی و تربیتی ضرورتیں پوری کرنے میں بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ ہم انٹرنیٹ سے ''التقوی'' کے بنے بنائے مضامین فوراً لے کر چھاپ لیتے ہیں اوراس سے نومبائعین کی بروقت راہنمائی ہو جاتی ہے۔

مجلّہ ''التّقوٰی'' کا خلافت جوبلی نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت اورنصائح کی روشنی میں مجلّہ التقوی کا خلافت جوبلی نمبر تیار ہوا جس میں خلافت کے موضوع پر مضامین، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کے مبارک ادوار میں ہونے والی ترقیات، اہم واقعات، تحریکات، اور عرب ممالک میں جماعت احمدیہ کی تاریخ، مبلغین کرام کی خدمات، صلحاء العرب

وابدال الشام کا ذکر خیر، جماعت احمدیہ کی عربوں کے لئے خدمات اور عصر حاضر کے عرب احمدیوں کے تاثرات اور سینکڑوں قدیم وجدید احمدیوں کی تصاویر محفوظ کر دی گئی ہیں۔

تازہ واقعات

التقویٰ کے بارہ میں اس مضمون کے آخر پر دو تازہ واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

❁...... سیرالیون کے علاقے Rukupur (روکوپور) میں ایک استاد ہیں جو عربی نہیں جانتے لیکن عربی سے لگاؤ ہے۔ ہمارے مبلغ مکرم محمد نعیم اظہر صاحب نے انہیں التقویٰ کے بعض شمارے دیئے، جن میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بعض مضامین تھے، ان استاد صاحب نے کسی عرب سے پڑھوا کے یہ مضامین سنے، اور ان کا مفہوم جاننے پر احمدی ہو گئے، یہ 2003ء کا واقعہ ہے۔

❁...... نائیجر کے مبلغ سلسلہ مکرم اصغر علی بھٹی صاحب نے ایک تازہ واقعہ ارسال کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

کچھ دنوں کی بات ہے کہ خاکسار نائیجر کے شہر ''برنی کونی'' میں ایک دکان سے نکل کر گاڑی ریورس کر رہا تھا شیشہ میں پیچھے دیکھا تو ایک شخص بڑے ٹرک سے اتر کر میری گاڑی کی طرف دوڑتا آ رہا تھا اور دونوں ہاتھوں سے رکنے کا اشارہ بھی کر رہا ہے۔ خاکسار نے گاڑی کھڑی کر لی اتنے میں وہ شخص بھی پہنچ گیا، سلام کے بعد اس نے پوچھا: احمدیہ؟ یعنی کیا آپ کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے؟ مَیں نے کہا جی میں جماعت احمدیہ کا مبلغ ہوں۔ اس نے کہا: مَیں ایک ٹرک ڈرائیور ہوں۔ الجزائر کا رہنے والا ہوں اور اس وقت براستہ نائیجر اسی طرف جا رہا ہوں۔ ابھی اس شہر سے گزرتے ہوئے آپ کی گاڑی پر جماعت کا سٹکر دیکھا تو آپ سے ملنے کے لئے آ گیا۔

اس کے ہاتھ میں رسالہ التقویٰ کی بہت پرانی کاپی تھی جو اس کو سفر کے دوران ''مالی'' میں کسی نے دی تھی۔ اس نے مجھے پرانی کاپی دکھاتے ہوئے بتایا کہ اس میں درج تمام مضامین اس نے اتنی بار پڑھے ہیں کہ وہ اسے زبانی یاد ہو گئے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے مجھ سے رسالہ التقویٰ کی کچھ کاپیاں مانگیں۔ مَیں نے کہا کہ میرے پاس گاڑی میں تو نہیں ہیں تاہم مشن ہاؤس

جا کر دی جاسکتی ہیں۔ اس نے کہا کہ ابھی اس کا سفر بہت لمبا ہے اور رکنے سے قاصر ہے، لہٰذا اس نے مجھ سے ایڈریس وغیرہ لے لیا اور وعدہ کر کے گیا ہے کہ جب اگلی دفعہ اس شہر سے گزرے گا تو جماعت کے بارہ میں تفصیل سے بات ہوگی۔

۞ ...... جلسہ سالانہ برطانیہ 2011 کے دوسرے دن کے خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

امسال 7/جولائی 2011ء کوٹوکیو میں انٹرنیشنل بک فیئرز کے موقع پر سعودی عرب کے سفیر نے بھی جماعت کے سٹال پر وزٹ کیا اور قرآنِ کریم کے تراجم کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہا۔ عربی زبان میں لٹریچر کا پوچھا، اتفاق سے اُس وقت سب سے اوپر 'التقویٰ' کا ایک پرانا شمارہ پڑا ہوا تھا۔ سفیر صاحب نے اُسے کھول کر دیکھنا شروع کیا تو جو صفحہ سب سے پہلے کھلا اس پر مسجد فضل لندن کے افتتاح کے موقع پر شاہ فیصل کی تصویر اور اہلِ عرب کے لئے جماعت احمدیہ کی خدمات کا تذکرہ تھا۔ سفیر موصوف نے غیر معمولی دلچسپی سے مضمون کو پڑھنا شروع کیا اور جماعت کا تعارف حاصل کرنے کے لئے سٹال پر بیٹھ گئے۔ بعد میں اُنہیں باقی لٹریچر پہنچایا گیا۔

التقوی کے ادارتی اور تحریری بورڈ کی حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ 2009 میں ایک یادگار تصویر

اراکین عربک ڈیسک کی حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ 2009 میں ایک یادگار تصویر

بلادِ عربیہ میں مزید مبلغین کی روانگی

عربی زبان میں تبلیغی لٹریچر اور کتب کے تراجم کی تیاری کے لئے مرکز کی طرف سے وقتاً فوقتاً مبلغین کرام کو عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے عرب ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔

1993ء سے جماعت کی طرف سے بعض مبلغین کو بلادِ عربیہ میں بھجنے کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔ اس کھیپ کے پہلے مبلغ مکرم عبدالمجید عامر صاحب (حال عربک ڈیسک یوکے) تھے۔ آیئے ان سے ان کے اس سفر کی بابت سنتے ہیں۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ اور عربی زبان سے شغف

مَیں نے 1972ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوکر 1979ء میں شاہد کا امتحان پاس کیا۔ جامعہ کے زمانہ میں عربی زبان سے خاص شغف تھا خصوصًا ادب عربی کی بعض کتب سے جو ذاتی مطالعہ میں ہوتی تھیں۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ عربی زبان کے کسی ایک رائٹر کا نام لوں جو میرے نزدیک سب سے بہتر ہے تو میں مصطفیٰ لطفی المنفلوطی کا نام لوں گا، ان کی کتاب ''اَلْعَبَرَات'' کا تو جواب نہیں، اس کتاب کے مطالعہ نے میرے دل میں عربی ادب کا غیر معمولی شوق پیدا کردیا۔

{مصطفیٰ لطفی منفلوطی (1876ء-1924ء) مشہور مصری ادیب ہیں جو اپنے منفرد عربی اسلوب کی وجہ سے پوری عرب دنیا میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ والدہ ترکی ہونے کے باوجود یہ عربی کے عہد ساز ادیب بنے، اور فرنچ زبان کے نہایت محدود علم کے باوجود بعض دوستوں کی مدد سے بے شمار فرانسیسی روایات کا ایسے انداز میں ترجمہ کیا کہ ہر کتاب اور ہر روایت ادب عربی کا

شہ پارہ بن گئی۔ شاید انہیں غم و دکھ کو نہایت مؤثر طریق پر بیان کرنے کی ماورائی قوت عطا ہوئی تھی۔ ان کی کتاب ''اَلْعَبَرَات'' مختلف کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا مطلب ہے ''آنسو''، اور یہ حقیقت ہے کہ ان کہانیوں کو پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں۔ ندیم}

جامعہ کا مقالہ

عربی زبان سے مذکورہ شغف کی بناء پر ہی مَیں نے جامعہ کے آخری سال میں مقالہ کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''شہادۃ القرآن'' کا عربی ترجمہ کیا تھا۔ اور شاید جامعہ احمدیہ میں مقالہ کے طور پر کسی کتاب کے عربی ترجمہ ہونے کا یہ پہلا موقع تھا۔ میرے اس مقالہ کے نگران مکرم ملک مبارک احمد صاحب (مرحوم) تھے، جو کہ عربی زبان کے علم میں ایک سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ ظاہر ہے مجھے تو عربی زبان کا سطحی سا علم تھا لیکن ملک صاحب نے اس ترجمہ میں میری بہت مدد کی اور ہر قدم پر راہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

بیرون ممالک خدمت کی توفیق اور عربوں سے رابطہ

جامعہ پاس کرنے کے بعد کچھ عرصہ پاکستان میں مختلف جماعتوں میں خدمت کی توفیق پائی، پھر 1986ء میں پہلی دفعہ سویڈش زبان سیکھنے کے لئے مجھے سویڈن بھجوا دیا گیا۔ جہاں مَیں نے شروع شروع میں سکول میں داخلہ لے کر زبان سیکھی لیکن بعد میں امیر و مشنری انچارج کی ذمہ داری کی وجہ سے اس طریق پر زبان سیکھنے کا سلسلہ نہ چل سکا۔

ان دنوں سویڈن میں ایک مصری احمدی مصطفیٰ کامل جامع صاحب رہا کرتے تھے جن سے اکثر رابطہ رہتا تھا۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے خطبات کی کیسٹس مختلف ممالک میں ارسال کی جاتی تھیں، اور عربی ترجمہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے مصطفیٰ کامل صاحب انگریزی ترجمہ سنا کرتے تھے، اور کئی دفعہ مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ حضور کا خطبہ سنتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ حضور انور کا اگلا خطبہ آنے تک مَیں پہلے خطبہ کو متعدد بار سنتا ہوں۔ خدا کے فضل سے وہ آج بھی زندہ ہیں اور اخلاص کے اسی اعلیٰ معیار پر قائم

ہیں۔

اس کے بعد 1989ء میں میرا تبادلہ سیرالیون ہو گیا۔ وہاں پر بھی بعض عرب فیملیز موجود تھیں لیکن کئی دہائیوں سے وہاں پر ہی رہنے کی وجہ سے یہ عرب فصحیٰ عربی سے بہت دور ہو گئے تھے۔ سیرالیون کے دوسرے بڑے شہر ''کینیما'' میں ایک لبنانی الاصل احمدی مکرم خلیل احمد سلکیکی صاحب رہتے تھے ان کے ساتھ میرا رابطہ رہتا تھا، کیونکہ ان کی عربی کافی اچھی تھی، وہ اکثر رسالہ ''التقویٰ'' پڑھتے تھے۔ انہوں نے کچھ عربی قصیدے بھی لکھے جن میں سے بعض التقویٰ میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

عربی زبان میں تخصّص

1991ء میں جب میں سیرالیون سے واپس پاکستان گیا تو بعض دیگر مربیان کرام کے ساتھ میرا نام بھی عربی زبان میں تخصّص کے لئے پیش ہوا۔ تخصّص کے ساتھ حسب ارشاد جامعہ احمدیہ میں عربی زبان کی تدریس کی ڈیوٹی بھی ادا کرنے کا موقعہ ملا۔

عربی زبان کی تعلیم کے لئے شام روانگی

مَیں ابھی پاکستان میں ہی تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا ارشاد موصول ہوا کہ پاکستان میں موجود مختلف عرب ممالک کے سفارتخانوں سے رابطہ کر کے جائزہ لوں کہ کسی عرب ملک کا سٹڈی ویزا مل سکتا ہے یا نہیں۔ مجھے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا کم از کم میرے لئے کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ تقریباً سب ممالک کی طرف سے دو بنیادی معیار تھے جن پر مَیں پورا نہیں اترتا تھا۔ ایک تو تعلیم بی اے ہونی چاہئے تھی جبکہ مَیں ان کے لحاظ سے محض میٹرک پاس تھا، دوسرا میری عمر ان کی مطلوبہ عمر سے زیادہ تھی۔

1993ء میں مجھے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ اور بعد از جلسہ واپسی سے ایک دن قبل جب حضور انورؒ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو حضور نے دریافت فرمایا کہ آپ کا پروگرام کیا ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور کل میری فلائٹ ہے۔ آپ نے فرمایا: کوئی جلدی کی ضرورت نہیں، یہاں عربک ڈیسک میں بیٹھ کر کام سیکھو اور یہاں سے مختلف عرب ممالک کے

سفارتخانوں سے رابطہ کر کے دیکھو کہ آپ کو ویزا مل سکتا ہے یا نہیں۔
لندن میں مختلف عرب سفارتخانوں سے رابطہ کیا تو وہی جواب ملا جو پاکستان میں ملا تھا بلکہ انہوں نے ایک بات کا اضافہ بھی کر دیا کہ ہم زائر کو اس طرح کا ویزہ نہیں دے سکتے بلکہ اسے اپنے ملک میں جا کر ویزہ لینا ہوگا۔
حضور انورؒ نے ایک مخلص احمدی عرب دوست کا نام لے کر فرمایا کہ ان سے کہیں کہ اس بارہ میں کوشش کریں۔ چنانچہ اس احمدی دوست کی کوششوں سے مجھے شام کا ویزہ مل گیا اور مَیں اکتوبر 1993ء میں شام پہنچ گیا۔

انسٹیٹیوٹ میں داخلہ اور حضورؒ کا پُر حکمت ارشاد

ابتدائی کچھ دن ہمارے سیرین احمدی بھائی مکرم مسلم الدروبی صاحب کے گھر پر گزارے، بعد ازاں غیر ملکیوں کے لئے عربی سکھانے والے حکومتی انسٹیٹیوٹ میں مجھے داخلہ مل گیا جس کا نام ''معهد تعليم اللغة العربية لغير الناطقين بها'' تھا۔ داخلہ سے قبل میرا ہلکا سا ٹیسٹ لیا گیا اور زبان کے معیار کے لحاظ سے مجھے اس کی آخری کلاس میں رکھا گیا۔ لیکن چند دن کی پڑھائی کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ یہ انسٹیٹیوٹ بہت ابتدائی قسم کا ہے جس سے شاید مجھے خاطر خواہ فائدہ نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا مَیں نے اپنی یہ رائے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھنے کے ساتھ یہ بھی عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو کسی بہتر سکول میں داخلہ کی کوشش کی جائے۔ کچھ دنوں کے بعد حضور انور کا ارشاد موصول ہوا کہ مجھے پتہ ہے آپ کو کتنی عربی آتی ہے۔ آپ تو اس انسٹیٹیوٹ کی آخری کلاس میں ہیں لیکن مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس کی پہلی کلاس میں منتقل ہونے کی کوشش کریں اور بچوں کی طرح پڑھیں۔ چنانچہ مَیں نے ایسے ہی کیا۔ اور یہی فیصلہ درست تھا کیونکہ مجھے عربی زبان کے بڑے بڑے لفظ اور جملے اور قدیم عربی ادب کے بارہ میں تو کچھ علم تھا لیکن بنیادی امور سے اس قدر شناسائی نہ تھی۔ مختصر دورانیہ کی ان پہلی کلاسوں میں پڑھنے سے یہ بنیادی امور راسخ ہو گئے۔ اس انسٹیٹیوٹ میں تقریباً ایک سال تک تعلیم حاصل کی۔
چونکہ سکول کی پڑھائی تو بالکل ہلکی پھلکی تھی اور کسی عرب ملک میں قیام سے اصل مقصد وہاں رہ کر کثرت سے زبان بولنے، ذاتی طور پر کثرت مطالعہ کرنے اور ترجمہ وغیرہ کے

کام کی پریکٹس کرنا تھا۔اس لئے میرا طریق یہ تھا کہ روزانہ ایک عربی اخبار خریدتا اور اس کو شروع سے لے کر آخر تک مکمل پڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔شروع میں تو جو الفاظ اور استعمالات مشکل لگتے تھے میں ان کو لکھ لیا کرتا تھا اور سکول میں کلاس شروع ہونے سے پہلے یا بعد اپنے استاد سے ٹائم لے کر سمجھانے کی درخواست کرتا۔

فیصلہ آپ خود کریں، خدا کی بات ماننی ہے یا علماء کی!

میرے استاد کا نام عرفان المصری تھا اور وہ نہایت قابل اور مخلص انسان تھے جن کی مدد اور راہنمائی سے مَیں نے بہت فائدہ اٹھایا۔اس استاد کا طریق تھا کہ تدریس کے دوران بعض اوقات مختلف مسائل کے بارہ میں اسلامی رائے کا بھی ذکر کر دیا کرتا تھا، شاید اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یورپین سٹوڈنٹس اس کے خلاف ضرور بولیں گے اور اس طرح عربی بولنے کی پریکٹس ہوگی۔

ایک دن اس نے ذکر کیا کہ اسلام چار قسم کے آدمیوں کو قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے جن میں ایک مرتد بھی ہے۔مَیں نے عرض کیا کہ آپ کی شخصیت ہمارے لئے بڑی محترم ہے لیکن مجھے آپ کے اس نظریہ سے اختلاف ہے۔انہوں نے کہا: پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ مَیں نے کہا کہ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْراً لَّمْ يَكُنِ اللّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلاً۔ (النساء: 138)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے اور انہیں راستہ کی ہدایت دے۔

اس کے بعد مَیں نے جماعت کا موقف اور استدلال پیش کیا کہ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو پہلی دفعہ کفر اختیار کرنے کے بعد ایمان لانے کی نوبت ہی نہ آتی بلکہ اس کی بجائے تو پھر قتل کا حکم ہونا چاہئے تھا۔پھر متعدد دفعہ ایمان لانے اور ارتداد اختیار کرنے کے باوجود کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ بالآخر ان کو قتل کر دو بلکہ یہ ذکر ہے کہ اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔

میری یہ بات سن کر وہ اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کچھ دیر تو خاموش رہے پھر بولے کہ آپ

کی بات تو منطقی ہے لیکن تمام علماء کا تو یہی فتویٰ ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے اپنی طرف سے کوئی بات پیش نہیں کی۔ مَیں نے تو قرآن کریم کی آیت پیش کی ہے، اب آپ کے سامنے ایک طرف علماء کا فتوی ہے ایک طرف قرآن کریم کا فرمان ہے، آپ خود فیصلہ کرلیں کہ آپ نے کس کی بات ماننی ہے۔

نیز مَیں نے عرض کیا کہ اس غلط عقیدہ کے ردّ میں صرف یہ ایک ہی دلیل نہیں ہے بلکہ اگرآپ چاہیں تو مَیں اس موضوع پر آپ کو مزید مواد فراہم کرسکتا ہوں۔ ان کی خواہش پر مَیں نے اگلے دن ہمارے سیرین احمدی مکرم محمد منیر ادلبی صاحب کی کتاب ''قتل المرتد'' انہیں لا کر دی۔ ان کی یہ کتاب بنیادی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی کتاب ''مذہب کے نام پر خون'' اوراس موضوع پر حضورؒ کے دیگر لیکچرز سے ماخوذ ہے۔ چند دنوں کے بعد میرے استاد نے یہ کتاب مکمل پڑھ کر جب مجھے واپس دی تو کہنے لگے کہ واقعی یہی درست رائے ہے جونہایت منطقی اور مدلل ہے اور آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہی حقیقی اسلامی نقطۂ نظر ہے۔

اسی طرح کے بعض دیگر امور کی وجہ سے استاد عرفان کے ساتھ ایک بہت اچھا احترام کا تعلق قائم ہوگیا تھا۔ ایک دن انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کا ایک عزیز ہے جو کسی عرب ملک میں چیف جسٹس بھی رہے ہیں انہوں نے اسلامی سزاؤں کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کی جائے گی، اور میری خواہش ہے کہ آپ بھی اسے ایک دفعہ دیکھ کر اپنی رائے دیں۔ مجھے اس کتاب کا مسودہ دے دیا گیا جس کو پڑھ کر مَیں نے متعدد مقامات پر اپنے مختصر نوٹس لکھ دیئے۔ جب مؤلف نے ان کو پڑھا تو استاد عرفان سے کہا کہ مَیں اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور یوں ایک دن استاد عرفان مجھے لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ اس نے بھی استاد عرفان کی طرح مجھے کہا کہ مَیں نے تو علماء کی متفق علیہ آراء کا ذکر کیا ہے لیکن آپ نے اپنے نوٹس میں آیات واحادیث کے حوالے سے مختلف رائے دی ہے۔ اگرچہ آپ کی بات بالکل درست ہے لیکن اگر مَیں اسے درج کر دوں تو نہ تو میری یہ کتاب چھپے گی نہ ہی کسی کالج یا یونیورسٹی کے نصاب میں لگ سکے گی۔ مَیں نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو اس سے قبل استاد عرفان کو دیا تھا کہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی بات ماننی ہے یا نام نہاد علماء کی۔

سیریا میں قیام کے دوران بعض علمی کام

سیریا میں قیام کے دوران مختلف مضامین کے ترجمہ کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے حضور انور کے ہومیوپیتھی کے موضوع پر ہونے والے لیکچرز کا عربی ترجمہ کرنے کا ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ ان لیکچرز کی کیسٹس مجھے بذریعہ پوسٹ ارسال کی جاتی تھیں جن کو سن کر پہلے مَیں اردو میں لکھ لیتا تھا پھر اس کا تحریری طور پر ترجمہ کر لیتا تھا۔ سیریا میں قیام کے دوران مَیں نے تقریباً بیس یا پچیس لیکچرز کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا۔

سیریا سے واپسی

سیریا میں پونے دو سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ کے بعد مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا کہ میرے خیال میں شاید اب مجھے مزید یہاں رہنے میں زبان کے لحاظ سے فائدہ نہیں ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ پھر پاکستان واپس جائیں اور جامعہ احمدیہ میں پڑھائیں۔

پاکستان جانے سے قبل مَیں نے حضور انور کی خدمت میں لکھا کہ اگر اجازت ہو تو پاکستان جانے سے قبل حضور انور کی ملاقات کا شرف حاصل کرتا جاؤں۔ حضور نے ازراہ شفقت اجازت مرحمت فرمادی اور جب مَیں ملاقات کے لئے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور نے فرمایا کہ آپ یہاں ایک طرف کسی گوشے میں لگ کے بیٹھ جائیں اور ہومیوپیتھی کے بقیہ لیکچرز کا عربی ترجمہ کریں۔ دوسری طرف حضور نے بعض احباب جماعت کو میرے وزٹ ویزہ کو مستقل ویزہ میں بدلوانے کی کوشش کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جب حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش ہوئی کہ یہاں لندن سے ایسا ہونا ناممکن ہے تو حضور نے فرمایا پھر پاکستان جا کر اس کی کوشش کریں اور ویزہ لگنے پر فیملی کے ساتھ ہی آ جائیں۔ یوں پاکستان سے ویزہ لے کر فیملی کے ساتھ مَیں اپریل 1997ء میں یہاں حاضر ہو گیا۔

چار مزید مربیان کی شام روانگی

مکرم عبد المجید عامر صاحب کے قیام شام کے دوران ہی وہاں پر عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مزید مربیان بھیجنے کی کارروائی ہونا شروع ہوئی اور وہاں کے بعض احمدی احباب کی کوششوں سے ہم چار مربیان (محمد احمد نعیم صاحب، داؤد احمد عابد صاحب، نوید احمد سعید صاحب اور خاکسار محمد طاہر ندیم) کو وہاں پر غیر ملکیوں کو عربی سکھانے والے ایک حکومتی انسٹیٹیوٹ میں داخلہ مل گیا جس کی بناء پر ویزے کا حصول بھی نسبتاً آسان ہو گیا اور ہم 30 ستمبر 1994ء کو ربوہ سے شام کے لئے عازم سفر ہوئے اور یکم اکتوبر کی صبح دمشق پہنچ گئے۔

مکرم محمد احمد نعیم صاحب نے 1990ء میں، مکرم داؤد احمد عابد صاحب اور نوید احمد سعید صاحب نے 1991ء میں جبکہ خاکسار نے 1992 میں جامعہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ 1992ء میں ہم چاروں کا تخصص ادب عربی اور صرف ونحو میں ہوا۔ تخصص کے ساتھ ساتھ جامعہ میں بعض کلاسوں میں عربی اور صرف ونحو کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا تا آنکہ شام جانے کی کارروائی مکمل ہو گئی۔

دمشق پہنچ کر حکومتی انسٹیٹیوٹ میں ہمارے داخلہ کی رسمی کارروائی کے بعد کلاسیں شروع ہو گئیں جو ہفتہ میں دو تین دن شام کے وقت مختصر دورانیہ کی کلاسوں کی شکل میں تھیں۔ اس انسٹیٹیوٹ میں تقریباً ڈیڑھ سال تک تعلیم حاصل کی، پھر دمشق یونیورسٹی کے تحت غیر ملکیوں کو عربی سکھانے والے ایک انسٹیٹیوٹ میں تین ماہ کا ایک کورس مکمل کیا۔ اس کے بعد کوشش کی تو دمشق یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا اور پھر یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے کے لئے چار سال مزید وہاں قیام کیا۔ یوں تقریباً چھ سال یعنی 1994ء سے لے کر 2000ء تک سیریا میں قیام رہا۔ اب اس عرصہ کی یادیں، واقعات، اور قابل ذکر امور پیش خدمت ہیں۔

جماعتی حالات

گو کہ شام کی جماعت بہت پرانی ہے لیکن ایک لمبے عرصہ تک حکومتی پابندیوں کی وجہ سے جماعتی سرگرمیوں کی اجازت نہ ہونے کے سبب افراد جماعت تو موجود تھے مگر جماعت کی کوئی

صورت موجود نہ تھی۔اوراس پابندی پر لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود بڑی عمر کے احمدی تو ابھی تک احمدیت پر قائم تھے لیکن آپس میں میل ملاپ کی کمی اور جماعتی سرگرمیوں اور اجتماعات کے نہ ہونے کی وجہ سے آئندہ نسل احمدیت سے قدرے دور ہوگئی تھی۔ نیز نئی نسل کے اکثر نوجوان پرانے احمدیوں کو جانتے تک نہ تھے۔اس عرصہ میں ان کو نہ تو آپس میں بیٹھنے اور جماعت کے حالات سننے سنانے کا کوئی قابل ذکر موقعہ ملا تھا، نہ آپس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کی سیرت کے ایمان افروز واقعات کے تذکرے ہوئے۔اس لئے ان میں احمدیت کا حقیقی رنگ منتقل نہیں ہو سکا تھا۔

ایک خوشگوار تبدیلی

ہمارے شام میں پہنچنے کے بعد ہمیں مرکز کی یہی ہدایت تھی کہ آپ کے قیام کی غرض عربی زبان کی تعلیم ہے اس کے علاوہ وہاں کے احمدیوں سے میل ملاپ میں بھی ملکی قوانین کوملحوظ رکھیں۔وہاں کے قوانین وحالات تو اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی دینی سرگرمیاں منعقد ہوں۔تاہم ملنے ملانے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔لہذا جب جب احمدیوں کو پتہ چلا وہ ہمیں ملنے کیلئے آتے رہے۔دوسری طرف ہم بھی وقتاً فوقتاً پرانے اور نئے احمدیوں سے ملنے کے لئے آتے جاتے رہتے تھے۔کئی دفعہ ایسے ہوتا کہ ہمارے ہاں کوئی بزرگ احمدی تشریف لائے ہوتے اور کوئی نوجوان احمدی ملنے آجاتا تو ہمیں یہ جان کر حیرانی ہوتی کہ ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود یہ ان کی پہلی ملاقات ہے۔اس لئے ہمیں ہی ان دونوں کوایک دوسرے سے متعارف کروانا پڑتا تھا۔اس کے علاوہ کئی احمدی احباب وقتاً فوقتاً دعوتیں بھی کرتے رہتے تھے، نیز ہم بھی احباب جماعت کی دعوتیں کرتے تو قصداً کچھ نئے اور کچھ پرانے احمدیوں کو بلا لیتے۔اس طرح ان سب کا آپس میں تعارف ہو جاتا تھا۔یوں ملکی قوانین کے اندر رہتے ہوئے جماعتی سرگرمیوں کے بغیر محض ملنے ملانے سے ہی افراد جماعت کے آپس میں تعلقات مضبوط ہو گئے۔کئی نوجوانوں کا ہمارے ہاں آنا جانا ہوگیا۔ہم بھی ان کے ساتھ بولنے سے فائدہ اٹھاتے اوران کوبھی مختلف موضوعات کے بارہ میں اپنی معلومات کسی قدر بڑھانے کا موقع مل جاتا تھا۔

اُس وقت ان امور کی بہت اہمیت تھی، کیونکہ جماعت کی کتابیں میسر نہ تھیں، آپس کے

تعلقات بہت محدود ہو کر رہ گئے تھے، بہت کم احمدی خلیفہ وقت کو خط لکھتے تھے اور جو لکھتے تھے ان کو خلیفہ وقت کی طرف سے مرسلہ جواب پہنچتے نہیں تھے بلکہ ضبط ہو جایا کرتے تھے۔ آج خدا تعالیٰ نے اس طرح کی بندشوں کو ختم کر دیا ہے۔ آج احمدی جہاں کہیں بھی ہوں، عربی ویب سائیٹ، عربی چینل، اور ای میلز کے ذریعہ خلیفہ وقت اور تمام دنیا کے احمدیوں کے ساتھ رابطہ کر سکتا ہے۔ اور یہ ظاہری قدغنیں بے معنی ہوگئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دروازے کھول دیئے ہیں۔

ایک یادگار رات

گو کہ گاہے گاہے احمدی احباب کے ساتھ ملاقاتوں میں مختلف امور کے بارہ میں بات ہوتی رہتی تھی لیکن ایک رات بطور خاص یادگار ہے۔ دمشق سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر حوش عرب نامی ایک بستی میں کچھ احمدی رہتے ہیں انہوں نے ہمیں دعوت پر بلایا اور شام کے کھانے کے بعد انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے بارہ میں کچھ بتائیں۔ ہم باری باری حضور علیہ السلام کی سیرت کے واقعات بیان کرتے رہے، یہ سلسلہ نمازِ تہجد تک جاری رہا۔

ہمارا پڑھائی کا طریق

چونکہ ہم چار دوست ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات مرکزی لائبریری چلے جاتے تھے جہاں مختلف پڑھے لکھے دوستوں کے ساتھ بات چیت کے علاوہ نئے عربی اخبارات ورسائل اور کتب کا مطالعہ کرنے کا موقع مل جاتا۔ گھر میں رہنے کی صورت میں گھر میں موجود اخبارات و کتب کے علاوہ مختلف آرٹیکلز کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، نیز لقاء مع العرب اور مختلف عربی چینلز پر خبریں باقاعدگی سے دیکھتے تھے۔

ہم آپس میں بھی عربی بولنے کی کوشش کرتے تھے نیز گھر میں فجر کے بعد تفسیر کبیر (عربی) کا درس ہوتا اور خطبہ جمعہ بھی عربی زبان میں ہوتا تھا۔

عصر حاضر کے عرب اور عربی زبان

سیریا جانے سے قبل ہمارے ذہنوں میں یہ تصور تھا کہ وہاں لوگ فُصحٰی عربی بولتے ہوں گے اور ہم جہاں بھی جائیں گے اور جس کے ساتھ بولیں گے ہماری عربی کی پریکٹس ہوتی جائے گی اور زبان صیقل ہوتی رہے گی۔ لیکن ابتدائی ایام میں ہی ہمیں اندازہ ہو گیا کہ یہ تصور غلط تھا۔ قومی اور دفاتر کی رسمی زبان فُصحٰی عربی ہونے کے باوجود وہاں ہر شخص عامیہ یعنی اصل عربی زبان کا بگاڑا ہوا لوکل لہجہ استعمال کرتا تھا اور پڑھا لکھا طبقہ بھی اس نہج پر چل رہا تھا۔ ہمیں یہ بات نہایت عجیب معلوم ہوتی تھی۔ کئی دفعہ ہم بولنے والے سے کہہ بھی دیتے تھے کہ ہمارے ساتھ فصیح عربی میں بات کریں۔ چنانچہ ہماری اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے وہ فُصحٰی عربی بولنا شروع کر دیتا تھا اور شاید یہ سمجھ رہا ہوتا تھا کہ وہ نہایت فصیح عربی بولے جا رہا ہے جبکہ درحقیقت محض ایک دو جملوں کے بعد وہ ہماری درخواست بھول کر اپنی لوکل زبان بولنا شروع کر دیتا تھا۔ اور اگر کبھی ہم دوبارہ یاد کروانے کی جرأت کر لیتے تو ان میں سے کئی کا جواب یہ ہوتا تھا کہ ہم فُصحٰی عربی ہی تو بول رہے ہیں۔

افسوس کہ ایسی کوئی جگہ نہیں

اس تجربہ کے باوجود ہمارا خیال تھا کہ کئی ایک ایسے مقامات ہوں گے جہاں پر ابھی بھی فصیح عربی بولنے والے پائے جاتے ہوں گے۔ لہذا ابتدائی ایام میں ہی مَیں نے اپنی ٹیچر سے پوچھا کہ مجھے دمشق میں کوئی ایسی جگہ بتائیں جہاں پر لوگ فصیح عربی بولتے ہوں تا کہ مَیں روزانہ وہاں جا کر کچھ وقت بِتاؤں اور عربی سننے اور بولنے کی پریکٹس کر سکوں۔ وہ میری اس ''عجیب وغریب'' درخواست پر حیران رہ گئی اور کہنے لگی: افسوس کہ دمشق میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔ پھر اس نے بتایا کہ دمشق شہر کے وسط میں ضلعی دفاتر کے قریب ایک کیفے ''مقهى الهافانا'' ہے اس میں کسی زمانہ میں ادیب اور شعراء آ کر بیٹھا کرتے تھے اور اکثر اوقات آپس میں فصیح عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ ابھی تک ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ ایک دن خاکسار اور محترم نوید احمد سعید صاحب اس کیفے میں گئے جہاں پر ایک چائے کے کپ کی قیمت شاید 70

لیرہ ادا کرنی پڑی جبکہ باہر اسی کپ کی زیادہ سے زیادہ قیمت 10 سے 20 سیرین لیرہ کے درمیان تھی۔ بہر حال اس کیفے میں ہمیں کوئی ایسی نشست نہ ملی جس میں ادباء گفتگو کر رہے ہوں۔ بالآخر اس خیال سے کہ شاید ہفتہ کے کسی ایک دن یہ لوگ یہاں آتے ہوں ہم نے وہاں کام کرنے والے ایک شخص سے بھی پوچھا کہ کیا یہاں پر ادباء اور شعراء آ کر بیٹھتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ محض چائے پینے کے انداز سے تو مَیں معلوم نہیں کر سکتا کہ یہ ادیب ہے اور یہ شاعر۔ اس کے اس جملہ میں ہمارے سارے سوالوں کا جواب تھا۔

جگ ہنسائی کا معیار

ہم نے اپنا طریق بنا لیا تھا کہ جن عرب احباب کے ساتھ بیٹھتے ان سے درخواست کرتے کہ آپس میں بھی فصحیٰ بولیں تا کہ ہم بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ ایک دن دمشق کی سب سے بڑی لائبریری "مکتبة الأسد" کے کیفے میں جامعہ دمشق کے بعض سٹوڈنٹس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی موضوع پر بات چل نکلی اور ہمیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ پورے شام میں کوئی ایک بھی خاندان ایسا نہیں ہے جس کے افراد آپس میں فُصحیٰ عربی بولتے ہوں۔ اس پر خاکسار نے ان سے کہا کہ آپ جو نئی نسل کے نوجوان ہیں وہ اس سلسلہ میں پہلا قدم کیوں نہیں اٹھاتے اور اپنے اپنے گھروں میں فُصحیٰ عربی بولنی شروع کیوں نہیں کرتے؟ اس پر ان میں سے ایک نے جو جواب دیا وہ مایوس کن تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ایسا کریں اور معاشرے میں ہماری جگ ہنسائی ہو؟

منفرد جمہوری روایات

دمشق یونیورسٹی میں ہمارے ابتدائی ایام تھے اور اگر مضمون مشکل ہوتا اور لیکچرار بھی لوکل زبان میں لیکچر دینا شروع کر دیتا تو ہمیں کچھ سمجھ نہ آتی تھی۔ اس لئے ہم اکثر کھڑے ہو کر درخواست کر دیتے تھے کہ براہ کرم فُصحیٰ بولیں تا کہ ہم بھی کچھ سمجھ سکیں۔ اکثر تو ہماری بات مان لیتے تھے۔ لیکن ایک لیکچرار نے ہماری اس درخواست پر کہا کہ جو زبان مَیں بول رہا ہوں اس کو نہ سمجھنے والے صرف آپ ہیں باقی سب کو سمجھ آ رہی ہے۔ میں ابھی ہال میں موجود طالبعلموں

سے پوچھ لیتا ہوں کہ ان کا ووٹ کس زبان کے حق میں ہے۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے پوچھا کہ جو لوکل زبان میں لیکچر کے حق میں ہیں ہاتھ کھڑے کر دیں۔ اور ہمارے علاوہ سب کے ہاتھ کھڑے تھے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تو جمہوریت ہے ہم تو اکثریت رائے کے حق میں ہیں۔ اور اکثریت کا فیصلہ ہے کہ لوکل زبان میں ہی لیکچر ہو۔

سیرین کلچرل سینٹر میں

ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ پڑھے لکھے افراد کے ساتھ ہماری علیک سلیک رہے تا کہ ان کی زبان سن کر اور ان کے ساتھ بات کر کے ہماری عربی زبان کی بھی پریکٹس ہوتی رہے۔ ان میں سے ایک دوست عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کر رہے تھے اور بہت اچھے رائٹر اور نقاد اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔ ایک دفعہ مَیں نے دنیا کے دکھ وآلام اور لوگوں کی بے حسی کے موضوع پر ایک چھوٹا سا مضمون لکھا جو بعد میں ایک ہفت روزہ عربی اخبار ''الِاعتدال'' میں بھی شائع ہو گیا، یہ مضمون مَیں نے انہیں تصحیح کرنے کے لئے دیا۔ مجھے یاد ہے کہ پڑھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ تم نے بڑے مؤثر انداز میں لکھا ہے اور یہ رُلا دینے والی تحریر ہے۔ شاید ان کے اسی حسن ظن کی وجہ سے انہوں نے ایک دن مجھے کلچرل سینٹر میں ایک سیمینار میں آنے کی دعوت دی جس میں اس دوست نے بطور میزبان اور ناقد شرکت کرنی تھی جبکہ سیمینار کا عنوان تھا ''المهندسون القصّاصون'' یعنی اس میں ایسے افسانہ نگاروں نے اپنے افسانے پیش کرنے تھے جو پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے۔ اور اس کے بعد اس دوست نے ان پر اپنی ناقدانہ رائے دینی تھی۔ سیمینار اس طرح پر شروع ہوا کہ پہلے ایک افسانہ نگار اپنا افسانہ پڑھتا تھا پھر اس پر ہال میں موجود حاضرین کو اپنی اپنی رائے دینے کا موقع دیا جاتا تھا پھر آخر پر میزبان اپنی ناقدانہ رائے کا اظہار کرتا تھا۔

مجھے ان کے فلسفیانہ افسانوں کی تو کچھ خاص سمجھ نہ آئی تاہم ایک بات سے مجھے بہت افسوس ہوا کہ ایک افسانہ نگار نے اپنے افسانہ میں کہیں کہیں فُصحیٰ کی بجائے لوکل زبان کے فقرات استعمال کئے تھے۔ جب اس کے بارہ میں حاضرین کی رائے لی گئی تو مَیں نے بھی اپنا ہاتھ کھڑا کر دیا۔ میرے اس میزبان دوست نے شاید اس خیال سے کہ ایک غیر ملکی ایک عربی

ادیب کے افسانہ پر رائے دینے لگا ہے میری حاضرین کے سامنے کچھ تعریف بھی کر دی کہ ان کی عربی کافی اچھی ہے اور ان کے مضامین اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں وغیرہ (ان دنوں خاکسار کے چند مضامین سیرین اخبار الاعتدال میں شائع ہوئے تھے) پھر مجھے مائیک پر بلایا۔ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے ان افسانوں کے ادبی پہلوؤں کے بارہ میں تو زیادہ معلومات نہیں ہیں بلکہ ہم تو اس نظر سے ہی ان کا مطالعہ کرتے ہیں کہ ان میں استعمال شدہ الفاظ اور ان کے نئے استعمال اور نئی تراکیب کو یاد کر لیں اور اس طرح ہماری زبان زیادہ اچھی ہو جائے۔لیکن مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے کہ اس افسانہ نگار کے افسانہ کا ایک حصہ لوکل زبان پر مشتمل تھا۔میرا ان سے سوال ہے کیا فصیح عربی زبان اب اتنی کمزور ہوگئی ہے کہ بعض مفاہیم کو ادا کرنے کے لئے آپ کو لوکل زبان کی ضرورت پڑی ہے۔اس پر اس افسانہ نگار نے میری بات ٹوک کر جواب دیا کہ یہ مفاہیم ہمارے کلچر کا حصہ ہیں اور مَیں نے لوکل زبان میں ان مفاہیم کو زیادہ واضح شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔مَیں نے کہا کہ قارئین کرام کے ساتھ زیادتی ہوگی اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ آپ فصیح عربی میں لکھیں گے تو شاید وہ نہ سمجھ سکیں۔اس کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ آج عرب دنیا میں ہر عربی ملک کی علیحدہ زبان اور لہجہ ہے ہر قسم کے باہمی اتحاد کے دھاگے ٹوٹتے جا رہے ہیں۔ایک فصیح عربی زبان کا واحد دھاگہ ایسا ہے جو تمام عرب ملکوں میں اتحاد کی ایک صورت پیش کر رہا ہے اگر اس کو بھی توڑتے ہوئے ہر ملک والے اپنی اپنی لوکل زبان کو فصیح زبان پر فوقیت دینے لگ گئے تو پھر یہ آخری امید بھی جاتی رہے گی۔میرا اتنا کہنا تھا کہ سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔سیمینار ختم ہونے کے بعد کلچرل سینٹر کی انچارج خود میرے پاس آئی اور کہا کہ عربی زبان کے بارہ میں جس غیرت کا اظہار آپ نے کیا ہے اس پر مَیں سینٹر کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

ایک کلاس ٹیچر کا تبصرہ

غیر ملکیوں کو عربی زبان سکھانے کے لئے دمشق یونیورسٹی کے تحت ایک انسٹیٹیوٹ کھولا گیا ہے۔ یونیورسٹی میں داخلہ سے قبل ہم نے اس انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لینے کی کوشش کی تو ہمیں اس کی آخری کلاس میں داخلہ ملا۔اس کلاس میں بعض اوقات ہماری ٹیچر گھر سے کسی موضوع پر چند

فقرات لکھ کر لانے کے لئے کہتی تھی۔ایک دن کسی موضوع پر خاکسار نے ایک صفحہ لکھا جس کو پڑھنے کے بعد ٹیچر نے بڑا دلچسپ تبصرہ کیا، کہنے لگی کہ ’’یہاں تو یونیورسٹی کے طالبعلم ایسا نہیں لکھ سکتے، مَیں تمہیں یہاں استاد لگوا دوں گی۔‘‘ گو کہ اس انسٹیٹیوٹ کا تو کوئی خاص معیار نہیں تھا اور شاید ٹیچر کی اس بات میں مبالغہ بھی تھا پھر بھی اس کے یہ الفاظ میرے لئے بہت حوصلہ افزا ثابت ہوئے۔

’’کاش آپ لوگ احمدی نہ ہوتے‘‘!!!

حکومتی انسٹیٹیوٹ میں چونکہ طالبعلموں کی اکثریت یورپ اور امریکا سے تھی، اور ان دنوں چیچنیا کے مسلمان لیڈر دودا ییف کی رشیا کے ساتھ ٹکر کا ذکر زبان زد عام تھا جس کی بناء پر ان غیر ملکی طالبعلموں کی طرف سے اسلام پر اکثر اعتراضات ہوتے رہتے تھے جن کا جواب کبھی کبھی استاد صاحب بھی دے دیتے تھے تاہم اکثر اوقات ہم مربیان میں سے کوئی نہ کوئی صحیح اسلامی نقطہ نظر پیش کر کے اس کا جواب دینے کی کوشش کرتا۔ ہماری کلاس میں ادھیڑ عمر کی ایک ترک مسلمان خاتون بھی تھیں جن کا خاوند ایک مصری بزنس مین تھا اس لئے ان کو عامیہ زبان تو آتی تھی لیکن فُصحیٰ سیکھنے کے لئے انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لیا تھا۔ یہ خاتون ایک شدت پسند مسلمان تھی جس کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ جس دن دودا ییف مارا گیا اس نے روتے ہوئے ٹیچر سے کہا کہ آج کا دن کوئی معمولی دن نہیں ہے اور دودا ییف کے بارہ میں آپ کو کچھ کہنا چاہئے۔ ٹیچر نے خود تو کچھ نہ کہا تاہم انہیں اجازت دے دی کہ آپ جو کہنا چاہتی ہیں سب کے سامنے آ کر کہہ لیں۔ بہر حال انہوں نے جو کہنا تھا کہا اس کا غیر ملکی طلباء پر یہ اثر ہوا کہ ان میں سے کئی ان کی تقریر کے دوران ہی واک آؤٹ کر گئے۔

بہرحال اسلام پر مغربی طلباء کے اعتراضات کے جوابات اور صحیح اسلامی تعلیم پیش کرنے کی وجہ سے یہ خاتون ہمارا بہت احترام کرتی تھی اور اس نے کئی دفعہ کہا کہ آپ میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جب ہم اس انسٹیٹیوٹ سے فارغ ہوئے تو آخری دن مکرم داؤد احمد عابد صاحب نے انہیں بتا دیا کہ ہمارا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ یہ بتانا تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بالکل سکتہ میں آ گئیں، پھر اس طرح رونے لگیں جیسے ان کے کسی قریبی رشتہ دار کی وفات ہو گئی ہو۔ پھر

یوں گویا ہوئیں: مجھے آج شدید دھچکا لگا ہے، آپ سب اتنے اچھے مسلمان ہیں، اسلام کا دفاع کرتے ہیں، اس لئے میرے دل میں آپ کا بہت زیادہ احترام ہے۔ کاش کہ آپ لوگ احمدی نہ ہوتے۔ کاش آپ مجھے یہ نہ ہی بتاتے۔ مَیں مرزا غلام احمد صاحب کو ایک بڑا عالم مان سکتی ہوں، ایک ولی اللہ بھی مان سکتی ہوں، لیکن ان کو ایک نبی نہیں مان سکتی۔ ہم نے ان کے جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کو یہی جواب دیا کہ ہم میں اگر کوئی اچھائی آپ کو نظر آتی ہے تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے ہی پیدا ہوئی ہے۔

لقاء مع العرب

لقاء مع العرب کی ابتداء ہوئی تو اس وقت MTA کی نشریات عرب دنیا میں ''یوٹیل ساٹ'' (Eutelsat) کے ذریعہ دیگر عربی چینلز کے ساتھ ہی دیکھی جا سکتی تھیں۔ اس لئے احمدیوں کے ساتھ ساتھ غیر احمدی شامی عربوں میں بھی لقاء مع العرب ایک مقبول پروگرام بن گیا تھا۔ اس وقت وہاں ڈش لگانے والے حضرات ڈش سیٹ کر کے اس پر آنے والے چینلز کی فریکوینسی اور ان کے نام پر مشتمل ایک لسٹ بھی دیتے تھے تا کہ لوگ اپنی پسند کا چینل سہولت سے لگا سکیں۔ ہمارے ایک احمدی بھائی نے بتایا کہ جب انہوں نے ڈش لگانے والے سے یہ کہا کہ انہیں عربی چینلز کے علاوہ MTA کی فریکوینسی بھی سیٹ کر کے دیں تو ڈش لگانے والے نے تھوڑی تفصیل پوچھنے کے بعد کہا کہ مجھے سمجھ آ گئی ہے یہ وہی چینل ہے جس پر اکثر سفید پگڑی اور نورانی چہرے والے ایک بزرگ نظر آتے ہیں۔ ہم ڈش لگانے والوں کے درمیان یہ چینل ''امیر المؤمنین چینل'' کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مرزا طاہر احمد الخلیفۃ الرابع

ان دنوں میں جبکہ ہم حکومتی انسٹیٹیوٹ میں پڑھ رہے تھے ایک دن مکرم محمد احمد نعیم صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے کسی خطبہ سے ایک اقتباس کا ترجمہ کیا اور اپنے استاد مکرم عرفان المصری صاحب کو زبان کی اصلاح و تحسین کے لئے دکھایا۔ مکرم نعیم صاحب نے پہلی لائن میں لکھا تھا کہ قال حضرۃ مرزا طاھر احمد اور آگے اقتباس کا ترجمہ تھا۔ ابھی

انہوں نے حضور کا نام ہی پڑھا تھا کہ استاد عرفان نے بے ساختہ کہہ دیا حضرۃ مرزا طاہر احمد الخلیفۃ الرابع۔مکرم نعیم صاحب نے بہت حیرانی کے عالم میں ان سے پوچھا کہ آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ لقاء مع العرب بڑی باقاعدگی سے دیکھتے تھے لیکن اب نہ جانے یہ چینل کہاں چلا گیا ہے۔دراصل کچھ عرصہ کے بعد MTA کسی اور سیٹلائیٹ پر شفٹ ہو گیا تھا اور شام میں بڑی ڈش کے بغیر اس کو دیکھنا ممکن نہ رہا تھا۔

عربوں کا حافظہ

عربوں کی کئی خصوصیات ایسی ہیں جن میں انکا ثانی کوئی نہیں۔ان میں سے ایک انکی قوت حافظہ ہے۔اس کی دو مثالیں جو ہمارے کلاس فیلوز میں ہمیں نظر آئیں پیش خدمت ہیں۔

ہمارے ایک عرب کلاس فیلو کا امتحان کے لئے تیاری کا یہ طریق تھا کہ کتاب کے ہر باب کے اہم نکات کو شعر میں ڈھال کر لکھ لیتا تھا اور پھر امتحان میں ان شعروں کی بناء پر تمام مضمون بیان کر دیتا تھا۔

اسی طرح ایک اور دوست کا بلا کا حافظہ تھا۔ایک دن جبکہ ایک بہت ہی مشکل مضمون کا پیپر تھا ہم نے اس سے کسی نقطہ کی وضاحت چاہی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ اسکی کیا تفصیل وشرح ہے ہاں اگر آپکو کتاب کی نص مطلوب ہے تو میں سنائے دیتا ہوں کیونکہ میں نے شروع سے لے کر تقریباً صفحہ نمبر 200 تک کتاب حفظ کی ہوئی ہے۔

وفات مسیح علیہ السلام

شریعت کالج میں پڑھائی کے دوران عقیدہ اسلامیہ کے مضمون میں جماعت احمدیہ کے بارہ میں غلط سلط معلومات بھی درج تھیں جن میں ایک یہ الزام بھی تھا کہ جماعت احمدیہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی قائل ہے جبکہ قرآن صراحتًا ان کے زندہ آسمان پر جانے کا ذکر کرتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ وہاں پر تحقیق کے لئے ہر قسم کی کتب میسر تھیں اس لئے خاکسار نے اس وقت عصر حاضر کے ان عرب علماء کے اقوال اور بیانات ان کی اصل کتب سے اکٹھے کئے پھر ان پر تبصرہ اور اس مضمون سے متعلقہ بعض امور کی وضاحت کے ساتھ ساری تحقیق ایک چھوٹی سی کتاب کی

شکل میں مرتب کر کے عربک ڈیسک کو ارسال کر دی۔ ’’مصالح العرب‘‘ کے گزشتہ صفحات میں ’’وفات مسیح کے بارہ میں عصر حاضر کے عرب علماء کی آراء‘‘ کے عنوان سے یہ تمام جمع شدہ اقوال معہ ترجمہ وتشریح پیش کر دیئے گئے ہیں۔

بعض مخلصین کا ذکر خیر

گوکہ دمشق میں تمام احمدی احباب خدا کے فضل سے مخلص تھے ان میں سے کئی احباب کا ذکر ہم ’’80 کی دہائی میں بیعت کرنے والے بعض مخلصین‘‘ کے عنوان کے تحت کر آئے ہیں۔ کئی بزرگ بعض اوقات کافی فاصلہ طے کر کے صرف ہم سے ملنے اور جماعت کی خبریں سننے آتے تھے۔ان میں سے سرفہرست مکرم ابونعیم صاحب تھے. ان کا گھر پہاڑ کے اوپر تھا اور وہ بڑھاپے کے باوجود ہفتہ عشرہ میں ایک بار ضرور ہم سے ملنے آجاتے تھے۔خلافت سے انکی محبت کا عجیب رنگ تھا، کئی دفعہ لفظ ساتھ نہ دیتے تھے اور آنکھیں اور ان سے ٹپکنے والے آنسو دل کی بات کہہ جاتے تھے۔شاید انکی یہ سچی محبت اور اخلاص ہی تھا کہ باوجود نامساعد حالات کے اللہ تعالیٰ نے انکی وفات سے قبل انہیں 2005ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت اور خلیفہ وقت سے ملاقات کا شرف عطا فرمادیا۔

اسی طرح ایک پرانے مخلص دوست ابوسلیم صاحب تھے جن کی ہمارے شام کے قیام کے دوران ہی وفات ہوگئی تھی۔ یہ دوست ایک دفعہ ہم سے ملنے کے بعد دوبارہ باوجود ضعیف العمری کے سخت سردی میں نجانے کتنی دور سے ہمیں شرح ابن عقیل کی دو جلدیں دینے کے لئے تشریف لائے کہ شاید یہ ہماری پڑھائی میں مفید ثابت ہوں۔

مکرم سامی قزق صاحب

مکرم سامی قزق صاحب فلسطین کے ایک مخلص احمدی مکرم خضر قزق صاحب کے بیٹے تھے۔ مالی کشائش کے ساتھ ساتھ گو انکی اہلیہ بھی دمشق کے پرانے مخلص احمدی کی بیٹی تھیں لیکن وہ احمدیت سے برگشتہ ہو چکی تھیں اور انکے ساتھ ساری اولاد بھی احمدیت سے بہت دور تھی۔ کئی دفعہ یہ ذکر کر کے بہت غمگین ہو جایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس، میں اپنے گھر میں اکیلا احمدی ہوں۔

دمشق میں ہم ان کے گھر واقع محلّہ رکن الدین ہی آکر ٹھہرے تھے جس کا یہ معمولی کرایہ لیتے تھے۔

ہمارے توجہ دلانے پر 1996ء کے جلسہ برطانیہ میں شمولیت کے لئے تین افراد پر مشتمل ایک وفد شام سے بھی روانہ ہوا جس میں مکرم نذیر المرادنی صاحب سابق امیر جماعت شام، مکرم عمار المسکی صاحب اور مکرم سامی قزق صاحب شامل تھے۔

مکرم سامی قزق صاحب احمدی تو تھے لیکن زندگی کا بیشتر حصہ جماعت اور نظام جماعت سے دوری میں ہی گزار دیا تھا اس لئے جلسہ کے بارہ میں ان کے ذہن میں کوئی تصور نہیں تھا۔ جلسہ پر روانگی سے قبل ایک دن کچھ دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مکرم مسلم الدروبی صاحب نے انہیں کہا کہ آپ کو وہاں جا کر ایک عجیب خوشی اور انبساط کا احساس ہوگا۔

ادھر ہم نے بھی عربک ڈیسک کو ان کے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ لیکن ہوا یوں کہ انکے اسلام آباد پہنچنے کی خبر عربک ڈیسک کے ممبران کو نہ ہوئی اور جلسہ کی انتظامیہ نے انہیں عام انتظام کے تحت ایک خیمہ میں جگہ دی۔ ایک تو انہیں خیمہ میں سونے کی عادت نہیں تھی اس پر مستزاد یہ کہ نماز کے بعد انکے جوتے کا ایک پاؤں تبدیل ہوگیا۔ اور بظاہر ان کے پاس بازار جانے اور نیا جوتا خریدنے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا کیونکہ ابھی تک ان کا رابطہ عربک ڈیسک سے بھی نہیں ہوا تھا۔ گو انہیں کچھ دیر تک سوٹ کے ساتھ وہی عجیب وغریب جوتا پہننا پڑا لیکن اسکے بعد کے حالات نے ان کی کایا پلٹ دی۔ ہوا یوں کہ عربک ڈیسک کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً انکو دیگر عرب برادران کے ساتھ انکی مخصوص رہائش گاہ پر منتقل کر دیا جہاں اپنے فلسطینی بھائیوں سے مل کر ان کو سب کچھ بھول گیا۔ اگلے دن جلسہ کی انتظامیہ کا ایک کارکن ایک ڈبے میں کچھ جوتے لئے انکے کمرے میں بھی آیا اور پوچھا کہ کسی کا جوتا وغیرہ اگر گم ہوا ہو تو بتائیں۔ محترم سامی قزق صاحب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ انکا تبدیل ہونے والا جوتا اس میں موجود تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میں سوچ نہیں سکتا کہ اتنے بڑے مجمع میں تبدیل ہونے والا جوتا اتنی آسانی سے مل سکتا ہے۔

یہ بظاہر بہت معمولی سا واقعہ ہے لیکن ان کے ایمان میں غیر معمولی اضافہ کا سبب بنا۔ اس واقعہ سے نظام جماعت کی عظمت وافادیت بھی کھل کے سامنے آجاتی ہے اور جلسہ کے ہر شعبہ کی ظاہری اغراض ومقاصد کے علاوہ اس کی بعض پوشیدہ حکمتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے دیگر عرب احباب کی طرح ان تین شامی احمدیوں کے ساتھ بھی نہایت محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا، جس سے انکے اخلاص کا درخت شیریں ثمار سے لد گیا۔ چنانچہ جب محترم سامی قزق صاحب واپس دمشق تشریف لائے تو ایک عجیب پر جوش انداز میں کہنے لگے: خدا کی قسم مجھ پر حرام ہے کہ آج کے بعد مکان کے کرائے کے طور پر میں آپ سے ایک پیسہ بھی وصول کروں۔ مجھے تو جماعت کا پتہ ہی اب چلا ہے۔

لہذا اسکے بعد ہم انکے فلیٹ میں 2000ء تک رہے لیکن انہوں نے ہم سے کبھی کرایہ نہ لیا۔

اسی سال ہم چار مبلغین کو دمشق یونیورسٹی میں اپنی تعلیم کے سلسلہ میں آٹھ ہزار ڈالر کی خطیر رقم کی فوری ضرورت پڑ گئی، اور اسکے لئے ہمارے پاس صرف ایک دن تھا۔ متعدد احباب سے رابطہ کرنے کے بعد جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فوراً کہا کہ چار ہزار ڈالرز کے برابر رقم تو میرے گھر میں موجود ہے باقی کل صبح بنک سے نکلوا دوں گا۔ چنانچہ اگلے دن ہمیں وقت پر مطلوبہ رقم مل گئی۔ بعد میں جب مرکز سے ہمارے اکاؤنٹ میں یہ رقم ٹرانسفر ہوئی تو ہم نے محترم سامی قزق صاحب کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ وہ اپنی رقم ڈالرز میں لینا پسند کریں گے یا سیرین کرنسی میں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے تو آپ سے کوئی رقم نہیں لینی۔ میں نے تو وہ رقم مسجد بیت الفتوح میں چندے کے طور پر دی تھی۔ آپ نے اگست 2008ء میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو غریق رحمت فرمائے، آمین۔

مکرم محمد الشوا صاحب

مکرم محمد الشوّا صاحب 1924 میں دمشق میں پیدا ہوئے اور 1950 میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور پھر تمام عمر وکالت کے شعبہ سے منسلک رہے جس میں بار کونسل کے چیئر مین بھی رہے۔

آپ ایک منجھے ہوئے وکیل تھے۔ شروع شروع میں ہمارے گھر میں فون کی سہولت موجود نہ تھی اور پاکستان فون یا فیکس کرنے کیلئے بازار جانا پڑتا تھا، مکرم محمد الشوا صاحب کا مکان ہمارے گھر سے کچھ فاصلے پر تھا۔ ان کے گھر میں فون بھی تھا اور فیکس بھی۔ انہوں نے خود آ کر اس

سہولت سے فائدہ اٹھانے کی پیش کش کی۔اور ہمارے اصرار پر یہ طے پایا کہ ہم بل ادا کرنے کی شرط کے ساتھ انکا فون اور فیکس حسب ضرورت استعمال کرلیا کریں گے۔

باوجود اپنی مصروفیت کے انہیں اس بات کا بہت خیال رہتا تھا کہ نہ صرف ہم سیریا میں رہ کر زیادہ سے زیادہ عربی زبان سیکھیں بلکہ اسکا صحیح تلفظ ادا کرنا بھی ہمیں آنا چاہئے۔اس لئے اکثر اوقات مجالس میں باتوں کے دوران احباب کو متنبہ کیا کرتے تھے کہ وہ اچھی فصحی عربی بولیں تا کہ ہم لوگ مستفید ہوسکیں۔اسی طرح جب ہم بولتے تھے تو جہاں تصحیح کی ضرورت ہوتی ہمیں بتا دیا کرتے تھے اور جہاں تلفظ کی غلطی ہوتی تھی وہیں اسکی بھی درستگی فرما دیتے تھے۔ بلکہ انہوں نے ہمیں تلفظ درست کرنے کے لئے اس قدر وقت دیا کہ کچھ عرصہ کے لئے روزانہ ہم ان کے سامنے بلند آواز سے کوئی کتاب پڑھتے اور وہ ہر لفظ کو غور سے سن کر اس کا صحیح تلفظ ہمیں بتاتے تھے۔

اسی طرح جب بھی انہیں کوئی پڑھا لکھا شخص ملتا جس کے پاس وقت ہوتا تو فصحی عربی کی بول چال کی پریکٹس کے لئے اسے ہمارے پاس بھیج دیتے۔ان میں سے ایک دوست بہت ہی قابل آدمی تھا اور ہم نے اپنے عرصہ قیام میں اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔محترم الشواء صاحب کی وفات 14/اکتوبر 2009ء کو ہوئی .اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔آمین

مکرم محمد اکرم الشوا

آپ مکرم محمد الشوا صاحب کے بیٹے تھے تقریباً روزانہ ہی اپنے بچوں کو لے کر ہمارے گھر تشریف لاتے تھے اور بچوں سے کہتے کہ فلاں سوال پوچھ لو۔ یوں ہماری بولنے کی پریکٹس ہوتی رہتی تھی۔اکثر اپنی گاڑی پر ہمیں سیر کو بھی لے جاتے تھے۔ان کے برین میں ٹیومر تھا جس کا بیرون ملک سے آپریشن بھی کروالیا تھا اسکے باوجود ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ یہ چند ماہ کے مہمان ہیں۔انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا تو حضور نے فرمایا کہ اگر آپریشن نہ کرواتے تو علاج کا زیادہ فائدہ ہوسکتا تھا بہر حال حضورؒ نے انکا ہومیوپیتھی علاج شروع فرمایا جس کی وجہ سے ایک دفعہ جب چیک اپ کے لئے گئے تو ڈاکٹرز رپورٹس دیکھ کر

حیران رہ گئے کہ برین میں آپریشن کا نشان تک مٹ گیا تھا۔ بہرحال اس علاج کے بعد چند ماہ کی بجائے آپ تقریباً دو سال زندہ رہے اور بالآخر بیماری کے شدید حملہ کی وجہ سے شاید 45 سال کی عمر میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مکرم نذیر المرادنی صاحب

آپ محترم منیر الحصنی صاحب کی وفات کے بعد شام کے امیر مقرر ہوئے لیکن 1989ء میں جماعت پر پابندیاں لگ گئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب آپ اصحاب الکہف والرقیم کی طرح تالیف وتصنیف کی طرف توجہ دیں۔ چنانچہ مکرم نذیر المرادنی صاحب نے متعدد اختلافی موضوعات پر کئی کتابیں لکھیں جو وہاں پر شائع بھی ہو گئیں۔

جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ آپ کو بھی 1996ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ اس جلسہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ بتائے ہوئے بعض لمحات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حضور نے ملاقات میں معانقہ کا شرف بخشا اور مجھے ایسے لگا جیسے مجھ سے زیادہ شدت کے ساتھ حضور انور مجھے اپنے سینے سے لگا رہے تھے۔ پھر حضور نے فرمایا: آپ نے آنے میں کافی دیر کی، آپ کو تو کافی عرصہ پہلے آجانا چاہئے تھا۔

جلسہ کے بعد حضور انور نے ایک دعوت میں ہمیں بھی مدعو فرمایا۔ میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھنے لگا تو مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے بتایا کہ حضور انور نے آپ کو مرکزی ٹیبل پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ جب حضور انور تشریف لائے اور کھانا شروع ہوا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ حضور انور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں، لیکن جب میں نے دیکھنے کے لئے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ حضور انور میری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔

واپسی سے قبل ہم نے چاہا کہ حضور انور سے الوداعی ملاقات ہو جائے۔ ہمیں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ حضور انور اس وقت پروگرام ''لقاء مع العرب'' میں تشریف فرما ہیں تاہم میں حضور انور کی خدمت میں عرض کئے دیتا ہوں۔ حضور انور کو اطلاع ہوئی تو حضور خود باہر تشریف لائے، معانقہ کا شرف بخشا اور ہمیں پروگرام میں لے گئے۔ اور خود اپنے دفتر سے جگ

میں امرود کا جوس لے کر تشریف لائے۔ میں سراپا حیرت بنا سوچ رہا تھا کہ یہ کتنا عظیم انسان ہے جو اپنے ادنیٰ خدام کو بھی اس قدر پیار اور شفقت کے ساتھ نواز رہا ہے کہ ایک گلاس ختم ہوتا ہے تو وہ آگے بڑھ کر اسکے گلاس میں اور جوس ڈال دیتا ہے۔

قافلے لے چلا ہوں یادوں کے

ہمیں سیریا سے 1999ء اور 2000ء کے جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کی توفیق ملی۔ 2000ء میں ہی ہماری پڑھائی مکمل ہوگئی اور اسکے بعد پاکستان واپس جانے کا ارشاد ہوا۔ اس لحاظ سے بظاہر یہ خلیفہء وقت سے ملنے کا آخری موقع تھا۔ انہی جذبات کو خاکسار نے ٹوٹے پھوٹے شعروں کی صورت میں حضور انورؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ جلسہ سالانہ کی مصروفیات کی وجہ سے اسکا جواب مجھے شاید پاکستان میں ہی ارسال کیا جائے گا۔ لیکن اگلے دن ہی محترم منیر جاوید صاحب نے بتایا کہ حضور انور نے آپ کی نظم کو پسند فرمایا ہے۔ پھر جب مجھے حضور انور کی طرف سے تحریری جواب ملا تو عمومی طور پر پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ حضور انور نے فرمایا تھا کہ ”یہ شعر بہت عمدہ ہے“:

قافلے لے چلا ہوں یادوں کے
مجھ سے تنہا سفر نہیں ہوتا

ازاں بعد جب چند ماہ بعد یہ نظم رسالہ خالد میں چھپی اور حضور انورؒ کی نظر سے گزری تو حضور کی طرف سے دوبارہ حوصلہ افزائی کا خط موصول ہوا جس میں حضور انور نے ایک شعر کی تصحیح فرما کر اس عاجز غلام کو نواز دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

عربی زبان کی تعلیم کے بعد

2001ء میں خاکسار کی تقرری عربک ڈیسک میں ہوگئی اور اس وقت سے آج تک خدا تعالیٰ کے فضل سے مفوضہ امور کی انجام دہی کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ۔
مکرم محمد احمد نعیم صاحب کی تقرری جامعہ احمدیہ یوکے میں 2006 میں ہوئی، بعد میں دسمبر 2008ء میں آپ کا تبادلہ عربک ڈیسک میں ہوگیا۔

دیگر دوساتھیوں میں سے مکرم داؤد احمد عابد صاحب جامعہ احمدیہ سیرالیون کے پرنسپل کی حیثیت سے خدمت بجالانے کے بعد آج کل جامعہ احمدیہ یوکے میں بطور استاد خدمات بجا لا رہے ہیں جبکہ مکرم نوید احمد سعید صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ میں عربی ادب کی تدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

خلیج کا بحران

2/اگست 1990ء کو عراق کے کویت پر حملے سے ارض عرب پر ایک ایسی جنگ کی ابتدا ہوئی جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ استعماری طاقتوں کا اثر ونفوذ ان ممالک میں پہلے سے کہیں بڑھ گیا ہے، ان ممالک کے قدرتی وسائل اور دولت کو بری طرح لوٹا گیا اور آج تک لوٹا جا رہا ہے، عراق اس آگ میں جل کر راکھ ہو گیا ہے اور ہنستے بستے لوگ آج لقمۂ عیش اور مسکن و ماویٰ کی تلاش میں سرگرداں ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ اس پورے عرصہ میں دوران جنگ اور پھر گروہی فسادات میں اسلام کے نام پر ایسے تصرفات روا رکھے گئے جس کی وجہ سے اسلام کا نام بدنام ہوا اور اس کی تعلیمات کی تصویر نہایت شرمناک صورت میں پیش کی گئی۔ اور پھر اس جنگ کے نتیجہ کے طور پر ہی پوری دنیا میں عموماً بعض ایسے تکلیف دہ اور انسانیت سوز واقعات ہوئے جن میں اسلام کو ہی ملزم قرار دیا گیا اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج اسلام مخالف جو تحریکات جنم لے رہی ہیں اور جو اسلام کے خلاف نفرت وعداوت کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں اور جو نازیبا اور ناشائستہ کارروائیاں ہو رہی ہیں شاید ان امور کی منظّم اور محسوس ومشہود طور پر ابتدا اسی جنگ سے ہی ہوئی۔

اس جنگ میں شروع سے لے کر آج تک متعدد عرب اور اسلامی ممالک ایک فریق کی حیثیت سے ایک مسلمان ملک کا ساتھ دیتے ہوئے دوسرے مسلمان ملک اور اس کے معصوم عوام کے خلاف کارروائیوں میں شریک رہے ہیں۔ جلسہ جلوس، مظاہرات، جلاؤ گھیراؤ، جملے بازیاں اور بالآخر خودکش دھماکوں جیسے واقعات روزمرہ کا معمول ہو گیا۔

ایسے میں صرف ایک آواز ایسی تھی جو حق کی آواز کہلائی، جس نے انصاف کی بات کی،

جس کی محبتیں، ہمدردیاں اور جذبات دعاؤں میں ڈھلتے ہوئے مخلصانہ اور تقویٰ پر مبنی مشوروں اور نصائح میں بدلتی گئیں۔ یہ آواز امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی تھی۔آپ نے اس حادثہ کی ابتداء سے ہی یعنی جنگ کی ابتدا کے اگلے روز 3/اگست 1990ء سے ہی خطبات جمعہ کے ذریعہ عالم اسلام کی عموماً اور عرب ممالک کی خصوصاً راہنمائی فرمائی۔آپ نے ان خطبات میں اس ہولناک جنگ کے پس پردہ عوامل اور مہلک مضمرات کے علاوہ عالم اسلام پر مرتب ہونے والے اس کے دوررس اثرات کا نہایت گہری نظر سے تجزیہ فرمایا اور صیہونیت اور مغربی طاقتوں کی ان خطرناک سازشوں سے پردہ اٹھایا جو وہ عالم اسلام کے خلاف کر رہے ہیں۔آپ نے امت مسلمہ کو ان مہیب خطرات سے بھی متنبہ فرمایا جو مستقبل میں انہیں پیش آسکتے ہیں نیز دردمند دل کے ساتھ ایسی بیش قیمت نصائح سے نوازا جن پر عمل پیرا ہونے سے دین ودنیا سدھر سکتے تھے۔آپ نے واضح فرمایا کہ دنیا میں پائیدار امن اور بنی نوع انسان کی حقیقی آزادی اور خوشحالی کی ضمانت صرف وہ نظام دے سکتا ہے جس کی بنیاد قرآن کریم کے پیش کردہ نظام عدل پر ہو۔لیکن افسوس کہ ان ملکوں نے اس آواز پر کان نہ دھرے اور آج انہی آفتوں اور مصیبتوں کی زد میں آگئے ہیں جن کے خدشہ کا حضور انورؒ نے اپنے خطبات میں اظہار فرمایا تھا۔

اس ساری صورتحال کے بارہ میں مفصل معلومات کے لئے ان خطبات کا مطالعہ بہت ضروری ہے جو ''خلیج کا بحران اور نظام جہان نو'' کے نام سے چھپ چکے ہیں۔

ہم ذیل میں اس کتاب سے بعض اقتباسات قارئین کرام کی نظر کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے قارئین کرام کو حضور انورؒ کے گہرے تجزیات پر مبنی برحق کلمات، اور مخلصانہ مشوروں کی افادیت کا اندازہ ہوسکے گا۔ یہ اقتباسات ایک خاص ترتیب اور ذیلی عناوین کے اضافہ کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

ایک فرض کی ادائیگی

کسی کے ذہن میں خیال آسکتا ہے کہ حضور انورؒ نے کیوں اتنے خطبات میں اس مضمون کو بیان فرمایا، اور کیوں عالم اسلام کے لئے یہ تمام امور بیان فرمائے۔ اسکا جواب حضور انورؒ نے

خود یوں ارشاد فرمایا:

☆......"ہم اسلام کے وفادار ہیں اور اسلامی قدروں کے وفادار ہیں......ہمارا یہ طرز عمل خالصةً للّٰہ ہے......ہماری پناہ ہمارے خدا میں ہے۔ ہمارا توکل ہمارے مولا پر ہے اور ہمیں دنیا کی سیاستوں سے کوئی خوف نہیں۔

اس ضمن میں میں آپ کو ایک خوشخبری بھی دینی چاہتا ہوں کہ جو نصیحت میں نے کی ہے یہ نصیحت حقیقت میں آج میرے مقدر میں تھی کہ میں ضرور کروں اور خدا نے اس کا آج سے بہت پہلے فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام حمامة البشریٰ میں یہ لکھتے ہیں کہ:

إن ربی قد بشّرنی فی العرب وألهمنی أن أمونهم، وأریهم طریقهم، وأصلح لهم شئونهم، وستجدونی فی هذا الأمرإن شاء الله من الفائزین۔

(حمامة البشریٰ صفحہ 7 روحانی خزائن جلد نمبر 7 صفحہ 182)

یعنی میرے ربّ نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی ہے اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں اور انشاء اللہ تم مجھے اس معاملہ میں کامیاب و کامران پاؤ گے۔

پس خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کو جس فریضہ کی ادائیگی پر مامور فرمایا، آج آپ کے ادنیٰ غلام کی حیثیت سے میں آپ کی نمائندگی میں اس فریضے کو ادا کر رہا ہوں اور اس الہام کی خوشخبری کی روشنی میں تمام عالم اسلام کو بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ ان عاجزانہ غریبانہ نصیحتوں پر عمل کریں گے تو بلاشبہ کامیاب اور کامران ہوں گے، اور دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور آخرت میں بھی سرفراز ہوں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ انہوں نے اپنے عارضی مفادات کی غلامی میں اسلام کے مفادات کو پرے پھینک دیا اور اسلامی تعلیم کی پرواہ نہ کی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو دنیا اور خدا کے غضب سے بچا نہیں سکے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 راگست 1990ء)

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا

☆......''ہماری تو ایک درویشانہ اپیل ہے، ایک غریبانہ نصیحت ہے اگر کوئی دل سے اسے سنے اور سمجھے اور قبول کرے تو اس کا اس میں فائدہ ہے کیونکہ یہ قرآنی تعلیم ہے جو میں پیش کررہا ہوں اور اگر تکبر اور رعونت کی راہ سے ہماری اس نصیحت کو ردّ کر دیا گیا تو مَیں آج آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اتنے بڑے خطرات عالم اسلام کو درپیش ہونے والے ہیں پھر مدتوں تک سارا عالم اسلام نوحہ کناں رہے گا۔ اور روتا رہے گا، اور دیواروں سے سر ٹکراتا رہے گا اور کوئی چارہ پیش نہیں جائیگا کہ اپنی ان کھوئی ہوئی طاقتوں اور وقار کو حاصل کر لے جو اس وقت عالم اسلام کا دنیا میں بن رہا ہے اور مزید بن سکتا ہے۔ عملاً اس وقت مسلمان ممالک ایک ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے اگر خاموشی اور حکمت کے ساتھ اور فساد مچائے بغیر وہ قدم آگے بڑھائیں تو اگلے دس یا پندرہ سال کے اندر عالم اسلام اتنی بڑی طاقت بن سکتا ہے کہ غیر اس کو ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھ سکیں گے اور چاہیں بھی تو ان کی پیش نہیں جائے گی۔ اور اگر آج ٹھوکر کھائی، آج غلطی کی تو ایک ایسی خطرناک منزل ہے کہ یہاں سے پھر ٹھوکر کھا کر ایک ایسی غار اور ایسی تباہی کے گڑھے میں بھی گر سکتے ہیں جہاں سے پھر واپسی ممکن نہیں رہے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ اگست 1990ء)

کل رونما ہونے والی باتیں

☆......''دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمان ممالک کو اب بھی عقل دے اور وہ اس ظلم میں غیر مسلم قوموں کے شریک نہ بنیں اور اس بات کے روادار نہ ہوں کہ......تاریخ عالم میں ہمیشہ کے لئے ایک ایسی قوم کے طور پر لکھے جائیں جنہوں نے اپنی زندگی کے نہایت منحوس فیصلے کئے تھے۔ ایسے فیصلے کئے تھے جو بدترین سیاہی سے لکھے جانے کے لائق بنتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دنیا کے اندر ایسے تغیرات برپا ہونے ہیں اور آئندہ لکھنے والا لکھے گا کہ ایسے تغیرات برپا ہو چکے ہیں کہ ان فیصلوں کے بعد پھر دنیا کا امن ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا اور امن کے نام پر جو جنگ لڑی گئی تھی اس نے اور جنگوں کو جنم دیا اور ساری دنیا میں بدامنی پھیلتی چلی گئی۔ مؤرخ نے یہ

باتیں جو بعد میں لکھنی ہیں آج ہمیں دکھائی دے رہی ہیں کہ یہ کل رونما ہونے والی ہیں۔
اگر مسلمان ممالک نے ہوش نہ کی اور بروقت اپنے غلط اقدامات کو واپس نہ لیا اور اپنی سوچوں کی اصلاح نہ کی اور اگر یہ انہی باتوں پر قائم رہے تو عراق مٹتا ہے یا نہیں مٹتا، یہ تو کل دیکھنے کی بات ہے مگر اس سارے علاقے کا امن ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا اور کبھی عرب اپنی پہلی حالت کی طرف دوبارہ واپس نہیں لوٹ سکیں گے۔ اسرائیل پہلے سے بڑھ کر طاقت بن کر ابھرے گا اور اسرائیل کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کے متعلق کوئی عرب طاقت لمبے عرصہ تک سوچ بھی نہیں سکے گی۔ اسکے نتیجہ میں تمام دنیا میں شدید مالی بحران پیدا ہوں گے۔ اور چونکہ آج کل دنیا کے ترقی یافتہ ممالک خود مالی بحران کا شکار ہیں اس لئے تیسری دنیا کے مالی بحران کے نتیجے میں ایسے اثرات پیدا ہوں گے کہ اور جنگیں چھڑیں گی اور دنیا کا امن دن بدن برباد ہوتا چلا جائے گا۔ اگر آج مسلمان ممالک نے اصلاح احوال نہ کی تو مختصراً یہ کچھ ہے جو آئندہ پیش آنے والا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ جنوری 1991ء)

کیا بعد کے واقعات اور آج کی عالمی صورتحال یہی نقشہ پیش نہیں کر رہی جو آج سے قریباً 20 سال قبل حضور انورؒ نے بیان فرمایا تھا؟

تنازعات کے حل کے بارہ میں اسلامی تعلیم

☆...... ''مسلمانوں کے ردّعمل کا جہاں تک حال ہے یہ ایک نہایت ہی خوفناک اورافسوسناک ردعمل ہے...... قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (سورۃ النساء آیت:60) جب تم آپس میں اختلاف کیا کرو تو محفوظ طریق کار یہی ہے اور اسی میں امن ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی طرف بات کو لوٹایا کرو۔ قرآن اور سنت جس طرف چلنے کا مشورہ دیں اسی طرف چلو اسی میں تمہارا امن ہے اور اسی میں تمہاری بقاء ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ دنیا کے سیاستدانوں کے ساتھ جوڑ توڑ کر کے اپنے معاملات طے کرنے کی کوشش کرو، قرآنی تعلیم کی طرف لوٹو...... اور وہ یہ ہے کہ صرف ایک قوم کے مسلمان نہیں بلکہ ہر ایسے جھگڑے کے وقت جس مین دو مسلمان ممالک ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہونے والے ہوں تمام مسلمان ممالک اکٹھے ہو کر سر جوڑ کر اس ایک ملک پر دباؤ ڈالیں

جوان کے نزدیک شرارت کر رہا ہو اور پھر انصاف کے ساتھ ان دونوں کے معاملات سن کر صلح کرانے کی کوشش کریں اگر اس کے باوجود صلح نہ ہو اور ایک دوسرے پر حملہ سے باز نہ آئے تو یہ مسلمان ممالک کا کام ہے کہ وہ اس ایک ملک کا مقابلہ کریں اور اس میں غیروں سے مدد کا کہیں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اگر اس تعلیم کو پیش نظر رکھا جاتا تو یہ حالات جو آج بد سے بدتر صورت اختیار کر چکے ہیں اور نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں ان کی بالکل اور کیفیت ہوتی۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ اگست 1990ء)

یرغمالیوں کے بارہ میں عراق کی راہنمائی

☆ ...... ''حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اور اس زندگی میں ہونے والے تمام غزوات گواہ ہیں کہ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ جس قوم کے ساتھ اسلام کی فوجیں برسر پیکار تھیں ان کے آدمی جو مسلمانوں کے قبضہ قدرت میں تھے ان سے ایک ادنیٰ بھی زیادتی ہوئی ہو۔ وہ کلیۃً آزاد تھے۔ جس طرح چاہتے زندگی بسر کرتے اور کسی ایک شخص نے بھی ان پر کبھی کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ اسلام تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اگر کوئی پناہ مانگتا ہے تو خواہ وہ دشمن قوم سے تعلق رکھنے والا ہو اس کو پناہ دو لیکن عراق نے اسلام کے اس اخلاق کے پیمانے کو کلیۃً نظر انداز کرتے ہوئے اعلان کیا کہ تمام برٹش قوم سے تعلق رکھنے والے جو کسی حیثیت سے کویت میں یا عراق میں زندگی بسر کر رہے تھے اور تمام امریکن جوان علاقوں میں موجود تھے ان کو نہ ملک چھوڑنے کی اجازت ہے نہ اپنے گھروں میں رہنے کی اجازت ہے۔ وہ فلاں فلاں ہوٹل میں اکٹھے ہو جائیں۔ اسی طرح دیگر غیر ملکیوں کو بھی جو اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے ہیں ان کو بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جس طرح یہ معاملہ آگے بڑھ رہا ہے انکو Hostages کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اب یہ بات اپنی ذات میں کلیۃً اسلامی اخلاق تو درکنار دنیا کے عام مروجہ اخلاق کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے اخلاق ہیں کہاں؟ ...... اب حال ہی میں یہ جو یونائیٹڈ نیشنز کے ریزولیوشنز کو بہانہ بنا کر تمام طرف سے عراق کا Blockade کیا گیا یعنی فوجی اقدام کے ذریعے عراق میں چیزوں کا داخلہ بند کیا گیا اور وہاں سے چیزوں کا نکلنا بند کیا گیا اس میں دو قسم

کی اخلاقی زیادتیاں ہوئی ہیں جو بہت ہی خطرناک ہیں۔ ایک یہ کہ یونائٹڈ نیشنز نے ہرگز کھانے پینے کی اور ضروریات زندگی کی اشیاء کو بائیکاٹ میں شامل نہیں کیا تھا۔ دوسرے یونائیٹڈ نیشنز نے ہرگز یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اگر کوئی ملک بائیکاٹ نہ کرنا چاہے تو اسے زبردستی بائیکاٹ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اب ان دونوں باتوں میں امریکہ بھی اور انگلستان بھی کھلی کھلی دھاندلی کر رہے ہیں۔ ایک طرف عراق پر بداخلاقی کا الزام ہے جو ہم مانتے ہیں کہ اسلامی نقطہء نظر سے بداخلاقی ہے لیکن دوسری طرف خود ایک ایسی خوفناک بداخلاقی کے مرتکب ہوتے ہیں جو بظاہر ڈپلومیسی کی زبان میں لپٹی ہوئی ہے......

امر واقعہ یہ ہے کہ بغداد کی حکومت نے جو چار ہزار انگریز اور دو ہزار امریکن......کو پکڑ کر اپنے پاس Hostages کے طور پر رکھا ہوا ہے اگر ان کو بالآخر خدانخواستہ ظالمانہ طور پر وہ ہلاک بھی کر دے تو بھی یہ ظلم جو انگریز اور امریکہ مل کر عراق پر کر رہے ہیں یہ اس سے بہت زیادہ بھیانک جرم ہے......۔

جہاں تک عراق کا تعلق ہے ان کے لئے سب سے پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ اسلامی اخلاق کو مجروح نہ کریں اور زیادہ دنیا میں اسلام کو تضحیک کا نشانہ نہ بنائیں۔ وہ غیر ملکی جو ان کی پناہ میں ہیں خواہ ان کا تعلق امریکہ سے ہو یا انگلستان سے ہو یا پاکستان سے ہو ان کو کھلی آزادی دیں کہ جہاں چاہو جاؤ، ہمارا تم پر کوئی حق نہیں ہے۔......اور امر واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے ہر غیر ملکی اس ملک میں امانت ہوا کرتا ہے جس میں وہ کسی وجہ سے جاتا ہے۔ خواہ اس ملک کی اس غیر ملکی کے ملک سے لڑائی بھی چھڑ جائے تب بھی وہ امانت رہتا ہے۔ پس اس امانت میں خیانت کا نہایت ہولناک نتیجہ نکلے گا۔ ان کی انتقام کی آگ جو پہلے ہی بھڑک رہی ہے وہ اتنی شدت اختیار کر جائے گی کہ وہ لکھوکھہا معصوم مسلمانوں کو بھسم کر کے رکھ دے گی۔ حکومت کے سربراہ اور اس سے تعلق رکھنے والے تو چند لوگ ہیں، جو مارے جائیں گے وہ مسلمان معصوم عوام مارے جائیں گے، جنگ کے ایندھن بھی وہی بنیں گے۔ اور جنگ کے بعد کے انتقامات کا نشانہ بھی انہیں کو بنایا جائے گا۔ اس لئے سوائے اس کے کہ عراق کی حکومت تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اسلامی تعلیم کی طرف لوٹے، اس کے لئے امن کی کوئی راہ کھل نہیں سکتی۔ عراق یہ قدم اٹھائے اور دوسرے عالم اسلام کو یہ پیغام دے کہ میں پوری طرح تیار ہوں تم جو فیصلہ کرو میں

اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور ہر گارنٹی دیتا ہوں کہ کویت سے میں اپنی فوجوں کو واپس بلاؤں گا، امن بحال ہوگا، لیکن شرط یہ ہے کہ فیصلہ عالم اسلام کرے اور غیروں کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔

اگر یہ تحریک زور کے ساتھ چلائی جائے اور عالم اسلام کے ساتھ جس طرح ایران سے صلح کرتے وقت نہایت لمبی خون ریزی کے بعد جس میں ملینز ہلاک ہوئے یا زخمی ہوئے جو علاقہ چھینا تھا وہ واپس کرنا پڑا۔ اگر یہ ہوسکتا ہے تو خونریزی سے پہلے کیوں ایسا اقدام نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دوسرا قدم عراق کے لئے یہ ضروری ہے کہ کویت سے اپنا ہاتھ اٹھا لے۔ اور عالم اسلام کو یقین دلائے کہ جس طرح میں نے ایران سے صلح کی ہے اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کی خاطر ان کے ظلم سے بچنے کیلئے میں تم سب سے صلح کرنی چاہتا ہوں کیونکہ یہ ظلم صرف ہم پر نہیں ہوگا بلکہ سارے عالم اسلام پر ہوگا۔ اسلام کی طاقت بیسیوں سال تک بالکل کچلی جائے گی اور اسلامی مملکتیں پارہ پارہ ہو جائیں گی اور کاملۃً غیروں پر ان کو انحصار کرنا پڑے گا۔...... پس ضروری ہے کہ عراق یہ پیغام دے اور بار بار پیغام ریڈیو ٹیلی ویژن کے اوپر نشریات کے ذریعہ تمام عالم اسلام میں پہنچایا جائے کہ ہم واپس ہونا چاہتے ہیں۔ ہم اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے عالم اسلام کی عدالت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ لیکن غیروں کو شامل نہ کرو۔ یہ ایک ایسی اپیل ہے جس کے نتیجہ میں تمام مسلمان رائے عامہ اتنی شدت کے ساتھ عراق کے حق میں اٹھے گی کہ یہ حکومتیں جو ارادہ بدنیتوں کے ساتھ بھی غیروں کے ساتھ تعلقات بڑھانے پر مجبور ہیں وہ بھی مجبور ہو جائیں گی کہ اس اپیل کا صحیح جواب دیں۔ اور اگر نہیں دیں گی تو پھر اگر یہ خدا کی خاطر کیا جائے اور خدا کی تعلیم کے پیش نظر اسلامی تعلیم کی طرف لوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ خود ضامن ہوگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ عراق کی ان خطرات سے حفاظت فرمائے گا جو خطرات اس وقت عراق کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 17 راگست 1990ء)

یاجوج ماجوج اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ علاج

☆ ......"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف بڑی لمبی پیشگوئیاں ...... آخری زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یاجوج ماجوج دنیا پر قابض ہو جائیں گے اور موج در موج اٹھیں گے

اور تمام دنیا کو ان کی طاقت کی لہریں مغلوب کر لیں گی۔ اس وقت دنیا میں مسیح نازل ہوگا اور مسیح علیہ السلام اپنی جماعت کے ساتھ ان کے مقابلے کی کوشش کرے گا......۔ تب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے یہ فرمائے گا کہ: لا یدان لأحد لقتالهما کہ ہم نے جو یہ دو قومیں پیدا کی ہیں ان دونوں سے مقابلے کی دنیا میں کسی انسان کو طاقت نہیں بخشی، تمہیں بھی نہیں بخشی، ایک ہی علاج ہے کہ تم پہاڑ کی پناہ میں چلے جاؤ اور دعائیں کرو۔ دعا ہی وہ طاقت ہے جو ان قوموں پر غالب آئے گی۔......اس زمانے کے تمام مسلمانوں میں سے کسی کے متعلق نہیں فرمایا کہ خدا ان کو کہے گا کہ تم دعائیں کرو۔ صرف مسیح اور مسیح کی جماعت کے متعلق یہ فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا اس زمانے میں حقیقت میں دعا پر سے ایمان اٹھ چکا ہوگا۔

دعا کو وہ لوگ اہمیت نہیں دیں گے...... چنانچہ اب آپ دیکھ لیجئے کہ کتنے ہی مسلمان راہنماؤں کے بڑے بڑے بیانات آرہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ امریکہ کی طرف دوڑو اور اس سے پناہ کے طالب بنو اور اس سے مدد لو۔ اور کوئی ایران سے صلح کر رہا ہے یا اپنی تقویت کی اور باتیں بیان کر رہا ہے۔ لیکن کسی ایک نے بھی خدا کی پناہ میں جانے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کسی نے یہ نصیحت نہیں کی کہ اے مسلمانو! یہ دعا کا وقت ہے، دعائیں کرو کیونکہ دعاؤں کے ذریعہ ہی تمہیں دشمن پر غلبہ نصیب ہوگا۔ ہاں ایک جماعت ہے اور صرف ایک جماعت ہے جو مسیح محمدِ مصطفیٰ کی جماعت ہے جس کے متعلق خدا نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ اگر عالم اسلام کو بچایا گیا تو اس جماعت کی دعاؤں سے بچایا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں پناہ لیں، آپ کی تعلیم میں پناہ لیں، آپ کے کردار میں پناہ لیں، آپ کی سنت میں پناہ لیں، اور پھر دعائیں کریں۔۔۔۔ آپ دعائیں کریں اور دعائیں کرتے چلے جائیں۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 24/اگست 1990ء)

پیشگوئی اور انذار

☆ ......''ان کے کیا پروگرام ہیں؟ اور کن طاقتوں پر یہ بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ Desert Storm کی باتیں کرتے ہیں یعنی صحراؤں کا ایک طوفان ہے جو دشمن کو ہلاک اور ملیامیٹ کر دے گا۔ یہ نہیں جانتے کہ طوفانوں کی باگیں بھی خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ

خدا کی تقدیر کیا فیصلہ کرے گی، مگر یہ ضرور جانتا ہوں کہ خدا کی تقدیر جو بھی فیصلہ کرے گی وہ بالآخر متکبروں کو ہلاک کرنے کا موجب بنے گا۔ آج نہیں تو کل یہ تکبر ملیامیٹ کئے جائیں گے۔ کیونکہ وہ خدا جس کی بادشاہت آسمان پر ہے اسی خدا کی بادشاہت زمین پر بھی ضرور قائم ہو کر رہے گی۔ پس آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں آپ دیکھیں گے کہ یہ تکبر دنیا سے ہلاک کیا جائے گا اور طوفان ان پر الٹائے جائیں گے۔ اور ایسے ایسے خوفناک Storms خدا کی تقدیر ان پر چلائے گی کہ جن کے مقابل پر ان کی تمام اجتماعی طاقتیں بھی ناکام اور پارہ پارہ ہو جائیں گی۔...... یہ اقوام قدیم جن کو آج اقوام متحدہ کہا جاتا ہے ان کے اطوار زندہ رہنے کے نہیں ہیں۔ یہ قومیں یادگار بن جائیں گی اور عبرت ناک یادگار بن جائیں گی اور انکے کھنڈرات سے اے توحید کے پرستارو! وہ آپ ہیں جو نئی عمارتیں تعمیر کریں گے۔ نئی اقوام متحدہ کی عظیم الشان فلک بوس عمارتیں تعمیر کرنے والے تم ہو، اے مسیح محمدی کے غلامو! جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے۔ تم دیکھو گے، آج نہیں تو کل دیکھو گے۔ اگر تم نہیں دیکھو گے تو تمہاری نسلیں دیکھیں گی۔ اگر کل تمہاری نسلیں نہیں دیکھیں گی تو ان کی نسلیں دیکھیں گی۔ مگر یہ خدا کے منہ کی باتیں ہیں اور اس کی تقدیر کی تحریریں ہیں جنہیں دنیا میں کوئی مٹا نہیں سکتا۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 25/جنوری 1991ء)

خدا کی راہ کے مزدور

حضور انور نے مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کے بعض ظالمانہ مؤقف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اقوام متحدہ دراصل اقوام متحدہ نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کی عمارت انصاف پر قائم ہونی چاہئے اور خدا کے صالح عباد ہی اس کی یہ عمارت اس کی بنیادوں سے اٹھائیں گے۔ اس ضمن میں آپ نے افراد جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ وہ مزدور ہیں جنہوں نے وہ نئی عمارتیں تعمیر کرنی ہیں۔ نئی اقوام متحدہ کی بنیادیں تو ڈالی جا چکی ہیں، آسمان پر پڑ چکی ہیں۔ ان کی عمارتوں کو آپ نے بلند کرنا ہے۔ پس ان دو مقدس مزدوروں کو کبھی دل سے محو نہ کرنا جن کا نام ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام تھا۔ اور ہمیشہ یاد رکھنا اور اپنی نسلوں کو نصیحتیں کرتے چلے جانا کہ اے خدا کی راہ کے مزدورو! اسی تقویٰ اور سچائی اور خلوص کے ساتھ، اسی توحید کے ساتھ وابستہ ہو کر اسے اپنے رگ وپے میں

سرایت کرتے ہوئے تم اس عظیم الشان تعمیر کے کام کو جاری رکھو گے۔ایک صدی بھی جاری رکھو گے، اگلی صدی بھی جاری رکھو گے یہاں تک کہ یہ عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔اس عمارت کی تکمیل کا سہرا جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے ڈالی تھی جن کے ساتھ ان کے بیٹے اسماعیل نے مزدوری کی تھی خدا کی تقدیر میں ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر باندھا جا چکا ہے۔کوئی نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔ہم تو مزدور ہیں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے غلام، آپ کی خاک پا کے غلام ہیں۔پس آپ وفا کے ساتھ کام لیں اور نسلاً بعد نسل اپنی اولاد کو یہ نصیحت کرتے چلے جائیں کہ تم خدا اور رسول کے مزدوروں کی طرح کام کرتے رہو گے، کرتے رہو گے، کرتے رہو گے، اپنے خون بھی بہاؤ گے اور پسینے بھی بہاؤ گے، اور کبھی نہیں تھکو گے نہ ماندہ ہو گے، یہاں تک کہ خدا کی تقدیر اپنے اس وعدہ کو پورا کر دے کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصّف:10) کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اس لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا کہ تمام ادیان پر غالب آجائے۔اور ایک ہی جھنڈا ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہو، اور ایک ہی دین ہو جو خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہو، اور ایک ہی خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم ہو۔خدا کرے کہ ہم اس کی بادشاہت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 25/جنوری 1991ء)

میری روح کی آنکھ دیکھ رہی ہے

"مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان دنیا کی آنکھوں سے آپ دیکھ سکیں یا نہ دیکھ سکیں، میری روح کی آنکھیں آج ان واقعات کو دیکھ رہی ہیں۔ان عظیم الشان تغیرات کو اس طرح دیکھ رہی ہیں جیسے میرے سامنے واقعہ ہو رہے ہیں۔اور ہمارے مرنے کے بعد ہماری روحوں کو آشنا کیا جائے گا اور خبریں دی جائیں گی کہ اے خدا کے غلام بندو! خدا سے عشق اور محبت کرنے والے بندو! تمہاری روحیں ابدی سرور پائیں اور ابدی سکینت حاصل کریں کہ جن راہوں میں تم نے قربانیاں دی تھیں وہ راہیں شاہراہیں بن چکی ہیں۔اور جن تعمیرات میں تم نے اینٹ اور روڑے اور پتھر رکھے تھے وہ خدا کی توحید کی ایک عظیم الشان عمارت بن کر پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ہو گا اور ایسا ہی ہو گا۔اللہ کرے کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اس رنگ

میں خدمت کی توفیق عطا ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 رجنوری 1991ء)

اسلام کا نظام عدل رائج کریں

”اسلام کو دنیا کے سامنے ایک ایسے مذہب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جس کا عدل کے ساتھ کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس میں سب سے بڑا قصور مُلّاں اور سیاستدان کا ہے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں اسلام کے نظام عدل کو تباہ کیا جا رہا ہے۔...... پہلا نظریہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ تلوار کا استعمال نظریات کی تشہیر میں نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ اور تلوار کے زور سے نظریات کو تبدیل کر دینے کا نام اسلامی جہاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حق صرف مسلمانوں کو ہے، عیسائیوں یا یہود یا ہندوؤں یا بدھوں کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی مسلمان کے نظریئے کو بزور تبدیل کریں......۔

دوسرا جزو اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو کسی کا حق نہیں کہ اسے موت کی سزا دے...... لیکن اگر کوئی مسلمان دوسرا مذہب اختیار کر لے تو دنیا کے ہر مسلمان کا حق ہے کہ اس کی گردن اڑا دے......۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ شریعت اسلامیہ کو زبردستی ان شہریوں پر بھی نافذ کریں جو اسلام پر ایمان نہیں لاتے۔ لیکن دوسرے مذاہب کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی اپنی شریعت مسلمانوں پر نافذ کریں......۔

آج دنیا میں اسلام کے خلاف سب سے زیادہ استعمال ہونے والا ہتھیار یہی وہ تین اصول ہیں جن کی فیکٹریاں مسلمان ملکوں میں لگائی گئی ہیں...... مسلمانوں کے لئے اَور حقوق، غیروں کے لئے اَور حقوق، سارے حقوق دنیا میں راج کرنے کے مسلمانوں کو اور سب غیر ہر دوسرے حق سے محروم۔ اگر، نعوذ باللہ من ذلک، یہ قرآنی اصول ہے تو لازماً ساری دنیا اس اصول سے متنفر ہو گی اور مسلمانوں کو امن عالم کے لئے شدید خطرہ محسوس کرے گی......۔ پس امر واقعہ یہی ہے کہ اسلامی ممالک میں اسلام کی طرف منسوب کئے جانے والے نہایت مہلک ہتھیاروں کی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں۔ اور مُلّاں ان کارخانوں کو چلا رہے ہیں۔ اور بھاری تعداد

میں دشمن ممالک......کو بھیجے جاتے ہیں......اور پھر یہی ہتھیار عالم اسلام کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1991ء)

عالم اسلام کے لئے مزید مشورے

''پس عالم اسلام کو میرا مشورہ یہی ہے کہ پہلے اسلام کی طرف لوٹو اور اسلام کے دائمی اور عالمی اصولوں کی طرف لوٹو، پھر تم دیکھو گے کہ خدا کی برکتیں کس طرح تم پر ہر طرف سے نازل ہوتی ہیں۔

دوسرا اہم مشورہ یہ ہے کہ علوم وفنون کی طرف توجہ کرو۔ نعرہ بازیوں میں کتنی صدیاں تم نے گزار دیں......۔ دوسری قومیں علوم وفنون میں ترقی کرتی رہیں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں تم پر ہر پہلو سے فتح یاب ہوتی رہیں اور تم پر ہر پہلو سے فضیلت لے جاتی رہیں۔ پس بہت ہی بڑی اہمیت کی بات ہے کہ علوم وفنون کی طرف توجہ دو اور مسلمان طالب علموں کے جذبات سے کھیل کر، ان کو گلیوں میں لڑا کر، گالیاں دلوا کر ان کی اخلاقی تباہی کے سامان نہ کرو، اور ان کی علمی تباہی کے سامان نہ کرو اور پھر پولیس کے ذریعہ ان پر ڈنڈے برسا کر یا گولیاں چلا کر ان کی جسمانی تباہی کے سامان نہ کرو اور ان کی عزتوں کی تباہی کے سامان نہ کرو۔ اب تک تو تم یہی کھیل کھیل رہے ہو۔ مسلمان نسلوں کو جوش دلاتے ہو اور پھر وہ بیچارے گلیوں میں نکلتے ہیں، اسلام کی محبت کے نام پر، پھر ان کو رسوا اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ ان پر ڈنڈے برسائے جاتے ہیں، ان پر گولیاں برسائی جاتی ہیں، اور ان کو کچھ پتہ نہیں کہ ہم سے یہ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے جذبات سے کھیلنے کی بجائے ان کو حوصلہ دو، ان کو سلیقہ دو، ان کو تحمل کی تعلیم دو، ان کو بتاؤ کہ اگر تم دنیا کی قوموں میں اپنا کوئی مقام بنانا چاہتے ہو تو علم وفضل کی دنیا میں مقام بناؤ اس کے بغیر تمہیں دنیا میں قابل عزت مقام عطا نہیں ہوسکتا۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1991ء)

عرب اقوام کے لئے چند قیمتی مشورے

''عربوں کو فوری طور پر اپنے اندرونی مسائل حل کرنے چاہئیں اور اس اندرونی مسائل

کے دائرے میں مَیں ایران کو بھی شامل کرتا ہوں کیونکہ تین ایسے مسائل ہیں جو اگر فوری طور پر حل نہ کئے گئے تو عربوں کو فلسطین کے مسئلے میں کبھی اتفاق نصیب نہیں ہو سکے گا۔

ایران کی عربوں کے ساتھ ایک تاریخی رقابت چلی آ رہی ہے جس کے نتیجے میں سعودی عرب اور کویت عراق کی مدد پر مجبور ہو گئے تھے اور باوجود اس کے کہ اندرونی طور پر اختلافات تھے وہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے کہ ایران ان کے قریب آ کر بیٹھ جائے۔ دوسرا شیعہ سنی اختلاف کا مسئلہ ہے اور اس مسئلے میں بھی سعودی عرب حد سے زیادہ الرجک ہے۔ وہ شیعہ فروغ کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔ تیسرا مسئلہ کردوں کا مسئلہ ہے۔

جہاں تک دشمن کی حکمت عملی کا تعلق ہے اسرائیل سب سے زیادہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ یہ تینوں مسائل بھڑک اٹھیں۔ چنانچہ جنگ ابھی دم توڑ رہی تھی کہ وہاں عراق کے جنوب میں شیعہ بغاوت کروادی گئی۔ اور شیعہ بغاوت کے نتیجے میں ایران عرب رقابت کا مسئلہ خود بخود جاگ جانا تھا .... دشمن کی طرف سے یہ کوشش ابھی تک جاری ہے اور اگر یہ کامیاب ہو گئی تو اس کے نتیجہ میں دشمنوں کو دو اہم مقصد حاصل ہو جائیں گے۔

اول: ایران عرب رقابتیں بڑھنی شروع ہوں گی۔ اور

دوم: شیعہ سنی اختلافات بھڑک اٹھیں گے۔

اور یہ دونوں افتراق پھر دوسرے کئی قسم کے جھگڑوں حتیٰ کہ جنگوں پر بھی منتج ہو سکتے ہیں۔

کردوں کو بھی اسی وقت انگیخت کیا گیا ہے۔......لیکن نہایت ضروری ہے کہ یہ تمام مسلمان قومیں جن کا ان مسائل سے تعلق ہے فوری طور پر آپس میں سر جوڑیں اور ان مسائل کو مستقل طور پر حل کر لیں، ورنہ یہ مسائل ایک ایسی تلوار کے طور پر ان کے سروں پر لٹکے رہیں گے جو ایسی تار سے لٹکی ہوئی ہو گی جس کا ایک سرا مغربی طاقتوں کی انگلیوں میں لپٹا ہوا ہے تاکہ وہ جب چاہیں اس کو گرا کر سروں کو زخمی کریں، جب چاہیں اتار کر سر سے لے کر دل تک چیرتے چلے جائیں......۔

ایک اور اہم مشورہ ان کے لئے یہ ہے کہ امریکہ اسرائیل پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ اردن کا مغربی کنارہ خالی کر دے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ سب قصہ ہے، ایک ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ اگر امریکہ اس بات میں مخلص ہوتا کہ اسرائیل اردن کا مغربی کنارہ خالی کر دے تو صدام حسین کی یہ

پہلے دن کی پیشکش قبول کر لیتا کہ ان دونوں مسائل کو ایک دوسرے سے باندھ لو، میں کویت خالی کرتا ہوں تم اسرائیل سے عربوں کے مقبوضہ علاقے خالی کرالو۔ خون کا ایک قطرہ بہے بغیر یہ سارے مسائل حل ہو جانے تھے۔

پھر بڑی تیزی سے اسرائیل وہاں یہودی بستیاں تعمیر کر رہا ہے۔ جو روپیہ اسرائیل کو اس وقت مغربی طاقتوں کی طرف سے دیا گیا ہے وہ اکثر اردن کے مغربی کنارہ کے علاقہ میں روس کے یہودی مہاجرین کو آباد کرنے کی غرض سے دیا گیا۔ اس لئے عقلاً کوئی وجہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ ایسا واقعہ ہو جائے کہ امریکا اس دباؤ میں سنجیدہ ہو اور اسرائیل اس بات کو مان جائے۔ ایک خطرہ ہے کہ اس کو ایک طرف رکھ کر شام کو یہ مجبور کیا جائے کہ مصر کی طرح تم بھی باہمی دوطرفہ سمجھوتے کے ذریعہ اسرائیل سے صلح کر لو۔ اگر یہ ہوا تو فلسطینیوں کا عربوں میں نگہداشت کرنے والا اور ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا سوائے عراق اور اردن کے اور کوئی نہیں رہے گا۔ عراق کا جو حال ہو چکا ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں، اردن میں پہلے ہی اتنی طاقت نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسرائیل اردن سے چھیڑ چھاڑ جاری رکھے کہ چونکہ اردن نے ہمارے خلاف جارحیت کا نمونہ دکھایا ہے یا ہمارے دشمنوں کی حمایت کی ہے، اردن کو بھی اپنے قبضہ میں لے سکے۔

اس نقطہ نگاہ سے مشرق وسطیٰ کی تین قوموں ایران عراق اور اردن کا اتحاد انتہائی ضروری ہے۔ اور اسکے علاوہ دیگر عرب قوموں سے ان کی مفاہمت بہت ضروری ہے۔ تا کہ یہ تین ایک طرف نہ رہیں بلکہ کسی نہ کسی حد تک دیگر عرب قوموں کی حمایت بھی انکو حاصل ہو۔

ایک اور مسئلہ جو اب اٹھایا جائے گا وہ سعودی عرب کے اور کویت کے تیل سے ان عرب ملکوں کو خیرات دینے کا مسئلہ ہے جو تیل کی دولت سے خالی ہیں۔ یہ انتہائی خوفناک خودکشی ہوگی۔ اگر ان ملکوں نے اس طریق پر سعودی عرب اور کویت کی امداد کو قبول کر لیا کہ گویا وہ حقدار تو نہیں لیکن خیرات کے طور پر ان کی جھولی میں بھیک ڈالی جارہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں فلسطین کے مسئلے کے حل ہونے کے جو باقی امکانات رہتے ہیں وہ بھی ہمیشہ کے لئے مٹ جائیں گے۔ اس لئے اس مسئلہ پر عربوں کو یہ مؤقف اختیار کرنا چاہئے کہ عربوں کو خدا تعالیٰ نے جو تیل کی دولت دی ہے وہ سب کی مشترک دولت ہے۔ اور ایسا فارمولہ طے کرنا چاہئے کہ اس مشترک دولت کی حفاظت بھی مشترک طور پر ہو اور اس کی تقسیم بھی منصفانہ ہو۔ البتہ جن ملکوں میں یہ

دولت دریافت ہوئی ہے ان کو پانچواں حصہ (جیسا کہ اسلامی قانون خزائن کے متعلق ہے) یا فقہاء کے نزدیک اگر اختلافات ہوں جو کچھ نہ کچھ حصہ زائد دے دیا جائے مگر مشترکہ دولت کے اصول کو منوانا اور اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔اس کے بعد ان کو جو کچھ ملے گا وہ عزت نفس قربان کر کے نہیں ملے گا بلکہ اپنا حق سمجھتے ہوئے ملے گا۔اور امر واقعہ یہی ہے کہ سارا عالم عرب ایک عالم تھا جسے مغربی طاقتوں نے توڑا ہے۔اور اپنے وعدے توڑتے ہوئے توڑا ہے۔ ورنہ پہلی جنگ عظیم کے معاً بعد واضح اور قطعی وعدہ انگریزی حکومت کی طرف سے تھا کہ ہم ایک متحد آزاد عرب کو پیچھے چھوڑ کر جائیں گے۔ وہ متحد آزاد عرب کا وعدہ انکے حق میں ابھی تک پورا نہیں ہوا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت سارے عرب کی دولت مشترکہ دولت تسلیم کر لی گئی تھی۔اس اصول کو پکڑ کر اسے مضبوطی سے تھام لینا چاہئے اور اس گفت وشنید کو ان خطوط پر آگے بڑھانا چاہئے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 8/ مارچ 1991ء)

اپنی نیتوں کو ٹٹولو

''یہ نصیحتیں کن پر اثر کریں گی؟ کون سے کان ہوں گے جو ان نصیحتوں کو سنیں گے؟ کون سے دل ہوں گے جو ان نصیحتوں کو سن کر ہیجان پذیر ہوں گے اور ان میں حرکت پیدا ہوگی؟ اگر تمام تر سیاست اور اخلاق اور اقتصادیات کی بنیاد ہی متزلزل ہو، اگر نظریات بگڑے ہوئے ہوں، اگر نیتیں گندی ہو چکی ہوں تو دنیا میں کوئی صحیح نصیحت کسی پر اثر نہیں دکھا سکتی۔اس لئے جس طرح میں نے غیر قوموں کو نصیحت کی ہے کہ خدا کے لئے اپنی نیتوں کی حفاظت کرو، تمہاری نیتوں میں شیطان اور بھیڑیئے شامل ہیں اور دنیا کی ہلاکت کا فیصلہ تمہاری نیتیں کرتی ہیں......اسی طرح میں مسلمان ملکوں اور تیسری دنیا کے ملکوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اپنی نیتوں کو ٹٹولو۔اگر تم اس لئے بچپن سے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کر رہے ہو کہ رشوت لینے کے بڑے مواقع ہاتھ آئیں گے اور بڑی بڑی کوٹھیاں بناؤ گے......۔تو اس نیت کے ساتھ تم دنیا میں کچھ بھی تعمیر نہیں کر سکتے......اگر سیاستدان بننے کے وقت تم نے یہ خوابیں دیکھیں یا اس سے پہلے یہ خوابیں دیکھی تھی کہ جس طرح فلاں سیاستدان نے اقتدار حاصل کیا (اس سے پہلے وہ دوکوڑی کا چپڑاسی یا تھانیدار تھا یا کسی اور محکمے کا افسر تھا۔استعفیٰ دیا اور سیاست میں آیا اور پھر اس طرح کروڑ پتی بن

گیا اور اتنی عظمت اور جبروت حاصل کی) آؤ ہم بھی اس کے نمونے پر چلیں......تو پھر تم نے سیاست کی ہلاکت کا اسی دن فیصلہ کر لیا اور تم اگر کسی قوم کے راہنما ہوئے تو تم پر یہ مثال صادق آئیگی کہ:۔

إذا كان الغراب دليل قوم

سيهديهم طريق الهالكين

کہ دیکھو جب کبھی بھی کوّے قوم کی سرداری کیا کرتے ہیں تو ان کو ہلاکت کے رستوں کی طرف لے جاتے ہیں۔پس نیتوں کی اصلاح کرو اور یہ فیصلے کرو کہ جو کچھ گزر چکا گزر چکا، آئندہ سے تم قوم کی سرداری کے حقوق ادا کرو گے، سرداری کے حقوق اس طرح ادا کرو جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عالم کی سرداری کے حق ادا کئے تھے وہی ایک رستہ ہے سرداری کے حق ادا کرنے کا۔اسکے سوا اور کوئی رستہ نہیں۔حضرت عمرؓ جب بستر علالت پر آخری گھڑیوں تک پہنچے اور قریب تھا کہ دم توڑ دیں تو بڑی بے چینی اور بے قراری سے یہ دعا کر رہے تھے کہ اے خدا! اگر میری کچھ نیکیاں ہیں تو بے شک ان کو چھوڑ دے۔میں ان کے بدلے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر میری غلطیوں پر پرسش نہ فرمانا۔مجھ میں یہ طاقت ہی نہیں کہ میں اپنی غلطیوں کا حساب دے سکوں۔یہ وہ روح ہے جو اسلامی سیاست کی روح ہے اس روح کی آج مسلمانوں کو ضرورت ہے۔اور غیر مسلموں کو بھی ضرورت ہے۔آج کے تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ سیاست کی اس روح کو زندہ کر دو تا مرتی ہوئی انسانیت زندہ ہو جائے۔یہ روح زندہ رہی تو جنگوں پر موت آجائیگی، لیکن اگر یہ روح مرنے دی گئی اور جنگیں پھر زندہ ہو گئیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت جنگوں کو موت کے گھاٹ اتار نہیں سکتی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1991ء)

اس دردناک واقعہ سے سبق

’’خلیج کی جنگ کے اس دردناک واقعہ میں ہمارے لئے بہت گہرے سبق ہیں اور سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے اعلیٰ پائیدار اور ناقابل تسخیر اصولوں کی طرف لازمًا لوٹنا ہوگا۔اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کے حق میں یہ وعدہ پورا نہیں ہوگا کہ ارض کے اوپر خدا کے

پاک بندوں کی حکومت لکھی جا چکی ہے(أن الأرض یرثها عبادی الصالحون۔ناقل)الأرض یعنی فلسطین کی زمین ہو یا ساری دنیا مراد ہو جب تک عباد الصالحین پیدا نہیں ہوتے اور قرآن کریم کے پاکیزہ، ہمیشہ رہنے والے، ہمیشہ غالب آنے والے اصولوں پر عمل نہیں کرتے اسی وقت تک ان کے مقدر میں کوئی دنیاوی فتح بھی نہیں لکھی جائے گی۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1991ء)

پرسوز دعاؤں کی تحریکات کے بعض نمونے

''جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے میری نصیحت یہ ہے کہ خواہ وہ آپ سے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں، خواہ وہ آپ کو اپنا بھائی شمار کریں یا نہ کریں، دعا کے ذریعے آپ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے چلے جائیں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی اس تعلیم کو کبھی فراموش نہ کریں کہ

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حبّ پیمبرم

کہ اے میرے دل! تو اس بات کا ہمیشہ دھیان رکھ، ہمیشہ اس بات کا خیال رکھ کہ یہ تیرے دشمن یعنی مسلمانوں میں سے جو دشمنی کر رہے ہیں، آخر تیرے محبوب رسولؐ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔پس تو اس محبوب رسولؐ کی محبت کی خاطر ہمیشہ ان سے بھلائی کا سلوک کرتا چلا جا۔خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3راگست 1990ء)

دنیا کو بتادیں کہ خدا آپ کا ہے

''ہم بہت کمزور ہیں، لیکن ہم دعا کر سکتے ہیں، دعا کرنا جانتے ہیں، دعاؤں کے پھل ہم نے کھائے ہوئے ہیں اور کھاتے ہیں۔پس جب نمازوں میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن کی دعا کیا کریں تو خصوصیت کے ساتھ موجودہ حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ سے یہ عرض کیا کریں کہ مکے اور مدینے کی بستیوں کا تقدس تو عبادت سے وابستہ ہے اور ہمیشہ عبادت سے وابستہ رہے گا۔یہ بستیاں اس لئے مقدس ہیں کہ ان بستیوں میں ابراہیم علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتیں کی ہیں۔ پس آج ان عبادتوں کو زندہ کرنے والے ہم تیرے عاجز غلام ہیں، اُس شان کے ساتھ نہیں مگر جس حد تک بھی توفیق پاتے ہیں ہم ان عبادتوں کو اسی طرح زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پس اے ہمارے معبود! ہماری عبادتوں کو قبول فرما اور ہماری مدد فرما اور آج اگر تو نے عبادت کرنے والوں کی مدد نہ کی تو دنیا سے عبادت اٹھ جائے گی اور دنیا سے عبادت کا ذوق اٹھ جائے گا۔ پس تو ہماری التجاؤں کو قبول فرما۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں، دنیا کی قوم کی طرف نہیں دیکھ رہے تیری طرف دیکھ رہے ہیں، تیرے حضور جھک رہے ہیں، تو مدد فرما۔ اگر ہماری یہ دعا قبول ہو جائے اور اگر دل کی گہرائیوں سے اٹھے اور تمام دنیا سے احمدی یہ دعائیں کر رہے ہیں تو ہرگز بعید نہیں کہ یہ دعا قبول ہو جائے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ Ball کسی اور کی کورٹ میں نہیں رہے گا، Ball تقدیر الٰہی کی کورٹ کی طرف واپس چلا جائے گا۔ اور آپ کی دعائیں ہیں جن کا ہاتھ تقدیر الٰہی پر پڑتا ہے یا جن کا ہاتھ تقدیر الٰہی کے قدموں کو چھوتا ہے اور پھر تقدیر الٰہی آپ کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ رنگ بدلتی چلی جاتی ہے۔ اب دنیا کو یہ بدلتے ہوئے رنگ دکھا دیں اور دنیا کو بتا دیں کہ خدا آپ کا ہے اور آپ جس کے ساتھ ہیں خدا اس کے ساتھ ہوگا۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 رجنوری 1991ء)

روح کا آستانۂ الوہیت پر پگھلنا شرط ہے

''خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام یہ لکھتے ہیں کہ یہ مقدر تھا اور ہے کہ ایسا ضرور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب مسیح کی روح آستانہ الوہیت میں پگھلے گی اور راتوں کی اس کے سینے سے دردناک آوازیں اٹھیں گی تو خدا کی قسم دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اس طرح پگھلنے لگیں گی جیسے برف دھوپ میں پگھلتی ہے اور اس طرح ان طاقتوں کے ہلاک ہونے کے دن آئیں گے اور ان کے تکبر کے ٹوٹنے کے دن آئیں گے۔

مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام تو آج نہیں لیکن مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کی روح جماعت احمدیہ میں زندہ ہے۔ پس اے مسیح موعود کی روح کو اپنے سینے میں لئے ہوئے احمدیو! خدا کے حضور راتوں کو اٹھو اور اس طرح پگھلو اور دردناک کراہ کے ساتھ اور دردناک چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ خدا کے حضور گریہ وزاری کرو، اور یقین رکھو کہ جب تمہاری روحیں اسکے

آستانہ پر پگھلیں گی تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے پگھلنے کے دن آجائیں گے۔اور یہ وہ تقدیر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کرسکتی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22رفروری 1991ء)

ہماری دعائیں ضرور قبول ہونگی

’’انشاء اللہ ہماری دعائیں ضرور قبول ہوں گی اور یہ عظیم تاریخی دور جس میں ہم داخل ہوئے ہیں اس کا پلہ بالآخر انشاء اللہ اسلام کے حق میں ہوگا مگر ہماری دعا اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس تقدیر کو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ لیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/مارچ 1991ء)

ایم ٹی اے پر "لقاء مع العرب" کا پروگرام

انبیاء کے الہامات اور رؤیا ضروری نہیں کہ نبی کی زندگی میں ہی پورے ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف ایک دفعہ ہی پورے ہوں بلکہ ہوسکتا ہے کہ نبی کی زندگی میں بھی پورے ہوں اور بعد میں بھی مختلف زمانوں میں پورے ہوتے رہیں۔ پھر بعض الہامات و رؤیا نبی کی ظاہری اولاد کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ خلافت دراصل نبوت کا ہی امتداد ہوتا ہے اس لئے نبی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی خبریں بھی عطا ہوتی ہیں جن کا تعلق زمانہء خلافت سے ہوتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات و رؤیا کا ذکر کرتے ہیں جو شاید کسی طور پر پہلے بھی پورے ہو چکے ہوں اور شاید آئندہ بھی مختلف زبانوں اور ادوار میں مختلف شکلوں میں پورے ہوتے رہیں گے۔ لیکن ایک طور سے وہ پروگرام لقاء مع العرب پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔

آدھا عربی آدھا انگریزی نام

ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کوئی پچیس چھبیس سال کا عرصہ گزرا ہے ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔"

(الحکم جلد 9 نمبر 23 مؤرخہ 10 ستمبر 1905ء صفحہ 3، کالم نمبر 3)

1905ء میں حضورؑ فرماتے ہیں کہ پچیس چھبیس سال پہلے کا یہ رؤیا ہے اس کا مطلب ہے

کہ غالبًا یہ 1880ء کی بات ہے۔

شاید حضورؑ کا مندرجہ ذیل اقتباس اس رؤیا کی تفسیر ہے۔حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں، ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو دوسرے یورپ پر اتمام حجت کریں۔عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں۔ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہوگا کہ ان کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو پہنچائیں، اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہوگی۔ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ انکی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دور جا پڑے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 253)

حضور علیہ السلام نے اسی مذکورہ رؤیا کے بارہ میں مزید کچھ وضاحت اپنے ایک کشف کے ذیل میں بیان فرمائی۔آپؑ اپنے کشف: مَصَالِحُ الْعَرَبِ، مَسِیْرُ الْعَرَبِ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ''عربوں میں چلنا''۔شاید مقدر ہو کہ ہم عرب میں جائیں۔مدت ہوئی کہ کوئی پچیس چھبیس سال کا عرصہ گزرا ہے ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں۔

انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر وکسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔''

(بدر جلد 1 نمبر 23، مؤرخہ 7 ستمبر 1905ء صفحہ 2، الحکم جلد 9 نمبر 32 مؤرخہ 10 ستمبر 1905ء صفحہ 3)

حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ ''بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں'' قابل غور ہیں۔ان الفاظ کے پورا ہونے کی ایک صورت یہ بھی قرار دی جاسکتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو پاکستان سے ہجرت کر کے دیار مغرب میں آنا پڑا جس کے بعد خلیفہ وقت کے لئے سیٹلائیٹ کے ذریعہ عربوں میں جانے کی صورت پیدا ہوئی۔اور پروگرام لقاء مع العرب شروع ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا رؤیا کے پورے ہونے کا بھی ایک جلوہ نظر آیا کہ یہ پروگرام جو مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کی تبلیغ پر مشتمل تھا اور آپؑ کا نام عربوں میں پہنچانے کے لئے شروع ہوا تھا اس کا

فارمیٹ یہ بنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ انگریزی میں بات کرتے تھے جبکہ حلمی شافعی صاحب عربی میں اس کا ترجمہ کرتے تھے۔ یوں آپؒ کا آدھا نام عربی میں اور آدھا انگریزی میں لکھنے کی ایک جھلک اس پروگرام میں بھی نظر آتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس پروگرام میں حضور انورؒ نے تفصیل کے ساتھ تمام اختلافی مسائل پر مدلل گفتگو فرمائی۔ نیز تفسیر آیات قرآنیہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلکش پہلو، سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز واقعات، حضورؒ کے مختلف دورہ جات کے بارہ میں رپورٹس، عربوں کے بعض خطوط اور تبصرے اور عرب حکومتوں اور عرب قوم کو نصائح جیسے موضوعات اور حضور انورؒ کے سحر بیان اور اسی طرز پر حلمی الشافعی صاحب کے ترجمہ کی مٹھاس نے اس پروگرام کو ہر دلعزیز بنا دیا اور آج تک عرب وعجم اس روحانی مائدہ سے مستفیض ہوتے چلے آرہے ہیں۔

یہ پروگرام مؤرخہ 17 جولائی 1994ء کو شروع ہوا اور 2 دسمبر 1999ء تک اس کے تقریباً 473 پروگرام ریکارڈ ہوئے۔

شروع سے لے کر 7 دسمبر 1995ء تک حلمی صاحب نے ترجمہ کرنے کی سعادت پائی۔ جبکہ 12 دسمبر 1995ء تا 4 جنوری 1996ء منیر ادلبی صاحب نے اور 8 جنوری تا 15 راگست 1996ء منیر عودہ صاحب نے اور 5 ستمبر 1996ء تا آخری پروگرام بتاریخ 2 دسمبر 1999ء مکرم عبادہ بربوش صاحب نے عربی ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ہم ذیل میں ان پروگراموں میں مذکور عربوں سے متعلق بعض امور کا مختصراً تذکرہ کریں گے۔ چونکہ حضور انورؒ اس پروگرام میں انگریزی میں گفتگو فرماتے تھے۔ اس لئے یہ امور جن کا ہم تذکرہ کریں گے نہ تو حضور انورؒ کا کلام ہے نہ ہی اس کا لفظی ترجمہ۔ بلکہ یہ حضور انورؒ کے کلمات کے قریب رہتے ہوئے آپ کی گفتگو کا خلاصہ ہے جو خاکسار کے اپنے الفاظ میں پیش ہے۔

يدعُونَ لَكَ أَبْدَال الشَّام اور يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ صُلَحَآءِ الْعَرَب وَأَبْدَالُ الشَّام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کے بارہ میں سوال کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہاں پر اہل حجاز وغیرہ کا ذکر نہیں بلکہ ابدال شام کا ذکر آیا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ یہ پیشگوئی اپنی طرف سے بنائی ہوتی تو سب سے پہلے مکہ و مدینہ کا نام ذہن میں آنا چاہیئے تھا، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سب

سے پہلے عرب احمدی حجاز سے اور پھر عراق سے تھے۔لیکن پیشگوئی میں صرف ابدال شام کے ذکر سے اس پیشگوئی کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اس وقت بلاد شام سے مراد صرف آج کا شام ہی نہیں تھا بلکہ فلسطین اردن اور لبنان وغیرہ علاقے بھی اس میں شامل تھے۔

یَدْعُوْنَ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یُصَلُّوْنَ کی طرح یہ ہے کہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔اور دوسرا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تجھے بلاتے ہیں جیسے کہ وہ آپ کے منتظر ہوں۔اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوا۔بلاد شام میں سب سے بڑی جماعت فلسطین میں قائم ہوئی اور اس کے بعد خود شام میں جماعت کا قیام عمل میں آیا۔شام میں احمدیت کا انتشار بہت غیر معمولی ہے۔اگرچہ بعض اوقات انہیں کئی طرح کی پابندیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور کئی طرح کے ظلموں سے دوچار ہونا پڑتا ہے پھر بھی وہاں کے لوگ احمدیت قبول کرنے سے نہیں رکتے۔

آجکل تو یہی کچھ ہورہا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ زمانہ آنے والا ہے اور زیادہ دور نہیں ہے جب شام کی گورنمنٹ اور عوام کا احمدیت کے بارہ میں رویہ بہت تیزی سے بدلے گا اور وہ بکثرت احمدیت قبول کریں گے۔سیرین احمدی اخلاص کے لحاظ سے بہت غیر معمولی ہیں، اور جب وہ احمدیت قبول کرتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت کا وہی عالم ہو جاتا ہے جو اس الہام میں مذکور ہے۔ (لقاء مع العرب بتاریخ 25 نومبر 1994ء)

قبولیت احمدیت سے عربوں کو انکی عظمتِ رفتہ واپس مل جائے گی

عربوں کے احمدیت قبول کرنے اور خدا تعالیٰ کی برکات سے مستفید ہونے کے بارہ میں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس ضمن میں مثبت نقطہ یہ ہے کہ انہوں نے قبل ازیں خدا کے ان افضال و برکات اور الٰہی فتح و نصرت کا مزہ چکھا ہوا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ وہ کچھ بھی نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نعمت سے نوازا۔اب اگر وہ اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ کے دور میں بھی آگے بڑھ کر صف اول میں شامل ہوں گے تو وہ تصور نہیں کر سکتے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کی برکات سے مستفیض ہوں گے۔اور وہ ساری عظمتِ رفتہ انکو واپس مل جائیگی جو کہ بدقسمتی سے ان سے چھن گئی۔قبل ازیں اسلام کی خاطر محض اپنے چھوٹے موٹے قبائلی مناصب کی قربانیوں کے بدلے

وہ دنیا کے لیڈر بنائے گئے۔حتّٰی کہ ان کے بڑے ادنیٰ ادنیٰ افراد کو اعلیٰ ترین مناصب واعزاز عطا ہوئے۔لیکن انہوں نے قربانیاں ان مناصب کے حصول کے لئے نہیں دی تھیں بلکہ انہیں تو اسلام کی تائید ونصرت میں ان امور کی کچھ پرواہ ہی نہ تھی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں ان چیزوں میں کوئی طمع نہیں ہے اس لئے میں یہ سب کچھ تمہیں عطا کرتا ہوں اورتمہاری تائید ونصرت کرتا ہوں۔پھر جب ان دنیاوی چیزوں میں طمع پیدا ہونا شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں واپس لے لیں۔عظمتیں تو خدا کے فضل کے نشان کے طور پر آتی ہیں اوراس حد تک ان دنیاوی نعمتوں پر خوش ہونا جائز ہے۔میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ آپ ان دنیاوی عظمتوں کے حصول کے لئے احمدیت قبول کریں بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی محبت کے لئے قبول کریں۔

اگر آج بھی عربوں نے انہی سابقہ امور کو روا رکھا تو آج بھی خدائی تائید ونصرت ان کے ساتھ ہوگی۔پس اولین میں بھی تم اسلام کی تائید ونصرت کرنے والے پہلے لوگ تھے اور اسی جذبہ کے ساتھ آخرین میں بھی پہلے بن سکتے ہو۔اگر تم اسلام کے ساتھ چمٹتے ہوئے اس زمانہ کے امام پر ایمان لاؤ گے اور اس کی اطاعت میں فنا ہوجاؤ گے اوراس کی تائید ونصرت میں کھڑے ہوجاؤ گے تو تمہیں تمہاری عظمت رفتہ واپس مل جائے گی۔

(لقاء مع العرب بتاریخ 2 جنوری 1996ء)

عربوں کے ردّ عمل کا ذکر

1۔ اٹلی میں رہنے والے ایک مراکشی شخص کا خط موصول ہوا جس میں اس نے لکھا کہ میں نام کا مسلمان تھا، بلکہ وہ اسلام جو آباء واجداد سے مجھے ورثہ میں ملا تھا اس سے میں بیزار ہو چکا تھا۔ایک دن اتفاقاً ایم ٹی اے دیکھا، اور میں حیران ہوگیا کہ یہ کیسا عظیم اسلام پیش کیا جا رہا ہے جو قلب ودماغ کو مطمئن کرنے والا ہے۔میں جتنا جتنا ایم ٹی اے دیکھتا گیا میری پیاس بڑھتی گئی۔مجھے آپ کی تفسیرِ قرآن بہت پسند ہے۔براہ کرم مجھے تفسیر کبیر ارسال کریں۔

حضور نے فرمایا کہ ہم ان کو انکی مطلوبہ کتب ارسال کررہے ہیں۔الحمد للہ کہ اب یہ تبدیلی ہر جگہ ہو رہی ہے۔اوراسکے بارہ میں بعض اوقات خود عرب لکھ رہے ہیں اور بعض اوقات عربوں کی نمائندگی میں احمدی لکھ رہے ہیں۔

2۔ اسی طرح ابھی کل ہی مجھے ایک ایسے یورپی ملک سے خط ملا ہے جس کے ایک شہر میں عربوں کی خاصی بڑی تعداد آباد ہے۔ میں اس شہر میں گیا تو وہاں پر ان عربوں کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ انہوں نے بہت اپنائیت کا اظہار کیا اور بعد میں بھی ہماری میٹنگز اور اجتماعات میں آنا جانا شروع کر دیا۔ لیکن جب میں اگلی دفعہ گیا تو ان میں سے ایک بھی موجود نہ تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہاں پاکستانی اور ترکی مولویوں نے احمدیت کے خلاف نہایت گندے طریق پر پروپیگنڈہ کیا ہے جس کا ان عرب احباب پر ایسا اثر ہوا ہے کہ اب وہ ہمارے سلام کا جواب دینے کے بھی روادار نہیں۔ میں نے کہا کہ ان میں سے کسی کو لے کر آؤ تا میں اس سے سنوں کہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص آیا اور میں یہ جان کر حیران ہو گیا کہ وہ پہلے احمدی تھا اور اس پروپیگنڈہ کی رو میں بہہ کر دور ہو گیا۔ اس نے کہا کہ بتائیں مرزا صاحبؑ کہاں فوت ہوئے تھے؟ اور اسی طرح کی گری ہوئی باتوں کا ذکر کیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے کون سی کتاب پڑھی ہے۔ جب میں نے اسے سمجھایا تو وہ واپس آ گیا۔ میں نے اسے کہا کہ جب تم نے یکطرفہ پروپیگنڈہ سنا تو تمہاری دیانتداری کہاں گئی؟ تم ہمارے پاس کیوں نہ آئے اور ہمیں وضاحت کا موقعہ کیوں نہ دیا۔ بہر حال اس ملاقات کے آخر پر وہ تو بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ لیکن وہ دوسروں کو مطمئن کرنے میں ناکام رہا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی لوٹ کر نہ آیا۔

یہ ہے اس خط کا پس منظر جو مجھے موصول ہوا ہے۔ اسکے بعد حضور انورؒ نے اس خط کا ذکر فرمایا جو آپ کو موصول ہوا۔

حضور نے فرمایا: اس خط میں مجھے بتایا گیا ہے کہ عربوں نے اب جبکہ از خود ہمارے پروگرام دیکھنے شروع کئے ہیں تو انکی کایا پلٹ گئی ہے۔ اب انہوں نے دوبارہ جماعت سے رابطہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انہیں اب صحیح طور پر سمجھ آئی ہے۔ اور لقاء مع العرب نے ان کو نئی زندگی عطا کی ہے۔ قبل ازیں یہ احمدیت مخالف پرپیگنڈہ کا شکار ہو گئے تھے لیکن اب جب سے خود ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا ہے اور جب سے یہ دیکھا ہے کہ عرب احمدی بیٹھ کر آپ کے الفاظ کی ترجمانی کرتے ہیں تو اس کا ان پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ الحمد للہ یہ بھی خدا کے فضل سے خدا تعالیٰ کی برکات ہیں جو ایم ٹی اے کی صورت میں ہمیں مل رہی ہیں۔ (17 جنوری 1996ء)

3۔ ایک عرب ملک میں ایک احمدی ماں کے دو تین بچے تھے جبکہ خاوند غیر احمدی تھا۔

شاید ماں کسی قدر کمزور تھی اس وجہ سے رفتہ رفتہ بچے جماعت سے دور ہو گئے، یہاں تک کہ اس احمدی ماں کا بھی جماعت کے ساتھ رابطہ اتنا مضبوط نہ رہا۔ایک احمدی نے ان کے تعلق کو دوبارہ بحال کرنے کی نیت سے انہیں ایم ٹی اے پر نشر ہونے والی تفسیر القرآن کی کلاسز کی بعض کیسٹس دیں جن کو دیکھنے کے بعد ان کی کایا پلٹ گئی اور دوبارہ جماعت کے ساتھ آ ملے۔ان کا شوق اتنا بڑھا کہ انہوں نے ایم ٹی اے ریسیو کرنے کیلئے نیا ڈش انٹینا لگوانے کا فیصلہ کیا تا کہ رمضان کا درس قرآن براہ راست دیکھ اور سن سکیں۔اس احمدی عورت نے نئے ڈش انٹینا لگوانے کا ذکر اپنی ایک غیر احمدی سہیلی سے کیا۔یہ غیر احمدی سہیلی پہلے سے ہی ایم ٹی اے دیکھتی رہتی تھی اور خصوصاً تفسیر قرآن سے بہت متأثر تھی لہٰذا اس نے کہا اگر تم ڈش انٹینا لگوانے ہی لگی ہو تو رمضان سے پہلے لگوا لو اور میں تمہیں ایک چینل کے بارہ میں بتاؤں گی جس پر ایسا عمدہ درس قرآن آتا ہے جیسا میں نے اور کہیں نہیں سنا۔اور جب اس نے تفصیل بتائی تو معلوم ہوا کہ یہ چینل ایم ٹی اے ہے۔چنانچہ خدا کے فضل سے ایم ٹی اے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔اور عرب جنہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے تھے اب اللہ تعالیٰ ان کو کھول رہا ہے اور جب اللہ دروازے کھولتا ہے تو پھر کوئی ان کو بند نہیں کر سکتا۔ (17رجنوری1996ء)

خاکسار (محمد طاہر ندیم) عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ ہمارے شامی احمدی دوست عمار المسکی صاحب اور ان کی والدہ مکرمہ نوال الحصنی کا ہے جو مکرم عبد الرؤف الحصنی صاحب کی بیٹی اور مکرم منیر الحصنی صاحب کی بھتیجی ہیں۔ان کے خاوند کا نام مکرم نصوح المسکی صاحب تھا جو احمدی تو نہ تھے لیکن نہایت شریف النفس انسان تھے۔ان کے دو ہی بچے ہیں ایک عمار المسکی صاحب اور ایک ان کی بڑی بہن۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم شام میں عربی زبان کی تعلیم کے لئے مقیم تھے۔مرحوم اکرم الشوا صاحب ایک دن عمار المسکی صاحب کو لے کر ہمارے گھر آئے اور یوں یہ نوجوان ہمارے گھر آنے جانے لگا اور آہستہ آہستہ احمدیت کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا گیا۔اس کے بعد انہیں ہماری تحریک پر جلسہ پر لندن آنے کی بھی توفیق ملی۔ان کے اچھے رویے اور تبلیغ سے ان کے والد مکرم نصوح المسکی صاحب نے بھی بالآخر بیعت کر لی اور اپنی وفات سے قبل 2005ء میں جلسہ پر حاضر ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا۔مکرم عمار المسکی صاحب کی بھی یہاں لندن میں شادی ہو گئی

اور آج کل یہیں پر مقیم ہیں۔

ایک مصری غیر احمدی کی لقاء مع العرب میں شرکت

محترم حلمی الشافعی صاحب کی وفات کے بعد لندن میں مقیم ایک مصری غیر احمدی نے حضور انورؒ سے مل کر بعض سوالات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضور نے اسے لقاء مع العرب میں شامل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔اس نے پہلے پروگرام میں کہا کہ:

میرا نام محمد احمد ابو حسین ہے میرا تعلق مصر سے ہے۔میرا تعلق اخوان المسلمین سے ہے۔ حلمی شافعی صاحب میرے کولیگ تھے۔ میں نے احمدیت کے بارہ میں بہت کچھ پڑھا ہے لیکن یہ سارا لٹریچر جماعت کے مخالفین کا لکھا ہوا ہے۔اسی طرح بعض پاکستانیوں نے بھی مجھے بہت عجیب وغریب باتیں بتائی ہیں۔ میں نے ایم ٹی اے پر دیئے جانے والے فون نمبر کے ذریعہ رابطہ کیا تو میرے ساتھ محترمہ مہا دبوس صاحبہ نے بات کی پھر مکرم حلمی الشافعی صاحب سے بھی فون پر بات ہوئی تو انہوں نے یہاں آنے کا کہا۔لیکن اسی اثناء میں وہ مصر چلے گئے۔ بعد میں جب مکرم عبادہ صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حلمی صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔ میں تو یہ سن کر سکتہ میں آ گیا۔ازاں بعد میں نے عبادہ صاحب سے عرض کیا کہ میں جماعت احمدیہ کے سربراہ حضرت امیر المؤمنین سے مل کر بعض سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔

(5 مارچ 1996ء)

چنانچہ انہوں نے کئی سوالات پوچھے۔حضور انور نے باوجود اس کی طرف سے کثرت سوال اور بار بار بات کاٹنے کی عادت کے نہایت لطف وکرم اور دلی انبساط کے ساتھ اس کے ہر سوال کا کافی وشافی جواب عطا فرمایا۔گو کہ اس نے دو پروگراموں میں شرکت کے بعد حضرت مسیح موعود کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا شروع کر دیا پھر بھی اسکے سوالات کا سلسلہ جاری رہا۔بہر حال پانچ پروگرامز میں انہیں شرکت کا موقعہ ملا اور حضور انورؒ نے انکے تمام سوالوں کے جواب دیئے، بالآخر یہ کہہ کر یہ دوست چلے گئے کہ میں جماعت کے بارہ میں مزید پڑھوں گا اور اسکے بعد آپ کے پاس دوبارہ آؤں گا۔

مکرم عبادہ صاحب سے خاکسار نے اس شخص کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا:

یہ شخص ایک مصری ریٹائرڈ جنرل تھے۔ پروگراموں میں شرکت کے بعد مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب اور خاکسار ان کے بلانے پر انکے گھر گئے جہاں انہوں نے اختلافی عقائد کی بحث چھیڑی تو مصطفیٰ ثابت صاحب نے ایک ایک اختلافی مسئلہ لے کر مکمل تفصیل کے ساتھ ان کی تشفی کرائی۔ بالآخر انہوں نے مان لیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سچے مسیح موعود وامام مہدی ہیں۔لیکن نہ جانے ان کو کیا انقباض تھا کہ اس کے باوجود شکوک میں گرفتار رہے اور مصطفیٰ ثابت صاحب سے کہنے لگے کہ میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ قیامت والے دن تم میرے اس ایمان کے ذمہ دار ہوگے۔ مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہا کہ قرآن کہتا ہے کہ لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی، یعنی کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی ہے۔لہٰذا میں اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ کا ذمہ کیونکر لے سکتا ہوں۔

انگریز کا ایجنٹ ہونے کا الزام!!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پاک پر مخالفین کی طرف سے ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نعوذ باللہ برٹش ایجنٹ ہیں اس ضمن میں وہ آپ علیہ السلام کی سیالکوٹ میں ضلعی عدالت میں ملازمت کو دلیل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آپ کا برٹش گورنمنٹ کے ساتھ پہلا رابطہ تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

آپؑ کے دشمن جو پاکستان، ہندوستان اور بعض عرب ممالک میں ہیں یہ الزام تراشی کرتے ہیں کہ آپ انگریز کا لگایا ہوا پودہ ہیں۔انگریز نے آپ کو اپنا ایجنٹ بنایا۔سیالکوٹ میں پہلی مرتبہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ آپ کا جس رنگ میں رابطہ ہوا اس کا مختصر حال میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔جس وقت سیالکوٹ کی ضلعی عدالت میں آپ نے ملازمت اختیار کی اس وقت آپ کی عمر 29 سال تھی۔آپ ایک معمولی کلرک تھے۔اس وقت کی برٹش گورنمنٹ کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ وہ کسی 29 سالہ معمولی کلرک کو اپنی نمائندگی کے لئے مقرر کرے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ یہ تو ان مخالفین کی عقل وفراست کی انتہا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ موقع ہے جب مرزا غلام احمد کا برٹش گورنمنٹ کے ساتھ رابطہ ہوا تھا۔لیکن یہ رابطہ کیسا تھا؟ وہ چھوٹے چھوٹے عیسائی پادری جو کچہری کے گرد چکر لگا کر عیسائیت کا پرچار کیا کرتے

تھے آپ نے مسلمانوں کو ان پادریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کا مقابلہ کیا اور آپ اس وقت مسلمانوں کی طرف سے چیمپیئن تھے۔ اس طرح یہ لوگ آپ کو انگریز کا ایجنٹ بناتے ہیں۔

(لقاء مع العرب بتاریخ 7 مارچ 1995ء)

ایجنٹ کون؟

ایک نشست میں حضور انورؒ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں برٹش ایجنٹ ہونے کے غلط پروپیگنڈے کا ذکر کرتے ہوئے عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ میں خصوصاً عربوں کو سمجھانے کیلئے بیان کر رہا ہوں کہ وہ جو احمدیوں پر اس الزام کی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ احمدی برٹش ایجنٹ ہیں، بدقسمتی سے اس جھوٹ کی سزا میں اس وقت سارا عرب برٹش اور امریکہ کا ایجنٹ بنا ہوا ہے۔ احمدیوں پر اس جھوٹے الزام کی سزا تو انہیں ضرور مل کر رہے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان کا یہ دعویٰ درست ہے کہ مرزا غلام احمد کو بچانے کیلئے برٹش گورنمنٹ آڑے آ گئی تھی تو پھر وہ خدا کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ انہیں تو برٹش گورنمنٹ کی عبادت کرنی چاہیئے، اور یہی کچھ وہ کر رہے ہیں۔

جس وقت بھی انہوں نے احمدیت کے خلاف کوئی قدم اٹھایا احمدیت نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی اور ملکوں ملکوں میں پھیلتی چلی گئی ......خصوصاً عربوں کی ایک بڑی تعداد اب حلقہ بگوش احمدیت ہو رہی ہے۔

انہوں نے کہا تھا ہم اسے برباد کر دیں گے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے لگا لو زور جتنا لگا سکتے ہو۔ اسی لئے ایک عجیب قسم کا ہیجان ان کے دلوں میں برپا ہے۔ عبداللہ نصیف (مدیر جامعۃ ملک عبد العزیز، سعودی مجلس شوریٰ کے نائب رئیس اور سابق جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی۔ ناقل) کو دیکھیں کیسی پریشانی لگی ہوئی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ کمتر اور بے حیثیت سے لوگ! انکی یہ جرأت اور مجال کہ ان کا اپنا مسلم ٹیلیویژن ہو اور ہم جو طاقتوں کے مالک ہیں اور دولت کے پہاڑوں پر براجمان ہیں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم ایک بڑا مسلم ٹیلی ویژن قائم کریں گے جو حقیقی اسلامی ٹیلیویژن ہوگا پھر دیکھیں گے کہ یہ احمدی کہاں ٹھہرتے ہیں اور انکی کیا حیثیت ہے؟

میں بھی ایک پیش خبری کرتے ہوئے متنبہ کرتا ہوں............قرآن کریم شیطان کو مخاطب

کر کے فرماتا ہے کہ اس وقت جبکہ اس نے فرمانبرداری سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کے راستہ میں مچان لگاؤں گا اور انہیں بہکاؤں گا کہ اے شیطان جو کچھ تیرے بس میں ہے اور جس قسم کی بھی طاقت تجھے میسر ہے استعمال کر کے دیکھ، جس قسم کی بھی فوجی طاقت تجھے حاصل ہے میدان میں اتار لے اور اپنی Infantries اور Mountain Divisions اور شاہی دستے جو کچھ تیری طاقت میں ہے آزما کے دیکھ لے لیکن: إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (الحجر: 43) میرے بندے، میرے بندے ہی رہیں گے اور تو کبھی بھی ان پر غلبہ یا دسترس حاصل نہ کر سکے گا۔ یہی میرا جواب ہے کہ اے مخالفو! تم جب بھی جماعت کو مٹانے کی کوشش کرو گے تم دیکھو گے کہ ہر مرتبہ پہلے کی نسبت تمہیں زیادہ ہزیمت اور شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سادہ، غریب عرب لوگ نہیں جانتے کہ ہماری اصل حقیقت کیا ہے۔ جب وہ ان کے اس مسلم ٹیلیویژن کو سنیں اور دیکھیں گے اور پھر جب اس ٹیلیویژن کا ہمارے مسلم ٹیلیویژن احمدیہ سے موازنہ کریں گے تو ان کی اکثریت جو سادہ اور سچے لوگوں پر مشتمل ہے برملا اس امر کا اظہار کرے گی کہ ان کا مسلم ٹیلیویژن تو سراسر جھوٹ اور غلط پروپیگنڈہ ہے۔ یہ اطلاعیں اور خبریں مجھے روزانہ بہت سے ممالک سے مل رہی ہیں۔

اس دنیا میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے احمدیت کا صرف نام سنا ہوا ہے اس کا حقیقی چہرہ نہیں دیکھا۔ یہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ احمدیت ہی اصل اور حقیقی اسلام ہے۔ اور جب مُلّاں جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں یا اسرائیل کے ایجنٹ ہیں تو عام لوگوں کو تو سچائی تک پہنچنے اور جانچنے کی طاقت ہی نہیں کیونکہ وہ تو قرآنی علوم سے بے بہرہ اور نابلد ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے MTA بہت ہی اچھا حربہ اور ذریعہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے میں عبداللہ نصیف صاحب سے کہتا ہوں کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو۔ اپنی دولت، اپنی طاقت جس حد تک تمہارے قبضہ میں ہے استعمال کر کے دیکھ لو۔ ناکامی تمہارا مقدر ہے، کیونکہ تم خدا کی مخالفت کر رہے ہو۔ اور ماضی کی سو سالہ مخالفت یہ ثابت کر چکی ہے کہ تم ہمیں ناکام و برباد نہیں کر سکے۔ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں نصیف بھی جمع ہو جائیں وہ کبھی بھی احمدیت کو مٹا نہیں سکتے کیونکہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ (لقاء مع العرب بتاریخ 19 رنومبر 1994ء)

مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ جماعت میں شامل ہو جاؤ

ایک پروگرام کے آخر پر حضور انورؒ نے فرمایا:۔

میں ان عرب ناظرین سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں جو MTA پر یہ پروگرام دیکھتے ہیں۔اب ان کی آنکھیں ان کے کانوں کی نسبت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ وہ اب ہمیں صرف سن ہی نہیں رہے بلکہ دیکھ بھی رہے ہیں۔اور وہ زبان جو احمدیت سے متعلق ان سے کلام کر رہی ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے جو وہ ادھر ادھر سے سنا کرتے تھے۔وہ کلام کرنے والے شخص کو بات کرتے ہوئے سامنے دیکھتے ہیں کہ وہ کس انداز سے باتیں بیان کر رہا ہے۔ ہر وہ شخص جو فیصلہ کرنے کی استعداد رکھتا ہے انصاف کر سکتا ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے یا منافق ہے یا سچا مومن ہے۔اس لئے اے اہل عرب! اگر تم سچائی اور حقانیت کا نشان دیکھتے اور سمجھتے ہو کہ ایسا کلام کرنے والا شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا تو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ خدا ہی ہے جو دلوں کو بدلتا ہے اور راستی اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اب اسلام کی فتح جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ساری دنیا میں ہم بڑی عمدگی اور احسن طریق سے اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں تو پھر کیوں نہ تم بھی حق قبول کر کے مسیح موعودؑ کی اس پاکیزہ جماعت میں شامل ہو جاؤ۔

(لقاء مع العرب بتاریخ 16 مارچ 1995ء)

امام مہدی علیہ السلام عربوں سے کیوں نہیں آئے؟

عربوں کے حوالے سے ایک سوال یہ بھی پوچھا گیا کہ عربوں کے ایمان لانے میں ایک یہ بات بھی حائل ہے کہ حضرت مرزا صاحب عربوں سے نہیں آئے جبکہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ امام مہدی ان میں سے آئیگا۔

اسکے جواب میں حضورؒ نے فرمایا:

اسلام جزیرۂ عرب سے شروع ہوا اور قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اولین کے دور میں تمام دنیا پر غالب نہیں آئے گا لیکن (لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ) میں یہ وعدہ ہے کہ وہ اسے تمام دنیا پر غالب کر دے گا۔عربوں نے دین اسلام کے دور اوّل میں اس کی تائید ونصرت

کی اور بڑی قربانیاں دیں، لیکن یہ سب کچھ انہوں نے محض عربوں کی خاطر نہیں کیا بلکہ اسلام کے عظیم پیغام کی خاطر کیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو کیا اگر کوئی شخص یا کوئی اور قوم اسی پیغام کو دنیا میں پھیلانے میں سب پر سبقت لے جانے والی ہو تو عرب صرف اس خیال سے پیچھے بیٹھے رہیں گے کہ یہ شخص عربی نہیں ہے؟ اگر اللہ مستقبل میں اسلام کے پھیلانے کیلئے ایک غیر عرب کو چن لیتا ہے تو تمہارا موقف کیا ہوسکتا ہے؟ کیا اسلام عربی ہے؟ اور کیا ان کا اس حجت پر پیچھے بیٹھے رہنے کا کوئی جواز ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اب غلبہ اسلام کی مہم ایک غیر عربی کے سپرد کر دی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا کہیں گے تو اس کے پس پردہ محرکات کھل کر سامنے آجائیں گے۔

اس کا جواب پہلے سے ہی قرآن کریم میں دیا جاچکا ہے: (أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ) کیا وہ خدا کی رحمت کو تقسیم کر سکتے ہیں؟ یہی سوال قبل ازیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا جاچکا ہے جب خود عربوں نے کہا: (لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ) کہ یہ قرآن ان دو عظیم بستیوں کے کسی اعلیٰ درجہ کے شخص پر کیوں نہ نازل ہو گیا۔

یہ کوئی نیا اعتراض نہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی کیا گیا بلکہ جب بھی کوئی رسول خدا تعالیٰ نے بھیجا تو مخالفین کی طرف سے یہی سوال اٹھایا گیا کہ آخر اس کو ہی کیوں چنا گیا؟ اور ہمیں کیوں نہ چنا گیا؟ چنانچہ اس مسئلے کا تعلق چننے سے ہے۔ کیا مبعوث کو چننے کا اختیار انسانوں کا ہے یا خدا کا؟ اگر انسانوں کا اختیار ہوتا تو کسی نبی کا انکار نہ کیا جاتا۔ کیا نوح علیہ السلام کا انکار نہ کیا گیا؟ کیا ابراہیمؑ جس کو امام بنایا گیا اس کا انکار نہ کیا گیا؟

آخر یہ سوال کیوں کیا جاتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ محض انسانوں کے تکبر اور ان کی خود پسندی اور عُجب کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ انسان کی اندر یہ بات ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہے اور ہر چیز کو اپنے زیر تصرف کر کے اپنی خدائی نافذ کرنا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کا یہ غرور توڑنے کے لئے ان لوگوں میں سے اپنا رسول چنتا ہے جن کو یہ لوگ اپنے تکبر کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی چنیدہ شخصیات کے بارہ میں نسلی بنیادوں پر اس طرح کے اعتراضات ہر زمانے میں اٹھتے رہے ہیں کہ ان میں سے کیوں؟ اور ان میں سے کیوں نہیں؟

اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ سوال کرنے والے کے ذہن میں کیا ہے؟ اگر آج ہم صدق دل

سے اللہ تعالیٰ کے اختیار واصطفاء کی بناء پر امام مہدیؑ کی اتباع کرنے پر تیار ہیں تو یہ سوال سرے سے ختم ہو جاتا ہے کہ عرب کیوں اس کی پیروی کریں؟ کیونکہ ایسی صورت میں یہ سوال بھی اٹھے گا کہ جب اللہ اپنا اختیار واصطفاء عرب سے فرمائے گا اس وقت غیر عرب اس کی پیروی کیوں کریں؟

اور پھر یہ سوال چودہ سوسال قبل اٹھایا جانا چاہئے تھا، خصوصا اس لئے بھی جبکہ حقیقت میں غیر عرب زیادہ ترقی یافتہ، زیادہ تہذیب یافتہ، زیادہ تعلیم یافتہ، اور ایک زبردست تاریخ کے حامل تھے۔ عرب کے دائیں بائیں بڑی عظیم مملکتیں آباد تھیں ایک طرف فارس اور دوسری طرف روم کی حکومتیں آباد تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے نبی نہ چنا۔ کیا مذکورہ منطق کے تحت ان کا حق نہ بنتا تھا کہ سوال کرتے کہ ہم میں سے کیوں نبی نہیں آیا اور ہم کیوں عرب کے نبی کی پیروی کریں؟۔ اب بتائیں کہ کیا یہ سوال جائز ہے؟ اگر نہیں، تو پھر نہ پہلے تھا نہ آج ہے۔

یہ تو سوال ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی آ کر اسلامی تعلیمات میں ہی تبدیلی کر کے پیش کرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو بدل دے تو ہم اس کی پیروی کیوں کریں؟ ایسے شخص کے بارہ میں میرا جواب بھی یہی ہے کہ اس کی پیروی اور اس کی مدد ونصرت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ اگر وہ شخص خدا کے نزدیک جھوٹا ہوا تو اللہ خود ہی اس کا سد باب فرما دے گا۔ اس کے خلاف تمہیں کسی کارروائی کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جب فرعون کے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے منصوبے بنانے لگے تو اس کی قوم کے ایک شخص نے بڑی حکمت کی بات کی۔ اس نے کہا: (إِنْ يَّكُ كَاذِباً فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَّكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ) کہ اگر تمہارے خیال میں یہ جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا تمہیں قتل کے منصوبے بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر یہ سچا ہے تو پھر جو وہ تمہارے متعلق پیشگوئیاں کرتا ہے وہ ضرور پوری ہو جائیں گی۔ یہ وہ سنہری اصول ہے جو ہمیں قرآن کریم نے بتایا ہے۔

اب اگر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آپ کے نزدیک اپنے دعوے اور تعلیم کے لحاظ سے اسلام کے دائرہ سے نکل جاتے ہیں تو آپ کا کام نہیں کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ اکیلا ہی اس کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر آپؑ قرآن کی طرف بلا

رہے ہیں، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کی طرف بلا رہے ہیں اور ان اضافوں کو رد کر رہے ہیں جو تم نے صدیوں سے اسلام کی تعلیمات کے ساتھ لگا رکھے ہیں تو پھر وہ اسلام کی ان تعلیمات کا احیاء کر رہے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ سو تم نے قبول نہیں کرنا تو نہ کرو، ہاں اتنا کہنے کا اختیار ہے کہ ہم نہیں مانتے اور اللہ تمہارا سد باب کرے۔ لیکن اس کا آپ کے عربی ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

(لقاء مع العرب بتاریخ 16 جنوری 1996ء)

فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں

ایک پروگرام میں حضور انورؒ نے سورہ جمعہ کی آیات کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرین میں بعثت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سوال ہوا کہ دین آپ کے آنے سے کامل ہو چکا ہے پھر یہ آخرین کون ہیں؟ کیا بعد کے زمانہ میں آپؐ دوبارہ ظہور فرمائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عرب کا انتخاب نہیں کیا بلکہ آپکی مجلس میں صرف ایک ہی غیر عرب تھا اور آپ نے اسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ لَوْ کَانَ الْإِیْمَانُ عِنْدَ الثَّرَیَا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ هٰؤلَآءِ یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا تو ان میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی واپس لے آئے گا۔

اس مضمون کو بتفصیل بیان فرمانے کے بعد حضورؒ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

آپ لوگ اور جو بھی عرب اس پروگرام کو سن رہے ہیں یاد رکھیں کہ یہ آیت آپ لوگوں سے سیادتِ عرب نہیں چھین رہی، کیونکہ اس آیت میں مذکور عجمی ایک عرب وجود یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل مطیع وغلام ہوگا۔ آپ کا اثر ورسوخ تو عالمگیر ہے۔ جو کچھ بھی آئندہ اس دنیا میں رونما ہونے والا ہے وہ اس عرب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں رونما ہوگا۔ اس لئے آپ لوگوں کو اس سلسلہ میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر جب عجمیوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ عربوں سے ہی کیوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ؟ کیا تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنے کا اختیار ان کا ہے؟-

(لقاء مع العرب 21 مارچ 1995ء)

اہلِ بوسنیا کے لئے عرب امداد کے اصل محرک

جب بوسنیا کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹی تو ایک طرف مغربی طاقتوں کی پشت پناہی میں عیسائیوں نے ان کی امداد کے ساتھ چرچ کے دروازے بھی کھول دیئے اور اسلام سے کسی قدر پہلے ہی دُور یہ مسلمان مجبوری کے عالم میں عیسائیت کے اس جال میں پھنسنے لگے۔اس وقت بوسنین مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک جماعت احمدیہ تھی جو مختلف طریقوں سے کوشش کر رہی تھی۔ اس وقت اسلامی اور خصوصاً تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک کی طرف سے امداد نہ ہونے کے برابر تھی۔اور ان دنوں میں پاکستان اقوام متحدہ میں سیکیورٹی کونسل کا چیئر مین تھا۔اس ساری صورتحال کے بیان کے بعد حضور رحمہ اللہ نے ایک پروگرام میں بتایا:

ہم نے یہ سوچ کر کہ وہ پاکستانی ہے اس لئے ہماری اس معاملہ میں بات سنے گا اور بوسنینز کی مدد کے لئے کوئی کارروائی کرے گا۔ جب میں نے ایک وفد اس کے پاس بھجوایا۔تو اس کا جواب تھا کہ میں کیا کرسکتا ہوں۔تم کہتے ہو کہ باقی دنیا بوسنینز کی امداد کے لئے کافی کچھ نہیں کر رہی، میں تمہیں مسلمان عرب ملکوں کی افسوسناک حالت بتاتا ہوں کہ ان عرب ملکوں نے بوسنینز کی مدد کے لئے جو بھی وعدے اقوام متحدہ سے کئے ہیں ان میں سے ابھی تک ایک بھی پورا نہیں کیا۔ان عرب ممالک کا عذر یہ تھا کہ بوسنیا کی اندرونی حالت خانہ جنگی کی ہے، حالات بہت خراب ہیں، بارڈر بند ہو چکے ہیں، ہم براہ راست ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ اقوام متحدہ نے کہا ٹھیک ہے پھر جو بھی امداد ہے ہمیں دو ہم ان بوسنینز تک پہنچانے کا انتظام کریں گے ....لیکن ان عرب ممالک کو اقوام متحدہ کی یہ تجویز بھی پسند نہ آئی، اور بوسنینز اب بھوک، پیاس اور بیماریوں اور ناکافی خوراک کے باعث ہزاروں کی تعداد میں مر رہے ہیں..........اس کے باوجود ان مسلمان ملکوں پر کچھ اثر نہیں ہو رہا..........۔

میں نے تمام دنیا کے احمدیوں کو ہدایت کی کہ اس سلسلہ میں کوششیں شروع کر دیں ....احمدیوں نے حیرت انگیز ردّ عمل دکھایا یہاں تک کہ احمدی عورتوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے اپنے زیورات، چوڑیاں، انگوٹھیاں اور جو بھی قیمتی گہنے تھے پیش کر دیئے......۔

میں نے احمدیوں کو ہدایت کی کہ وہ ان تمام مسلمان ممالک، ان کی حکومت کے

کارندوں اور سرکردہ لیڈرز کو نیز ان ملکوں کے سفارتی نمائندوں کو خواہ جو کوئی بھی ہوں احتجاجی اور یاددہانیوں کے خطوط لکھیں............اس کثرت کے ساتھ خطوط کی بوچھاڑ کی گئی کہ ان کی حکومت کو اس کی بازگشت سنائی دی......اس کارروائی کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ اس کے جواب میں ہمیں عرب ملکوں کی طرف سے تہنیت کے خطوط ملنے لگے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ہم ایک ملین اور دو ملین ڈالرز کی امداد دے رہے ہیں اور عام لوگوں کو معلوم بھی نہیں کہ امداد کا یہ سلسلہ کن کی کوششوں اور تحریک سے شروع ہوا۔ اور خدا کے فضل سے جب انہوں نے مدد دینی شروع کی تو پھر خدا نے بھی ان کے دل کھول دیئے۔

(لقاء مع العرب بتاریخ 3 جنوری 1995ء)

فَبَایِعُوْہُ

حاضرین مجلس میں سے کسی نے سوال کیا کہ عرب دنیا کے عام مسلمانوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں اور احکام دینیہ پر پورا پورا عمل کرنے والے ہیں، ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور سنت رسول پر عمل کرنے والے ہیں اس وجہ سے ہمیں احمدیت میں شامل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ انہیں کیا جواب دیا جائے؟

حضور انورؒ نے فرمایا: انہیں یہ بتانا چاہئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ کو جو بھی خدا تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اس کے مطابق ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ اکثر مسلمان اور ان کے علماء اور لیڈر دین سے برگشتہ، غافل اور کنارہ کش ہو جائیں گے۔ اپنی کوششوں میں غیر متحد ہوں گے اور ان میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اور حقیقت میں لوگ اصل قبلہ کو گم کر بیٹھیں گے۔ اگر یہ لوگ جن کی آپ بات کر رہے ہیں اس بات کو نہیں مانتے تو پھر یہ بالکل بھی نیک لوگ نہیں ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی مومن ان باتوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس مسئلہ کا حل بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں بیان ہوا ہے۔ آپؐ نے اس کا حل یہ نہیں بیان فرمایا کہ جو تم پسند کرتے ہو یا جسے تم اچھا سمجھتے ہو اس مسلک کو اختیار کئے رکھو۔ بلکہ اس مسئلہ کا حل یہ بیان فرمایا کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ امام مہدی کو بھیجے گا اور جب تمہارے کانوں میں اسکی آمد کی خبر پہنچے اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ آ گیا ہے تو

اس وقت بے شک تمہیں اپنے گھٹنوں کے بل بھی چل کے جانا پڑے اور برف کے تودوں پر سے بھی گزرنا پڑے تو اسکے پاس جاؤ "فَبَایِعُوْہ" پس اسکی بیعت کرو۔اور اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو بھی Common Sense تقاضا کرتی ہے کہ اگر ایک شخص کو خدا تعالیٰ کھڑا کرتا ہے تو اسے مانا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے اس نبی پر ایمان نہیں لاتا تو کیا پھر بھی وہ شخص جسے تم نیک بتا رہے ہو، نیک اور صالح کہلا سکتا ہے۔نیک وہ ہے جو خدا کے حضور نیک لکھا جاتا ہے۔اور ایسے لوگوں کو ہر حال میں خدا تعالیٰ کے رسول پر ایمان لانا اور اسے قبول کرنا لازم ہے......اگر وہ چاہتے ہیں کہ نیک لوگوں میں ان کا شمار ہو تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ آپ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور سچائی کے ثبوت اور دلائل طلب کریں۔ بعد اس کے اگر وہ سمجھتے ہیں کہ صداقت کے جو ثبوت اور دلائل انہیں دیئے گئے ہیں اور احمدیت کے متعلق جو انہوں نے مطالعہ کیا ہے اس سے ان پر یہی ظاہر ہوا ہے کہ احمدیت جھوٹی ہے اس میں کوئی سچائی نہیں تو پھر وہ بے شک اسی نہج پر رہیں جس پر وہ چل رہے ہیں۔کیونکہ پھر کوئی اور چارہ یا اختیار نہیں۔لیکن اگر خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ ایک آواز اٹھتی ہے تو کوئی نیک انسان یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ اس سے بالا ہے۔اگر وہ اپنے آپ کو اس سے بالا سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا شمار کسی اور گروہ میں ہوگا جس کا ذکر قرآن کریم میں آچکا ہے۔

(لقاء مع العرب بتاریخ 25 نومبر 1995ء)

مکرم حلمی الشافعی صاحب پروگرام لقاء مع العرب میں بطور ترجمان

مکرم عبادہ بربوش صاحب پروگرام لقاء مع العرب میں ترجمہ کرتے ہوئے

مبلغ سلسلہ برائے کبابیر

مبلغ سلسلہ کبابیر مکرم محمد حمید کوثر صاحب نے کم و بیش 13 سال (1985ء تا 1998ء) کبابیر میں بطور مبلغ ذمہ داریاں ادا کیں۔ آپ نے یکم ستمبر 1973ء کو جامعہ احمدیہ قادیان میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ مختلف مرکزی دفاتر میں کام کیا۔ پھر بھاگلپور، کشمیر، اور بمبئی وغیرہ میں بطور مبلغ کام کرنے کی توفیق ملی۔

اکتوبر 1984ء میں آپ کی تقرری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بطور مبلغ کبابیر (حیفا) فرمائی۔ 26 اپریل 1985ء کو آپ کبابیر پہنچے۔

تبلیغی وتربیتی مہمات کا آغاز

مکرم محمد حمید کوثر صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب خاکسار کبابیر پہنچا تو محترم مولانا شریف احمد صاحب امینی وہاں فریضہ تبلیغ وتربیت ادا کر رہے تھے جو اپنی صحت اور بیماری کی وجہ سے کبابیر میں زیادہ دیر قیام نہ فرما سکے۔ اور 6 / دسمبر 1985ء کو قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔ یوں 6 / دسمبر 1985ء تک خاکسار مولانا شریف احمد صاحب امینی کے نائب کے طور پر خدمت بجالاتا رہا۔ اُن کی واپسی کے بعد امیر جماعت و مبلغ انچارج کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ذیلی تنظیموں کو فعّال بنانے کا کام

تبلیغ کے سلسلہ کو منظّم طور پر شروع کرنے کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہُ نے ذیلی تنظیمات کا جو قیام فرمایا ہے، اس میں بڑی حکمت ہے اور ان تنظیمات کو متحرک کئے بغیر

تبلیغ وتبشیر کے فریضہ کی ادئیگی مشکل ہے۔ چنانچہ ذیلی تنظیموں کو قائم کیا گیا اور مکرم عبداللطیف عودہ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ، مکرم عبداللہ اسعد صاحب زعیم مجلس انصاراللہ، اور خاکسار کی اہلیہ سلیمہ بانو صاحبہ لجنہ اماء اللہ کی صدر منتخب ہوئیں۔ بفضلہ تعالیٰ ذیلی تنظیموں کے فعال ہونے سے تبلیغ وتربیت کے کاموں میں بہتری پیدا ہوتی چلی گئی۔

عربی میں ہجری شمسی کیلنڈر کی اشاعت

عام غیر احمدی احباب میں یہ خیال پایا جاتا تھا کہ جماعت احمدیہ بہائیوں کی طرح کا کوئی فرقہ ہے۔ ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حتی کہ ان کے مہینے وسال بھی وہ نہیں ہیں جو کہ ہجری قمری کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اس خیال کے ازالہ کے لئے 1987ء میں پہلی بار 1407۔1408ء ہجری قمری اور 1367ء ہجری شمسی کیلنڈر عربی میں شائع کیا گیا۔ اس کیلنڈر میں یہ وضاحت کی گئی کہ ہجری شمسی کیلنڈر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے جاری فرمایا تھا کہ مذہبی و دینی امور کے لئے تو مسلمان ہجری قمری سن استعمال کرتے ہیں۔ مگر روز مرہ کے کاموں کے لئے عیسوی سن استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ آپ کی ہدایت پر ہجری شمسی کیلنڈر تیار کیا گیا جو ہجری قمری سال کی طرح ہجرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے۔ اور مہینوں کے نام خاص واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس کیلنڈر میں مہینوں کے نام اور ان کا پس منظر بھی شائع کیا گیا۔ یہ کیلنڈر ہر سال شائع ہوتا رہا اور عربوں میں کافی مقبول ہوا۔

کیلنڈر کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا مکتوب گرامی

یہ کیلنڈر عبداللطیف صاحب اسماعیل قائد مجلس خدام الاحمدیہ نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھجوایا۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جوابی عربی مکتوب گرامی میں فرمایا۔

وصلنی مکتوبك وتقویم "هجری شمسی" فجزا کم الله احسن الجزاء۔ ما احسن ما فعلتم و خدمتم بنشر هذا التقویم لانه کان ضرورة للجماعة۔ان العرب لا یعرفون اهمیة هذا التقویم فبارك

الله فيكم و فى حبكم۔بلغ سلام المحبة الى الاخوان الذين عملوا
و تعاونوا معكم فى هذه المهمة فكان الله معكم۔

(دستخط) ميرزا طاهر احمد

ترجمہ: آپ کا خط اور کیلنڈر ہجری شمسی مل گیا، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اس کیلنڈر کو شائع کر کے آپ نے بہت اچھا کام ہے اور خدمت سرانجام دی ہے۔ جماعت میں اس بات کی بہت ضرورت تھی، کیونکہ عرب اس کیلنڈر کی اہمیت کو نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت عطا فرمائے اور محبت میں بڑھائے۔ میرا محبت بھرا سلام تمام بھائیوں تک پہنچا دیں جنہوں نے اس اہم کام کی بجا آوری میں آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ (میرزا طاہر احمد)

اخبارات میں مخالفت، اس کا ردّ اور جماعت کی تبلیغ

مورخہ 21/اگست 1987ء کو بمقام ناصرہ سے شائع ہونے والے ہفتہ روزہ ''الوطن'' نے اپنے ایک مقالہ میں یہ فقرہ لکھا:

"إن بعض الطوائف الإسلامية استقلت عن الإسلام السنى مثل
البهائية و الدرزية و الأحمدية "

ترجمہ: بعض اسلامی فرقوں نے اہل السنۃ و الجماعۃ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ مثلاً بہائیت، دروز اور احمدی۔

اس پر جماعت احمدیہ کی طرف سے اُسی ہفت روزہ میں یہ جواب شائع کروایا گیا کہ:

جماعت احمدیہ حقیقی اسلام کا دوسرا نام ہے۔ اور مصنف مقالہ کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کو بہائیوں اور دروز کے ساتھ ملا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں فرقے خود اپنا تعلق اسلام سے قطع کر چکے ہیں۔ اس کے برعکس جماعت احمدیہ اُس حقیقی اسلام پر عمل پیرا ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، اور اسی اسلام پر دل و جان سے ایمان رکھتی اور اس کی تبلیغ کرتی ہے۔

یہ تردیدی بیان ''الوطن'' 4/ستمبر 1987ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس تردیدی بیان کے جواب میں ناصرہ سے ہی شائع ہونے والے ایک دوسرے عربی ہفت روزہ ''

الصنارۃ‘‘ نے اپنی 6رنومبر 1987ء کی اشاعت میں ایک اور مخالف کا مقالہ جماعت کے خلاف شائع کر دیا جس میں جماعت پر شدید اعتراض کے گئے تھے۔

اس مقالہ کا جواب جماعت کی طرف سے اسی ہفتہ روزہ میں 20رنومبر 1987ء میں شائع ہوا۔ بعدازاں اسی ہفت روزہ میں 27رنومبر 1987ء کو ایک اور مقالہ جماعت کے خلاف شائع ہوا۔اوراس کا عنوان تھا ’’بعض نقاط الخلاف بين أهل السنة والجماعة الأحمدية‘‘جس کا جواب جماعت کی طرف سے 11ردسمبر 1987ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔لیکن افسوس کہ ہفت روزہ ’’ الصنارة ‘‘ نے غیر جانب داری کا ثبوت نہیں دیا۔کیونکہ اس نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک انتہائی مخالفانہ مضمون شائع کر کے یہ اعلان کیا کہ ہم اب اس سلسلہ کو بند کرتے ہیں۔چنانچہ مجبورًا ہم نے اس مضمون کا جواب ’’مجلۃ البشری‘‘ میں شائع کر دیا۔

ان مضامین کی اشاعت سے ہزاروں افراد تک جماعت احمدیہ کی تبلیغ پہنچ گئی۔بعدازاں بہت سے افراد نے رابطہ کر کے ہم سے لٹریچر منگوایا اور مختلف مسائل کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔

خدام الاحمدیہ کے اجتماعات

1986ء کے شروع میں مجلس خدام الاحمدیہ کبابیر کو ازسرنو منظّم کیا گیا اور فعّال بنایا گیا چنانچہ 1986ء سے مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ 12رفروری1986ء کو مجلس نے اپنا پہلا سالانہ اجتماع مدرسہ احمدیہ کبابیر کی گراؤنڈ میں منعقد کیا۔اس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ ہر سال خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوتا رہا۔

ایک اجتماع کے بارہ میں:

1۔حیفا سے شائع ہونے والے اخبار ’’الانوار‘‘نے مورخہ 18رپریل 1988ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل خبر شائع کی:

جبل کرمل کے محلّہ کبابیر نے بروز جمعہ و ہفتہ دو روز عظیم الشان اجتماع مشاہدہ کیا ہے جس میں سینکڑوں طلبا اور نوجوانوں نے حصہ لیا۔یہ تیسرا سالانہ اجتماع ہے جو مجلس خدام الاحمدیہ نے منعقد کیا ہے۔اس اجتماع میں دو روز تک ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔اور مختلف ٹیموں نے

والی بال، فٹ بال، باسکٹ بال، جمناسٹک، رسہ کشی، کراٹے اور دوسری کھیلوں کے مقابلہ میں حصہ لیا۔

علاقہ کے باشندے بڑی تعداد میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ کبابیر کے علاوہ باہر سے بھی مہمان تشریف لائے، جنہوں نے مجلس خدام الاحمدیہ کی سرگرمیوں کو دیکھ کر نہایت خوشی اور فرحت کا اظہار کیا۔

2۔ بمقام ناصرۃ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ''الصنارۃ'' نے 8/اپریل 1988ء کے شمارہ میں مندرجہ ذیل خبر شائع کی:

مجلس خدام الاحمدیہ کبابیر نے، کبابیر حیفا میں جمعہ و ہفتہ دو روز اپنا تیسرا سالانہ اجتماع منعقد کیا۔

اجتماع کے موقعہ پر یہ اعلان بھی کیا گیا کے جماعت احمدیہ اگلے سال ماہ مارچ میں صد سالہ جشن (تشکّر) منائے گی۔ جس میں ایسی خاص نمائش کا اہتمام کیا جاے گا، جس میں قرآن مجید کے سو زبانوں میں تراجم (کامل یا جزوی) پیش کئے جائینگے، اس کے علاوہ دوسری کتب بھی اس نمائش میں رکھی جائیں گی۔

3۔ حیفا سے شائع ہونے والے اخبار ''کول بو'' نے مورخہ 7/اپریل 1988 کے شمارہ میں مندرجہ ذیل خبر شائع کی:

جماعت احمدیہ کے نوجوانوں نے اس ہفتہ کے آخر پر بانی جماعت احمدیہ کے ظہور پر 99 سال مکمل ہونے کی خوشی میں اجتماع منعقد کیا۔

یہ اجتماع حیفا شہر کے محلّہ کبابیر میں منعقد ہوا۔ اجتماع منعقد کرنے والوں نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا کہ مجلس خدام الاحمدیہ کی تاسیس پر پچاس سال مکمل ہونے کی خوشی میں یہ اجتماع منعقد کیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ بلاتمیز رنگ و مذہب انسانی ہمدردی اور محتاجوں کی مدد کے لئے ہر وقت مستعد رہتی ہے۔

اجتماع کی تقاریر میں امن اور اسلام کی طرف بلایا گیا۔،،

(تلخیص رپورٹ مطبوعہ مجلۃ البشری مئی، جون 1988ء از صفحہ 19 تا صفحہ 48)

جماعت احمدیہ کبابیر کی طرف سے مستحق فلسطینیوں کی مالی امداد

دسمبر 1988ء کو دریائے اردن کے مغربی کنارہ پر آباد فلسطینی علاقے اور غزہ میں ایک انقلابی تحریک شروع ہوئی اور جوں جوں اس میں شدت پیدا ہوئی اسرائیلی حکومت کی سختیاں بھی بڑھتی گئیں۔ فلسطینی مزدوروں کی ایک بہت بڑی تعداد صبح سویرے اسرائیلی علاقہ میں محنت مزدوری کرتی اور شام کو واپس چلی جاتی۔ یہی اُن کی گزر بسر کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ حکومت اسرائیل جب انہیں سزا دینا چاہتی ان کی اسرائیل میں آمد پر پابندی لگا دی جاتی۔ چنانچہ ان پابندیوں کی وجہ سے فلسطینیوں کے اقتصادی و معاشی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ ایسے حالات میں جماعت احمدیہ کبابیر نے اپنی استطاعت کے مطابق خدمتِ خلق کے جذبہ کے تحت مندرجہ ذیل اقدام اٹھائے۔

☆ سال میں کم از کم دو بار تمام افراد جماعتِ کبابیر نئے پُرانے کپڑے مسجد کے نچلے ہال میں جمع کر دیتے۔ ممبرات لجنہ بچوں، بچیوں، عورتوں، مردوں کے کپڑے الگ الگ کرتیں۔ پھر انہیں فلسطینی علاقوں اور غریب بستیوں اور مستحقین میں تقسیم کیا جاتا۔

☆ آٹا چاول دال تیل وغیرہ خوردنی اشیاء کے تھیلے غریب فلسطینیوں کے گھر پہنچائے جاتے۔

☆ ماہِ اگست ستمبر میں جب اسکول اور مدرسے کھلتے مستحق بچوں کو کتابیں اور کاپیاں دی جاتیں۔

☆ بیوگان اور یتامیٰ کی خاص طور پر مدد کی جاتی۔

☆ مریضوں کے علاج کے لئے ہر ممکن مالی مدد کی جاتی۔

☆ صدقۃ الفطر کا بڑا حصہ انہیں غرباء میں تقسیم کر دیا جاتا۔

☆ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے جانوروں کا گوشت بھی اُن میں تقسیم کیا جاتا۔

جماعت احمدیہ کبابیر کی طرف سے غیر احمدی مسلمانوں کی امداد

1948 میں فلسطینیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اس وقت کے فلسطین سے ہجرت پر مجبور ہونا پڑا۔ اور اس میں جماعت احمدیہ کے افراد کی بھی خاصی تعداد تھی۔ بعض مقامات سے تمام کے تمام افراد جماعت کو ہجرت کر کے پاس کے عرب ملکوں میں پناہ لینی پڑی۔ اس کے علاوہ

فلسطینیوں کی ایک بڑی تعداد اُس حصّہ فلسطین میں بھی باقی رہ گئی جسے ''اسرائیل'' کہا جاتا ہے۔ اپنے ان فلسطینی بھائیوں کی طرح جماعت احمدیہ کبابیر کے افراد نے بھی اپنی ارضِ وطن کو نہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ ہر ظلم کو برداشت کیا اور ہر مصیبت کو سینے سے لگایا۔ شروع میں ان لوگوں کی اقتصادی حالت بہت خراب تھی۔ اِسی حالت میں جب کبھی ہمارے مسلمان بھائیوں نے جماعت احمدیہ کے افراد سے مالی مدد کا مطالبہ کیا۔ جماعت نے اپنی کم مائیگی کے باوجود ان کی مدد کی۔ خاص طور پر جب کبھی کسی قریہ یا شہر سے مسجد بنانے یا اس کی مرمت کیلئے افراد جماعت کبابیر سے مدد واستعانت چاہی گئی جماعت احمدیہ نے فراخ دلی سے ان کی مدد کی۔ بعض کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ مسجد السلام بمقام الناصرة، 2 ۔ مسجد الهدی بمقام جبل الدولة الناصرة، 3۔ مسجد المشهد بمقام المشهد، 4۔ مسجد ابطن بمقام ابطن، 5۔ مسجد الصديق بمقام الناصرة، 6۔ مسجد النور بمقام رينه، 7۔ مسجد النور مقام الناصرة، 8۔ مسجد السخنين الجديد بمقام سخنين، 9۔ مسجد المغار بمقام مغار، 10۔ مسجد عمر بن الخطاب بمقام شفاعمر، 11۔ مسجد كفر قرع بمقام كفر قرع، 12۔ مسجد ام الفحم بمقام ام الفحم۔

کبابیر میں صد سالہ جوبلی تقریبات کا انعقاد 1989ء۔1889ء

دنیا کی تمام جماعتہائے احمدیہ کی طرح کبابیر میں بھی صد سالہ تقریبات کا انعقاد ہوا۔ اس کے لئے 1986 میں ہی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

1۔ جامع سیدنا محمود کی تعمیر کی تکمیل۔

2۔ مسجد کے دو میناروں کی تعمیر کی تکمیل جن کی بلندی تینتیس تینتیس (33-33) میٹر ہے۔

3۔ مسجد کی زمین کے ارد گرد پتھر کی خوبصورت چاردیواری بنا کر دو طرف گیٹ لگوانا، اردگرد کے علاقے کی تزئین وغیرہ کا کام مکمل کرنا۔

4۔ مسجد کے ہال میں کتابوں کی جو نمائش ہے اُس کو مزید بہتر بنانا۔

5۔ منتخب آیات، احادیث، اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عبرانی اور ایڈش (Yidish) زبانوں میں تراجم شائع کرنا۔

6۔مجلّہ البشری کا موقعہ کی مناسبت سے خاص شمارہ شائع کرنا۔
الحمدللہ مدّت مقررہ میں یہ تمام کام پایہ تکمیل کو پہنچ گئے جس کی کسی قدر تفصیل آگے آئے گی۔

مسجد احمدیہ کبابیر کی تعمیرِ نو

مسجد احمدیہ کبابیر جس کی بنیاد محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے 16/ذوالقعدہ 1349ھ مطابق 3/اپریل 1931ء کو رکھی، جس کی تکمیل مولانا ابوالعطاء صاحبؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ کم وبیش نصف صدی گزرنے کی وجہ سے مسجد کی عمارت خستہ ہوگئی تھی جس کی بناپر 1979ء میں اس کی تعمیرنو کا منصوبہ صدسالہ جوبلی کے منصوبہ کے تحت عمل میں آیا۔ مورخہ 22/رجب 1399ھ بمطابق 18/جون 1979ء کو مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب نے مسجد کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ ابھی مسجد کی پہلی منزل کی چھت مکمل ہوئی تھی کہ مولانا موصوف کا تبادلہ عمل میں آیا، اور وہ 16/دسمبر 1981ء کو ربوہ تشریف لے گئے۔ بعدازاں مسجد مختلف مراحل میں تعمیر ہوتی رہی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسجد کا نقشہ ایک مسلمان انجینئر محمود طبعونی صاحب آف ناصرہ نے محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب کے مشورہ سے تیار کیا۔

مسجد احمدیہ کبابیر اور وقارِ عمل

انجینئرز کے اندازے کے مطابق اس مسجد کی تعمیر کے اخراجات پچیس لاکھ ڈالر کے برابر مقامی کرنسی میں تھے۔ لیکن جو اصل اخراجات اس مسجد کی تعمیر پہ ہوئے وہ صرف نو سے دس لاکھ ڈالر کے درمیان ہیں۔ اس کی بڑی وجہ احباب جماعت اور خدام کا مسجد کی تعمیر کیلئے دن رات وقارِعمل کرنا تھا، حقیقت تو یہ ہے کہ سوائے بعض خاص امور کے معماری سے لے کر مزدوری تک جملہ اخراجات (تقریباً دس لاکھ ڈالر) کبابیر کی جماعت نے جوبلی فنڈ اور مسجد کا چندہ جمع کر کے پورا کیا اور کسی قسم کی کوئی بیرونی امداد حاصل نہ کی گئی۔ یہ مسجد حقیقت میں وقارِعمل کی نیک تحریک کا ثمرہ ہے۔

مسجد کے منارے

1987ء میں جب مسجد کے میناروں کی تعمیر کا منصوبہ زیر غور آیا تو خاکسار نے انجینئرز کو قادیان سے منارۃ المسیح کی بڑی تصاویر اور تفاصیل منگوا کر دیں، تا وہ مسجد کے منارے اس کے کسی قدر مشابہ بنانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مینارۃ المسیح کی طرح ہر مینارے کی تین تین منزلیں بنائی گئیں۔

الحمد للہ دونوں مینارے جوبلی سال 1989ء میں پایہ تکمیل کو پہنچے۔ زائرین اور اخباروں کے نمائندے آتے ہیں اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک مقامی اخبار کے صحافی نے مسجد دیکھنے کے بعد اپنے اخبار میں مندرجہ ذیل خبر شائع کی۔

''بلاشبہ جماعت احمدیہ کی مسجد مشرق وسطیٰ کی خوبصورت مساجد میں سے ایک ہے''۔

مستقل نمائش کا قیام

صد سالہ جوبلی منصوبہ کے تحت مسجد احمدیہ کبابیر (جامع سیدنا محمود) کے نچلے ہال کے ایک حصہ میں یہ مستقل نمائش بنائی گئی ہے۔ اس نمائش کا افتتاح فروری 1987 میں ہوا۔ نمائش کی زینت بننے والے wings کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

☆ قرآن کریم کے شائع ہونے والے تراجم وتفاسیر۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور ملفوظات۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی تصاویر۔

☆ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اکناف عالم میں تعمیر ہونے والی مساجد کی تصاویر۔

☆ جماعت احمدیہ کے مختلف عالمی مراکز سے شائع ہونے والے اخبارات ورسائل کے نمونے۔

☆ مبلغین کرام کی تصاویر جنہیں کبابیر میں تبلیغی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

☆ مقامی جماعت احمدیہ کی مختلف تصاویر۔

☆ عربی اور دوسری زبانوں میں مختلف اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والی جماعت احمدیہ کے بارے میں آراء۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہم پیشگوئیاں جو عصر حاضر کے بارے میں ہیں۔
☆ عربی میں دنیا کا ایک بڑا سا نقشہ اور اس میں چھوٹے چھوٹے قمقموں سے مراکز جماعت کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اپریل 1998ء تک ایک اندازہ کے مطابق اس نمائش کو دس ہزار زائرین نے دیکھا اور بہت نیک تاثرات کا اظہار کیا۔

صدسالہ جشن تشکر کی تقریبات

صدسالہ جوبلی کی تقریبات کی ابتدا مورخہ 20 مارچ 1989ء کو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر اجتماعی دعا کے ساتھ ہوئی۔ اس کے بعد بمقام القدس (یروشلم) میں مسجد اقصیٰ و مسجد صخرہ میں نوافل ادا کئے گئے۔

مورخہ 22/مارچ 1989ء بروز بدھ افراد جماعت کبابیر نے نماز تہجد با جماعت ادا کی اور روزہ رکھا اور مغرب کے وقت مسجد میں اجتماعی طور پر افطاری کی گئی۔

مؤرخہ 23/مارچ 1989ء بروز جمعرات افراد جماعت کبابیر نے نماز تہجد با جماعت ادا کی۔ فجر کی نماز اور درس کے بعد قبرستان میں مرحومین کے لئے اجتماعی دعا کی گئی۔ سات بجے صبح مسجد کے سامنے چھ عدد بکروں اور دو بچھڑوں کی قربانی کی گئی۔ اِن میں ایک بکرے کی قربانی مرحوم محمد داؤد عودہ کے لڑکوں نے بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی طرف سے دی۔ محمد عبد الہادی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے ایک بچھڑے کی قربانی کی۔ ان کے علاوہ غزالہ داؤد صاحبہ۔ فوزی عبد اللہ صاحب۔ زیدان خضر صاحب برادران۔ عبد الکریم صاحب ومنصور صاحب۔ عبد القادر قصینی صاحب، ہاشم طیب صاحب نے بھی ایک ایک بکرے کی قربانی کی۔

تمام مرد حضرات مسجد کے سامنے صحن میں اور خواتین دار التبلیغ میں جمع ہو گئے اور ٹھیک دس بجے دعاؤں اور نعرہ ہائے تکبیر وتہلیل کے درمیان لوائے احمدیت لہرایا گیا۔ بعد ازاں تمام مرد وزن مسجد کے نچلے ہال میں تشریف لے گئے جسے دو حصوں میں پردہ لگا کر تقسیم کر دیا گیا۔ تلاوت اور قصیدہ کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے جوبلی پیغام کا عربی ترجمہ

سُنایا گیا۔ بعدازاں عبدالہادی اسعد صاحب (صدر برائے جوبلی کمیٹی) اور فلاح الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ کبابیر نے تقریر کی۔

اس پروگرام کے اختتام پر تمام حاضرین جلسہ نے قرآن مجید کے تراجم اور کتب کی نمائش دیکھی۔ عصر کے بعد خدام الاحمدیہ کی طرف سے مدرسہ احمدیہ کے صحن میں مختلف تفریحی کھیلوں کا انتظام تھا۔ مغرب کے بعد کبابیر کے تمام گھرانوں مسجد مدرسہ اور گزرگاہوں پر جدید طرز سے چراغاں کیا گیا، دور سے کرمل پہاڑ کی یہ چوٹی بقعہ نور بنی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

جوبلی کی ان تقریبات میں خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی طرف سے بھی علیحدہ طور پر مختلف پروگراموں کا اہتمام کیا ہوا تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ بہت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئے۔

اسی طرح لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کی طرف سے بھی 24/مارچ کو علیحدہ تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں دیگر پروگرامز کے علاوہ مختلف اہم موضوعات پر ممبرات لجنہ نے خطابات کیئے۔

مورخہ 24/مارچ 1989ء کو بعد نماز مغرب وعشاء مسجد کے نچلے ہال میں صد سالہ جوبلی کے سلسلہ کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی جس میں غیر از جماعت دوستوں کو بلایا گیا تھا جن میں سے بعض احباب نے جماعت کے بارہ میں بہت اچھے ریمارکس دیئے ان احباب کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ ڈاکٹر محمود عباسی لیکچرار جامعۃ حیفا۔ 2۔ جورج شقیر (مسیحی مہمان) 3۔ کامل فارس مفتش المعارف العربیۃ حیفا (دروز فرقہ سے ہیں) 4۔ فرید وجدی الطبری قاضی المحکمۃ الشرعیۃ حیفا۔

ان تقریبات کی ابتدا سے لے کر انتہا تک خبریں بعض اخبارات میں شائع ہوئیں، ذیل میں ان کے نام اور اشاعت کی تاریخیں درج کی جاتی ہیں:

''کل العرب'' مورخہ 17 مارچ 1989، ''الصنارۃ'' 17 مارچ 1989، کل العرب 31/مارچ 1989، الصنارۃ 31 مارچ 1989ء۔

وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں شرکت کا آغاز

جب سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے برطانیہ میں ہجرت کے بعد برطانیہ کا

جلسہ سالانہ عالمی جلسے کی شکل اختیار کر گیا، جماعت احمدیہ کبابیر سے کچھ نہ کچھ لوگ اجتماعی و انفرادی طور پر اُس میں شریک ہوتے رہے۔لیکن 1990ء سے باقاعدہ وفد کی صورت میں جلسہ میں شرکت کا سلسلہ شروع ہوا اور پہلی بار 36 انصار، خدام، اطفال شریک ہوئے۔ خاکسار (حمید احمد کوثر صاحب) نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں درخواست کی کہ اطفال الاحمدیہ کبابیر کے ایک گروپ کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر محترم منیر الحصنی صاحب مرحوم کا قصیدہ،(خبّروا عنا العصور بَعْدنا۔۔۔۔) پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے مَیں خود سنوں گا پھر پڑھنے یا نہ پڑھنے کا فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ مورخہ 28/جولائی 1990ء کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام آباد کی مسجد میں قصیدہ سماعت فرمایا اور اپنی رضامندی اور مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے اختتامی اجلاس میں قصیدہ پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اگلے روز حضور رحمہ اللہ کی موجودگی میں اختتامی خطاب سے قبل یہ قصیدہ پڑھا گیا جسے بہت پسند کیا گیا، یہ پہلا موقعہ تھا،لیکن اس کے بعد پھر ہر سال وفد کبابیر کو جلسہ میں شرکت کرنے اور قصیدہ پڑھنے کا موقعہ ملتا رہا۔ بعد ازاں یہ سلسلہ خواتین کے جلسہ میں بھی شروع ہوگیا۔ وہاں بھی لجنہ اماء اللہ کبابیر کا ایک گروپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصائد میں سے کوئی قصیدہ پڑھتا رہا۔

دُروز میں تبلیغ کا اسلوب

1992ء میں جو وفد جلسہ میں شریک ہوا اُس میں دروز فرقہ کے ایک دوست طویل اعظم ابو ادیب (از دالیۃالکرمل) بھی شامل تھے۔مورخہ 8/اگست 1992ء کو کبابیر کے وفد کی انفرادی ملاقات تھی۔ جب یہ ملاقات والے کمرے میں آئے تو حضور رحمہ اللہ نے فرمایا دروز فرقہ کے لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے یہ سمجھانا چاہئے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح فارسی النسل ہیں۔اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سے یہ واضح ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور فارسی النسل میں سے ہی ہونا تھا۔ابو ادیب صاحب کو جب یہ بتایا گیا تو وہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور اپنے فرقہ کے لوگوں میں تبلیغ کا وعدہ کیا۔

شفقت اور عنایت

اسی سال جلسہ سالانہ کے موقع پر ملاقات کے دوران حضورؒ ڈاک دیکھنے میں بھی مصروف تھے۔حضورؒ نے خاکسار سے دریافت فرمایا کتنے افراد فلسطین سے آئے ہیں۔ خاکسار نے عرض کیا 35۔تو حضورؒ نے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی 35 انگوٹھیاں مجھے دیں۔ نیز حضرت مسیح موعودؑ کی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا ہر انگوٹھی کے ساتھ اسے مس کریں۔خاکسار نے ارشاد کی تعمیل کی، اس موقعہ پر اس بابرکت انگوٹھی سے خاکسار کو برکت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر یہ انگوٹھیاں حضورؒ نے کبابیر کے وفد کے تمام ممبران کو عطا فرمائیں۔

طریقِ تبلیغ

1995ء کے جلسہ سالانہ میں 45 مرد وزن فلسطین سے شریک جلسہ ہوئے۔اس میں ایک غیر احمدی دوست ابو مامون (قلنسوہ) بھی تھے۔انہیں اس جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بیعت کر کے جماعت میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔مورخہ یکم اگست 1995ء کو انفرادی ملاقات کے دوران حضورؒ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ(النحل:126) کے ارشاد ربّانی کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔اپنے علاقہ میں حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ تبلیغ شروع کریں۔تبلیغ میں کامیابی کے لیے دعاؤں پر دوام اختیار کریں۔ضدی اور شر پھیلانے والے لوگوں سے احتراز کریں،اور باشعور انسانوں کو تلاش کر کے تبلیغ کرنی چاہیئے۔

کبابیر میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ دیکھنے کی ابتدا

مورخہ 7ررمضان 1413ھ بمطابق 28رفروری 1993ء وہ تاریخی اور مبارک دن تھا، جب سے کبابیر کے احباب نے ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا۔ جماعت احمدیہ نے اپنی ڈش خریدی اور دارالتبلیغ کی چھت پر نصب کی۔ بعدازاں کیبل کے ذریعہ ہر احمدی گھرانے کو ایم ٹی

اے دیکھنے کی سہولت بہم پہنچائی گئی۔اس تاریخی روز سے عرب احباب جماعت کو بھی براہِ راست خلیفہ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات سننے کا موقع میسر آ گیا جو بفضلہٖ تعالیٰ اب تک جاری ہے۔ ورنہ اس سے پہلے حالت یہ تھی کہ اخبار الفضل ربوہ سے لندن آتا تھا اور وہاں سے کبابیر بھجوایا جاتا ہے۔ اُس میں جو خطبہ ہوتا اُسے مبلغ صاحب ترجمہ کر کے سناتے تھے۔ یوں حضور انور کا خطبہ عرب احباب تک پہنچنے میں کم وبیش ڈیڑھ ماہ کا عرصہ لگ جاتا تھا۔لیکن MTA شروع ہونے سے احباب کا خلیفۂ وقت کے ساتھ براہِ راست تعلق قائم ہو گیا۔الحمدللہ علیٰ ذلک۔

کبابیر میں ایم ٹی اے کے اسٹوڈیو کا قیام

23/مارچ جماعت احمدیہ کا یوم تأسیس ہے۔اُسی روز 23/مارچ 1993ء کو دارالتبلیغ کی اوپر والی منزل میں ایک ابتدائی نوعیت کا اسٹوڈیو قائم کیا گیا۔اس کے قیام کے لئے عزیزم محمد شریف صلاح الدین صاحب (حال امیر جماعت احمدیہ کبابیر) رشاد فلاح صاحب، منیر عودہ صاحب، ایاد کمال صاحب نے بہت محنت کی۔ فجزا هم الله احسن الجزاء۔اس اسٹوڈیو میں عربی پروگرام تیار کر کے ایم ٹی اے لندن کو بھجوانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔اب بفضلہٖ تعالیٰ یہ سلسلہ اتنا ترقی کر گیا ہے کہ کبابیر سے بھی لائیو پروگرام شروع ہو گئے ہیں۔

بوسنین مسلمانوں کی کبابیر میں آمد

1993ء میں بوسنیا کے قریباً ایک سو افراد کو حکومت نے حیفا کے قریب ایک بستی میں رکھا۔ جماعت احمدیہ کبابیر کا وفد ان سے ملنے گیا اور کبابیر آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ عید الفطر کے موقعہ پر نماز ادا کرنے وہ مسجد احمدیہ کبابیر آئے۔نماز عید ادا کرنے کے بعد کبابیر کے ہر احمدی گھرانہ کے سپرد ایک ایک دو دو مہمان کر دیئے گئے۔شام تک یہ مسلمان بھائی کبابیر میں رہنے کے بعد واپس چلے گئے مگر جماعت نے اُن سے رابطہ رکھا۔ان کے لئے مرکز جماعت لندن سے بوسنین زبان میں کتب منگوائی گئیں جو ان میں تقسیم ہوئیں۔ انہیں نماز پڑھنے کا طریق نیز دعائیں سکھائی گئیں۔ جماعت نے حسبِ استطاعت ان کی ہر طرح سے مدد کی۔تقریباً چھ ماہ کے بعد آہستہ آہستہ یہ اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ جانے کے بعد بھی ان میں سے بعض نے بذریعہ

ٹیلی فون ہم سے رابطہ رکھا۔ حیفا میں قیام کے دوران یہ لوگ بتایا کرتے تھے کہ بوسنیا میں بھی جماعت احمدیہ کے افراد ہمیں کھانا لا کر دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہماری بہت مدد کی ہے۔

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی میں شرکت

مجلس خدام الاحمدیہ کبابیر ایک ایسی منفرد مجلس ہے جس کے تمام خدام عرب ہیں۔ اور سارے ملک میں اپنی خدمت خلق کے لحاظ سے اسی نام سے مشہور ومعروف ہے۔ 1994ء کے خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع سے قبل خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ اگر خدام الاحمدیہ کبابیر کا ایک وفد مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع میں شریک ہو سکے تو انہیں مرکزی طرز پر منعقد ہونے والے اجتماع سے بہت سے امور سیکھنے اور آئندہ اپنے اجتماعات کو بہتر سے بہتر بنانے کی توفیق ملے گی۔ حضورؒ نے ازراہ شفقت اجازت مرحمت فرمائی اور خدام الاحمدیہ کبابیر کا ایک وفد جو کہ چالیس خدام پر مشتمل تھا 24 رمئی 1994ء کو ناصر باغ پہنچا۔ 24 رمئی سے کھیلوں کے مقابلہ جات شروع ہوئے۔ الحمدللہ کبابیر کی دوٹیموں فٹ بال اور باسکٹ بال نے ہر میچ جیتا۔ فٹ بال ٹیم کی قیادت مطیع عبدالہادی صاحب اور باسکٹ بال کی قیادت منیر صلاح الدین عودہ صاحب کر رہے تھے۔ ہر دوٹیمیں اوّل آنے پر انعام کی حقدار قرار پائیں۔

اجتماع کے اختتامی اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ 1994ء وہ سال تھا جس میں کسوف خسوف کی پیشگوئی پوری ہونے پر ایک سو سال مکمل ہو رہا تھا۔ اجتماع کی کاروائی تلاوت وعہد سے شروع ہوئی۔ بعد ازاں کبابیر کے وفد کے بعض ممبران نے شوقی زیدان صاحب کی قیادت میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا کسوف وخسوف کے نشان کے ظہور پر لکھا جانے والا قصیدہ:

بشریٰ لکم یا معشر الإخوانِ
طوبیٰ لکم یا مجْمعَ الخلّانِ

خوش الحانی سے پڑھا۔

کبابیر میں پہلے جلسہ سالانہ کا انعقاد

مورخہ 18 رمضان 1415 ہجری مطابق 18 فروری 1995ء کو مجلس عاملہ کبابیر کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مجلس عاملہ کے ممبران کے علاوہ سید داؤد عبدالجلیل سیکرٹری تبلیغ مجلس انصاراللہ اور سید محمد شریف صلاح الدین سیکرٹری تبلیغ مجلس خدام الاحمدیہ بھی شریک ہوئے اس اجلاس میں تبلیغ اور تبشیر کے بارہ میں تبادلہ خیالات ہوا اور یہ طے پایا کہ دنیا کی باقی جماعتوں کی طرح جماعت احمدیہ کبابیر کو بھی ہر سال جلسہ سالانہ منعقد کرنا چاہئے اور یہ اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ سالانہ ہوگا۔ جلسہ کے لئے 24 مارچ 1995ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔

اس فیصلہ کے بعد مختلف امور کی تکمیل کے لئے خدام و انصار کی نظامتیں بنا دی گئیں۔ اس جلسہ میں شمولیت کے لئے کم از کم تین صد غیراز جماعت عرب دوستوں کو دعوت نامے ارسال کئے گئے اور کئی مہمانان سے بذریعہ ٹیلی فون رابطے کئے گئے۔ جو نظامتیں قائم کی گئیں وہ یہ تھیں۔ نظامت استقبال، نظامت ٹریفک، نظامت تزین و صفائی، نظامت ویڈیو ریکاڈنگ، نظامت جلسہ گاہ اور نظامت طعام۔ کھانے کی تیاری کی ذمہ داری لجنہ اماء اللہ نے قبول کی۔

اس جلسہ میں لوائے احمدیت لہرایا گیا اور مختلف موضوعات پر خطابات ہوئے نیز سوال و جواب کی مجلس بھی قائم کی گئی۔ اور آخر میں مہمان کرام کو مندرجہ ذیل کتب تحفہ میں دی گئیں۔

تعرّف على الجماعة الإسلاميه الأحمديه، القول الصريح فى ظهور المهدى والمسيح، مجلّہ البشریٰ کا خصوصی شمارہ، نصيحة لوجه الله۔

بمقام خلیل مسلمانوں کا بہیمانہ قتل اور جماعت کا مذمتی بیان

مؤرخہ 25 فروری 1994ء کو فلسطین کے ایک شہر ''الخلیل'' جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور اُس قبر کے قرب میں ایک مسجد ہے۔ اس مسجد میں مسلمان فجر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک یہودی نے نمازیوں پر گولیوں کی بچھاڑ کر دی گئی جس کے نتیجہ میں ساٹھ (60) مسلمان موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ اس حادثہ کی خبر سننے کے بعد مجلس عاملہ کبابیر کا ایک خصوصی اجلاس مورخہ 26 فروری 1994ء کو ہوا جس میں جماعت کی طرف سے اس حادثہ کی شدید

مذمت کی گئی۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ آئندہ اس قسم کے حملوں کا سد باب کرنے کے لئے ٹھوس منصوبہ بنایا جائے۔ جماعت کے بیان کا کچھ حصہ عربی روزنامہ ''الاتحاد'' (از حیفا) میں مورخہ 26 رفروری کی اشاعت میں صفحہ 16 پر شائع ہوا۔

اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کا ایک وفد الخلیل گیا۔ اور شہداء کے لواحقین کے لئے دس ہزار شیکل کی امداد بھی دی گئی۔

''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کی تصنیف پر سو سال پورے ہونے پر تقریب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء تصنیف ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پر ایک سو سال مکمل ہونے کے موقعہ 28 ردسمبر 1996ء کو ایک خصوصی جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ کیا اور اس سے قبل اس کتاب کا عبرانی اور ایڈش زبانوں میں ترجمہ کیا۔ جلسہ گاہ کے نزدیک کتابوں کی نمائش لگائی گئی جس میں اس کتاب کے مختلف زبانوں میں ترجمے رکھے گئے تھے۔ اور ہر مہمان کو اُس کے مطالبہ پر عربی۔ عبرانی۔ ایڈش اور انگریزی زبانوں میں سے کوئی ایک تحفۃً دی جاتی۔ اس موقع پر جو خصوصی جلسہ منعقد کیا گیا، اُس میں حیفا شہر کے میئر اور قریباً پانچ صد غیر از جماعت صاحب علم دوست مہمانوں نے شرکت کی جس میں جلسہ کی غرض و غایت بیان کی گئی۔ محترم عبدالہادی اسعد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف بیان کیا اور اس کتاب میں مذکور چند اہم امور کو حاضرین کے سامنے رکھا۔ ازاں بعد محترم فلاح الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ کبابیر نے اس کتاب کی مقبولیت اور اثرات کے بارہ میں تقریر فرمائی۔

بعد میں ڈاکٹر شحادہ (جو کہ پروٹیسٹنٹ عیسائی فرقے کے پادری تھے) نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کے بعد دروز فرقے کے پروفیسر شیخ فاضل منصور نے تقریر کی۔ بعد ازاں ماہر قانون علی رافع صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اس جلسہ کے آخر پر خاکسار نے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کی روشنی میں انسان کی پیدائش کا مقصد بیان کیا۔ اُس کے بعد قرآن مجید اور تورات کی روشنی میں یہ بتایا کہ اس خطہ ارض میں امن تب قائم ہو سکتا ہے جب ''عدل'' قائم کیا جائے اور ہر قوم کو اس کا جائز حق دیا جائے اور ہر

انسان کی عزت وتکریم کی جائے۔آخر میں اجتماعی دعا ہوئی۔

اس علاقہ کے مشہو اخبار ''بانوراما'' نے اپنے شمارہ 482 تاریخ 3رجنوری 1987 میں درج ذیل خبر شائع کی۔

''الخطاب الجلیل کی تصنیف پر سو سال مکمل ہونے پر جماعت احمدیہ نے ایک جلسے کا انعقاد کیا۔اور تمام مقررین نے بین المذاہب محبت والفت کا ماحول پیدا کرنے پر زور دیا۔''

اخبار نے مقررین اور جلسہ کی تصاویر بھی شائع کیں۔

طباعت کتب ومنشورات

خاکسار کے اس عرصۂ قیام میں متعدد کتب دوبارہ پرنٹ ہوئیں نیز خاکسار کو بھی چند ایک چھوٹی چھوٹی کتب لکھنے اور بعض کا ترجمہ کرنے کی توفیق ملی، بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

لَاحیاۃ للمسیح عیسیٰ ابن مریم فی القرآن ابدا۔

تفسیر خاتم النبین حسب القرآن والاحادیث۔

افتراء ات علی الجماعۃالإسلامیۃالأحمدیۃو الرد علیھا۔

ملکوت اللہ ینزع منکم

تعلیم الصلاۃ

ألیست الأحمدیۃ جماعۃ مسلمۃ؟(ترجمہ)۔

اس کے علاوہ اہل کتاب کو پیغام اسلام پہنچانے کے لئے درج ذیل کتب عبرانی میں تیار کروائی گئیں:

1۔منتخب آیات قرآن کریم۔(ترجمہ) مکرم موسی اسعد عودہ صاحب۔

2۔منتخب احادیث سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

3۔منتخب اقتباسات از تالیفات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام۔

4۔اسلامی اصول کی فلاسفی کا عبرانی اور ایڈش زبانوں میں ترجمہ شائع کیا گیا۔

جماعت احمدیہ کا تعارف (تالیف مکرم فلاح الدین محمد صاحب)۔اسی عنوان سے ایک فولڈر صد سالہ جوبلی 1989ء کے موقعہ پر عربی، عبرانی اور انگریزی زبان میں شائع کیا گیا۔

’’اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل‘‘ پر ایک منصفانہ تبصرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے عہد مبارک میں عربوں میں تبلیغی مساعی کے آخر میں حضور انور کی ایک کتاب پر شام کے ایک دارالنشر کا تبصرہ نقل کیا جاتا ہے جو دمشق کی ایک پبلشنگ کمپنی نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب Islam's response to contemporary issues کے عربی ایڈیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

’’مَیں اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو مجھے آپ کی کتاب پڑھنے سے حاصل ہوئی ہے۔ کتاب کے مضمون کو جس تفصیل، ربط اور ترتیب کے ساتھ آپ نے پیش فرمایا ہے وہ دل موہ لینے والا ہے۔ آپ نے اس زرخیز مضمون کے ذریعہ اسلامی علوم میں گرانقدر اضافہ فرمایا ہے۔ یہ سب چیزیں مجھے مجبور کر رہی ہیں کہ مَیں اس کتاب کے مضمون کو اپنے اور آپ کے درمیان گفتگو کا نقطۂ آغاز بناؤں اور امن و آشتی کے قیام کی اس کوشش میں کچھ حصہ ڈال سکوں جسے آپ سب مسلمانوں کا نصب العین قرار دیتے ہیں۔

مَیں اس بات کی بھی گواہی دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ کتاب مسائل کے حل کے لئے ایسے خالص اسلامی مفاہیم پیش کرتی ہے جن کی بنیاد اسلامی نصوص اور اسلامی تاریخ پر ہے۔ یہ تحقیقی کتاب بیسویں صدی کے شروع میں نمودار ہونے والے تقاضوں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس مرحلہ میں اسلامی نصوص کا اس طرح برمحل

استعمال اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور انکے بعد کے مسلمانوں کی تاریخ کو خاص اہمیت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کتاب کا خمیر خالص اسلامی مٹی سے اٹھا ہے۔

میری رائے میں اس کتاب نے اپنے مضمون کا حق ادا کر دیا ہے۔ مجھے تو جماعت احمدیہ میں صحیح اسلام کا چہرہ نظر آ رہا ہے۔ جو ذمہ داری اس وقت جماعت احمدیہ نے اٹھائی ہے وہ بہت بڑی ہے۔ آپ لوگ اپنے علم وعمل سے ثابت کر رہے ہیں کہ آپ اسلام کی پوری قوت اپنے اندر رکھتے ہیں اور یہ قوت آپ کے اخلاص اور مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں مسلسل بڑھ رہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ لوگ اسلام کا مطالعہ عصر حاضر کی روح اور تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

(خلاصہ خط از دار الشفیق پبلشرز دمشق مورخہ 30رمئی 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
کے عہدِ مبارک میں
عربوں میں تبلیغ

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خلیفۃ المسیح الخامس

عربوں میں جماعت احمدیہ کی تبلیغ کے سفر میں چلتے چلتے اب ہم خلافت خامسہ کے مبارک عہد میں آپہنچے ہیں۔ وہ عہد جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تقدیر کے تحت عرب ممالک میں تبلیغ اور احمدیت کے پھیلاؤ کے لئے نئے آسمانی ابواب کھول دیئے ہیں، اور آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام: یدعُونَ لَکَ أبْدَال الشَّام وعِبَاد اللّٰه مِنَ الْعَرَبْ (یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں) اور یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ صُلَحَآءِ الْعَرَب وَأبْدَالُ الشَّام (یعنی صلحائے عرب اور ابدالِ شام تجھ پر درود بھیجتے ہیں) عجیب شان سے پورے ہورہے ہیں۔

تقدیرالٰہی اور میعادِ مقرر

مکرم منیر عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک دفعہ عربوں کے لئے عربی زبان میں خطاب ریکارڈ کروانے کا بھی ارادہ فرمایا۔لیکن پھر یہ ارشاد فرمایا کہ: میرا خیال ہے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

دوسری طرف جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا تو حضور انور نے فرمایا کہ میرے عہد میں عربوں میں تبلیغ کے لئے راہ کھلے گی اور عربوں میں احمدیت کا نفوذ ہوگا۔

یہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے عجیب رنگ ہیں کہ اس نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا ہوا ہے۔اوروہ باتیں جو اس مقررہ وقت سے پہلے ناممکنات کی طرح نظر آتی ہیں وقت آنے پر اس طرح آسان ہو جاتی ہیں جیسے ہر چیز اس کی انجام دہی کے لئے مسخر کر دی گئی ہو۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد مبارک کے اب تک کے تقریباً پونے آٹھ سال کے دوران صرف عربوں میں تبلیغ کے حوالہ سے خدا تعالیٰ کی تقدیر کے

موافق جو اہم کام ہوئے ان کی ایک جھلک یہاں درج کی جاتی ہے جبکہ اس کا تفصیلی بیان آئندہ صفحات میں ہوگا:

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر عربی کتب کی اشاعت نئی اور دیدہ زیب کمپوزنگ کے ساتھ ہوئی۔

☆ روحانی خزائن اور انوار العلوم کی متعدد کتب کے تراجم نیز کئی عربی کتب کی تالیف کا کام بہت تیزی کے ساتھ ہوا اور ہو رہا ہے۔

☆ پہلی عربی ویب سائٹ کا قیام عمل میں آیا۔

☆ خلافت جوبلی کے حوالہ سے مجلّہ التقویٰ کا ضخیم باتصویر نہایت دیدہ زیب خلافت جوبلی نمبر شائع ہوا جو تاحال جماعت کی طرف سے شائع ہونے والا عربی زبان میں ایک منفرد سوونیئر ہے۔

☆ پہلی دفعہ خلافت جوبلی والے سال جلسہ سالانہ برطانیہ میں 100 کے قریب عرب احباب نے شرکت کی۔اس سے قبل کبھی اتنی تعداد میں عرب کسی مرکزی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

☆ خلافت احمدیہ کا طرہ امتیاز رہا ہے کہ جہاں کہیں اور جس زبان میں بھی اسلام کے خلاف کوئی اعتراض ہوا ہے اس کے ردّ کے لئے پہلی مؤثر آواز خلافت احمدیہ کی رہی ہے۔لیکن عہد خلافت خامسہ میں عربی زبان میں اسلام کے خلاف حملوں کا جواب جہاں حضور انور نے خود بھی خطبہ جات اور خطابات میں دیا وہاں عربی زبان میں اس بارہ میں پروگرام تیار کرنے کی ہدایت بھی فرمائی،اس طرح متعدد پروگرامز کی سیریز شروع کی گئیں،جن میں سے سب سے اہم عیسائی پادری کے اسلام دشمن حملوں کے جواب میں مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرامز کی سیریز بعنوان اُجوبۃ عن الإیمان ہے۔

☆ پہلا لائیو عربی پروگرام شروع کیا گیا۔

☆ پہلے مکمل عربی چینل MTA3 کا اجراء ہوا جس پر 24 گھنٹے عربی پروگراموں کی نشریات کا آغاز ہوا۔

☆ عیسائیت کے حملہ کے ردّ کے طور پر عیسائی عقائد اور بائبل کی تعلیمات پر بحث پر مبنی ایم ٹی اے پر لائیو عربی پروگرام الحوار المباشر شروع کیا گیا۔ ابھی تک اپنی نوعیت کا یہ واحد

پروگرام ہے جس میں عیسائی پادریوں کے ساتھ بحث کی گئی اور پوری دنیا کے سامنے لائیو نشریات کے ذریعہ کسر صلیب کا تاریخی کام ہوا۔

☆ پہلی دفعہ عربی زبان میں صداقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت اسلام کے دلائل پر مبنی طویل سیریز پیش کی گئیں۔ اور عرب دنیا کے سعید فطرت لوگوں پر واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور قرآن کا مرتبہ اور اسلام کی درست تعلیم صرف اور صرف احمدیت ہی پیش کر رہی ہے۔

☆ پہلی دفعہ عربی زبان میں اختلافی مسائل وفات مسیح، ختم نبوت وغیرہ کو لائیو نشریات میں عرب دنیا کے سامنے بیان کیا گیا اور اس بارہ میں ان کے جملہ سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

☆ پہلی دفعہ عربی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل پر 18 لائیو پروگرامز پر مشتمل ایک سیریز پیش کی گئی۔ اسی طرح تمام معترضین کے اعتراضات کے مفصل اور مدلل لائیو جوابات دیئے گئے۔ عربوں کے لئے اتنے بڑے پیمانے پر اختلافی مسائل اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل پہلی دفعہ یکجائی طور پر بیان کئے گئے۔

☆ پہلے کبھی کبھی عرب دنیا سے کوئی بیعت آتی تھی لیکن اب خدا کے فضل سے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں عربوں کی طرف سے ہماری ویب سائٹ اور فون وفیکس نیز ای میل کے ذریعہ متعدد بیعتیں نہ آئی ہوں۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ متعدد ملکوں میں جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ یہ احمدی صرف عام لوگ ہی نہیں بلکہ ان میں بڑے بڑے سکالرز، انجینئرز، ڈاکٹر، وکلاء، ادیب، لیکچررز اور دینی علماء بھی شامل ہیں۔

☆ عربوں کی حالیہ دگرگوں سیاسی صورتحال میں قرآن وسنت پر مبنی مخلصانہ راہنمائی فرمائی۔

آج ایم ٹی اے پر صلحاء عرب اور ابدال شام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور آپ پر درود بھیجتے ہیں۔

یہ فتحِ نمایاں اور یہ ترقیات بتا رہی ہیں کہ حضور انور کے یہ الفاظ ''میرے عہد میں عربوں میں تبلیغ کے لئے راہ کھلے گی اور عربوں میں احمدیت کا نفوذ ہوگا'' خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارت تھی جس کے پورا ہونے کے ہم گواہ ہیں۔

دور خلافت خامسہ
سے تعلق رکھنے والی بعض عرب احمدیوں کی رؤیا

الداعی

مکرمہ فجر عطایا صاحبہ مرحوم حلمی شافعی صاحب کی نواسی اور مکرم تمیم ابو دقہ صاحب آف اردن کی اہلیہ ہیں، وہ لکھتی ہیں:

مَیں نے حضور انور کے خلافت پر متمکن ہونے سے تقریباً نو ماہ قبل مورخہ 22 جولائی 2002ء کو خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت کا روز ہے اور آسمان پر اَللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ لکھا ہے۔ ساتھ مَیں نے ایک پہاڑ پر ایک شخص کو دیکھا جس نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور لوگ اسے ''اَلدَّاعِیْ'' کہہ کر پکار رہے تھے۔

مَیں اس وقت حضور انور کو جانتی تک نہ تھی اس لئے پہچاننے سے قاصر رہی۔ اب حضور انور کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جب حضور انور کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی کہ یہ تو وہی شخصیت ہے جسے لوگ ''اَلدَّاعِیْ'' کہہ کر پکار رہے تھے۔

مسرور اور مبارک

مکرم عبد القادر ناصر عودہ صاحب آف شام لکھتے ہیں:

مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات کے دو روز بعد خواب میں دیکھا کہ

بہت سے لوگ ایک جگہ جمع ہیں اور انہوں نے دواشخاص کو بطور خلیفہ منتخب کیا ہے، ایک کا نام ’’مسرور‘‘ ہے اور دوسرے کا نام ’’مبارک‘‘۔مَیں خواب میں سخت حیران و پریشان ہو جاتا ہوں کہ دو خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ لیکن جاگنے پر جو تعبیر میرے ذہن میں آئی اس سے میری تسکین ہوگئی۔ وہ تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ منتخب فرمائے گا اس کا عہد مسرتوں اور برکات سے معمور ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔لیکن جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے نام’’حضرت مرزا مسرور احمد‘‘ کا اعلان ہوا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیوں کہ مَیں تو اس سے قبل حضور انور کو جانتا تک نہ تھا۔

ہو بہو وہی

2002ء میں فلسطین کے ایک نو احمدی دوست مکرم امجد کمیل صاحب نے خواب میں دیکھا کہ خلیفہؑ خامس کا انتخاب ہوا ہے، نیز انہوں نے خلیفہؑ خامس کو بھی دیکھا۔ان کو حضور انور کی شخصیت اور شکل وصورت کی جملہ تفاصیل یاد تھیں۔انہوں نے بیان کیا کہ خلیفہؑ خامس کی داڑھی چھوٹی ہے اور ان کی آنکھ کے نیچے ایک تل کا نشان بھی ہے اور انہوں نے ہلکے خاکی رنگ کے کپڑے اور ان کے اوپر اسی رنگ سے ملتا جلتا کوٹ پہنا ہوا ہے۔

یہ دوست فلسطین کے جس علاقے میں رہتے ہیں وہاں ان کو ایم ٹی اے یا انٹرنیٹ کی سہولت میسر نہ تھی اس لئے لائیو انتخاب خلافت کی کارروائی نہ دیکھ سکے۔بعد ازاں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی وہ تصویر دیکھی جو حضور انور کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے فوراً بعد کی ہے جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوٹ زیب تن کیا ہوا ہے تو بے ساختہ کہا کہ یہی وہ شخص ہے جسے مَیں نے خواب میں خلیفہؑ وقت کے طور پر دیکھا تھا۔فرق صرف یہ ہے کہ خواب میں انہوں نے کیمل کلر کا کوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ تصویر میں یہ کوٹ سبزی مائل ہے۔درحقیقت انتخاب کے بعد عام بیعت لینے سے قبل حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مبارک کوٹ زیب تن فرمایا تھا جبکہ اس سے قبل آپ نے کیمل کلر کا کوٹ ہی زیب تن فرمایا ہوا تھا۔اس لحاظ سے مکرم امجد کمیل صاحب کی خواب حرفاً حرفاً پوری ہوگئی۔

سفید پوشاک اور چشم پرنور

مکرم راکان المصری صاحب شام سے لکھتے ہیں:

مَیں بوجوہ ایم ٹی اے پر انتخاب خلافت کی کارروائی تو نہ دیکھ سکا لیکن اللہ تعالیٰ نے رات کوخواب میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی زیارت کروادی۔آپ کا رنگ گندمی اور آنکھیں کشادہ تھیں، آپ نے سفید رنگ کی عربی پوشاک زیب تن کی ہوئی تھی اور کسی بڑے اجتماع میں خطاب فرمارہے تھے۔ جب اگلے دن حضور انور کو ٹی وی پر دیکھا تو سخت حیرت ہوئی کہ جس شخص کوخواب میں دیکھا تھا وہی بعینہٖ حضور انور کی شخصیت تھی۔

لِقَاء مَعَ الْعَرَب میں

مکرمہ خلود محمود صاحبہ دمشق سے لکھتی ہیں کہ:

انتخاب کے بعد حضور انور کو ٹی وی سکرین پر دیکھنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں ہی حضور انور کی زیارت سے نواز دیا تھا۔مَیں نے دیکھا کہ حضور انور لِقَاء مَعَ الْعَرَب میں تشریف رکھتے ہیں اور درس دے رہے ہیں۔ایک عجیب بات جو اس وقت نظر آئی یہ تھی کہ حضور انور کے بال سرخی مائل تھے۔ پھر جب حضور انور کو ٹی وی پر دیکھا تو بالوں کے سوا باقی شکل وصورت بعینہ وہی تھی جو خواب میں دیکھی تھی۔

نسل احمدؑ کا فیض

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انتخاب پر ہر زبان اور ہر ملک وقوم سے تعلق رکھنے والے احمدیوں نے اپنے اپنے طریق پر محبت، اطاعت، اخلاص، اور جذبات کا اظہار کیا۔عربوں نے بھی اپنے طریق پر جذبات کا اظہار کیا۔کئی قادر الکلام شعراء نے قصائد تحریر کئے۔ان قصائد میں سے صرف ایک بطور خاص مشتے از خروارے کے طور پر پیش ہے۔ یہ قصیدہ بعنوان: ''یا سیدی'' مکرم اسعد موسیٰ اسعد عودہ صاحب آف کبابیر کا ہے۔

يا سيدى من ذا يجيد قصيدا | وهل الحمام سيحسن التغريدا
لبس الخلافة عبقريٌّ زمانه | فسَمَتْ به دون الرجال صُرودا
سُرّت بمسرورٍ خوافق أمة | لبست له كلُّ البلاد جديدا
فاليوم عيدٌ عيد كل مزية | بانت به أو بايعتْه عميدا
من نسل أحمد، فالسماءِ غدت به | تهب الدنى إثر الحفيد حفيدا
أبقاك ربى شعلة ضواء ة | وأصبت دوما فى البعيد بعيدا

آزاد ترجمہ:

سیدی، آپ کی مدح میں شایانِ شان قصیدہ کون لکھ سکتا ہے؟ خصوصًا میرے جیسے کبوتر کی بساط کہاں کہ مدح سرائی کا حق ادا کر سکے۔

اس زمانہ کے قابل ترین شخص نے لباسِ خلافت زیب تن کیا ہے اور خلافت نے اسے تمام اعلیٰ نسب لوگوں سے زیادہ بلند مقام پر فائز فرما دیا ہے۔

سیدنا مسرور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خلافت پر متمکن ہونے کی خوشی سے ساری امت کے دل مسرتوں سے لبریز ہو گئے اور آپ کے لئے ہر ملک نے بھی ایک نیا لباس زیب تن کر لیا ہے۔

پس آج عید کا دن ہے بلکہ ہر اس خوبی اور فضیلت کے لئے بھی عید کا دن چڑھا ہے جو آپ کے ذریعہ جلوہ گر ہوئی اور جس نے آپ کی اتباع کا عہد کر لیا ہے۔

سیدنا احمد علیہ السلام کی نسلِ مبارک سے آسمان دنیا کو نسل در نسل فیض پہنچاتا چلا جا رہا ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولا کریم آپ کو ہمیشہ روشنی کے مینار کے طور پر قائم رکھے اور آپ کو دور رس نتائج کے حامل فیصلے فرمانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مسجد بیت الفتوح اور حاسد ملّاں

حضور انور نے اپنے عہد خلافت کی ابتدا میں مورخہ 3/اکتوبر 2003 کو مسجد بیت الفتوح کا افتتاح فرمایا جو بفضلہٖ تعالیٰ مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔اس مسجد کے افتتاح کی خبریں عرب میڈیا میں بھی جلی عناوین سے شائع کی گئیں، لیکن اس اخبار نے جہاں مسجد کی تعریف وتوصیف میں بعض جملے لکھے وہاں ہمیشہ کی طرح بعض مولویوں سے مسجد کے بارہ میں رائے لی، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی مولوی کو جماعت کے بارہ میں بولنے کا موقعہ ملے اور اس کے منہ سے کوئی اچھی بات نکل جائے، لہذا اس بار بھی انہوں نے اپنے حسد اور دشمنی کو مکروہ ترین لفظوں میں ڈھال کر پیش کیا۔ان میں سے ایک اخبار ''الشرق الأوسط'' نے اپنی 7/اکتوبر 2003 میں یہ عنوان باندھا:

''یورپ کی سب سے بڑی مسجد میں مسلمانوں کا داخلہ منع ہے''۔

اس کے بعد لکھا کہ: بنیاد پرست مسلمان کہتے ہیں کہ یہ لندن میں مسجد ضرار ہے، جبکہ معتدل مزاج مسلمان اسے مسجد نہیں بلکہ محض عبادتگاہ کا نام دیتے ہیں۔ احمدیت برطانیہ میں سب سے زیادہ پھیلنے والا فرقہ ہے جس کے تین ٹی وی چینل اور تین ریڈیو سٹیشن کام کررہے ہیں۔

باوجود اس کے کہ یورپ کی اس سب سے بڑی مسجد میں تقریباً دس ہزار نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کو نہ تو اس کے کسی حال میں داخل ہونے کی اجازت ہے نہ ہی اس کے قریب جانے کی، کیونکہ یہ احمدیہ فرقہ کی مسجد ہے...........اس کے بعد مختلف مولویوں سے مسجد کے بارہ میں رائے لی گئی ہے جس کا خلاصہ شروع میں آچکا ہے۔علاوہ ازیں مسجد کی خوبصورتی اور اس کے اور جماعت کے بارہ میں غلط وصحیح معلومات بھی اس آرٹیکل میں فراہم کی گئی ہیں۔

بہر حال یہ خبر ایک عرب ملک میں بسنے والے احمدی نے پڑھی تو حضور انور کی خدمت میں ارسال کردی۔ حضور انور نے اس کے بارہ میں مومن صاحب کو ارشاد فرمایا کہ اس خبر کی ہر غلط بات کا جواب تیار کریں اور پھر اخبار کے ایڈیٹر کو لکھیں کہ اگر تم واقعی سچی صحافت پر یقین رکھتے ہو تو میرا یہ جواب بھی شائع کرو۔ علاوہ ازیں مل بیٹھ کر اس پر پروگرام بھی بنائیں اور غلط الزامات کا جواب دیں۔ نیز فلسطین وغیرہ سے بھی خط لکھوائیں۔

چنانچہ مکرم محمد شریف عودہ صاحب نے اس اخبار کو مختصر سا خط لکھا جسے اخبار نے شائع کر دیا۔ دوسری طرف مکرم عبد المومن طاہر صاحب نے حضور انور کی راہنمائی میں بڑی محنت سے جملہ اعتراضات اور شبہات کا مفصل جواب تیار کر کے اخبار کے ایڈیٹر کو مؤرخہ 10 نومبر 2003ء کو روانہ کر دیا لیکن اخبار نے اس کو شائع نہ کیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس مضمون کو رسالہ ''التَّقْوٰی'' کے صفحات پر شائع کر دیا گیا۔

اس طرح عربوں کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کے فورًا جواب دینے اور شر پسند مفتری معترضین کا فوری طور پر پیچھا کرنے کے ایک نئے مرحلہ کا آغاز ہوا۔

ایک ٹیم بنانے کا ارشاد

ایسے مسائل سے نمٹنے کے لئے حضور انور نے 2/دسمبر 2003ء کو فرمایا کہ عرب ممالک سے پچاس ساٹھ آدمیوں کی ایک ٹیم بنائیں تا کہ جب بھی ایسا مسئلہ پیدا ہو تو یہ لوگ مختلف علاقوں سے خطوط لکھیں اور اعتراضات کا جواب دیں۔ بعد میں اس تعداد کو بڑھاتے رہیں۔

چنانچہ آج کسی بھی عرب اخبار میں جماعت کے خلاف کچھ چھپتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ اس کا پورا، تسلی بخش، اور حقائق پر مبنی مدلل جواب دیا جاتا ہے۔ ٹی وی پروگرام کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ قبل ازیں عربوں میں جماعت کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم یکطرفہ تھی اور جماعت کی طرف سے مؤثر طریق پر اور فوری طور پر وضاحت اور جواب اگرچہ دیا جاتا تھا لیکن اسکو شائع نہیں کیا جاتا تھا یوں جماعت کے خلاف عامۃ الناس میں غلط فہمیاں پھیلتی چلی جارہی تھیں، لیکن آج ایسے جوابات ہماری اپنی ویب سائٹ پر دے دیئے جاتے ہیں، نیز مختلف پروگراموں میں اس کو بار بار نشر کر دیا جاتا ہے،

اور احمدی احباب انٹرنیٹ پر اس کو اس قدر پھیلا دیتے ہیں کہ ہر حملہ آور معترض دفاعی موقف اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اور آئندہ ایسی جرأت کرنے سے پہلے اسے کافی سوچنا پڑتا ہے۔

یہ سب خلافت کی برکت ہے اور حضور انور کی راہنمائی میں قدم بڑھانے کا نتیجہ ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

سعودی حکومت اور یہودی سازش

1893ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی کتاب حمامۃ البشری تالیف فرمائی اس میں خدائی بشارت اور حکم لکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

وَإِنَّ رَبِّی قَد بَشَّرَنِی فِی الْعَرَبِ وَأَلْهَمَنِی أَنْ أُمَوِّنَهُمْ وَأُرِیَهُمْ طَرِیْقَهُمْ وَأُصْلِحَ لَهُمْ شُیُوْنَهُم۔ (حمامة البشری روحانی خزائن جلد 7 ص 182)

ترجمہ: اور میرے ربّ نے اہلِ عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا ہے کہ میں انکی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور انکے معاملات کو درست کروں۔

اس الٰہی ارشاد کے تحت جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربوں کے لئے کتب تالیف فرمائیں اور مختلف امور میں ان کی راہنمائی فرمائی وہاں آپ کے خلفائے عظام بھی آپؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر موقع پر نہ صرف فرضِ نصیحت ادا فرمایا بلکہ عربوں کی خبر گیری اور ان کے معاملات کی درستگی کے لئے ہر ممکن عملی قدم بھی اٹھایا۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اس کے صفحات میں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی غیرت اور قرآن کریم کی عظمت واعجاز کے پرچار اور ایمان وایقان کی حکایتوں اور اخلاص ووفا کی داستانوں کے علاوہ زریں الفاظ میں خلافت احمدیہ کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونے کی مثالیں بھی درج پائے گا۔ جب بھی مقامات مقدسہ کو خطرہ لاحق ہوا اس کے دفاع میں اٹھنے والی پہلی مؤثر آواز خلافت احمدیہ کی رہی ہے۔

2000ء میں سعودی حکومت نے ایک قانون پاس کیا جس کے تحت غیر ملکیوں کو سعودی

عرب میں رہائشی مکانات کے مالکانہ حقوق حاصل کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔اس فیصلہ پر مشتمل تفاصیل SAGIA یعنی (Saudi Arabian General Investment Authority) کی آفیشل ویب سائٹ پر دی گئیں جبکہ مندرجہ ذیل لنک پر بھی اس کی تفاصیل آج تک انٹرنیٹ پر موجود ہیں:

http://www.saudi embassy.net/about/country- Foreign

Investment_ Act_and_Executive_ Rules.aspxlaws. /information

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد مبارک کی ابتدا میں ہی سعودی عرب کے ایک روزنامہ ''الوطن'' کی 19 جولائی 2003ء کی اشاعت میں کنگ فیصل یونیورسٹی کی پروفیسر ڈاکٹر امیمہ احمد الجلاہمہ نے ایک آرٹیکل شائع کیا جس کا انگلش ترجمہ (MEMRI) یعنی The Middle East Media Research Institute کی طرف سے ایک رپورٹ کی شکل میں انٹرنیٹ پر آج بھی موجود ہے۔اس آرٹیکل میں بتایا گیا ہے کہ بعض شدت پسند یہودی رِبّیوں نے فتوی دیا ہے کہ عراقی سرزمین بھی گریٹر اسرائیل کی حدود میں داخل ہے۔لہذا امریکی اور برطانوی فوجوں کی حفاظت میں یہودی کثرت سے عراق میں زمینیں خریدنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔

2004ء کے شروع میں خبریں آنی شروع ہوئیں کہ سن 2000ء میں بنائے ہوئے سعودی قانون میں یہودی خیبر، تبوک اور دیگر ایسے علاقوں میں واپسی کا خواب پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں جہاں پرانے زمانے میں یہودی آباد تھے۔ چونکہ فلسطین میں بھی یہی غلطی ہوئی اور عراق میں بھی اسی غلطی کو دہرایا جارہا تھا اس لئے حضور انور نے اس بارہ میں سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کو اس سنگین خطرے سے آگاہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔اور خلافت کی راہنمائی میں جماعت نے اس بارہ میں اپنا کردار ادا کیا اور مختلف سطح پر اس مسئلہ کو اجاگر کیا گیا۔اس سلسلہ میں ایک دوعربی اخبارات نے ہمارے بعض احمدیوں کی طرف سے مرسلہ خطوط بھی شائع کئے،اس سلسلہ میں یمن کا اخبار ''البلاغ'' خصوصی طور پر قابل ذکر ہے۔

2004ء میں سعودی مجلس شوریٰ کے وفد نے دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ کیا جہاں مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو اپنے نظام شوری کے بارہ میں آگاہ کیا اور اس کے

بارہ میں ان کی آراء سنیں اورسوالات کے جوابات دیئے۔اس سلسلہ میں مؤرخہ 21مارچ2004ءکواس وفد نے اوسلو یونیورسٹی کا دورہ بھی کیا جہاں مسلمان طلباء کے ساتھ ایک سیشن ہواجس میں ناروے میں بسنے والے ہمارے احمدی طالبعلم مکرم حمزہ راجپوت صاحب نے بھی شرکت کی۔سوالات کے وقفہ میں انہوں نے اس وفد سے کہا کہ ہمیں سعودی عرب میں غیر ملکیوں کو جائیداد کے مالکانہ حقوق دینے کے بارہ میں صادر ہونے والے آپ کے نئے قانون کے بارہ میں کچھ خدشات لاحق ہیں، کیونکہ یہودی بھی اس اجازت سے فائدہ اٹھا کراپنی دیرینہ خواہش کے مطابق مکہ اورمدینہ میں زمینیں خریدنے کی کوشش کریں گے جس کا نتیجہ بہرحال اچھانہیں ہے۔اس وفد نے اس کا یہ جواب دیا کہ ایک تو یہ بیچی جانے والی زمین مکہ اور مدینہ میں نہیں ہے دوسرا صرف رہائش کے لئے مخصوص ہے، یعنی رہائشی مکانات کے علاوہ زمین فروخت نہیں ہوگی۔

یوں ایک ایسے وقت میں جب کہ دنیا کے مسلمانوں نے اس معاملہ کی سنگینی کو نہ سمجھا اس وقت حضور انور کے ارشاد اور راہنمائی میں اس سنگین خطرہ سے عرب دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے جماعت نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

یاسر عرفات کی وفات پر تعزیت

11/نومبر 2004ء کو فلسطینی تحریک آزادی کے چیئر مین اور صدر فلسطین یاسر عرفات فرانس کے ایک ہسپتال میں وفات پاگئے۔ان کی وفات پر حضور انور کی طرف سے 12 نومبر کو فلسطینی تحریک آزادی کے نئے چیئر مین عباس محمود، عبوری حکومت کے صدر روحی فتوح اور فلسطینی وزیر اعظم احمد قریع کو تعزیتی خط ارسال کیا گیا جس میں فلسطین اور اہل فلسطین کے لئے مرحوم کی خدمات کو سراہا گیا۔ نیز جماعت احمدیہ اور فلسطین کے قضیہ کے دفاع اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی خدمات کا ذکر کیا گیا۔

پہلی عربی ویب سائٹ کا قیام

گوکہ 2001ء کی ابتداء میں جماعت کی مرکزی ویب سائیٹ www.alislam.org کا اجراء ہو گیا تھا جس میں عربی سیکشن بھی رکھا گیا تھا اور اس سیکشن میں کُل چھ کتب، چار پمفلٹس، تفسیر سورۃ فاتحہ اور بیعت فارم رکھے گئے تھے۔لیکن عرب احباب کی اس مواد تک سہولت کے ساتھ رسائی اور اس کی بنا پر جماعت کے ساتھ رابطہ کسی قدر مشکل امر تھا۔ نیز جماعت احمدیہ کا سارا عربی لٹریچر ویب سائٹ پر میسر نہ تھا۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آج تک جماعت کی اکثر کتب عرب ممالک میں پہنچانا مشکل امر رہا ہے کیونکہ عرب ملکوں میں ان کو چھپوانے کی اجازت نہیں ہے جبکہ دیگر ملکوں سے ان کا بھیجنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ راستہ میں ہی ان کو ضبط کر لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی عرصہ میں انٹرنیٹ پر مختلف عربی ویب سائیٹس کا بہت زیادہ اضافہ اور رواج ہوا اور بعض عیسائی ویب سائٹس پر اسلام، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے خلافت پروپیگنڈا شروع ہوا جس کا جواب دینے کے لئے نیز جماعت کا سارا لٹریچر عربوں تک پہنچانے کے لئے عربی ویب سائیٹ کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا۔

جلسہ سالانہ برطانیہ 2004ء کے موقعہ پر مکرم محمد شریف عودہ صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ کی خدمت میں ویب سائٹ بنانے اور جماعت احمدیہ کبابیر کو یہ کام سونپنے کی درخواست کی۔حضور انور نے اس بارہ میں مکمل سکیم بنا کر پیش کرنے کا ارشاد فرمایا۔ نیز اس ویب سائٹ پر مواد ڈالنے اور دیگر انتظامی امور کے بارہ میں ہدایات ارشاد فرمائیں۔ جماعت احمدیہ کبابیر نے اس پر کام شروع کر دیا اور بعد میں مختلف امور کے جائزہ کے بعد حضور انور نے 19/اکتوبر

2004ء کو یہ ویب سائٹ بنا کر چلانے کی اجازت مرحمت فرمادی اور عربک ڈیسک کو اس کے جملہ مواد کی چیکنگ کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ اس سال کے آخر تک اس ویب سائٹ نے www.islamahmadiyya.net کے ایڈریس کے ساتھ تجرباتی طور پر کام شروع کر دیا تھا جبکہ اس کا رسمی طور پر اعلان حضور انور نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2005ء کے موقع پر فرمایا۔ آپ نے اس جلسہ میں مورخہ 29 رجولائی 2005ء کو اس ویب سائٹ کے بارہ میں فرمایا:

''امسال عربی زبان میں جماعت کی پہلی ویب سائٹ لانچ کی جارہی ہے جو کہ جماعت احمدیہ کبابیر نے بڑی محنت سے تیار کی ہے اور ماشاء اللہ اس میں ڈالے گئے مواد، اس کی ترتیب وتزئین اور سہولت کے ساتھ اس مواد تک رسائی کے اعتبار سے نہایت شاندار اور قابل قدر محنت کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ مکرم امیر صاحب کبابیر کی نگرانی میں ہمارے کبابیر کے خدام کی ایک ٹیم نے دن رات محنت کر کے اس کو تیار کیا ہے۔ اس کے مینیجر میمون لطفی عودہ صاحب ہیں جبکہ دیگر خدمت کرنے والوں میں سے چند کے نام قابل ذکر ہیں: ربیع مُفلح، جعفر محمد عودہ، بلال عبدالکریم عودہ، ہاشم عودہ اور عبدالسلام عودہ''۔

عربی ویب سائٹ پر موجود مواد

کئی دفعہ یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہمارے احمدی برادران کئی عربوں کو تبلیغ کرتے ہیں اور مختلف کتب اور تبلیغی مواد کے سلسلہ میں بسا اوقات پوچھتے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر عربی ویب سائٹ پر موجود مواد کا مختصراً ذکر کر دیا جائے تا کہ احباب کو پتہ چل سکے کہ کس قدر مواد ہماری عربی ویب سائٹ پر موجود ہے اور کس طرح وہ اپنے زیر تبلیغ عرب دوستوں کو ویب سائٹ کے ذریعہ ہی اچھی خاصی معلومات فراہم کر سکتے ہیں۔

کتب:

خدا تعالیٰ کے فضل سے عربی ویب سائٹ پر اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ عربی اور کئی ترجمہ شدہ کتب، تفسیر کبیر جلد 1 تا 10 کا عربی ترجمہ، خلفائے احمدیت کی 20 سے

زائد مختلف کتب کے تراجم، جبکہ دیگر علمائے احمدیت کی 16 کتب اور تراجم موجود ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کتب ''روحانی خزائن'' کا لنک بھی دیا گیا ہے۔

ویڈیوز:

عربی ویب سائٹ پر 600 سے زیادہ ''لقاء مع العرب''، ''سبیل الھدیٰ'' اور دیگر عربی پروگرامز کی ویڈیوز موجود ہیں۔ جبکہ ''الحوار المباشر'' کے آج تک ریکارڈ ہونے والے تمام پروگرامز بھی میسر ہیں۔

آڈیوز:

2005ء سے لے کر 2007ء تک چیدہ چیدہ جبکہ فروری 2008ء سے آج تک باقاعدہ ہر خطبہ کی عربی ڈبنگ (Dubbing) کے ساتھ آڈیو اور تحریری عربی ترجمہ کی فائلز موجود ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف قصائد کی ریکارڈنگز بھی موجود ہیں۔

تعارفی مواد:

بعض لوگ جماعت کے بارہ میں اختصار کے ساتھ معلومات کے خواہاں ہوتے ہیں تا کہ جماعت کے بارہ میں ان کے ذہن میں ایک تصور قائم ہو جائے پھر مزید تحقیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ویب سائٹ پر مختصر طور پر سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ودلائل صدق المسیح الموعود، بیعت فارم، نظام خلافت وسیرت خلفائے احمدیت، عربوں میں مختصر تاریخ احمدیت، جماعت کے عقائد، مفاہیم اور تفاسیر وافکار، مختلف اہم موضوعات پر مضامین، مختلف تصاویر وغیرہ بھی ویب سائٹ کا حصہ ہیں۔

مجلّہ التقویٰ اور متفرق سوالات کے جوابات

ویب سائٹ پر 2001ء سے لے کر آج تک مجلّہ التقویٰ کے تمام شمارے موجود ہیں۔ نیز سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں کے سوالات اور ان کے جوابات موجود ہیں جن کی تبویب

کر کے ان کو عناوین کے تحت رکھا گیا ہے تا کہ نئے سوال کرنے والوں کے لئے سابقہ جوابوں سے استفادہ آسان ہو سکے۔

مبارکبادیں اور علمی مقابلے

کچھ عرصہ سے عیدین وغیرہ کے مواقع پر احباب کے حضور انور ایدہ اللہ کو عید مبارک کے پیغامات نیز آپس میں ایک دوسرے کو عید مبارک کہنے کے لئے بھی ایک خاص حصے کا اضافہ کیا گیا ہے۔لوگوں کے مرسلہ پیغامات کو چیک کرنے کے بعد ویب سائٹ پر ڈال دیا جاتا ہے۔

اسی طرح کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ کبابیر بعض خاص مواقع پر ویب سائٹ پر علمی مقابلہ جات بھی کرواتی ہے جن سے نہ صرف علمی فائدہ ہوتا ہے بلکہ عربی ویب سائٹ پر موجود مواد کے بارہ میں لوگوں میں آگاہی بھی بڑھتی ہے۔

خارجی روابط:

ویب سائٹ پر ایم ٹی اے 3 لائیو، ایم ٹی اے 1,2، جماعت کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org، ہیومینٹی فرسٹ، جلسہ سالانہ اور عربی کتب خریدنے والی ویب سائٹ kitaabee.net کے لنک موجود ہیں۔ جہاں سے لوگ رقم ادا کر کے کتب خرید سکتے ہیں۔

بعض تبصرے

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس وقت MTA-3 العربیۃ پر 24 گھنٹے عربی زبان میں مختلف پروگرام چل رہے ہیں۔اسی طرح کئی عرب احمدی ای میل اور اپنے بلاگز وغیرہ سے تبلیغ کر رہے ہیں اور ویب سائٹ پر سوالات اور دیگر مواد سے بھی لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ایسی صورتحال میں یہ کہنا تو مشکل ہے کہ کسی نے جماعت کی صرف ویب سائٹ ہی دیکھی ہو اور احمدیت کے بارہ میں تحقیق کے دوران ایم ٹی اے العربیہ نہ دیکھا ہو، یا اس کے برعکس ایم ٹی اے العربیہ دیکھا ہو اور ویب سائٹ کے مواد سے بے خبر ہو،اس لئے لوگوں کے تبصرہ جات میں ٹی وی پروگرامز اور ویب سائٹ وغیرہ سب کا مجموعی بیان ہوتا ہے۔ذیل میں چند ایسے

تبصرے پیش ہیں جن میں ویب سائٹ کا بھی نمایاں طور پر ذکر آیا ہے:

ویب سائٹ بہت پسند آئی

......مکرم طارق نصیر صاحب اُردن سے لکھتے ہیں:۔

احمدی بھائیو، السلام علیکم۔مَیں کسی وجہ سے ایک دینی مسئلہ کو ویب سائٹوں کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کررہا تھا۔اتفاق سے آپ کا ویب سائٹ بھی دیکھنے کا موقع ملا جو مجھے بہت پسند آیا اور بار بار اسے پڑھا اور حیران رہ گیا کہ آپ کی جماعت قرآن کریم کی حفاظت پر کمربستہ ہے۔اس کی تحریرات میں جگہ جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھری پڑی ہے۔آپ ساری امت مسلمہ کے لئے جو علمی کام کررہے ہیں اس کو دیکھ کر مَیں بھی اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا ہی ایک فرد محسوس کرتا ہوں اور ایسا لگتا ہے کہ میری گمشدہ چیز مجھے واپس مل گئی ہے۔

ساری کتابیں ڈاؤن لوڈ کر لی ہیں

......روزیار غازی محمد صدیق، کردستان (عراق) کے اہم صحافی ہیں انہوں نے بذریعہ فون بتایا:

مَیں آپ کے چینل کی نشریات دیکھتا رہتا ہوں۔اور خدا کے فضل کے بعد آپ کے چینل پر نشر ہونے والے پروگرامز کی وجہ سے مَیں خود کو آپ کی جماعت کا ایک فرد سمجھتا ہوں۔ہم نے جماعت کی عربی ویب سائٹ سے اکثر مضامین اور کتب ڈاؤن لوڈ کر لی ہیں اور ان کا مطالعہ کر رہے ہیں۔مَیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں اور میرے ساتھ میری بیوی بھی بیعت کرنا چاہتی ہے۔اسی طرح میرے تین بھائی اور ایک کزن بھی جو کہ انجینئر ہے بیعت کے خواہاں ہیں۔

......مکرم رضا الزیانی صاحب تیونس سے تحریر کرتے ہیں: خدا کی قسم مجھے آپ سے خدا کی خاطر محبت ہے اور جب سے مَیں نے بیعت کی ہے اپنے اندر خدا تعالیٰ کے افضال وبرکات کا نمایاں طور پر مشاہدہ کر رہا ہوں۔ جب سے آپ لوگوں نے عیسائی پادریوں کے جواب دینے شروع کئے مجھے آپ کے پروگرام نے کھینچا، اور آپ کے دلائل اور انداز گفتگو نے

مجھے قائل کیا اور میرا روز کا معمول ہو گیا کہ ایم ٹی اے دیکھوں۔ مَیں نے انٹرنیٹ پر موجود ساری کتابیں ڈاؤن لوڈ کر کے مطالعہ کر لی ہیں۔ مَیں اپنے آپ کو احمدی سمجھنے لگا تھا لیکن جب سے یہ پتہ چلا ہے کہ باقاعدہ حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت ضروری ہے تو مَیں نے بیعت کر لی ہے۔

ویب سائٹ کا اثر

......مکرم محمود صاحب الجزائر سے لکھتے ہیں:

عید کے مبارک موقع پر تمام دنیا کے احمدیوں اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس حفظہ اللہ کی خدمت میں پر خلوص مبارکباد عرض ہے۔ مجھے آپ کی خاکساری اور خطبوں میں استقلال اور دینی گفتگو اور تبلیغی دوروں نے بہت متأثر کیا ہے۔

جو شخص جماعت کے افکار کا علم رکھتا اور اس کی کتابیں پڑھتا اور اس کی ویب سائٹ کا مطالعہ کرتا ہے اس کے دل میں برکت کی روح ڈالی جاتی ہے اور اس پر ہدایت کی روشنی منکشف ہو جاتی ہے۔ اور وہ خدا اور اس کے دین اور اس کی مخلوق کی محبت میں بڑھتا جاتا ہے، اور اس کا سینہ اپنے اردگرد کے مسلمانوں اور غیروں سب کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے۔ اے خدا تو حق اور حق کی تائید کرنے والے ہر شخص کی نصرت فرما اور ہر طالب حق وہدایت کے دل میں حق کی شعاع پیدا فرما۔ اور ہر اس شخص کی مدد فرما جو امن وسلامتی اور محبت کا پیغام دیتا ہے۔ اور ہر گمراہ کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے۔ آمین۔ والحمد للہ ربّ العالمین۔

ویب سائٹ دیکھنے پر خدا کا شکر

......مکرم سلطان الھیبی صاحب جن کا اصل وطن چیچنیا ہے اور اس وقت آسٹریا میں مقیم ہیں، عربی زبان جانتے ہیں لہذا انہوں نے عربی زبان میں اپنے خط میں لکھا:

آپ کی ویب سائٹ پر کیا ہی خوبصورت تفسیر قرآن پڑھنے کو ملی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس سائٹ کی طرف میری راہنمائی کی تا کہ اس روحانی کلام سے لذت اٹھاؤں۔ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ اس میں ایسی روحانیت ہے جو دلوں کو زندہ کرتی ہے۔ واللہ اس پُر لطف کلام سے بڑھ کر کوئی چیز دل کو لبھانے والی نہیں۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ روسی

زبان میں بھی ایسی سائٹ تیار کریں کیونکہ مَیں چاہتا ہوں کہ میرے چیچنیا کے ہم قوم بھائی بھی کثیر تعداد میں اس عظیم انسان کو پہچانیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کس طرح مدد فرمائی ہے۔

ربّانی علوم کا سمندر

۞......مکرم احمد یَنِّیس صاحب الجزائر سے لکھتے ہیں:

جب سے مجھے آپ کی ویب سائٹ کا پتہ چلا ہے مَیں اس کا دیوانہ ہوکر رہ گیا ہوں۔ ربّانی علوم کے اس سمندر سے اپنی پیاس بجھا رہا ہوں اور دن بدن اس بات پر میرا یقین بڑھتا جا رہا ہے کہ آپ لوگ ہی حق پر ہیں۔ لہذا میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

مطالعہ اور بیعت

۞......مکرمہ نسیبہ صاحبہ از دمشق اپنے بیعت کے تفصیلی واقعہ میں بیان کرتی ہیں:

مَیں نے جماعت کی ویب سائٹ دیکھی اور اس پر موجود کتابوں کا مطالعہ کیا اور خدا تعالیٰ کی توفیق اور میری خوش قسمتی سے سب سے پہلے مَیں نے کتاب 'مسیح ہندوستان میں' کا مطالعہ کیا، پھر 'اسلامی اصول کی فلاسفی' اور 'مکتوب احمد' کا مطالعہ کیا اور اس کے علاوہ ویب سائٹ پر موجود کچھ اور مضامین پڑھے۔ خصوصاً ختم نبوت کے بارہ میں تفصیل سے پڑھا اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری تسلی کرا دی۔ مَیں نے ان کتب اور مقالات اور قصائد کا مطالعہ جاری رکھا اور ایم ٹی اے کے پروگرامز بھی دیکھتی رہی حتی کہ خدا تعالی نے چھ ماہ بعد مجھے اس مبارک جماعت میں شمولیت کی توفیق دے دی۔

بیعت کے بغیر چارہ نہ رہا

۞......مکرمہ حیاۃ حرز اللہ صاحبہ از تیونس بیان کرتی ہیں:

مجھے شروع سے ہی دینی لگاؤ ہے۔ اسی نقطہ نظر سے صوفیاء اور علماء کی کتب پڑھتی رہتی ہوں۔ لیکن کوئی خاص اندرونی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ صوفیاء کی جماعت میں چار سال شامل رہی

لیکن کوئی روحانی فائدہ نہ ہوا۔ اسی دوران ایم ٹی اے کے ذریعہ جماعت سے تعارف ہوا اور جب انٹرنیٹ پر جماعت کی ویب سائٹ سے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھیں تو کیفیت بدل گئی اور بیعت کے بغیر چارہ نہ رہا۔ میری سب سے بڑی خواہش وصال الٰہی ہے۔ براہ کرم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے روحانی ترقی نصیب فرمائے۔ اگر تیونس میں جماعت موجود ہے تو میری خواہش ہے کہ ان سے رابطہ ہو۔ اللہ تعالیٰ حضور کے ہاتھ پر جلد ساری دنیا پر غلبہ اور فتح عطا فرمائے۔ آمین۔

الأزہر کے لئے وثیقہ کی تیاری

2004ء کے آخر میں جماعت احمدیہ کبابیر کے ایک قدیم مخلص احمدی مکرم ابراہیم اسعد عودہ صاحب کو مصر کے شہر اسکندریہ میں کسی موضوع پر لیکچر کے لئے بلایا گیا۔ انہوں نے وہاں پر شیخ الأزہر محمد سید الطنطاوی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو منتظمین نے اس ملاقات کا انتظام کر دیا۔ شیخ الأزہر سے ملاقات کے دوران ابراہیم اسعد عودہ صاحب نے انہیں جماعت کا تعارف کروایا اور ان سے کہا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو مختلف استفسارات کے جوابات دینے اور اپنے عقائد کے بارہ میں غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے جماعت کا ایک وفد بھی آپ کے پاس بھیجا جاسکتا ہے۔ شیخ الأزہر نے رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضور انور سے اجازت اور راہنمائی میں ایک وفد تشکیل دیا گیا جو مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھا: مکرم محمد شریف عودہ صاحب (رئیس الوفد) مکرم عبداللہ اسعد عودہ صاحب، مکرم ابراہیم اسعد عودہ صاحب از کبابیر اور مکرم محمد منیر ادلبی صاحب از شام۔ اس وفد نے فروری 2005ء میں مصر میں شیخ الأزہر سے ملاقات کی۔ انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اس وفد کا استقبال کیا اور بلاوجہ تکفیر کے فتاوی صادر کرنے کی بیماری کی سخت مذمت کی۔ اس کے بعد انہوں نے اس وفد کو مجمع البحوث کے سربراہ شیخ فوزی زفزاف کے ساتھ ملنے کو کہا جنہوں نے یہ وعدہ کیا کہ اگر آپ ہمیں جماعت کی کتب فراہم کریں تو ہم نئے سرے سے پڑھ کر کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ انہیں کچھ کتب بھی مہیا کر دیں۔ اس دفعہ بھی انکی طرف سے بہت گرمجوشی سے استقبال کیا گیا اور بڑی آؤ بھگت کی گئی۔

مکرم شریف عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ فوزی زفزاف کے گھر کے برآمدے میں بیٹھے تھے جب انہوں نے کہا: آج جماعت احمدیہ کے علاوہ اسلام کی خدمت کرنے والی کوئی

جماعت نہیں ہے۔لیکن شاید یہ حق بات علی الاعلان کہنے کی جرأت ان میں نہ تھی۔

اس کے بعد الأزہر کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ انہیں کتابی شکل میں جماعت کے عقائد لکھ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ یہ کتاب تیار کرنے کی تجویز حضور انور کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش ہوئی تو حضور انور نے فرمایا: ''کرلیں،ان پر تو شاید کوئی اثر نہ ہو، ہاں اسی بہانے ایک کتاب بن جائے گی''۔

چنانچہ اس کے نتیجہ میں مکرم عبد المومن طاہر صاحب نے مکرم تمیم ابودقہ صاحب سے مل کر یہ کتاب تیار کی جس کا نام ہے:''الجماعة الإسلامية الأحمدية، عقائد، مفاهيم و نبذة تعريفية''۔اس کتاب میں جماعت کے عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے حوالے سے بیان ہوئے ہیں۔

یہ کتاب اپریل 2005ء میں الأزہر کو پیش کی گئی لیکن بجائے اس کے کہ اس پر کوئی معقول ردّعمل ظاہر کیا جاتا الأزہر والوں نے مزید مطالبے شروع کر دیئے مثلاً یہ کہ ہمیں فلاں اخبار اور فلاں مجلّہ اور فلاں کتاب چاہیے حالانکہ انہیں قبل ازیں جملہ کتب کی سی ڈیز (CD) اور بعض پرنٹڈ کتب دے دی تھیں نیز مرکزی ویب سائٹ کا ایڈریس بتا دیا تھا کہ وہاں پر ہمارا تمام لٹریچر موجود ہے۔ بالآخر ساری کوششوں کا نتیجہ وہی ہوا جو حضور انور نے فرمایا تھا کہ ان پر تو کوئی اثر نہ ہوا،لیکن اسی بہانے کتاب بن گئی جسے اب جماعت احمدیہ کے تعارف اور تبلیغی غرض سے احمدی احباب بکثرت استعمال کرتے ہیں۔

فائیو والیم کمنٹری کا عربی ترجمہ

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب (مرحوم) بیان کرتے ہیں کہ 2004ء کی بات ہے کہ ہم ایک دن ڈاکٹر حاتم الشافعی صاحب ابن مرحوم حلمی الشافعی صاحب کے گھر میں جمع تھے کہ تفسیر کبیر کے موضوع پر بات ہوئی کہ یہ قرآنی علوم ومعارف کا خزانہ ہے، لیکن چونکہ یہ تفسیر قرآن کریم کی تمام سورتوں کی نہیں ہے۔اس لئے سب نے مشورہ دیا کہ حضورانور کی خدمت میں فائیو والیم کمنٹری میں سے ان حصوں کے عربی ترجمہ کی تجویز پیش کی جائے جن کی تفسیر تفسیر کبیر میں موجود نہیں ہے۔جب یہ تجویز حضورانور کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ دونوں تفسیروں کو یوں اکٹھا کرنے کی بجائے اس کا علیحدہ طور پر ترجمہ کرلیں، اس طرح عربوں کو دو تفسیریں میسر ہو جائیں گی۔

چنانچہ حضورانور نے یہ کام مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے سپرد فرمایا جنہوں نے فائیو والیم کمنٹری کی پہلی جلد کے ترجمہ کے کام میں مختلف دوستوں سے مدد لی اور خود اس کی نگرانی اور نظر ثانی کا کام سنبھالا۔پہلی جلد دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ اردو زبان میں دیباچہ تفسیر القرآن کے نام سے شائع شدہ ہے جبکہ دوسرے حصہ میں تفسیر سورہ فاتحہ وبقرہ کی تفسیر ہے۔اسی طرح دیباچہ تفسیر القرآن کے بھی دو حصے ہیں پہلے حصہ میں ضرورتِ نزول قرآن، سابقہ کتب میں تحریف وتبدیل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں سابقہ کتب مقدسہ کی پیشگوئیاں اور کئی اعتراضات کا جواب ہے جبکہ دوسرا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے عبارت ہے۔کینیڈا میں مقیم ہمارے شامی احمدی مکرم نادر الحصنی صاحب پہلے ہی دیباچہ تفسیر القرآن کے پہلے حصہ کا کسی قدر ترجمہ کر چکے تھے لہذا مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے یہ حصہ ان کے ہی سپرد

کر دیا۔ جبکہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والے حصہ کا ترجمہ مصر کے نو احمدی دوست مکرم فتحی عبد السلام مبارک صاحب کو دیا۔ اور خود تفسیر سورہ فاتحہ وبقرہ پر مشتمل اس جلد کے دوسرے حصہ کا ترجمہ شروع کیا۔

ایک سال میں پہلی جلد کے ترجمہ کا کام مکمل ہو گیا تو معلوم ہوا کہ صرف ترجمہ کے مواد کا حجم 1200 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، جبکہ مقدمات وفہرستیں وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔ لہذا حضور انور کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ فائیو والیم کمنٹری کی ہر جلد کا ترجمہ دو جلدوں میں شائع کیا جائے۔ یوں آخر پر اس تفسیر کا ترجمہ بھی تفسیر کبیر کی طرح دس جلدوں میں مکمل ہوگا۔ حضور انور کی منظوری سے طے پایا کہ پہلی جلد میں صرف دیباچہ تفسیر القرآن کے ترجمہ کی اشاعت ہو اور دوسری میں تفسیر سورہ فاتحہ وبقرہ۔ اس طرح بفضلہ تعالیٰ 2006ء میں یہ پہلی جلد ''التفسیر الوسیط'' کے نام سے شائع ہوگئی۔

2005ء میں عرب دنیا میں عیسائیت کا بھرپور حملہ شروع ہو گیا اور حضور انور کی طرف سے اس کے ردّ میں پروگرام بنانے کا ارشاد ہوا نیز پروگرام الحوار المباشر شروع ہو گیا جس میں ہر ماہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب شرکت کے لئے تشریف لاتے تھے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی، بہر حال اس مصروفیت کی وجہ سے مکرم ثابت صاحب اس ترجمہ کو پوری رفتار کے ساتھ جاری نہ رکھ سکے۔ تاہم وقتاً فوقتاً انہوں نے اپنی وفات تک فائیو والیم میں سے دو جلدوں کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا۔ علاوہ ازیں بیچ بیچ میں سے اور آخری پارے کی بعض سورتوں کی تفسیر کا ترجمہ بھی کر لیا تھا۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کی وفات کے بعد مکرم ہانی صاحب نے بقیہ تین جلدوں کے ترجمہ کو مختلف احباب پر تقسیم کرنے کی تجویز دی۔ ان احباب میں مکرم محمد العانی صاحب آف شام اور ڈاکٹر حاتم صاحب آف مصر آف شام قابل ذکر ہیں جن کی انگریزی زبان بھی اچھی ہے نیز عربی زبان پر بھی گرفت کافی مضبوط ہے۔ حضور انور کی منظوری سے مکرم محمد العانی صاحب اور ڈاکٹر حاتم صاحب کو ایک ایک جلد کے ترجمہ کا کام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں یہ کام مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صلیبی فتنہ

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ کا سب سے بڑا دجالی فتنہ عیسائیت کا فتنہ ہے جسے توڑنے کے لئے مسلمانوں کو کاسر صلیب کے مبعوث ہونے کی خبر دی گئی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس کاسر صلیب یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام کی بعثت کے زمانے یعنی انیسویں صدی کے اواخر سے ہی بڑے بڑے پادری اور عیسائی آرگنائزیشنز مل کر پوری شدت کے ساتھ دنیا کو عیسائی بنانے کی پلاننگ کرنے کے لئے کانفرنسز منعقد کرتے نظر آتے ہیں اور عیسائی حکومتوں کے پشت پناہی میں عیسائی مناد ہر روک کو پھلانگنے کی کوشش میں ہیں، جس کے نتیجہ میں وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف اسلامی ملکوں میں کرسچنائزیشن کی تحریکات اٹھتی رہی ہیں۔ لیکن عرب ممالک تک عموماً اور ارض حجاز اور مکہ ومدینہ تک پہنچنا عیسائیت کا دیرینہ خواب رہا ہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت عربوں کے پیچھے چلتی ہے لہذا اس طریق سے عالم اسلام تک رسائی سب سے کارآمد ہتھیار ہے۔

چنانچہ مشہور عیسائی مناد اور شکاگو یونیورسٹی میں موازنہ مذاہب کے لیکچرر جان ہنری بیروز (John Henry Barrows) نے اسی عرصہ میں مسیحی ترقی کا جائزہ لینے کیلئے ساری دنیا کا دورہ کیا اور اس دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان میں ضوفگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑ اور چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش

خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔حتی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں (یعنی حجاز میں۔ناقل) بھی پہنچے گی۔اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔‘‘

(Barrows Lectures 1896-97 page 42 First Ed.1897 in Madras by: The Christian Litrature Society for India)

یہی عزم لے کر یہ لوگ جب ہندوستان میں آئے تو جس طرح انہیں کاسر صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں منہ کی کھانی پڑی اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔

یوں تو کرسچنائزیشن کے لئے بہت سی کانفرنسز منعقد ہو چکی ہیں لیکن 1978ء میں امریکہ کی ایک ریاست ’’کولوراڈو‘‘ میں ہونے والی کانفرنس سب سے خطرناک شمار کی جاتی ہے جس میں 150 بڑی بڑی متشدد عیسائی شخصیات نے شرکت کی اور 720 ملین مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔(یادرہے کہ اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی)۔دو ہفتے جاری رہنے والی اس کانفرنس میں بہت بڑے بجٹ کی منظوری دی گئی اور جہاں عالم اسلامی کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے کے لئے بیرونی طور پر مختلف طریقے استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا گیا وہاں مسلمان ملکوں میں موجود کلیساؤں اور پادریوں کو بھی فعال طور پر اس مہم میں اپنا کردار ادا کرنے کا کہا گیا۔عجیب بات ہے کہ اسی سال اور اس کانفرنس کے انعقاد سے چند ماہ پہلے جماعت احمدیہ نے عیسائیت کے گڑھ برطانیہ میں کسر صلیب کانفرنس منعقد کی جس میں امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بھی شرکت فرمائی۔

بہرحال عیسائی مذہبی تنظیموں اور شخصیات کی مسلمان ممالک کو عیسائی بنتا دیکھنے کی خواہشیں پنپتی اور بڑھتی رہیں اور بند کمروں کی خفیہ باتیں بھی زبان زد عام ہوتی رہیں،حتی کہ پوپ کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے ایک Cardinal Paul Poupard نے 30 ستمبر 1999ء کو ایک فرانسیسی اخبار Le Figaro کے ساتھ بات چیت میں کہا کہ اسلام مغرب کے لئے

ایک ہولناک چیلنج اور عیسائی خواہش کی تکمیل کی راہ میں ایک خطرناک رکاوٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھراس چیلنج کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ چیلنج دراصل یہ ہے کہ اسلام ایک دین، ایک ثقافت، ایک معاشرہ اوراسلوب حیات وطرزفکروعمل ہے۔

گویاان کے نزدیک اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کیلئے انہیں نہ صرف اسلام کی دینی، ثقافتی اور معاشرتی اقدار کا خاتمہ کرنا ہوگا بلکہ اس کے اسلوب حیات وطرزفکروعمل کو بھی بدلنا ہوگا۔

اسی طرح ''ازمیر'' ترکی کے آرچ بشپ Giuseppe G. Bernardini نے کہا کہ اسلام نے یورپ کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔...... اسلام پٹرول سے حاصل شدہ ڈالرز کی بدولت پہلے ہی اپنا نفوذ بڑھا رہا ہے۔ اوراب یہ ڈالرزشمالی افریقہ کے غریب ملکوں یا مشرق وسطی میں کام کے مواقع پیدا کرنے پر نیز عیسائی ملکوں میں ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کے لئے مساجد ومراکز کی تعمیر پرخرچ ہورہے ہیں اوران میں اٹلی کا دارالحکومت روم بھی شامل ہے۔...... کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس واضح توسیعی منصوبہ اوراس نئی طرز کی فتح کے پروگرام سے بے خبر رہیں۔

اسی طرح کی بعض اورآراء پر مشتمل ایک مضمون لندن سے شائع ہونے والے ایک عربی اخبار ''القدس العربی'' نے اپنی یکم نومبر 1999ء کی اشاعت میں شائع کیا، جن سے اور بے شمارامور کے علاوہ عرب ملکوں کوعیسائیت کی یلغار کا ہدف بنانے کا واضح عندیہ ملتا ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو:

(AL-QUDS Al - Arabi Volume 11 - Issue 3261 Monday 1 November 1999 p 18)

اسلام دشمن مہم اورعیسائی پادری 'زکریا بطرس' اسی پس منظر میں مختلف عیسائی چینلز پر اسلام کے خلاف مہم کا آغاز ہوا جن میں سب سے زیادہ سخت حملہ 2003ء میں قبرص سے شروع ہونے والے ایک عیسائی چینل ''الحیاۃ'' کے ذریعہ کیا گیا جس پرایک پادری نے اسلام اور نبیء اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اورقرآن پرحملہ شروع کیا۔

اس حملہ کی تفاصیل بتانے سے قبل اس پادری کے بارہ میں کچھ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس پادری کا نام ''زکریا بطرس'' ہے اور اس کا تعلق مصر کے قبطی آرتھوڈکس چرچ سے ہے۔ یہ قاہرہ کے چرچ ''مارمرقس'' میں بطور کاہن کام کرتا رہا پھر آسٹریلیا میں اور بعد ازاں

یہاں برائٹن انگلینڈ میں بھی کام کیا، بالآخر آرتھوڈکس چرچ سے استعفیٰ دے کر اسلام دشمن حملہ میں شامل ہو گیا۔

مصر عیسائیت کے فرقہ آرتھوڈکس کا مرکز مانا جاتا ہے۔ یہاں پر عرصہء دراز سے عیسائی اور مسلمان اکٹھے رہ رہے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے سے پرہیز کیا جاتا ہے، بلکہ اب تو معاشرہ کا امن برقرار رکھنے کے لئے اس بارہ میں ملکی سطح پر قانون سازی بھی کی گئی ہے، جس کی بناء پر آرتھوڈکس چرچ سے منسلک کوئی پادری کھلے عام اسلام دشمنی پر مبنی مہم شروع نہیں کرسکتا۔ یہاں سے ہمیں اس پادری کے الحیاۃ چینل کی اسلام دشمن مہم میں شریک ہونے سے قبل آرتھوڈکس چرچ سے استعفیٰ دینے کی بات بھی سمجھ آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آرتھوڈکس چرچ سے منسلک ہونے کی وجہ سے مصر میں اس پر دباؤ بڑھ جانا تھا اور اس حملہ کو روکے بغیر چارہ نہیں ہونا تھا۔ اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا کہ جب آرتھوڈکس چرچ سے اس کا شکوہ کیا گیا تو چرچ نے واضح طور پر اس سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کیا کہ اس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے۔

پادری کے مصادر و مراجع

اس پادری نے اپنے پروگراموں میں خصوصی طور پر اُن روایات اور مسلمانوں کے ان عقائد کو موضوع بحث بنایا ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے قرآن کی حقیقی تعلیم سے دور ہونے کا باعث بنے اور بالآخر غلط فہمیوں اور بگاڑ نے وہ صورت اختیار کر لی جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اور یہی وہ عقائد ہیں جن کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ مثلاً ناسخ و منسوخ کے عقیدہ نے قرآن میں شک و ریب کی راہ کھول دی، اور حدیث کو قرآن کریم پر حَکَم قرار دے کر قرآنی آیات کے منسوخ کرنے کے عقیدہ نے روایات کو قرآنی آیات پر بھی فوقیت دے دی۔

اسی طرح لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کے عظیم الشان اعلان کے باوجود قتل مرتد کے اعتقاد نے اسلام کو دینی آزادی سلب کر دینے والے مذہب کے طور پر پیش کیا۔ خود تراشیدہ جنگ و جدال کے متشددانہ خیالات نے امن و سلامتی کے مذہب کو ایک خونی دین کے طور پر پیش کیا۔ ان تمام

امور کے علاوہ اس پادری نے مختلف اسلامی فرقوں کے آپس کے اختلافات کو بھی پیش کر کے مختلف اعتقادات کا مذاق اڑایا۔ اور سب سے زیادہ ان بے سروپا روایات اور خرافات کو پیش کیا جن کو مفسرین نے بغیر تحقیق کے ایک دوسرے سے نقل کیا ہے اور آج تک مولوی حضرات اپنی تقاریر اور وعظوں اور کتب میں ان کو نقل کرتے چلے آ رہے ہیں، جبکہ اسلامی تعلیمات سے ان کا دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

اس پادری نے اپنے پروگرام کا نام أَسْئِلَة عن الإيمان رکھا، اور اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کرنے کے علاوہ بعض ایسے عرب لوگوں کو بھی اپنے پروگرام میں دنیا کے سامنے پیش کیا جنہوں نے اس کے بقول اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی تھی۔

مختصر یہ کہ یہ ایک ایسا حملہ تھا جس کا مسلمان مولویوں کے پاس کوئی منطقی جواب نہ بن پڑا۔ اوّل تو اس حملہ نے مسلمانوں کو دفاعی پوزیشن پر لا کھڑا کیا تھا۔ لیکن دفاعی پوزیشن میں بھی ان کی حالت نہایت ہی بے سروسامانی کی تھی۔ عیسائی پادری مسلمان علماء کی کتب وتفاسیر کے حوالے نکال کر دکھاتا تھا اور کہتا تھا کہ اس کا کوئی جواب ہے تو دو۔ اور کوئی ان امور کے ردّ میں بولنے والا ہو تو سامنے آئے۔ مناسب جواب نہ ملنے کی وجہ سے کئی کمزور ایمان لوگ اسلام سے نکل کر عیسائیت کی آغوش میں جا پہنچے۔ بعض عرب ممالک میں عیسائیت کی یہ یلغار اتنی شدید تھی کہ کثرت سے لوگ اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کے جال میں پھنسنے لگے۔ بلکہ ان میں سے بعض تو اسلام کے خلاف اس مہم میں بھی شریک ہو گئے۔

مسلمانوں کا ردّعمل

پادری نے جہاں تمام مسلمانوں کو للکارا وہاں بڑے بڑے مولویوں کو بلکہ الأزہر کے علماء کو بھی چیلنج دیا کہ اگر ہمت ہے تو وہ میرے سامنے آ کر ان امور کا جواب دیں جو انہی کی کتب سے پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن اس پادری کا منہ توڑ جواب دینے کی بجائے اسلامی دنیا میں مندرجہ ذیل ردعمل سامنے آئے:

1۔ بعض جوشیلے اور ناسمجھ مسلمانوں نے بدزبانی اور بدکلامی کے چند جملے بول کر یہ سمجھا کہ دفاع اسلام کا فریضہ ادا ہو گیا ہے۔

2۔ کچھ لوگوں نے انفرادی طور پر پادری کے پیش کردہ مسلمانوں کی کتب کے حوالوں کا مختلف تاویلوں کے ذریعہ سے جواب دینا شروع کردیا جس نے موقف کو مزید کمزور کردیا۔

3۔بعض ہمت ہار کر اس بے بسی پر خدا کے حضور مدد کے لئے گریہ وزاری کرنے لگے کہ اے خدایا تو خود ہی کسی کو کھڑا کر جو ان کا منہ بند کرے۔

4۔اور بعض نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ اس چینل کو نہ دیکھا جائے اور اس کو کوئی جواب نہ دیا جائے، بلکہ اس موضوع کو نہ کسی خطبہ اور نہ درس میں ذکر کیا جائے۔اور یہ رائے ازہر کے بعض شیوخ کی تھی۔

بہرصورت کسی طرف سے کوئی ایسا مدمقابل نہ آیا کہ اس دشمن اسلام کے دانت کھٹے کرے اور اس کی تدبیروں کو خود اس پر ہی الٹا دے۔

مشائخ ازہر کے موقف کی ایک مثال

ابھی تک عیسائی پادری مسلسل مسلمانوں کو للکارے جا رہا تھا اور علی الاعلان کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے تو میرے مدمقابل آئے اور ان اعتراضات کا جواب دے۔ایسی صورتحال میں بعض عرب چینلز پر بھی پادری کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے علماء کو بلایا جانے لگا۔ یہاں پر بطور مثال ایک چینل پر ہونے والی گفتگو کا خلاصہ درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

اس عربی چینل پر الأزہر کی فتوی کمیٹی کے سابق صدر شیخ جمال قطب اور ایک اور شیخ مبروک عطیہ کو بلایا گیا اور میزبان بسمہ وہبہ نے لونڈیوں کے بارہ میں اعتراض کا جواب چاہا۔لیکن لمبی بحث کے بعد جب کوئی معقول جواب نہ ملا تو میزبان نے کہا: شاید آپ کو پتہ نہیں کہ ایک عیسائی پادری بیسیوں دفعہ الأزہر کے بڑے بڑے مشائخ کو للکار چکا ہے لیکن کوئی اس کو جواب نہیں دیتا۔

شیخ جمال: اس پادری کو کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

میزبان: کیا مطلب کہ کوئی جواب نہیں دیا جائے گا؟ اگر آپ میں سے کوئی جواب نہیں دے گا تو کیا مَیں جواب دوں گی؟

شیخ جمال: اس موضوع پر نہ خطبہ میں بات ہوگی، نہ کسی ٹی وی کے پروگرام میں، نہ ہی اس کا کوئی جواب دیا جائے گا۔

میزبان: لیکن شیخ صاحب! اس کی وجہ سے ہمارے بچے مرتد ہو رہے ہیں۔
شیخ جمال: جو اس پادری کو سنے گا خود ہی سمجھ جائے گا کہ اس کو جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔
میزبان: لیکن مَیں امر واقعہ کے بارہ میں بات کر رہی ہوں۔ (یعنی مسلمان بچے اس کی باتیں سن کر مرتد ہو رہے ہیں)۔
شیخ جمال: مَیں اس کو سن سکتا ہوں لیکن ایسے لوگوں اور ان کے چینل اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں سے تجاہل اختیار کرنا چاہئے۔ کیا مَیں زکریا بطرس جیسے کو جواب دوں؟ ہرگز نہیں۔
میزبان: لیکن مَیں ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کا جواب جاننا چاہتی ہوں۔
شیخ جمال: ضروری نہیں کہ تمہیں ہر چیز کا علم ہو۔

بہر حال ایک گھنٹے کا یہ پروگرام "مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" کی وضاحت کے بارہ میں تھا جس میں شیخ جمال اور شیخ مبروک عطیہ نے کوئی مطمئن کرنے والا جواب نہ دیا بلکہ شیخ جمال غصے میں آ کر پروگرام سے نکل گئے۔ اس دوران میزبان بار بار خالی کرسی دکھا کر شیخ جمال کی غیر موجودگی کے بارہ میں ناظرین کو بتاتی رہی۔ بہر حال آدھے گھنٹے کے بعد شیخ صاحب دوبارہ تشریف لے آئے۔

یہ پروگرام یُوٹیوب پر کئی کلپس کی شکل میں موجود ہے لیکن مذکورہ بالا بات چیت اس لنک پر دیکھی اور سنی جا سکتی ہے۔

http://www.youtube.com/watch?v=K3xGjvwfLB4&feature=related

اس پروگرام کو عیسائیوں نے خوب اچھالا اور لکھا کہ الأزہر ایسے مشائخ کہاں سے لائے جو ان سوالوں کے جواب دے سکیں۔ نیز کہا کہ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اسلام صرف ایک سوال کی مار ہے۔ اور اے مسلمان! کیا اتنا سارا کچھ ہو جانے کے بعد بھی تو یہ کہتا رہے گا کہ یہ دین خدا کی طرف سے ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو یہ ویب سائٹ:۔

http://truth-way.net/vb/s howthread.php?t=303&page=2

خود زکریا بطرس نے بھی ان باتوں پر اپنے تبصرے کے ساتھ ویڈیو بنا کر یُوٹیوب پر ڈال دی جو آج تک موجود ہے۔

اور تو اور اس پروگرام کی میزبان نے جو ایک عرصہ سے بعض دینی اور معاشرتی امور پر نہایت کامیاب پروگرام کر رہی تھی اور حجاب اوڑھا کرتی تھی اپنا حجاب اتار دیا جسے عیسائیوں نے خوب اچھالا۔

یہ محض ایک مثال ہے جو یہاں بیان کی گئی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کئی کمزور ایمان اس حملہ کی زد میں آ گئے اور کئی اس کی رو میں بہہ کر اسلام سے منحرف ہو بیٹھے۔

امید کی کرن

ان ایام میں مکرم طٰہٰ قزق صاحب مرحوم آف اردن نے حضور انور کی خدمت میں اس صورتحال کے بیان پر مشتمل خط لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی کتاب Christianity: A Journey from Facts to Fiction کے عربی ترجمہ کو بکثرت چھپوا کر عرب ملکوں میں پھیلانے کی تجویز عرض کی۔

اسی طرح ہمارے ایک مصری قدیم احمدی مکرم عمرو عبد الغفار صاحب نے 8 اگست 2004ء کو حضور انور کی خدمت میں لکھا کہ عیسائیت کا فتنہ آج اپنے عروج پر پہنچا ہوا ہے اور متعدد علاقوں میں کئی مسلمان عیسائی ہو گئے ہیں۔ مَیں مختلف مولویوں کے جوابات سنتا ہوں لیکن ان کا دفاع نہایت کمزور ہے کیونکہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل نہیں کیا اور امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کیا ہے اس لئے جماعت احمدیہ کے سوا اس کا کافی وشافی جواب اور کوئی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا میری تجویز ہے کہ اس بارہ میں لائیو پروگرامز شروع کئے جائیں، نیز مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کو ان پروگرامز کا جواب دینے کا کام سونپا جائے۔

چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی دعاؤں اور خصوصی راہنمائی کے ساتھ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کو اس بارہ میں پروگرام تیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ 2004ء کے آخر پر مکرم محمد شریف عودہ صاحب کی تجویز پر حضور انور نے کبابیر میں ان پروگرامز کی تیاری اور ریکارڈنگ کی اجازت مرحمت فرمائی اور یوں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب 2005ء میں کبابیر

تشریف لے گئے اور وہاں پر کچھ عرصہ قیام کے دوران چند پروگرامز کا مواد تحریر کرلیا۔اسی دوران جلسہ سالانہ برطانیہ آ گیا تو اس میں شرکت کے لئے تشریف لائے لیکن لندن میں بھی قیام کے دوران متعدد پروگرامز کا مواد تحریر کرتے رہے۔ بعد از جلسہ کبابیر تشریف لے گئے اور لکھنے کے ساتھ ساتھ ریکارڈنگ بھی شروع کروادی، اور بالآخر 30 پروگرامز کی پہلی کھیپ ریکارڈ ہوکر مرکز پہنچ گئی تو مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب 30 اقساط پر مبنی اگلی کھیپ کی تیاری میں لگ گئے۔

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے پادری کے پروگرام أَسْئِلَة عن الإيمان کے جواب میں تیار کئے جانے والے پروگراموں کے اس سلسلہ کا نام أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان رکھا جو بڑا مناسب اور اسم بامسمیٰ تھا یعنی اس میں پادری کو کافی وشافی جواب دیا گیا تھا۔

اطاعت خلافت کی برکات

ان پروگرامز کی تیاری میں غیر معمولی تائید الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

’’خدا کے خلیفہ کی طرف سے مفوضہ کاموں میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے پر اللہ تعالیٰ ان کاموں میں یُسر اور برکت رکھ دیتا ہے۔اس سلسلہ میں مَیں ایک مثال یہ پیش کرتا ہوں کہ جب عیسائی پادری زکریا بطرس اسلام اور نبیٔ اسلام پر اعتراض اور حملے کر رہا تھا اور چیلنج کر رہا تھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی ہے جو ان اعتراضات کا جواب دے سکے،تو ہمارے مصری احمدی مکرم عمرو عبد الغفار صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا کہ مصطفیٰ ثابت کو ارشاد فرمائیں کہ وہ ان پادریوں کے اعتراضات کا جواب دیں۔ چنانچہ حضور انور کی طرف سے مجھے ارشاد آ گیا اور مَیں حضور انور کی اجازت کے ساتھ کبابیر چلا گیا جہاں پروگرام أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کی قسطیں لکھنا شروع کیں۔خلیفۂ وقت کے ارشاد کی تعمیل کے نتیجہ میں اس کام میں ایسی برکت پڑی کہ مَیں بعض اوقات ایک قسط ایک دن میں لکھ لیتا تھا۔کئی دفعہ مَیں عنوان مقرر کر کے لکھنا شروع کرتا تو مضمون کسی اور طرف ہی چلا جاتا اور اتنا مضبوط اور مدلل ہوتا کہ مجھے مضمون کا عنوان تبدیل کرنا پڑتا تھا۔ پھر اس دوران میں جلسہ برطانیہ پر آ گیا اور باوجود روزانہ جلسہ میں شمولیت، اس کی کارروائی سننے، اور مختلف مہمانوں سے

ملاقاتیں کرنے کے ان چند دنوں میں بھی مَیں نے 6 قسطیں لکھ لیں۔ مَیں خود حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو گیا۔ یہ محض خلیفۂ وقت کے ارشاد کی تعمیل کی برکت ہے۔ جب خلیفۂ وقت کوئی ارشاد فرماتے ہیں تو خدا تعالیٰ اس کی تعمیل کرنے والوں کی کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈال دیتا ہے۔‘‘

ایم ٹی اے کبابیر کے پروگرام

جن دنوں میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب اَجْوِبَۃ عَنِ الْاِیْمَان کی قسطیں لکھ رہے تھے انہی ایام میں MTA کبابیر نے عیسائی پادری کے اٹھائے ہوئے بعض بڑے بڑے اعتراضات کے تفصیلی جوابات پر مشتمل کئی ایک پروگرام ریکارڈ کئے جو مسلسل ایم ٹی اے پر نشر ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن چونکہ اس وقت ایم ٹی اے عرب دنیا میں اتنی کثرت سے نہ دیکھا جاتا تھا نیز عربی نشریات کا وقت بھی محدود تھا اس لئے ہمارے ان پروگرامز کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔

أجْوِبَة عَنِ الْاِیْمَان اور اس کا اثر

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کاسر صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے لیس ہو کر تیس قسطوں پر مشتمل ویڈیو پروگرامز کی ایک سیریز ریکارڈ کی اور اس کو تحریر میں بھی محفوظ کر لیا، اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان پروگرامز کو ایم ٹی اے پر قسط وار چلانے کا ارشاد فرمایا۔ نیز ان کے بارہ میں یہ ہدایت بھی فرمائی کہ انہیں ایک ویب سائٹ پر ڈال کر افادۂ عام کے لئے وقف کر دیا جائے جہاں سے لے کر فائدہ اٹھانے کی ہر ایک کو اجازت ہو۔

چونکہ یہ پروگرامز تحریری صورت میں بھی موجود تھے اس لئے حضور انور کے اس حکیمانہ ارشاد کا یہ عظیم اثر سامنے آیا کہ وہ لوگ جن کو پادری کا منہ بند کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں مل رہی تھی ان کے ہاتھ میں مضبوط ہتھیار آ گیا۔ چنانچہ کئی ایک اخبارات اور رسالوں اور ویب سائٹس نے ان پروگراموں کو شائع کرنا شروع کر دیا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ الأزہر والوں نے اس پروگرام کے ٹیکسٹ کو اپنی طرف سے عیسائی معترضین کے سامنے آفیشل جواب کے طور پر پیش کیا۔

کئی ایک ٹی وی پروگراموں اور ویب سائٹس پر بھی ان پروگراموں کو سراہا گیا۔ان پروگراموں کا تحریری نسخہ کتاب کی شکل میں مصر میں شائع ہوگیا۔جس کو کافی مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

ایک ماہ میں جب یہ 30 پروگرام ایک پروگرام روزانہ کے حساب سے چل چکے تو اتنے میں مکرم ثابت صاحب کے مزید 30 پروگرام بھی تیار ہو کر آ گئے۔یوں روزانہ ایک نیا پروگرام چلایا جاتا اوراوراس کے ساتھ پہلی کھیپ کے 30 پروگرامز میں سے ایک پروگرام کو نشر مکرر کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔

قارئین کرام ضرور جاننا چاہیں گے کہ آخر مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرامز میں ایسی کیا بات تھی؟ اور وہ کون سا اسلوب تھا جس نے پادری کے پورے کھیل کا پانسا پلٹ دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ثابت صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدید علم کلام کو استعمال کیا اور انہی خطوط پر اپنے جوابات تیار کئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے فتنہ کو فرو کرنے کیلئے وضع فرمائے تھے۔

تقلیدی طریق کے سُقم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مذکورہ اسلوب کے بارہ میں کچھ لکھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلیدی طریق اوراس کے بڑے سقم کے بارہ میں کچھ عرض کر دیا جائے۔

عیسائیت کے فتنہ کا مقابلہ کرنے میں دیگر مسلمان علماء کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کر بیٹھے ہیں کہ جن نصوص وتفاسیر کی بنا پر اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ اوران کو لکھنے والے غلطی سے پاک ہیں لہذا جو کچھ ان کی کتب میں لکھا ہے سب سچ ہے خواہ صریحاً وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ٹکراتا ہو۔لہٰذا اس مجبوری کی بنا پر وہ ان نصوص وروایات وتفاسیر کی وضاحت کرتے ہیں۔لیکن اکثر مسلمانوں کا ان کتب کے مؤلفین کو ائمہ اور مجددین قرار دینا ان کے ہر وضاحتی جواب کو کمزور کرنے کے لئے کافی ہے۔بعض علماء کے اسی اسلوب کی بنا پر عیسائی پادری کے بیشتر اعتراضات اپنی جگہ پر جوں کے توں قائم رہے بلکہ ایسے جوابات نے پادری کی خنجر صفت زبانِ اعتراض کے گھاؤ مزید گہرے کر دیئے۔

ہمارا طریق

ہم تو انہی اصولوں کی پیروی کرنے والے ہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں سکھائے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں سے بحث کرنے کا بنیادی اصول یوں بیان فرمایا ہے کہ: وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سبا:25) یعنی گو کہ ہمیں پتہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے حق پر ہیں لیکن آپ کی تسلّی کے لئے ہم اس نقطہ سے بحث کا آغاز کرتے ہیں کہ دیکھیں حق پر کون ہے؟ آپ یا ہم؟ اور گمراہ کون ہے؟ آپ یا ہم؟ لہٰذا آپ کے اعتراضات کا جواب دینے سے قبل دیکھ لیتے ہیں کہ اسلام کے بدلہ میں جو دین آپ ہمیں دینا چاہتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ آپ کے عقائد کو آپ کی کتاب کی رُو سے چیک کریں اور قبول کرنے سے پہلے ان کی صداقت کو پرکھیں۔ چنانچہ بائبل پر ایک نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ آپ کا تراشیدہ ہے۔ یسوع کو جن معنوں میں بیٹا کہا گیا ان معنوں میں تو تمام بنی اسرائیل کو بیٹے کہا گیا ہے۔اناجیل یسوع کی نسبت نہایت رذیل قسم کے اخلاق بیان کرتی ہیں۔اناجیل کے مطابق یسوع صلیبی موت سے بچ کر اس علاقے سے ہجرت کر گئے تھے، اور اگر وہ صلیبی موت سے بچ گئے تھے تو آپ کے موجودہ دین کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے جو کفّارہ کے تصور پر قائم ہے۔اب آپ ہی ہمیں بتائیں کہ ہم اس دین کو کس طرح مانیں جسے آپ کی اپنی کتاب ہی جھوٹا قرار دے رہی ہے۔اس بات کے ثبوت کے بعد ہم بتائیں گے کہ اسلامی تعلیم پر مشتمل الہامی کتاب قرآن کریم کے مطابق کس طرح اسلام ہی سچا اور منجانب اللہ مذہب ٹھہرتا ہے۔ جو بات صریحًا کتاب اللہ کے مخالف ہوگی اسے اصل تعلیم کا حصہ نہیں سمجھا جائے گا۔لہٰذا دیگر کتب کی نصوص اور روایات پر اعتراض ان کے مؤلفین پر نقطہ چینی کے طور پر تو ہوسکتا ہے اس کا اصل الہامی تعلیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

کاسرِ صلیب کے علم کلام کی خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس علم کلام کی بنیاد رکھی اس کی رُو سے آپؑ نے فرمایا کہ ہر مذہب اپنی کتاب کی رُو سے اپنی صداقت ثابت کرے، اور اپنے جملہ عقائد اور ان کی صحت

کے دلائل کو اپنی الہامی کتاب سے ثابت کرے۔ چنانچہ آپؑ نے جب اپنی کتب میں عیسائیوں کے بعض باطل عقائد اور عیسائیوں کے مزعومہ یسوع کے بعض قابل اعتراض اخلاق واقوال درج فرمائے تو دراصل یہ ان کی وہ صورت تھی جو عیسائی کتب میں مذکور تھی نہ کہ وہ جسے قرآن کریم بیان کرتا ہے۔ اس لئے بعض نادان ناسمجھی میں آج تک ان تحریرات پر اعتراض کرتے چلے جارہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں سخت کلمات استعمال فرمائے ہیں۔ حالانکہ آپ نے عیسائی کتب کے مطابق انجیلی یسوع کی حقیقی تصویر نقل فرمائی ہے تا منصف مزاج لوگ فیصلہ کرسکیں کہ کونسی کتاب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کا صحیح مقام دینے والی تعلیم لائی ہے اور کس کتاب کی تعلیم ان کی کسر شان کی مرتکب ہوتی ہے۔

بہر حال یہی طریق مصطفیٰ ثابت صاحب نے اختیار کیا اور عیسائی پادری کی بیان کردہ عیسائیت کی تعلیم کو بائبل سے ہی غلط ثابت کیا۔ جس کی وجہ سے پادری کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور وہ زیادہ دیر اپنے موقف پر کھڑا نہ رہ سکا۔

جدید علم کلام پر ایک نوٹ

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے اس جدید علم کلام کی کسی قدر وضاحت کردی جائے تا کہ اس طرح قارئین کرام کو اس عظیم مہم اور شاندار کارنامہ کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر سرانجام دیا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی نے علم الکلام کے موضوع، تاریخ اور اس کے تدریجی ارتقاء کے بارہ میں ''علم الکلام'' کے نام سے ایک جامع کتاب تالیف فرمائی جس میں آپ لکھتے ہیں:

''علم کلام نے اگرچہ بارہ سو برس کی عمر پائی لیکن کمال کے رتبہ تک نہ پہنچ سکا۔''

(علم الکلام صفحہ 129 بحوالہ کسر صلیب تالیف عطاء المجیب راشد صاحب صفحہ 20)

پھر لکھتے ہیں:

''حال میں علم کلام کے متعلق مصر، شام اور ہندوستان میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور نئے علم کلام کا ایک دفتر تیار ہو گیا ہے، لیکن یہ نیا علم کلام دو قسم کا ہے۔ یا تو وہی فرسودہ اور دُور از کار مسائل اور دلائل ہیں جو متأخرین اشاعرہ نے ایجاد کئے تھے۔ یا یہ کیا ہے کہ یورپ کے ہر

قسم کے معتقدات اور خیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے اور پھر قرآن وحدیث کو زبردستی کھینچ تان کران سے ملادیا ہے۔ پہلا کورانہ تقلید اور دوسرا تقلیدی اجتہاد ہے"۔

(علم الکلام صفحہ 8 بحوالہ کسر صلیب تالیف عطاء المجیب راشد صاحب صفحہ 21)

پھر لکھتے ہیں کہ:

"عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج اس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔ مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ میں عموماً بھونچال سا آ گیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہیں۔ قدیم علماء عزلت کے دریچہ سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے۔ ہر طرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔

(علم الکلام صفحہ 4 بحوالہ کسر صلیب تالیف عطاء المجیب راشد صاحب صفحہ 22)

ایسی صورتحال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تشریف لا کر ایک ایسے علم کلام کی بنیاد رکھی جس کی جڑیں قرآن کریم میں ملتی ہیں اور عقلِ سلیم ومنطقِ صحیح اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس بات کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہایت حسین پیرائے میں یوں بیان فرمایا ہے:

"آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے رائج الوقت علم کلام کو بالکل بدل دیا اور اس کے ایسے اصول مقرر فرمائے کہ نہ تو دشمن انکار کر سکتا ہے اور نہ ان کے مطابق وہ اسلام کے مقابلے میں ٹھہر سکتا ہے۔ اگر وہ ان اصولوں کو رد کرتا ہے تب بھی مرتا ہے اور اگر قبول کرتا ہے تب بھی مرتا ہے۔ نہ فرار میں اسے نجات نظر آتی ہے نہ مقابلے میں حفاظت۔

آپ سے پہلے تنقید اور مباحثے کا یہ طریق تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق پر جو چاہتا اعتراض کرتا چلا جاتا تھا اور اپنی نسبت جو کچھ چاہتا تھا کہتا چلا جاتا تھا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب مناظرہ کا میدان غیر محدود ہو جائے تو مناظرہ کا نتیجہ کچھ نہیں نکل سکتا...... پہلے یہ طریق تھا کہ ہر شخص کو جو بات اچھی معلوم ہوئی خواہ کسی کتاب میں پڑھی ہوا اپنے مذہب کی طرف منسوب کردی اور کہہ دیا کہ دیکھو ہمارے مذہب کی تعلیم کیسی اچھی ہے۔ گویا اصل مذہب کے متعلق گفتگو ہی نہ ہوتی تھی بلکہ علماء اور مباحثین کے ذاتی خیالات پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ متلاشیانِ حق کو فیصلہ کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ آپ نے آ کر اس طریق مباحثہ کو خوب وضاحت

سے غلط ثابت کیا اور بتایا کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب ہماری ہدایت کے لئے آئی ہے تو چاہئے کہ جو کچھ وہ ہمیں منوانا چاہتی ہے وہ بھی اس میں موجود ہو اور جن دلائل کی وجہ سے منوانا چاہتی ہے وہ بھی اس میں موجود ہوں۔ کیونکہ اگر خدا کا کلام دعوے اور دلائل دونوں سے خالی ہے تو پھر اس کا ہمیں کیا فائدہ؟ اور اگر دعوی بھی ہم پیش کرتے ہیں اور دلائل بھی ہم ہی دیتے ہیں تو پھر اللہ کے کلام کا کیا فائدہ؟ اور ہمارا مذہب اللہ کا دین کہلانے کا کب مستحق ہے؟......پس ضروری ہے کہ مذہبی تحقیق کے وقت یہ امر مدنظر رکھا جائے کہ آسمانی مذاہب کے مدعی جو دعویٰ اپنے مذہب کی طرف سے پیش کریں وہ بھی ان کی آسمانی کتب سے ہو......اور جو دلائل دیں وہ بھی انہی کی کتب سے ہوں......غرض غیر مذاہب کے لوگ اس اصل کو نہ رد کر سکتے تھے کیونکہ ان کے رد کرنے کے یہ معنی تھے کہ ان کے مذہب بالکل ناقص اور ردی ہیں اور نہ قبول کر سکتے تھے کیونکہ......جب اس اصل کے ماتحت دوسرے مذاہب کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ قریباً نوّے فیصدی ان کے دعوے ایسے تھے جو ان کی الہامی کتب میں نہیں پائے جاتے تھے......پھر آپ نے ثابت کیا کہ قرآن کریم تمام اصول اسلام کو خود پیش کرتا ہے اور ان کی سچائی کے دلائل بھی دیتا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں آپ نے سینکڑوں مسائل کے متعلق قرآن کریم کا دعویٰ اور اس کے دلائل پیش کر کے اپنی بات کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا اور دشمنان اسلام آپ کے مقابلہ سے بالکل عاجز آ گئے......یہ علم کلام ایسا مکمل اور اعلیٰ ہے کہ نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی موجودگی میں جھوٹ کی تائید کی جا سکتی ہے۔

(دعوۃ الأمیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 444 تا 446)

اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اقرار غیر از جماعت منصف مزاج علماء و محققین نے بھی کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی صاحب نے 1/6/1908 کی اشاعت میں لکھا:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ

وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔‘‘

کسرِ صلیب کے لئے بے نظیر معرفت

یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرامز کے بعد متعدد مسلمان علماء نے بھی یہی اسلوب اپنایا اور اسی طریق پر عیسائی عقائد اور تعلیمات کا ردّ کیا، جو ان کی طرف سے خاموش اعتراف ہے کہ آج اگر صلیب کو توڑنے کا کوئی حربہ ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ہے۔ اور اس کو استعمال کئے بغیر یہ کام کرنا ناممکن ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے کسرِ صلیب کے لئے وہ معرفت عطا فرمائی کہ اس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی۔‘‘ (نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 105)

أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان... کتابی صورت میں

پہلی تیس قسطوں کے ٹیکسٹ پر مشتمل کتاب أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کے نام سے ہی مصر میں شائع ہوئی، اس کی اشاعت کے بارہ میں مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

میرا ایک مصری دوست احمد رائف تھا جس کا تعلق اخوان المسلمین سے تھا۔ پچاس کی دہائی میں میرا اس سے تعارف ہوا۔ جب اسے پتہ چلا کہ مَیں احمدی ہو گیا ہوں تو ادھر ادھر سے سن کے اس نے بھی مکرم محمد بسیونی صاحب صدر جماعت کے پاس جا کر بیعت کر لی۔ لیکن دراصل اس کا مقصد یہ تھا کہ اس نے کہیں سے غلط پروپیگنڈہ سنا تھا کہ جماعت بیعت کرنے والے کو مال دیتی ہے۔ چنانچہ جب احمدی ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہاں سے لینے کی بجائے چندہ دینا پڑتا ہے، لہذا یہ احمدیت چھوڑ گیا۔ لیکن اس عرصہ میں ایک یہوواوٹنس فرقہ سے تعلق رکھنے والے عیسائی اور ایک چرچ کے پادری سے میری عیسائی عقائد کے بارہ میں بحث ہوتی رہتی تھی اور احمد رائف صاحب میرے ساتھ ہوتے تھے جو اکثر حیران ہو کر پوچھا کرتے تھے کہ تمہارے پاس یہ علوم کہاں سے آئے ہیں؟ اس کے بعد ساٹھ کی دہائی میں یہ قید ہو گئے اور بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ازاں بعد ان کی رہائی ہوئی تو انہوں نے اپنا دار النشر کھول لیا۔ جب عیسائی پادری

نے اسلام اور نبی ٔاسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توہین آمیز پروگرام شروع کئے تو انہوں نے کہا کہ اس پادری کا جواب صرف ایک شخص دے سکتا ہے اور اس کا نام مصطفیٰ ثابت ہے۔ انہوں نے مجھے تلاش کرنے کی بھی کوشش کی لیکن مَیں مصر میں نہیں تھا۔ دوسری طرف مجھے ان کے دارالنشر کا علم ہوا تو مَیں نے بھی ان سے رابطہ کی کوشش کی۔ پھر ہمارے مصری احمدی مکرم عمرو عبد الغفار صاحب کے ذریعہ ان سے رابطہ ہوا اور فون پر بات چیت ہوگئی، اس وقت تک أجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کی اقساط ٹی وی اور انٹرنیٹ پر آ چکی تھیں۔ احمد رائف صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ أجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کی پہلی جلد اپنے دارالنشر سے شائع کرے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے دارالنشر سے نہ صرف پہلی بلکہ دوسری جلد بھی شائع کی۔

کتاب کا مقدمہ

اس کتاب کا مقدمہ ایک مشہور مصری شخصیت ڈاکٹر محمد عمارہ مصطفیٰ صاحب نے لکھا ہے جو کہ اسلامی حلقوں میں عصر حاضر کے ایک مشہور و معروف اسلامی سکالر اور مفکر مانے جاتے ہیں۔ 100 سے زائد کتب کے مصنف ہیں اور ان کے لا تعداد ٹی وی پروگرامز اور دروس کی ویڈیوز انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

انہوں نے تقریباً 14 صفحات پر مشتمل اپنے مقدمہ میں عرب ممالک کے مقامی چرچ کی کرسچنائزیشن کی مہم میں شرکت کو تاریخی پس منظر کے حوالے سے بیان کیا۔ اس مقدمہ کے دوران انہوں نے مؤلف کے بارہ میں جولکھا وہ خلاصۃً اس طرح سے ہے:

کتاب کا مؤلف اور عالم جلیل الأستاذ مصطفیٰ ثابت اس کتاب کے ذریعہ جنگ کو اس کے حقیقی اور طبعی میدان میں لے آیا ہے، اور جنگ کا رخ ان عقائد کی طرف کر دیا ہے جس پر اس پادری اور اس کے ہمنواؤں کا ایمان ہے۔...... انہوں نے ان کے عقیدہ کے اصول توڑ دیئے ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے فکری دیوالیہ کا پردہ چاک کیا ہے۔ نیز انہوں نے اسلامی نصوص کے استعمال کرنے میں ان عیسائیوں کے صریح جھوٹ اور دجل پر مبنی حیلوں کو بے نقاب کیا ہے۔

(أجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان جلد 1 صفحہ 18-17)

الأزہر کا پادری کو آفیشل جواب

ڈاکٹر محمد عمارہ کی کوششوں سے یہ کتاب الأزہر کی ''مجمع البحوث الإسلامیہ'' میں پیش ہوئی اور پھر اس مجمع کی سفارش اور شیخ الأزہر کی اجازت سے ان کے آفیشل جریدہ ''صوت الأزہر'' میں قسط وار چھپنے لگی، بلکہ الأزہر نے اسے اپنی طرف سے اس عیسائی پادری کو رسمی جواب کے طور پر پیش کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد جب مصطفیٰ ثابت صاحب ان ریکارڈڈ پروگرامز کے علاوہ لائیو عربی پروگرام ''الحوار المباشر'' میں بھی آنے لگے اور لوگوں کو خوب علم ہوگیا کہ یہ احمدی ہیں تو کئی ویب سائٹس اور جرائد اور ٹی وی چینلز پر شور وغوغا بلند ہوا کہ جس شخص کے پروگراموں کی بہت تعریف کی گئی ہے اور ڈاکٹر محمد عمارہ نے اس کی کتاب کا مقدمہ لکھا ہے اور الأزہر کے رسمی ترجمان رسالہ میں اس کو قسط وار شائع بھی کیا ہے، وہ شخص احمدی ہے۔ لہذا کئی ویب سائٹس پر ابھی تک لوگوں کی قیاس آرائیاں موجود ہیں۔

کسی نے کہا کہ مسلمانوں کے تفرقہ کی وجہ سے اس مسلمان عالم دین کو پادری کا جواب دینے کے لئے احمدیوں کے چینل پر جانا پڑا۔ (شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی یہ 30 قسطیں عیسائی عقائد کے ردّ پر مشتمل تھیں جس کے دوران زیادہ تر بائبل کی نصوص ہی پیش کی جاتی رہیں اور کہیں بھی جماعت کے بارہ میں بات نہیں ہوئی تھی، تاہم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہیں کہیں قرآن کے ناسخ ومنسوخ سے پاک ہونے، وفات مسیح اور صلیبی موت سے مسیح کی نجات وغیرہ جیسے اپنے عقائد کا اظہار کیا تھا)

کسی نے لکھا کہ اگر یہ شخص عیسائی پادری کا منہ بند کر رہا ہے تو ہمیں اس کے دین وعقیدہ سے غرض نہیں ہونی چاہئے۔

کسی نے کہا کہ مجھے ان کی احمدیت کے بارہ میں جان کر شدید صدمہ ہوا ہے کیونکہ مجھے پادری کے خلاف ان کا اسلوب بہت پسند تھا۔

ایک شخص یاسر جبر نے الفرقان نامی ایک ویب سائٹ پر لکھا کہ انہوں نے یہ کتاب خریدی تھی لیکن ثابت صاحب کے درج ذیل ''جرائم'' کی وجہ سے مکمل نہیں پڑھی۔ یہ قرآن کریم میں

ناسخ اور منسوخ کے منکر ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع إلی اللہ کے منکر ہیں اور ایک پرانے فتوی اور شیخ محمد عبدہ کی بعض تحریرات سے اس کی وفات ثابت کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے منکر ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ان کو صلیب پر لٹکایا گیا لیکن صلیب پر ان کی وفات نہیں ہوئی۔

(http://www.elforkan.com/7ewar/showthread.php?t=4408)

ایک شخص ابو عبیدہ نے 25 دسمبر 2006ء کو ''اتباع المرسلین'' نامی ویب سائیٹ پر ثابت صاحب کو کافر اور ضال وغیرہ کہنے کے بعد لکھا کہ:

''مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہمیں اس شخص (مصطفیٰ ثابت) کے علم کو بالکل ہی ردّ کر دینا چاہیے، بلکہ ہمیں اس کے بعض دلائل و براہین لے لینے چاہیں لیکن اس کی تعریف یا اس کے لئے دعا وغیرہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ خدا کی خاطر ہمیں اس سے بغض رکھنا چاہیے''۔

(http://www.ebnmaryam.com/vb/t12986.html)

اس قسم کے تبصروں کے ساتھ تقریباً ہر ایک نے ہی یہ بھی لکھا کہ ڈاکٹر محمد عمارہ نے شاید مصطفیٰ ثابت صاحب کی کتاب کا مقدمہ اس لئے لکھ دیا کیونکہ انہیں ثابت صاحب کے احمدی ہونے کا علم نہ تھا، اور یہ کہ انہیں ایک بیان کے ذریعہ اپنے مقدمہ کو واپس لینا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ اسی عرصہ میں جب أجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کا دوسرا حصہ چھپا تو اس کا بھی ڈاکٹر محمد عمارہ نے 10 صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا جس کے آخر پر حاشیہ میں لکھا کہ پہلے حصہ کی اشاعت پر بہت سے لوگوں نے شور مچایا ہے کہ ایسی کتاب کی اس قدر پذیرائی کیوں کی گئی جس کے مؤلف کے مذہب سے جمہور مسلمین کا اختلاف ہے۔ اس کے جواب میں ہم سب کو یہ زرّیں اصول یاد دلاتے ہیں: لا تعرف الحق بالرجال ولكن اعرف الحق تعرف أهله۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی کی شخصیت کی بنا پر حق کے حق ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاتا بلکہ جس کے پاس حق ہوگا وہی اہل حق کہلائے گا۔ اور ہم اپنے آپ کو ایک کلمہ حق کے سامنے پاتے ہیں جو اس کتاب کے مؤلف کے قلم سے نکلا ہے۔ ہمیں اس کے مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔

ڈاکٹریٹ کی ڈگری

ہم نے ذکر کیا ہے کہ احمد رائف صاحب مصر کے ایک دار النشر ''الزهراء للإعلام

العربی ‘‘ کے مالک ہیں۔ یہ مصطفیٰ ثابت صاحب کے قدیمی دوست تھے۔انہوں نے آپ کی کتاب اپنے دارالنشر سے شائع کی۔انہوں نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اسے کئی ایسے علماء کے سامنے پیش کیا جو یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالہ جات کی بنا پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دینے کا فیصلہ کرتے ہیں اوران سب نے کتاب أجْوِبة عَنِ الْإِيْمَان کے مصنف کوڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا۔گوکہ اس ڈگری کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن یہ ان کی طرف سے جذبات کا اظہار ہےجس کا بیان انہوں نے 8؍ستمبر 2007 کو ہونے والے ’’الحوار المباشر‘‘ میں فون کال کے ذریعہ کیا۔

چنانچہ اس دارالنشر سے شائع ہونے والے کتاب کے دونوں حصوں پر مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے نام کے ساتھ ’’الدکتور‘‘ کے لفظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

أجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کی ویب سائٹ نیز الحوار المباشر میں اور جماعت کی مرکزی عربی ویب سائٹ پر بہت سے لوگوں نے عیسائی حملے کے جواب کے لئے جماعت کی خدمات کو سراہا اور اسلام کے دفاع کے اس کام پر مبارکباد دی۔ان تمام امور کا مفصل بیان الحوار المباشر کے ذکر میں آئے گا۔إن شاء اللہ العزیز۔

اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر

جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے تیار کردہ پروگرامز أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کو ایم ٹی اے پر چلانے کا ارشاد فرمایا تو کچھ ہی دنوں میں اعتراضات کی چھریوں سے گھائل غیور مسلمانوں کے زخم بھرنے لگے اور ایسے پروگرامز کو بڑھانے کے مطالبے آنے شروع ہوئے۔ مثال کے طور پر مصر کے ایک غیر از جماعت دوست مکرم ناصر علی صالح البرکاتی نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے کہ آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور دفاع کا حق ادا کیا ہے اور عیسائی ضَآلِّیْن اور مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ اور صَابِئِیْن کے جواب میں ہمارے پیارے دین کی صحیح وضاحت کی ہے۔ براہ مہربانی مزید ایسے پروگرام پیش کریں اور ایم ٹی اے پر کچھ مزید گھنٹے اس کام کے لئے مخصوص کر دیں۔ یہ کام جلدی کر دیں تا اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ثابت ہو سکے۔''

کچھ عرصہ کے بعد ہی لائیو عربی پروگرامز شروع ہو گئے، اور ابتدائی چند پروگرامز کے بعد ہی حضور انور کے حسب ہدایت وراہنمائی ردّ عیسائیت کا موضوع چنا گیا جو بہت دیر تک جاری رہا۔ بعد میں اس پروگرام میں دیگر بہت سے دینی مسائل اور موضوعات بھی زیر بحث لائے گئے اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ آیئے تاریخی اور واقعاتی لحاظ سے اس لائیو پروگرام کے بارہ میں کسی قدر تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

ایم ٹی اے پر لائیو (Live) عربی پروگرامز کی ابتدا

مکرم محمد شریف عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''2005ء تک MTA پر سوائے حضور انور کے خطبہ کے اور کوئی لائیو پروگرام نہ تھا۔ 2005ء کی ہی بات ہے کہ ایک دن خاکسار اور مکرم ہانی طاہر صاحب اور عبد المومن طاہر صاحب مسجد فضل سے ملحقہ نصرت ہال میں بیٹھے تھے کہ اس موضوع پر بات ہوئی چنانچہ سب کے اتفاق کرنے پر اسی وقت حضور انور کی خدمت میں خط لکھا گیا اور حضور انور نے ازراہ شفقت عربی زبان میں لائیو پروگرام کرنے کی منظوری عطا فرمائی۔''

چنانچہ پہلا لائیو عربی پروگرام 4 اگست 2005ء کو مسجد فضل لندن کے احاطہ میں ایم ٹی اے سٹوڈیو میں ہوا جس میں فلسطینی علاقہ کے ایک مفتی کے جماعت کے خلاف اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔ اس پہلے پروگرام میں مکرم محمد شریف عودہ صاحب اور ہانی طاہر صاحب نے شرکت اختیار کی۔ پھر اسی ماہ تین مزید پروگرام کئے گئے جن میں ان دو احباب کے علاوہ حضور انور کے ارشاد پر مکرم عبد المومن طاہر صاحب نے بھی شرکت فرمائی نیز ربوہ سے مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب کو بھی فون پر اس پروگرام میں شامل کیا گیا۔ ازاں بعد مکرم شریف صاحب اور ہانی طاہر صاحب واپس چلے گئے اور پھر نومبر میں دوبارہ لندن آئے۔ یوں اگلا پروگرام 24 نومبر 2005ء کو نشر ہوا جو تین دن یعنی 26 نومبر تک جاری رہا۔ اس وقت اس کا کوئی نام نہ تھا بلکہ لائیو عربی نشریات یا لائیو پروگرام کے نام دیئے گئے تھے۔ ان تین پروگرامز میں مکرم محمد شریف عودہ صاحب میزبان اور مکرم عبد المومن طاہر صاحب اور مکرم ہانی طاہر صاحب مہمان کے طور پر شامل ہوئے جبکہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کینیڈا سے اور مکرم محمد منیر ادلبی صاحب نے شام سے اور مکرم تمیم ابو دقہ صاحب نے اُردن سے بذریعہ فون شمولیت اختیار کی۔ اس دوسرے لائیو عربی پروگرام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد، جماعت کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈہ کا ردّ، قرآن کریم پر حدیث کو حاکم قرار دینے کے خیال کا ردّ وغیرہ جیسے بنیادی مضامین کو بیان کیا گیا اور غیر از جماعت مسلمانوں کے خودساختہ قواعد کے سقم کا مفصل بیان ہوا اور اس کے نتیجہ میں تفاسیر اور مفاہیم میں راہ پا جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی۔ دو تین احمدی

احباب نے فون کر کے مبارکباد دی اور دو غیر از جماعت احباب نے بھی اپنے سوال کئے۔
تین روز کے اس پروگرام کے آخر پر یہ کہا گیا کہ ہم کوشش کریں گے کہ ایسے پروگرام ہر ماہ کئے جائیں اور احمدی احباب سے درخواست ہے کہ انٹرنیٹ پر ان پروگرامز کا خوب چرچا کردیں تا کہ غیر از جماعت احباب کثرت سے اس میں شامل ہوں اور اپنے شکوک اور اعتراضات کا درست جواب حاصل کرسکیں۔ دسمبر میں محمد شریف عودہ صاحب جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے لئے چلے گئے اور جنوری میں واپسی ہوئی لہذا اگلا پروگرام فروری 2006ء میں ہوا۔

پروگرام کا نام ”اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر“

اس پروگرام کے لئے بہت سے نام تجویز ہوئے لیکن مکرم تمیم ابودقہ صاحب آف اردن کے مجوزہ نام ”اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر“ پر اتفاق کیا گیا اور حضور انور کی منظوری کے بعد اس کو اختیار کیا گیا۔
لہذا 2 تا 4 فروری 2006 کو ہونے والا لائیو پروگرام ”اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر“ کے نام کے ساتھ شروع ہوا جس میں ہجرت نبوی اور اس سے ملنے والے دروس کے حوالے سے اسلام کی رواداری اور امن پسندی اور اس حوالے سے احمدیوں کو تختۂ مشق ستم بنانے کے غیر اسلامی افعال کے بارہ میں بات ہوئی۔ اور اس کے بعد سے یہ پروگرام ہر ماہ باقاعدگی سے ہونے لگا۔

پروگرام کا موجودہ فارمیٹ

مارچ 2006ء کا ”اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر“ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں پروگرام کا موجودہ فارمیٹ بنا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک قائم ہے، یعنی محمد شریف صاحب میزبان، دو عدد عرب احمدی علماء اور عربک ڈیسک میں سے ایک ممبر۔ قبل ازیں تقریباً تین ماہ کے پروگرامز میں یا تو صرف دو عرب احمدی علماء ہی تھے جن میں سے ایک میزبان اور ایک مہمان ہوتا تھا یا ان کے ساتھ عربک ڈیسک میں سے ایک دوست ہوتے تھے۔ اس نئے فارمیٹ میں بھی خدا تعالیٰ کی خاص حکمت تھی اور اسی کی تدبیر سے سب ہوا۔ اس کی تفصیل مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب یوں بیان کرتے ہیں کہ:
”جب ایم ٹی اے پر پروگرام أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان چلے تو اس پر ہمیں بہت زیادہ Responce ملنا شروع ہوا جس کی وجہ سے محمد شریف عودہ صاحب امیر جماعت کبابیر نے

مجھے کہنا شروع کیا کہ مَیں حاضر ہوں اور کوئی لائیو پروگرام اس حوالے سے شروع کیا جائے حتی کہ بالآخر انہوں نے کہا کہ اب مَیں نے آپ کا کوئی جواب نہیں سننا لہذا اس دفعہ آپ لندن آجائیں۔ چنانچہ مجھے آنا پڑا۔ یہ مارچ 2006ء کی بات ہے۔مَیں نے لندن آتے ہوئے جہاز سے کچھ کھایا جس کی وجہ سے مجھے اسہال کی شکایت ہوگئی اور اگلے دن اس قدر ضعف اور طبیعت خراب ہوئی کہ میری اس حالت کے پیش نظر مکرم تمیم ابو دقہ صاحب کواردن سے بلوایا گیا نیز عربک ڈیسک سے مکرم عبد المومن طاہر صاحب کوشامل کیا گیا۔ اگلے دن پروگرام کے وقت خدا کے فضل وکرم سے میری صحت بھی ٹھیک ہوگئی۔ یوں اس پروگرام کا (جو کہ چند ماہ سے جاری تھا اور اس میں عموماً ایک میزبان اور ایک مہمان ہوا کرتا تھا) انداز بدل گیا اور اس میں دوعرب مہمان اور ایک عربک ڈیسک کا ممبر شامل ہونے لگے''۔

مکرم تمیم صاحب اس بارہ میں کہتے ہیں کہ:

''عربی لائیو پروگرام شروع ہونے کے ساتھ ہی شریف صاحب نے مجھے ویزہ کے لئے کوشش کرنے اور ذہنی طور پر کسی پروگرام میں بطور مہمان شامل ہونے کے لئے تیار رہنے کا کہہ دیا تھا۔مَیں نے ویزہ کے لئے کاروائی شروع کر دی تھی اور ابھی ویزہ ملنے کا انتظار ہی کر رہا تھا کہ شریف صاحب نے کہا کہ اس ماہ یعنی مارچ 2006ء کے پروگرام میں ویزہ ملنے کی صورت میں وہ مجھے بطور مہمان بلائیں گے۔ لیکن چونکہ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے عیسائیت کے ردّ میں پروگراموں کا سلسلہ ''أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان'' MTA پر چلایا جا چکا ہے اس لئے اس ماہ یہ طے پایا کہ مصطفیٰ ثابت صاحب کومہمان کے طور پر بلایا جائے۔ الحمد للہ مجھے ویزہ مل گیا اور ادھر پروگرام میں شرکت کے لئے مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب اور محمد شریف عودہ صاحب بھی لندن پہنچ گئے۔اس دوران مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے بڑی عجلت میں لندن جانا پڑا ہے اور وہاں جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات ہوئی ہے۔ ملاقات کے دوران میں اپنا تعارف کروانے کی کوشش کرتا ہوں تو حضور انور فرماتے ہیں I know you۔مَیں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ شاید اس رؤیا میں اگلے ماہ حضور انور سے میری ملاقات ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔اس ماہ کا پروگرام شروع ہونے سے ایک دن قبل مجھے محمد شریف صاحب نے فون کیا، ان کی آواز سے پریشانی نمایاں تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ مکرم

مصطفیٰ ثابت صاحب شدید بیمار ہوگئے ہیں اور پروگرام میں شرکت نہیں کرسکیں گے۔ ہم ابھی حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوکر مصطفیٰ ثابت صاحب کی جگہ آپ کو شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں اور حضور انور سے منظوری کی صورت میں آپ کو ابھی سفر کے لئے نکلنا ہوگا، اس لئے آپ اپنی تیاری مکمل کرلیں تاکہ منظوری ہوتے ہی وہاں سے چل پڑیں۔ مَیں سوچ میں پڑ گیا کہ ایک تو یہ میرا پہلا لائیو پروگرام ہوگا، پھر یہ پروگرام اس موضوع کے بارہ میں نہیں ہوگا جس کی مَیں نے تیاری کی ہے بلکہ کسی ایسے موضوع کے بارہ میں ہوگا جس کا ابھی تک مجھے علم ہی نہیں ہے۔ نہ جانے وہاں کیا صورتحال پیدا ہوجائے۔ بہر حال ان سب سوچوں اور سوالوں کا میرے پاس ایک ہی جواب تھا کہ تمہارا کام لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوجانا ہے۔ باقی یہ خدا کے کام ہیں وہ خود ہی ساری کمی پوری فرمادے گا۔ بہر حال حضور انور کی منظوری سے مَیں اردن سے ٹکٹ خرید کر لندن کے لئے عازم سفر ہوا اور پروگرام شروع ہونے سے صرف دو گھنٹے قبل لندن میں مکرم شریف صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ لندن پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مصطفیٰ ثابت صاحب کی صحت بہتر ہوگئی ہے اور وہ اب اس پروگرام میں شامل ہوسکیں گے۔ چنانچہ حضور انور کی ہدایت اور منظوری سے اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے نام سے شروع ہونے والے اس پہلے پروگرام کا شروع سے ہی یہ فارمیٹ بن گیا کہ محمد شریف عودہ صاحب اس کے میزبان ہوں اور دو عرب دوستوں کے ساتھ عربک ڈیسک سے ایک ممبر شریک ہوا کریں۔ یہ پروگرام بہت اچھا اور کامیاب رہا۔ پروگرام کے اختتام پر حضور انور سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو مَیں نے عرض کیا: حضور میرا نام تمیم ابودقہ ہے۔ ابھی مَیں نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا تھا کہ حضور نے فرمایا: I know you۔ اس پر مَیں نے حضور انور کی خدمت میں اپنے رؤیا کا ذکر کیا جس میں چند دن قبل حضور انور کی زبانی یہی کلمات سن چکا تھا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ‘‘۔

اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں ردّ عیسائیت

مارچ 2006ء کے پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کی اقساط کے فالو اپ کے طور پر عیسائیت کے عقائد اور عیسائی پادری کے اعتراضات کے ردّ کا آغاز ہوا۔ جس میں پہلے نصف گھنٹے میں أَجْوِبَة عَنِ الْإِيْمَان کی ایک قسط چلائی جاتی تھی اور اس کے بعد مختلف

اعتراضات وسوالات کا جواب دیا جاتا تھا اور بعض لائیو کالز بھی لی جاتی تھیں۔

ردّ عیسائیت کے ان لائیو پروگرامز کے سلسلہ کا اعلان ای میلز کے ذریعہ لاکھوں افراد تک پہنچایا گیا، اسی طرح انٹرنیٹ پر مختلف عربک فورمز پر بھی اس اعلان کو نشر کیا گیا اور لندن سے چھپنے والے اخبار الشرق الاوسط نیز کویت اور اردن کے بعض اخبارات میں یہ اعلان شائع ہوا۔

ابتدائی پروگراموں کی کچھ جھلکیاں

صرف جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت تھی جس کی طرف سے عیسائی پادری کا منہ توڑ جواب دیا گیا۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ردّ عیسائیت کے چند لائیو پروگرامز کی کچھ جھلکیاں یہاں درج کر دی جائیں۔

تہجد کی دعائیں قبول ہو گئیں

عیسائیت کے ردّ میں پہلے لائیو پروگرام میں سعودی عرب سے ایک غیر از جماعت خاتون اُمّ محمد نے اس پروگرام میں فون پر کہا:

''مَیں پانچ ماہ سے زائد عرصہ سے عیسائی چینل اَلْحَیَاۃ دیکھ رہی تھی اور نہایت حیران وپریشان تھی کہ عالم اسلام میں کوئی ایک بھی ایسا عالم نہیں جو ان کو جواب دے۔مَیں نے کئی اسلامی اداروں اور متعدد مولویوں سے رابطہ کیا۔کسی نے جواب دینے کا وعدہ کیا، تو کسی نے کہا کہ ہم نے پادری کی باتیں نہیں سنیں اس لئے کچھ کہہ نہیں سکتے، اور کسی نے کہا کہ تم ایسے چینل کیوں دیکھتی ہو؟ اس صورتحال میں میرے سامنے صرف ایک ہی راستہ بچا تھا یعنی یہ کہ اپنے خدا سے اس بارہ میں دعا کروں۔ چنانچہ مَیں روزانہ تہجد میں رو رو کر خدا کے حضور دعا کیا کرتی تھی کہ اے خدا تو خود ہی ایسے لوگ کھڑے کر دے جو اس عیسائی چینل کا منہ توڑ جواب دیں، اور الحمدللہ کہ آج میرے خدا نے میری تہجد کی دعائیں سن لی ہیں، اور مَیں نے آپ کے چینل پر آپ کے روشن چہرے دیکھ لئے ہیں۔اور چونکہ ضرررساں چیز میں بھی کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے، چنانچہ پادری کے ضرررساں حملے کا کم ازکم یہ فائدہ تو ہوا مجھے آپ جیسے نیک لوگوں کو دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

عیسائی پادری کے چیلنج کے بارہ میں گو کہ ہم اپنے مشائخ کو ارفع قرار دیتے ہیں کہ وہ اس معمولی معترض کا جواب دیں، لیکن مشائخ نہیں تو کوئی تو ایسا ہو جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے اور خدا کی رضا جوئی کی خاطر اس پادری کو جواب دے۔ خدا تعالیٰ نے آپ جیسے لوگوں کو اس کام کے لئے چنا ہے کہ یہاں بیٹھ کر اس شخص کا منہ توڑ جواب دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے"۔

قبل ازیں ہم اس عیسائی پادری کی اسلام دشمن مہم کے بارہ میں الأزہر کا موقف بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہاں اُمّ محمد صاحبہ آف سعودی عرب کی فون کال کے حوالے سے ایک اہم امر کی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ گو پادری نے الأزہر کا نام لے کر چیلنج کیا کہ اگر کوئی ان میں سے میری باتوں کا جواب دینے کی طاقت رکھتا ہے تو میرے سامنے آئے۔ اس کے باوجود علمائے ازہر نے اس کو کوئی جواب نہ دیا اور عامۃ الناس میں اس کے ایک بڑے اہم سبب نے بہت گردش کی جس کا ذکر اُمّ محمد کی اس فون کال میں ہے۔ یعنی یہ کہ پادری تو بہت معمولی شخصیت ہے اس کی شیخ الأزہر یا الأزہر کے دیگر مشائخ سے کیا نسبت؟ بلکہ اس کی مثال یوں ہے کہ کسی گاؤں کی مسجد کا مولوی کھڑا ہو کر کہے کہ میں پوپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ میرے سامنے آئے اور میرے سوالوں کا جواب دے۔ لہذا الأزہر کے مشائخ کی طرف سے اس طرح کے پادری کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

لیکن قارئین کرام کو اس سقیم طرز فکر کے نقصان کا اندازہ ہو گیا ہو گا جس کا نتیجہ سوائے یاس وحسرت کے کچھ نہیں۔ اور اسی حسرت کا اظہار اُم محمد صاحبہ نے کیا ہے کہ ٹھیک ہے اگر علماء اس کو جواب نہیں دیتے تو کوئی تو ہو جو اس پادری کا منہ بند کرے کیونکہ یہاں اپنی عزتوں اور جھوٹی اناؤں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وناموس کی حفاظت ودفاع کا ہے۔

کسی علمی ردّ کی ضرورت نہیں۔ (الأزہر)

اس وضاحت کے بعد اب ہم دوبارہ ردّ عیسائیت کے اس پہلے لائیو پروگرام کی طرف لوٹتے ہیں جس میں الأزہر کے شعبہ حدیث کے صدر ڈاکٹر عزت عطیہ نے بھی فون کر کے

شمولیت اختیار کی اور الأزہر کا موقف بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ:

’’الأزہر کو پادری کے کلام میں کوئی ایسی بات نہیں ملی جس کے کسی علمی ردّ کی ضرورت ہو۔ عامة المسلمین پر واجب ہے کہ وہ کفر کو ایمان سمجھ کر اور جھوٹ کو سچ سمجھ کر اختیار کرنے سے مجتنب رہیں۔اس لئے ہم عامة المسلمین کو خبردار کرتے ہیں کہ ہر شخص جو کسی کتاب کی عبارتیں پیش کرتا ہے ضروری نہیں کہ اس نے وہ کتاب بھی پڑھی ہو۔ یہاں اب معاملہ اپنے نفس کے دفاع کے مشابہ ہے جس کا ہر انسان خود ذمہ دار ہے۔ہاں جو اُلازہر سے مدد کا مطالبہ کرے گا اسے مدد دی جائے گی۔ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔‘‘

ڈاکٹر عزت عطیہ صاحب کی اس بات کا مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے یہ جواب دیا کہ اُلازہر کو اور بہت سے کام ہیں اور یہ کام یعنی اس پادری کو جواب دینے کا کام شاید میرے جیسے عام آدمی کے ہی مناسب حال ہے۔

اس پر مکرم تمیم صاحب کا تبصرہ بھی بہت مناسب تھا جنہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف تلوار کے ذریعہ ہی حملہ نہ کیا جاتا تھا بلکہ کفار کے شعراء اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے ذریعہ بھی حملے کرتے تھے۔اور تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حملوں کا بھی جواب دینے کا ارشاد فرمایا۔اس لحاظ سے ہم یہاں پر بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ہم یہاں پر ایک جماعت کی حیثیت سے یہ کام کر رہے ہیں اور ہمارے خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب نے اس پادری کو جواب دینے کا ارشاد فرمایا ہے جس کے لئے مصطفیٰ ثابت صاحب اور دیگر افراد جماعت نے کوشش کی ہے۔کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا ردّ کرنے سے اعراض انہیں تکبر وتمرّد میں اور اہانت کے ارتکاب میں مزید بڑھائے گا۔

اگلے دن مؤرخہ 4/مارچ 2006ء کے پروگرام میں دبئی سے تامر حسین صاحب نے کہا کہ:

’’کل الأزہر کے ڈاکٹر عزت عطیہ نے جو بات کی تھی مَیں اس کے بارہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں ازہر کے کئی مشائخ کے ساتھ ذاتی طور پر ملا ہوں جن کے نام یہاں لینے کی ضرورت نہیں اور ایسا پروگرام شروع کرنے کا کہا تھا جواب آپ نے شروع کیا ہے لیکن بالآخر ان کی طرف سے یہی آخری جواب تھا کہ الأزہر کے پاس اپنے مسائل ہی کافی ہیں۔(یعنی ایسے

پروگرام شروع کرنے کی فرصت نہیں) بہر حال ہم آپ کے چینل کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور جس طریق پر آپ کہیں ہم آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔‘‘

اسی پروگرام میں حیفا سے مکرم یحییٰ شنبور صاحب نے ڈاکٹر عزت عطیہ کی فون کال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

’’مَیں الأزہر کے ڈاکٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں جنہوں نے آ کر الأزہر کے مشائخ کا دفاع کیا اور کہا کہ ہر انسان اپنا دفاع خود کرے، لیکن جب افغانستان میں طالبان کی حکومت نے بدھا کے مجسمے توڑ ڈالے تھے تو مسلمانوں کے قافلے ان کو بچانے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ بلکہ اس سلسلہ میں جب شیخ الأزہر پر بہت اعتراض ہوا کہ انہوں نے اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا نہیں کیا تو انہوں نے اپنا تو بہت زیادہ دفاع کیا تھا، حالانکہ شیخ الأزہر کو چاہئے تھا کہ وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع بھی کرتے۔‘‘

مسموم خیالات سے رہائی

اسی پروگرام میں الجزائر سے مکرم عبدالرزاق قماش صاحب نے بھی فون کیا (یہ دوست جماعت احمدیہ کی ردّ عیسائیت کی مہم سے متأثر ہو کر جماعت کے قریب ہوئے اور پھر کچھ عرصہ کی تحقیق کے بعد بیعت کر لی، تاہم یہ فون کال بیعت سے پہلے کی ہے) انہوں نے کہا:

’’نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس پادری کو کمزور مسلمانوں کی عقل و دماغ میں فساد بھرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ اور اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس پادری کی بد زبانیوں کا جواب دینے کے لئے مسلمان مبلغین بھی میدان سے غائب نظر آتے ہیں۔ اس پادری کی کارروائی کے خطرناک نتائج جو سامنے آ رہے ہیں ان میں سے ایک یہ ہوا کہ میرا بھائی بھی اس کے خیالات کے زیر اثر آ گیا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ مَیں نے عیسائیت کے ردّ میں احمدیت کے طرز فکر کو استعمال کرتے ہوئے اس کو سمجھانا شروع کیا اور الحمد للہ میں اس سے پادری کے پھیلائے ہوئے ان زہرناک خیالات کو دور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن مَیں سوچتا ہوں کہ کیا ہر بھٹکنے والے نوجوان کو کوئی سمجھانے والا مل سکے گا جو اسے پادری کے خطرناک خیالات کی زد سے باہر نکال لائے؟‘‘

ابتدائی پروگرامز پر حقیقت پسندانہ تبصرہ

مکرم شریف عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''مکرم عادل ابومزحیہ صاحب جو اردن کے سابقہ شیعہ عالم دین تھے بیان کرتے ہیں کہ جب پادری زکریا بطرس نے اسلام اور نبیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی اور حملہ شروع کیا تو ہم شیعہ مولویوں نے اس کے ردّ کا سوچا، بلکہ مَیں نے کہا کہ اس کیلئے ہمیں کتب اور بعض علماء کی مدد اور بہت بڑے بجٹ کی ضرورت ہوگی۔ہم ابھی اسی سوچ بچار میں تھے کہ جماعت احمدیہ نے اس کے ردّ میں پروگرام شروع کر دیئے۔مَیں ان پروگراموں میں بیٹھنے والوں کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ تو کل کے بچے ہیں یہ اس پادری کا جواب کیسے دے سکتے ہیں جس کے ساتھ ایک بہت بڑی آرگنائزیشن کام کر رہی ہے۔عادل ابومزحیہ صاحب اردن میں مکرم تمیم ابودقہ صاحب کے ساتھ اکثر بحث مباحثہ کرتے رہے تھے۔لیکن اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے ان پروگرامز کو دیکھنے کے بعد انہیں یقین ہو گیا کہ جس طرح کے یہ جواب دیتے ہیں یہ ان کی اپنی طرف سے نہیں ہو سکتے،ضرور کوئی خدائی ہاتھ اور اس کی تائید اِن کے شامل حال ہے۔اس بات نے انہیں جماعت کی طرف مائل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ پروگرامز دیکھتے دیکھتے بالآخر یہ اس یقین پر پہنچ گئے کہ خدائی تائید اور حق یقیناً ان لوگوں کے ساتھ ہے۔اور پھر 2008ء کے جلسہ سالانہ UK میں بطور مہمان تشریف لائے تو دل میں یہ ارادہ رکھتے تھے کہ اگر مطمئن ہو کر بیعت کرنے کے مرحلہ تک پہنچ بھی گئے تب بھی چھ ماہ سے قبل بیعت نہیں کریں گے تا کہ مزید سوچ سمجھ لیں اور ہر طرح کی تحقیق کر لیں۔لیکن جلسہ کے دوسرے دن ہی اُن کی کایا پلٹ گئی اورانہوں نے بیعت کر لی اور عالمی بیعت میں نو مبایع کی حیثیت سے شرکت کی۔''

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب تاثیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ہے اور یہ سب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خاص دعاؤں کا ثمر ہے۔

پروگرام میں شامل ہونے والی شخصیات

ان پروگرامز میں جہاں عرب دنیا کے پڑھے لکھے عیسائیوں اور مسلمانوں نے شرکت کی

وہاں بہت بڑے بڑے پادریوں، عیسائی اور مسلمان علماء اور الازہر کے بعض شیوخ واساتذہ نے بھی شمولیت اختیار کی۔ان میں سے مصر کے ایک بہت بڑے عیسائی پادری عبد المسیح بسیط اور پادری متیاس، بیت المقدس کے پادری پیٹر مدروس اور حنا رشاوی، اور شام کے پادری سمیح الصدی، لبنان کے پادری میخائیل اور پادری موسیٰ جبریل وغیرہ شامل ہیں۔ نیز عیسائی سکالرز میں سے فرانس سے ریاض حنا، مصر کے السید جرجس وہانی الکمال، پروفیسر جورج اور ڈاکٹر راجی ریاض وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح مسلمانوں میں سے ڈاکٹر عبد السلام محمد استاد علوم بائبل جامعۃ الأزہر مصر، الازہر کے ہی ڈاکٹر خالد الحسینی، عمر الشاعر اور الشیخ عزت عطیۃ، مکّہ مکرمہ سے محمود الشرباصی صاحب، ابوطھی سے مجدی صاحب، مصر سے الشیخ ابو عبد المنیاوی، شاعر یاسر انور صاحب اور کویت سے علاء سرور اور احمد الشیخ وڈاکٹر محمد جعارہ، اور لندن سے ردّ عیسائیت میں کئی کتب کے مصنف مکرم شریف سالم صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں نہ صرف عرب دنیا سے بلکہ یورپ اور آسٹریلیا وافریقہ اور برازیل وغیرہ بلکہ دنیا کے ہر کونے سے فون کے ذریعہ اس پروگرام میں شامل ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔اور ای میلز کے ذریعہ اس پروگرام پر تبصرہ کرنے اور تجاویز ارسال کرنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

ان پروگرامز کے بارہ میں مختلف لوگوں کی آراء اور فون کالز اور تبصروں کے درج کرنے سے قبل عیسائیوں کے ساتھ ان پروگرامز کے بعض اہم واقعات کا درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پروگرام کی مقبولیت

ردّ عیسائیت پر شروع ہونے والے ان پروگرامز کے بارہ میں ایک بات جس کا سب نے اعتراف کیا یہ تھی کہ پروگرام سب کے لئے کھلا ہے اور ہر ایک کو مناسب وقت دیا جاتا ہے، ہر ایک کا احترام کیا جاتا ہے، اور بڑے دوستانہ ماحول میں بحث ہوتی ہے۔ حتی کہ بعض پادریوں کے ساتھ ہنسی مذاق بھی چلتا تھا، اور اگر ریگولر کالرز میں سے کوئی کسی روز شرکت نہ کرسکتا تو اگلے دن اس سے شکوہ بھی کیا جاتا کہ آپ کا انتظار کیا گیا تھا۔

محمد شریف عودہ صاحب کی حضورانور کے ساتھ ملاقات میں خاکسار ایک دفعہ ترجمان کے طور پر حاضر ہوا، اس میں حضورانور نے فرمایا: ہر معاملہ میں آپ دلائل کی رو سے اپنا نقطۂ نظر پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں، کسی کو زبردستی منوانا یا provoke کرنا تو ہمارا مقصد نہیں ہے۔

خاکسار کے خیال میں سب سے زیادہ برکت حضورانور کے اس ارشاد پر عمل کرنے سے ہوئی۔ کیونکہ دوستانہ ماحول میں نقطۂ نظر خوب واضح کر دیا جاتا تھا اور جوش کے مقابلہ پر بعض اوقات جوش بھی نظر آتا تھا، غلط اور خلاف واقعہ و خلاف اخلاق بات کا سختی سے نوٹس بھی لیا جاتا تھا۔ مدّ مقابل کو اصل سوال کا جواب دینے کا ایک دو بار پابند بھی کیا جاتا تھا، لیکن آخری فیصلہ دیکھنے والوں پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس اسلوب کو بہت سراہا گیا اور اس کی وجہ سے پروگرام کی مقبولیت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

سادہ لوح عیسائیوں کے حیلے

پروگرام کی ابتدا سے ہی مکرم شریف صاحب نے پادریوں کو دعوت عام دینا شروع کی۔ شروع میں تو کوئی پادری سامنے نہ آیا، صرف عام عیسائیوں نے آ کر دفاع کی کوشش کی لیکن وہ بہت کمزور ثابت ہوئے۔ جس کے ردّ عمل کے طور پر بعض سادہ لوح عیسائیوں کی طرف سے بعض حیلے بھی سامنے آئے۔

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ بعض عیسائیوں نے اسلامی ناموں کے ساتھ پروگرام میں شرکت کی، لیکن اپنی باتوں سے پہچانے گئے۔ مثلاً بعض نے آ کر کہا کہ پادری زکریا بطرس اپنی طرف سے تو کچھ نہیں لے کر آیا آخر ''ہماری'' کتب سے ہی بعض نصوص اس نے پیش کی ہیں، پھر ہمیں اس کو یا اس کے عقائد کو برا بھلا کہنے کا کیا حق ہے؟

کسی نے یہ کہا کہ ہمیں عیسائیوں کے عقائد کو غلط ثابت کرنے کی بجائے اس پادری کی پیش کردہ اسلامی کتب کی نصوص کا دفاع کرنا چاہئے اور ثابت کرنا چاہئے کہ یہ نصوص درست ہیں اور پادری کے لگائے ہوئے بہتان غلط ہیں۔

کسی نے آ کر یہ کہا کہ مَیں مسلمان تھا اور عیسائیت کی فلاں خصوصیت اور اسلام کی فلاں خرابی کی وجہ سے عیسائیت قبول کر لی اور مَیں سمجھتا ہوں کہ عیسائیت حق ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس بات پر چھوٹا سا تبصرہ ضروری ہے۔ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ لوگ حقیقتاً مسلمان تھے یا عیسائی، لیکن جس نہج کی طرف وہ ہمیں لے جانا چاہتے تھے وہ نہج درست نہیں ہے۔افسوس کہ کئی مسلمانوں نے اسی نہج کو اپنایا اور اسلام کے دفاع کی بجائے اس کی حجت کو مزید کمزور شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا باعث ٹھہرے۔جبکہ اس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق جماعت احمدیہ کا موقف بڑا واضح اور دوٹوک ہے کہ تمام امور کو اصل الہامی کتاب کی طرف لوٹا دیں۔اگر یہ نصوص کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے متصادم ہیں تو یہ بجا طور پر مؤلف کی غلطی ہے جس کا اصل اسلامی تعلیمات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، لہذا ہمیں اس کے دفاع کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ہاں جو اصل قرآنی اور صحیح احادیث کی نصوص پر اعتراضات ہیں ان کی وضاحت اور ان کا جواب دینا ہمارا فرض ہے۔اس کے بالمقابل جب بھی دیگر مذاہب کے بارہ میں بات ہوتی ہے تو ہم ان کی الہامی کتب اور ان کی معتبر تحریرات پر ہی بنا کرتے ہیں اور اِدھر اُدھر جانے کی بجائے انہیں ان کے اصلی مصادر تک ہی محدود رہنے کا پابند کرتے ہیں۔اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا انکار صرف وہی کرے گا جس کی حجت کمزور اور خلاف واقعہ واخلاق وآداب تعلیم ہوگی اور ایسی تعلیم کے الہامی ہونے پر سوال اٹھیں گے۔

پادریوں کی شرکت

عام عیسائیوں کے کمزور دفاع اور ایم ٹی اے کے مسلسل چیلنج کی وجہ سے چرچ پر عیسائیوں نے دباؤ ڈالنا شروع کیا اور بڑے بڑے پادریوں کو دفاع کے لئے فون کرنے پر اکسایا جس کی وجہ سے بالآخر مختلف پادری حضرات نے آکر اپنے عقائد کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ان میں سے دو پادریوں کا ذکر خصوصی طور پر یہاں کرنا ضروری ہے۔

پادری عبد المسیح بسیط کے اعترافات

یہ مصر کے مریم العذراء نامی چرچ کے باقاعدہ پادری، کئی کتب کے مصنف، اور آرتھوڈکس

عیسائیوں میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔

☆ 5 مئی 2006ء کے پروگرام میں انہوں نے کہا کہ:"اس پروگرام کے بارہ میں جو بات مجھے سب سے زیادہ اچھی لگی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کے لئے کھلا ہے،مَیں آپ کا یہ پُرشجاعت اقدام قابل رشک ہے۔اور ہم آپ کی وسعت حوصلگی کی داد دیتے ہیں اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں"۔

☆ اسی طرح انہوں نے 3 مارچ 2007ء کے پروگرام میں جماعت احمدیہ کے بارہ میں ایک اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

"احمدیہ فرقہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ دین کے معاملہ میں جبر واکراہ اور طاقت کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتی۔اس لئے اس جماعت میں سے نہ کوئی دہشت گرد ہے نہ پُر تشدد خیالات کا حامل۔"

اسی طرح متعدد پروگرامز میں ان پر اتمام حجت ہوئی اور ان سے جواب نہ بن پڑا۔چنانچہ انہوں نے اس بات کا سہارا لیا کہ آپ مجھے جواب دینے کے لئے پورا وقت نہیں دیتے، حالانکہ انہیں بعض اوقات ایک گھنٹہ تک فون لائن پر رکھا جاتا تھا۔کئی عیسائیوں نے جوش میں آکر فون کئے اور بعض نے کہا کہ اس پادری کو جواب دینے کا طریق نہیں آتا۔ وغیرہ وغیرہ۔آخری بار جب ان کو گھیر کر لاجواب کیا گیا تو انہوں نے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ میں آپ سے گفتگو نہیں کروں گا اور اپنے پیروکاروں سے بھی کہوں گا کہ آپ کا پروگرام نہ دیکھیں۔لیکن اس کے باوجود لاتعداد عیسائی اور ان کے پادری اَلْحِوَارُ الْمُبَاشر میں شرکت کرتے رہے۔

☆ جب ایم ٹی اے 3 شروع ہوا اور نائل سات پر اس کی نشریات مصر اور دیگر عرب ممالک میں بڑے پیمانے پر دیکھی اور سنی جانے لگیں تو عیسائی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔چنانچہ ایم ٹی اے کو نائل سات سے بند کروانے کی کوششیں ہونے لگیں جس کے بارہ میں تفصیلی طور پر بعد میں لکھا جائے گا۔لیکن یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کارروائی کے بارہ میں جب پادری عبدالمسیح بسیط کی رائے لی گئی تو انہوں نے کہا :

"آپ نے مجھے میرے لوگوں کے سامنے ایسے طور پر پیش کیا ہے کہ گویا مَیں لاجواب ہو

گیا ہوں۔آپ نے چرچ کو اخلاق اور پیار محبت کی تعلیم پھیلانے کے کام سے روک کر اپنے عقیدہ کے دفاع پر مجبور کر دیا ہے۔عیسائی لوگ اپنے روزمرہ کے معاشی امور چلانے کی بجائے اب مذہبی امور پر بحث کرنے لگے ہیں۔اور جو کچھ آپ لوگ پیش کر رہے ہیں وہ عام عیسائیوں کی نظر میں عیسائیت کی عمارت کو زمین بوس کرنے کے مترادف ہے۔‘‘

اتنے بڑے پادری کی زبان سے پوری دنیا کے سامنے اتنا بڑا اعتراف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں یَکْسِرُ الصَّلِیْب کی پیشگوئی کے پورا ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

پادری ڈاکٹر پیٹر مدروس

دوسرے پادری پیٹر مدروس ہیں جو القدس کے پادری ہیں اور علم لاہوت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی ہوئی ہے۔ان کے ساتھ بھی کئی پروگراموں میں بات جاری رہی اور متعدد دیکھنے والوں نے واضح طور پر اپنی رائے دی کہ پادری صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں یا فلاں بات کا کوئی جواب نہیں۔

☆ نومبر 2006ء میں ہونے والے پروگرام میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا: مجھ میں اس سوال کے جواب کی اہلیت نہیں ہے۔

☆ بائبل میں تحریف کے موضوع پر اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کی ایک قسط میں جب چند نصوص پیش کر کے ان سے کہا گیا کہ ان میں اختلاف ہے جو تحریف کا بیّن ثبوت ہے اس پر آپ کا کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا: یہ نصوص ہمیں قبل از وقت دینی چاہئے تھیں تا کہ ہم اس کا جواب تیار کرتے۔اب اچانک ان کے بارہ میں پوچھنا ایک سوچے سمجھے منصوبے کی کوئی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ان کی اس بات پر بہت سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے تبصرے کئے کہ جب آپ جیسے بائبل کے علماء اور متخصّصین کو ایسی نصوص کے جواب کے لئے ٹائم چاہئے تو پھر عام عیسائی کا کیا حال ہوگا۔

پادریوں کی آراء

☆......مصری پادری عبدالمسیح بسیط نے ایک پروگرام میں کہا:

''مَیں آپ کو بین المذاہب بات چیت پر مبنی غیر جانبدارانہ پروگرام پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ کاش کہ بین المذاہب بحث ومباحثہ پر مبنی دیگر چینلز بھی آپ کے اس پروگرام کے اسلوب کو اپنا لیں''۔

☆......ایک **لبنانی پادری میخائیل** نے 6 دسمبر 2007ء کے پروگرام میں کہا کہ:

''مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ مجھے وہ چیز مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی۔ آپ قرآن پر اعتراض سننے کے لئے بھی تیار ہیں اور زکریا بطرس کی بات کا بھی جواب دیتے ہیں۔مَیں اس پروگرام کے شروع کرنے پر آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کاش مسلمانوں کے شیعہ وسنی فرقے بھی اگر آپ کے نقش پر چلیں اور آپ کے اسلوب کو اپنا لیں تو ساری دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ کاش کہ سارے مسلمان احمدی بن جائیں''۔

☆......بیت المقدس کے **پادری حنا رشاوی صاحب** نے 8 ستمبر 2007ء میں کہا کہ:

''آپ کے پروگرام میں ایک طرح کی ڈیموکریسی اور رواداری ہے کیونکہ آپ عیسائیوں کے تمام فرقوں کو باوجود انکے آپس کے چھوٹے بڑے اختلافات کے اپنے پروگرام میں بات کرنے کا موقعہ دیتے ہیں''۔

مصر کے مسلمان منصفین کی آراء

☆......زکریا بطرس کا تعلق مصر کے آرتھوڈکس چرچ سے ہے اور عرب ملکوں میں سے مصر ہی وہ واحد ملک ہے جس میں عیسائیوں کا اس طرح کا مرکز موجود ہے۔ اس لئے اس مصری پادری کے حملہ کا سب سے زیادہ اثر مصر کے مسلمانوں پر تھا اور جب اس کا جواب MTA نے دیا تو اس قدم کی پسندیدگی پر مشتمل سب سے زیادہ فون کالز اور ای میل بھی مصر سے ہی موصول ہوئے۔ ان میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

عمومی پسندیدگی پر مبنی تبصرے

☆......**الحاج ابراہیم صاحب** نے مصر سے 5 مئی 2007ء کے پروگرام میں کہا:

''آپ نے اس خوبصورت پروگرام کے ذریعہ مسلمانوں کا جھنڈا کل عالم میں بلند کر دیا

ہے۔ہم نے لاکھ کوشش کی کہ اسلام کے دفاع کے لئے کوئی سامنے آئے،لیکن آپ کے سوا کوئی نہ آیا۔مَیں آپ کا،اس پروگرام کے شروع کرنے والوں کا شکرگزار ہوں‘‘۔

☆......**عبد الحی محمّد فتحی صاحب** نے مصر سے لکھا:

’’مَیں اس چینل کے منتظمین کو مبارکباد اور سلام پیش کرتا ہوں جو نائل سات پر اسلام کا دفاع اور زکریا بطرس کے افتراءات کا جواب دے رہا ہے اور اس کام میں اپنے خاص اسلوب کی بنا پر سب پر سبقت لے گیا ہے۔میرا ایک دوست آپ کے چینل کا عاشق ہے۔اسی نے ہی مجھے اس کے بارہ میں بتایا اور جب مَیں نے دیکھنا شروع کیا تو خود بھی اس کی طرف کھنچتا چلا گیا‘‘۔

☆......**محمد حسن ابراہیم صاحب** آف مصر نے مصطفیٰ ثابت صاحب کو مخاطب کر کے لکھا:

’’مجھے آپ سے محبت ہے کیونکہ آپ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے زکریا بطرس کی کذب بیانیوں کا جواب دیا ہے۔اور جماعت احمدیہ کا ٹی وی چینل نائل سات پر سب سے بہترین چینل ہے۔آپ نے سب کے لئے بحث مباحثہ کا دروازہ کھولا ہے حتی کہ عیسائیوں کو بھی شامل کیا ہے جو آپ کی مضبوطی اور خود اعتمادی پر دلالت کرتا ہے‘‘۔

☆......**ابراہیم خلیل علی صاحب** آف مصر نے مصطفیٰ ثابت صاحب کو مخاطب کر کے لکھا:

’’مَیں زکریا بطرس کے پروگرام دیکھا کرتا تھا اور نہایت درجہ پسپائی کا شکار ہو جاتا تھا اور میرا بلڈ پریشر بہت بڑھ جاتا تھا۔لیکن اس شخص کے پروگراموں کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مَیں نے اناجیل کا مطالعہ کیا اور دینی علوم حاصل کرنے لگا۔آپ کے پروگرامز ہمارے سینوں کے زخموں کی شفا لے کر آئے ہیں۔حقیقت یہی ہے کہ جب تاریکی پھیل جائے تب انسان کو نور کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور جب انسان دکھ اور آلام کے لمبے دور سے گزرے تب اسے راحت وسکون کی صحیح قدر ہوتی ہے‘‘۔

☆......**ابراہیم خلیل صاحب** نے ہی مورخہ 12/جولائی 2007ء کو اپنے خط میں لکھا:

’’ہم شروع سے ہی MTA میں اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کا پروگرام بہت شوق سے دیکھتے آرہے ہیں۔مَیں اس کا اس قدر اہتمام کرتا ہوں کہ ہر مہینے کے ابتدائی جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے دن اپنے کام کو چھوڑ کر اس شاندار پروگرام کا بڑی دلچسپی سے مشاہدہ کرتا رہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کی

تائید ونصرت فرمائے‘‘۔

☆......**حمدی فوزی السید صاحب** نے مصر سے لکھا:

’’مفید معلومات پر مبنی پروگرام پیش کرنے پر مَیں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کی آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔اے برادران آپ نے ہمارے رسول کریمؐ کا دفاع کر کے ہمارے سینے ٹھنڈے کر دیئے ہیں‘‘۔

☆......**محمد مصیلحی موسیٰ صاحب** نے مصر سے لکھا:

’’مَیں بہت خوش ہوں اور MTA پر پادری زکریا بطرس کے ردّ میں پروگرام نشر کرنے پر میری حقیقی خوشی کو صرف میرا خدا ہی جانتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پادری جیسے تمام لوگوں کو جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے جو اسلام پر گند اچھال رہے ہیں‘‘۔

☆......**احمد زکریا احمد عفیفی صاحب** نے مصر سے لکھا:

’’اسلام اور مسلمانوں کی آپ جو مدد ونصرت کر رہے ہیں واقعی عظیم الشان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے اخلاص میں برکت دے اور دشمن کے بالمقابل آپ کی مدد فرمائے، اور ان کے شر سے محفوظ رکھے اور خدمت کے مزید مواقع عطا فرمائے، آمین‘‘۔

☆......**عبدالوہاب محمد حسین صاحب** آف مصر لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے اور آپ جیسے لوگ بکثرت پیدا کرے۔ اللہ تعالی خود دین اسلام کی حفاظت فرمائے جس پر مغرب کی طرف سے گمراہی و ضلالت سے بھرپور نت نئے حملے کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں ان سے نجات عطا فرمائے اور آپ کو عزت دے اور مخالفین کے مقابل پر وہ خود آپ کی مدد فرمائے خصوصًا پادری زکریا پطرس کے خطرناک حملے کے بالمقابل جس کا آپ نے خاص طور پر بڑی ہمت اور قوت اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے‘‘۔

☆......**ایھاب خیری تھامی صاحب** آف مصر لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، آپ کو برکتوں اور فضلوں اور مزید علوم سے نوازے، اسلام کے حقیقی مدافع بنا دے اور بہتوں کی ہدایت کے موجب بنا دے۔ مَیں ایک عرصے سے موازنہ مذاہب، اسلام کے دفاع اور اعجاز قرآن جیسے مضامین میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ الحیاۃ چینل کو

با قاعدہ دیکھتا تھا اور اس کے جواب میں ادھر ادھر سے اناپ شناپ مواد جمع کیا کرتا تھا۔ اب ایک ہفتہ قبل (مئی 2007ء کی بات ہے) مَیں نے جماعت احمدیہ کا چینل دیکھا۔ افسوس ہے کہ مجھے پہلے اس کا علم نہیں تھا۔ مَیں نے آپ کو اسلام کے دفاع میں منفرد اسلوب کے ساتھ عظیم کام کرنے والے پایا۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ آپ سے مزید علمی معجزات کی توقع ہے"۔

سر فخر سے بلند کر دیا

☆......**اسماعیل منصوری صاحب** نے لکھا:

"مَیں MTA پر نشر ہونے والے مصطفیٰ ثابت صاحب کے پروگرام اور خصوصی طور پر اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے اجراء پر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ آپ نے ان پروگراموں کی وجہ سے ہمارا سر فخر سے بلند کر دیا ہے اور زکریا بطرس کو جو آپ نے جواب دیا ہے اس نے مسلمانوں کے دل خوش کر دیئے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی بھی اس شخص کی بدزبانیوں کا جواب نہیں دیتا حتی کہ باوجود اس پادری کے چیلنج کرنے کے بڑے بڑے مشائخ چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ میں نے خود کئی ایسے مشائخ سے رابطہ کیا ہے لیکن کسی نے کوئی مثبت جواب نہیں دیا۔ شاید دیگر مشائخ اس پادری کے چیلنج کا جواب دینے سے ہی قاصر ہیں اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے"۔

بچے فخر سے پھر مسکرانے لگے ہیں

☆......الأزہر کے **شیخ عبد السلام محمد** جو بائبل کے علوم کے ماہر ہیں کہتے ہیں کہ:

"مَیں اس کامیاب پروگرام پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ پروگرام بہت کامیاب، گفتگو نہایت اعلیٰ پائے کی، انداز بیان نہایت مہذب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیاں دکھائے اور بہت عزت دے کیونکہ آپ نے دین اسلام کے خلاف شبہات کا ردّ کر کے ہمارے دلوں کو خوش کر دیا ہے۔ ہمارے بچے بچیاں خوشی اور فخر سے ایک بار پھر مسکرانے لگے ہیں"۔

پھر لکھتے ہیں کہ:

"افسوس کہ دوسرے عربی چینل نہایت علمی اور فکری پستی کا شکار ہیں۔ رسوائی اور خوف نے

انہیں گھیرا ہوا ہے۔ان کا سارا اسلام فروعی مسائل داڑھی اور نقاب، اور جن بھوت اور جادو ٹو نے جیسے موضوعات میں رہ گیا ہے۔اس بارہ میں یہ لوگ ایک دوسرے کے موقف کے برعکس فتوے دیتے اور امت کو مزید بانٹتے ہیں۔کاش وہ بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے‘‘۔

☆......**عبدالوہاب صاحب مصر** سے ایک اور خط میں لکھتے ہیں:۔

’’خدا کی قسم، آپ لوگ خدا کے وہ مخلص سپاہی ہیں جو خدا کی خاطر کسی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ہمارے علماء جو آپ لوگوں کو دین کی حمایت میں پادری زکریا جیسے خطرناک اژدہا اور مسیح الدجال کا مقابلہ کرتے دیکھ رہے ہیں، مگر خود وہ اس فاجر کو جواب دینے سے قاصر ہیں اور بے جا بہانے بناتے ہیں۔ان پر افسوس ہے۔کاش کہ وہ لوگ اسلام کی حمایت میں آپ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کی تکفیر میں وقت ضائع کرنے کی بجائے دشمن کا مقابلہ کرتے۔خاص طور پر جبکہ آپ لوگ لَاالٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو مانتے ہیں۔‘‘

آپ نے وہ کام کر دکھایا جو کوئی نہ کر سکا

☆......**صابر الفیتوری صاحب** ایک آرٹیکل میں لکھتے ہیں۔

جارج برناڈشا کہتا ہے:۔’’کتاب مقدس کو الماری میں رکھ کر اسے تالا لگادینا چاہئے‘‘۔کچھ عرصہ قبل ایک عیسائی عربی چینل "الحیاۃ" پر پادری زکریا بطرس نے ایک پروگرام اَسْئِلَۃٌ عَنِ الْاِیْمَان کے نام سے شروع کیا جس میں اس نے بعض پرانی تفاسیر کو (جنہیں بعض جاہل مولوی پکڑے بیٹھے ہیں) بنیاد بنا کر اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کا سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ اس میں بہت سی بعید از عقل باتیں ہیں اور باہمی تضادات بھی ہیں۔اس پر عرب دنیا میں بہت شور اٹھا خاص طور پر اس وقت جبکہ جامعہ ازہر نے یہ اعلان کیا کہ ان کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔اسی طرح بعض دیگر مذہبی تنظیموں نے بھی حیلے بہانے بنا کر جواب دینے سے گریز کیا۔

دوسری طرف اسلام پر حملے اپنی شدت کی انتہا کو پہنچ گئے۔تب ایک اور چینل رونما ہوا جو جماعت احمدیہ کی ملکیت ہے۔اس چینل نے اسلام پر کئے جانے والے تمام اعتراضات اور تمسخر کا جواب اپنے ایک پروگرام اَجْوِبَۃٌ عَنِ الْاِیْمَان میں دینا شروع کیا۔پھر اَلْحِوَارُ الْمُبَاشِر میں

تورات وانجیل کے غیر الہامی ہونے اور ان کے تحریف کا شکار ہونے کے بارہ میں بھی بحث کی گئی۔ اس پروگرام میں عیسائیوں کو بھی آزادی سے کھل کر جواب دینے کا موقع دیا جاتا ہے۔ تاہم وہ جواب دینے سے قاصر رہے۔ بعض پادریوں نے یہ بھی اعتراف کیا کہ تورات وانجیل میں تحریف ہو چکی ہے۔

اس پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر نے گفت وشنید کے ذریعہ وہ کام کر دکھایا جسے انجام دینے سے وہ تمام مذہبی جماعتیں قاصر رہیں جو اسلام کی تبلیغی جماعتیں ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں''۔

ناقابل بیان تسکین

☆......**انجینئر علی فَرَجُ اللّٰہ صاحب** مصر سے لکھتے ہیں:

''آج کل اسلام کے خلاف کئی قسم کے واقعات ہو رہے ہیں جن میں ڈنمارک میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور یورپ کے اسلام کے خلاف الزامات اور جھوٹا پروپیگنڈہ اور امریکی صدر کی طعن وتشنیع شامل ہیں، اور اب پادری زکریا بطرس کا اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ۔ لیکن علماء میں سے کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے رہا۔ اس وجہ سے عامّۃ النّاس مظاہروں اور توڑ پھوڑ اور قتل وغارت کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ چونکہ علماء نے اپنا کردار ادا نہیں کیا اس لئے عام لوگ محسوس کر رہے ہیں کہ انہیں ایک کے بعد دوسرا زخم لگایا جا رہا ہے۔

اتفاق سے ایک بار ایک عیسائی سے میری ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو اس نے کہا کہ تم تو وہی باتیں کہہ رہے ہو جو MTA پر کہی جاتی ہیں۔ مَیں نے کہا کہ مجھے تو اس چینل کے بارہ میں کچھ علم نہیں۔ پھر گھر آ کر مَیں نے اس چینل کو تلاش کیا۔ اس وقت اس پر اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر چل رہا تھا جسے سن کر مجھے ایسی تسکین ملی جس کا بیان کرنا ممکن نہیں''۔

مسلمانوں کے لئے آسمانی مدد

☆......**محمد عبد الرؤف محمد صاحب**، ناظم بلدیۃ العریش، مصر لکھتے ہیں:

''ایک روز میرے ایک دوست نے بتایا کہ ایک پادری ٹی وی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور گالیاں دیتا ہے جس سے سب کو بہت دکھ ہوا۔ ایک روز جب کہ

میں مختلف چینلز ڈھونڈ رہا تھا تو اچانک MTA مل گیا جس پر مصطفیٰ ثابت صاحب بات کر رہے تھے۔ ان کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔ ان کے ساتھ پروگرام میں موجود دیگر حاضرین کے جوابات نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں دعائیں کیا کرتا تھا کہ موت سے قبل ایسے لوگوں کو دیکھ سکوں جو دین کی نصرت کا فریضہ سرانجام دینے والے ہوں۔ اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے شرکاء دین اسلام اور مسلمانوں کیلئے آسمانی مدد بن کر آئے ہیں۔

اس پروگرام کے شروع ہونے سے قبل میں دو نفل ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شرکاء پروگرام کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے''۔

مَیں نے اس سے قبل کوئی شخص نہیں دیکھا جس کا ایمان اور علم اور جس کا عام فہم سادہ طرز بیان ان شرکائے پروگرام جیسا ہو۔

تمام امور درست کر دیئے

☆......**عبد الوہاب دندش صاحب** مصر سے لکھتے ہیں:

میرے بھائیو اور روئے زمیں پر سب سے اچھی اور خوبصورت گفتگو کرنے اور پروگرام چلانے والو، اللہ آپ کو لمبی عمر دے اور آپ کی رہنمائی فرمائے اور دشمنوں کے مقابل پر آپ کی نصرت فرمائے۔ آپ کا چینل دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور آپ کے منفرد پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر سے میرا دل خوشی سے بھر گیا ہے۔ اس پروگرام نے تمام امور درست کر دیئے ہیں اور عیسائیوں کو اپنی حد میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ قبل ازیں ہمارے دل مایوسی کے قریب پہنچ گئے تھے کیونکہ ہمارے علماء اس چینل کے بارہ میں بات کرتے ہوئے جھجکتے تھے اور اس پر جو کچھ کہا جاتا ہے اسے توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں گویا یہاں پر کسی اور مذہب کے بارہ میں بات کی جارہی ہو۔ میں نے آپ کے بارہ میں بہت کچھ پڑھا اور سنا ہے اور میرا خیال ہے کہ میں اب آپ لوگوں کا پوری طرح ادب واحترام کرنے لگا ہوں۔ جب میں آپ کے بارہ میں بات کرتا ہوں تو بعض لوگ میری مخالفت کرتے ہیں اور مجھے کافر کہہ دیتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر واقعتاً احمدی اس مہدی کے پیروکار ہیں جس کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے تو پھر ان کی مخالفت کر کے ہم تو بہت بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑنے والے ہو جائیں گے اور قیامت کے دن ہمارے

حصہ میں سوائے ندامت کے کچھ نہ آئے گا۔لیکن اس روز ندامت بھی کسی کام نہ آئے گی“۔

آپ ہی حقیقی مسلمان ہیں

☆......**محمد حسین صاحب** نے مصر سے دوران پروگرام (بتاریخ 6دسمبر 2007ء) الحوار المباشر میں فون کے ذریعہ کہا:

”میں مصر کے زمیندار طبقہ کا ایک عام سا آدمی ہوں۔ میرا تعلق مصر کے علاقہ الصعید سے ہے۔مَیں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صحیح اسلام آپ کے ذریعہ پھیلا ہے۔آپ لوگ ہی ہیں جنہوں نے اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ہاں آپ لوگ ہی ہیں جن کے بارہ میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الاحزاب:24)۔مجسم فسق چینل کے خلاف مسلمانوں کی مدد کوصرف آپ ہی آئے اور اسلام کا جھنڈا اونچا کر کے دکھا دیا۔ اس اسلام دشمن چینل کھلنے پر مجھے تو کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا کہ کیا کروں؟ بالآخر مَیں نے جامعۃ الأزہر کو لکھا اور اپنے علماء سے کہا، لیکن سوائے آپ کے کسی کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔مَیں اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ کے حضور آپ لوگوں کے لئے دعا گو ہوں۔آپ احمدی کہلائیں یا محمدی میرے نزدیک آپ ہی حقیقی مسلمان ہیں جنہوں نے اسلام کا جھنڈا سر بلند کیا ہے اور اسلام کی نصرت کے لئے کمربستہ ہوگئے ہیں۔اللہ آپ کو نوروں سے مالا مال کردے اور یہ جو کام آپ کر رہے ہیں اس کو آپ کی نیکیوں میں لکھ لے۔

مَیں آپ کے اس پروگرام کے موضوع پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ آپ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں وہ نہ صرف ہر سنّی اور شیعہ کے کلام سے بالا تر ہے بلکہ زمین پر موجود ہر فرقہ اور مذہب کی باتوں سے افضل ہے“۔

سیف کا کام قلم سے

☆......**محمود توفیق صاحب** مصر سے لکھتے ہیں:

”ہم پہلے کاغذ سے بنی تلواروں کے ساتھ اسلام کے دفاع کی جنگ کر رہے تھے۔لیکن اب آپ کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھ میں حقیقی تلوار بھی ہے اور زِرہ بھی۔یعنی اب

مسلمانوں کے پاس دفاع کی بھی طاقت آ گئی ہے اور ہر حملہ سے بچنے کا سامان بھی میسر ہے‘‘۔
پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے یہ نتائج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام اور آپ کی حجت و برہان کے استعمال کرنے سے سامنے آئے ہیں۔محمود توفیق صاحب کا یہ تبصرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر یاد دلاتا ہے کہ:

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

دیگر عرب ممالک کے منصفین کے تبصرے

مختلف ممالک سے مسلمانوں نے جہاں عمومی پسندیدگی کا اظہار کیا اور جذبات تشکر پر مشتمل فون کالز کیں اور ای میل ارسال کئے وہاں کئی لوگوں نے کہا کہ ہم اس کار خیر میں حصہ ڈالنا چاہتے ہیں لہذا ہمیں بتائیں ایم ٹی اے میں چندہ کیسے دیں۔الجزائر میں بھی عیسائیت کا حملہ شدید تھا اس لئے بعض احباب نے وہاں پر لوگوں کو بلا بلا کے الحوار المباشر سنانے کی کوشش کی بلکہ بعض نے اس کو ریکارڈ کر کے ایسے دوستوں کو دینا شروع کیا جو عیسائی ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب حق کھل گیا اور یہ سب لوگ اسلام کی طرف واپس آئے تو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آ گئے۔

ذیل میں مصر کے علاوہ باقی ممالک سے مسلمانوں کے بعض عمومی تبصرے اور مختلف آراء پیش کریں گے اس وضاحت کے ساتھ کہ الحوار المباشر کے شروع ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی ایم ٹی اے 3 شروع ہو گیا تھا اس لئے ذیل کے تبصروں میں سے بعض ایم ٹی اے 3 شروع ہونے کے بعد کے بھی ہیں۔تاہم ایم ٹی اے 3 کی ابتدا اور دیگر مراحل کا ذکر علیحدہ طور پر اس کے بعد کیا جائے گا۔

عمومی تبصرے

☆......**کاظم احمد النداوی صاحب** نے عراق سے لکھا:
اللہ تعالیٰ آپ کو دین اسلام پر حملہ کرنیوالے دجالوں کا ردکرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ میں آپ کے الحوار کے اور دیگر مفید پروگرام باقاعدگی سے دیکھتا ہوں، اور میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ قرآن میں کوئی ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔

☆......**احمد ابوایوب صاحب** آف الجزائر نے کہا:

اے اسلام کا دفاع کرنے والے بھائیو! السلام علیکم۔صرف ایک مہینے سے میں نے آپ کا چینل دیکھنا شروع کیا ہے۔اَجْوِبَہ عَنِ الِایمان کے پروگرام دیکھ کر مجھے بیحد خوشی ہوئی۔ اس چینل پر کام کرنے والے سب بھائیوں کو میری طرف سے محبت بھرا سلام۔ میں نے اپنے علماء پر افسوس کرتے ہوئے بڑے درد کے ساتھ راتیں کاٹیں ہیں یہاں تک کہ خدائی نور سے منور آپ کا چینل دیکھا اور بہت ہی خوش ہوا۔

☆......**ابوخمیس صاحب** آف فلسطین نے کہا:

پیارے احمدی بھائیو! میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔میں نے آپ کے متعلق سنا اوراب آپ کا چینل دیکھتا ہوں۔آپ کے دینی فہم وفراست، طریق تبلیغ، غیر اسلامی کتب پر طرز تنقید اوران میں تحریف ثابت کرنے کا طریق اور اسلام کی تبلیغ کا انداز بالکل منفرد ہے۔میرے دینی بھائیو، میں بھی اس جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

☆......**محمد بن حمد بن ابوخوصہ** از فلسطین کہتے ہیں:

ٹیلی ویژن پر احمد یہ چینل دیکھ کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ یہی وہ نصرت یافتہ جماعت ہے جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے۔

☆......**حسن عابدین صاحب** نے شام سے لکھا:

مَیں تمام عرب بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ جلدی بیعت کریں تاکہ خدا تعالی کی تجلیات کا مشاہدہ کریں۔ان کے لئے ان نورانی چہروں پر نظر ڈالنا ہی کافی ہونا چاہئے جو سٹوڈیو میں موجود ہیں اور جو عیسائی چینل الحیاۃ کے خلاف ننگی تلواریں ہیں اور جو اسے حیات چینل کی بجائے موت کا چینل بنادیں گے۔ انشاءاللہ۔

☆......**السید أعراب صاحب** نے الجزائر سے کہا:

جو کچھ آپ لوگ پیش کرتے ہیں اس کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ ہماری بڑی خواہش ہے کہ آپ کا پیغام الجزائر میں جلد پہنچے خصوصًا ان قبائل میں جہاں عیسائیت عوام کو بکثرت اپنا

شکار بنا چکی ہے لیکن نام نہاد مسلمان جس طرح سے اسلام کا دفاع کر رہے ہیں اس سے صورت حال مزید خراب ہو رہی ہے اور فتنہ کی آگ اور بھڑک رہی ہے۔

امید بر آئی

☆...... **جمال علی اِسلیم صاحب** نے (جگہ کا نام مذکور نہیں) لکھا:

میں آپ کے لائیو پروگرامز پر اپنے شکر اور احسان مندی کے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ میں گزشتہ سات ماہ سے انتظار کر رہا تھا کہ کوئی تو امت اسلامیہ میں سے اس پادری کو جواب دینے کے لئے سامنے آئے بلکہ حیران تھا کہ اس کے اعتراضات کا جواب دینے میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ ایک دن جب میں مختلف چینل تبدیل کر رہا تھا تو اتفاق سے آپ کا چینل مل گیا جس پر اسی موضوع پہ بات ہو رہی تھی۔ میں اپنی خوشی کو لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میری استدعا ہے کہ آپ اس سلسلہ کو جاری رکھیں اور ہو سکے تو مجھے ان لائیو پروگرامز کی ریکارڈنگ عطا فرما کر ممنون فرمائیں۔

احمدیت اسلام کی طرف واپس لے آئی

☆...... **مجید محمد صدیق صاحب** آف کردستان عراق کہتے ہیں:

میں آپ کو آسمانوں میں ڈھونڈتا رہا لیکن الحمد للہ اسی زمین پر ہی پالیا۔ میں ایک کمزور مسلمان تھا، نماز بھی نہ پڑھتا تھا اور قریب تھا کہ عیسائی ہو جاتا۔ بلکہ ایک دفعہ میں گرجا بھی گیا اور وہاں ایک شخص نے مجھے عیسائی بنانے کی کوشش بھی کی لیکن احمدیت اور اس کی تعلیمات مجھے اسلام کی طرف واپس لے آئیں۔ میرے دل میں قرآن کریم کی محبت نہ تھی لیکن احمدی چینل نے کھول کر بتایا کہ محبتوں اور ہدایتوں کا سرچشمہ قرآن ہی ہے۔ اسی طرح وفات مسیح کے مسئلے کو واضح کر دیا اور یہ کہ شکوک وشبہات انجیل میں ہیں نہ کہ قرآن میں۔

یہی جماعت حق پر ہے

☆...... **یوسف دغمش صاحب** شام سے لکھتے ہیں:

میں امت مسلمہ کی دینی حالت کو دیکھ کر مایوس ہو چکا تھا، اور یہ بھی سنا کرتا تھا کہ امت محمدیہ کو بچانے کی عرض سے ایک مصلح موعود آئے گا۔ چنانچہ ایک دن اچانک ٹیلی ویژن پر جماعت احمدیہ کا چینل نظر آیا، جس میں اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر چل رہا تھا۔ اس وقت سے میں اس چینل کو دیکھ رہا ہوں۔ یہاں تک کہ مجھے پوری تسلی ہوگئی ہے کہ یہی جماعت حق پر ہے، اور میں اس جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں، مجھے بتائیں اب مجھے اس کے لئے کیا کرنا ہوگا۔

سرفخر سے بلند کر دیا

☆......**محمد عمر صاحب** از فرانس لکھتے ہیں:

ان پروگراموں کے ذریعہ آپ نے دیارِ غیر میں رہنے والے سب مسلمانوں کا سرفخر سے بلند کر دیا ہے۔ ہم سب آپ کا پروگرام بڑے اہتمام سے دیکھتے ہیں۔ اللہ آپ کو برکتوں سے مالا مال کرے اور آپ کے نور کو بڑھائے۔ اے وہ جماعت جس نے فسق و فجور کے چینلز کا دندان شکن جواب دیا۔ اے وہ جماعت جس نے پادری زکریا بطرس کا منہ بند کیا۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر سیرت کا بیان جاری رکھیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کا سفر بہت دشوار ہے لیکن اسے جاری رکھیں۔ ہم سب آپ کی تائید میں آپ کے ساتھ کھڑے ہیں۔

گم گشتہ متاع مل گئی

☆......سویڈن سے ایک **شخص سلیم القصاص** نے پروگرام میں کہا کہ:

میں ان پروگراموں کو بڑے شوق اور انہاک سے دیکھتا ہوں مجھے آیت قرآنی ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُم﴾ کے معنے صحیح طور پر سمجھ نہیں آئے۔

[چونکہ یہ مضمون ہمارے پروگرام کے اس دن کے موضوع سے متعلق نہ تھا اس لئے پروگرام ختم کرنے کے بعد اس معاملہ کی فون پر وضاحت کا وعدہ کیا۔ جب فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ]

مجھے دین اور علوم دین سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ لیکن جب میں یورپ میں آیا تو پتہ چلا کہ

یہاں تو عیسائی خوب سرگرم عمل ہیں۔ایک دفعہ میرے ایک عیسائی دوست نے مجھے اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ساتھ انہوں نے ٹی وی بھی آن کر دیا۔اس وقت پادری زکریا بطرس کا پروگرام لگا ہوا تھا اور وہ مختلف کتب کی نصوص نکال نکال کر اسلام کے خلاف حملے کر رہا تھا۔تھوڑی دیر کے بعد سات مزید لوگ بھی وہاں آ گئے۔اور جب پادری زکریا بطرس کوئی حوالہ پیش کرتا تھا یہ لوگ مجھے کہتے: دیکھا! دیکھا آپ نے۔

مجھے ان باتوں کا جواب تو نہیں آتا تھا تاہم اس بات نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور میری اسلامی غیرت نے مجھے جھنجوڑا۔چنانچہ میں نے ان باتوں کا رد تلاش کرنا شروع کر دیا اور اس تلاش میں مجھے آپ کا چینل مل گیا جس پر الحوار المباشر لگا ہوا تھا۔اس کو سن اور دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی، جیسے مجھے میری گم گشتہ متاع مل گئی ہو۔اب میں اکثر جب پروگرام الحوار المباشر لگا ہوا ہوتا ہے تو اپنے کسی عیسائی دوست کو فون کر کے بذریعہ فون اس کو یہ پروگرام سناتا ہوں۔مجھے آپ کے پروگرام کی ایک صفت بہت پسند آئی کہ آپ دوسرے مسلمانوں کے طریق سے ہٹ کر جواب دیتے ہیں اور آپ کی باتیں زیادہ مؤثر اور بہترین ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

سچائی کی دلیل

☆......**احمد الجزائری صاحب** نے لکھا:

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں محض للہ آپ سے محبت کرتا ہوں۔اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ میں سے ہر ایک کا ماتھا چوم لوں۔

میں اس پروگرام کے شروع کرنے پر از حد ممنون ہوں جو کہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ عیسائیوں کے لئے بھی ایک سٹیج کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔بعض اوقات آپ عیسائیوں کو مسلمانوں سے زیادہ بولنے کا وقت دیتے ہیں اور یہ آپ جیسے سچے اور حقیقی مسلمانوں کے راسخ ایمان اور اپنے دین کی سچائی پر یقین کامل ہونے کی دلیل ہے۔

بیش قیمت خزانہ

☆......**حسین المنشاوی صاحب** نے مصر سے کہا:

آپ میری خوشی اور میرے انشراح صدر کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو مجھے ایم ٹی اے دیکھ کر ملا ہے۔ ایم ٹی اے نے میری پیاس بجھا کر مجھے سیراب کر دیا ہے۔ میں آپ کو بتانے سے قاصر ہوں کہ جب سے میں نے پادری زکریا بطرس کا پروگرام دیکھا ہے یہ عرصہ کس اذیت میں گزارا ہے۔ میرے لئے یہ بات نہایت تکلیف دہ تھی کہ پادری اپنے گمراہ کن خیالات سے مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلتا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے مسلمانوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب انکے ہی خلاف جاتا ہے۔ مجھے اسکا جواب دینے کا کوئی طریق سجھائی نہیں دیتا تھا۔ نہ تو مجھے عیسائیت کے بارہ میں کچھ علم تھا نہ ہی اسلامی نقطہ نظر سے اتنی واقفیت۔ ایم ٹی اے کی شکل میں عظیم اور بیش قیمت خزانہ ملنے سے قبل میری تمنا تھی کہ وہ دن بھی آئے جب پادری کے غرور کا سر نیچا ہوا اور اسکی اسلام کے خلاف بدزبانی کا منہ توڑ جواب ملے۔ آج الحمد للہ آپ کے پروگرام الحوار المباشر اور اُجوبۃ عن الإیمان دیکھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے جیسے میں اطمینان وسکینت بخش دودھ پی رہا ہوں۔ اور میں جب بھی آپ کا یہ بے مثال پروگرام دیکھتا ہوں تو چین کا سانس لیتا ہوں۔

آپ نے حملہ روک دیا

☆......**محمود الشرباصی صاحب** نے مکہ المکرّمہ سے لکھا:

میں اس کامیاب پروگرام پر اور اسلام کے دفاع پر آپ کا از حد ممنون ہوں۔ اللہ آپ کو اس کی مزید توفیق عطا فرمائے اور اپنی جناب سے حجت و برہان عطا فرمائے۔ اللہ آپ کے ذریعہ اپنے دین کو عزت بخشے اور دشمن کو اپنے دین اور اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر حملہ کرنے سے روک دے۔ پچھلے ماہ کے پروگرام بہت عمدہ تھے میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب پادری عبدالمسیح بسیط نے بھی اس پروگرام میں فون کیا تھا۔

موجب ازدیادِ ایمان

☆......**حسن صاحب** نے **اٹلی** سے الحوار المباشر میں فون کر کے کہا:

میں ایک حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پروگرام الحوار المباشر کا ہم بڑی شدت کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اور شوق سے دیکھتے ہیں اور ہر دفعہ اس خوبصورت پروگرام کو

دیکھنا میرے ایمان میں اضافہ کا موجب ہوا ہے۔ میں احمدی نہیں ہوں لیکن میرا بھی آپ کی طرح اسلام پر ایمان ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ بائبل کی حقیقت کے بیان پر مشتمل ان پروگراموں کے سلسلہ کو مکمل کریں۔ اس موضوع پر اب تک ہونے والے پروگرامز نہایت اعلیٰ تھے اور ہم نے بہت استفادہ کیا ہے۔ میرا ایک عیسائی دوست ہے جسے میں آپ کے پروگرام میں مذکور دلائل کی رو سے تبلیغ کرتا ہوں اور خدا کے فضل سے بیشتر باتوں کو اس نے تسلیم کیا ہے اور اس کا کریڈٹ آپ لوگوں کو جاتا ہے۔

اسلام کا مستقبل

☆......تیونس سے **محمد الناجری صاحب** نے فیکس کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کچھ یوں کیا:

بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئیوں پر مشتمل پروگرام الحوار المباشر کے بعد آپ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں پروگرام کے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی پیشانیوں پر محبت بھرے اور شکرانے کے جذبات سے لبریز ہزار ہزار بوسے دینا چاہتا ہوں۔ یقیناً آپ لوگوں نے حقیقت کو آشکار کر دیا ہے۔

میں اس بات کا اعتراف کئے بغیر رک نہیں سکتا کہ میں دلی طور پر آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ نے صبر کے ساتھ اس کام کو جاری رکھا تو انشاء اللہ اسلام کا مستقبل جماعت احمدیہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں عقیدے کے لحاظ سے سنی ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا معین و مددگار رہو۔ آمین۔

مناسب پروگرام اور مناسب لوگ

☆......**علاء سرور صاحب** نے کویت سے 2 فروری 2007 کے پرگرام میں کہا:

جماعت احمدیہ کے اس چینل نے مختلف (اسلامی وعیسائی) جہات سے مناسب لوگوں کا انتخاب کر کے اس الحوار المباشر میں پیش کیا ہے۔ میں خدا کو گواہ ٹھہرا کے کہتا ہوں کہ میں خدا کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں۔

علاء سرور صاحب ہمارے ریگولر کالر تھے اور ردّ عیسائیت کے پروگرامز میں ان کی فون کالز بہت مفید اور علمی نکات پر مشتمل ہوتی تھیں۔ایک پروگرام کے دوران جب کہ عیسائی پادریوں کے ساتھ بحث عروج پر تھی اور وہ اس ماہ کا آخری پروگرام تھا اس لئے مکرم شریف عودہ صاحب بار بار کہہ رہے تھے کہ اختصار کے ساتھ اپنے دلائل سمیٹنے کی کوشش کریں کیونکہ پروگرام کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ اس وقت مکرم علاء سرور صاحب نے سٹوڈیو میں فون کر کے کہا کہ بحث نہایت اعلیٰ پائے کی ہو رہی ہے اور میری درخواست ہے کہ آپ اس پروگرام کو ایک گھنٹہ مزید جاری رکھیں اور اس گھنٹہ کی نشریات کا خرچ ادا کرنے کا شرف مجھے عطا فرمائیں۔

جماعت احمدیہ کے کام بفضلہٖ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات اور راہنمائی کی روشنی میں ایک پرحکمت طریق اور ترتیب کے مطابق چلتے ہیں۔جماعت کی مالی ضرورتیں پوری کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے اس لئے جب بھی خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی مالی تحریک ہوتی ہے خدا کے فضل سے افراد جماعت پورے جوش وجذبہ کے ساتھ اس میں حصہ لیتے ہیں اور ہمیشہ توقعات سے بڑھ کر ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔پھر پاک جذبات کے ساتھ حلال کمائی سے دیئے گئے تھوڑے مال میں بھی اللہ تعالیٰ اتنی برکت رکھ دیتا ہے کہ ہمیں کسی غیر کی مالی امداد کی کوئی ضرورت یا حاجت نہیں رہتی۔مندرجہ بالا تبصرہ کے یہاں ذکر کرنے سے مقصد قارئین کرام کے لئے وہ صورتحال اور لمحات نقل کرنا ہے جن کی افادیت اور عظمت کو غیروں نے بھی بشدت محسوس کیا۔

پروگرام کا لائیو ترجمہ

جب ایم ٹی اے پر ہر ماہ عربی زبان میں لائیو اور پوری دنیا کے سامنے کسر صلیب کا کام ہونے لگا تو اردو بولنے والے احمدی احباب کی طرف سے اس کے ترجمہ کے مطالبے بھی موصول ہونے لگے۔جب یہ مطالبے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش ہوئے تو حضور انور نے مکرمہ مہا دبوس صاحبہ کو اس پروگرام کا عربی سے انگریزی جبکہ ممبران عربک ڈیسک کو عربی سے اردو لائیو ترجمہ کا ارشاد فرمایا۔چنانچہ 3/اگست 2006 کو پہلی دفعہ اس پروگرام کا لائیو ترجمہ بھی شروع ہوگیا۔جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔اردو ترجمہ

میں عربی ڈیسک کے ممبران کے علاوہ مکرم داؤد احمد عابد صاحب استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ بھی شامل ہوگئے ہیں جبکہ انگریزی ترجمہ میں مکرمہ مہا دبوس صاحبہ کے ساتھ مکرمہ ریم شریقی صاحبہ معاونت کرتی ہیں۔علاوہ ازیں 2009ء میں کچھ عرصہ کے لئے بنگالی زبان میں بھی اس پروگرام کا لائیو ترجمہ ہوا۔

لائیو ترجمہ کو بہت سے احمدی وغیر احمدی احباب نے سراہا اور احمدی احباب کو اس طرح الحوار کے نفس مضمون اور بحث کے متعلق آ گاہی ہونے لگی۔ یہاں اس حوالے سے بھی ایک دو تبصرے پیش ہیں:

☆ حسن صاحب آف اٹلی کی فون کال کا ذکر آ چکا ہے انہوں نے ایک اور پروگرام میں فون کر کے کہا کہ پروگرام کو اس حکمت اور حقیقت پسندی کے چلانے کے لئے ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔اس میں ہر ایک کو شرکت کی دعوت واجازت اور وقت دینے سے لگتا ہے کہ یہ پروگرام ہماری اپنی ملکیت ہوگیا ہے۔اور اگر ہماری ملکیت ہے تو ہم یہ تجویز دیتے ہیں کہ اس پروگرام کے لائیو ترجمہ کے علاوہ بعد میں تسلی کے ساتھ مفصل طور پر متعدد زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔

☆ شروع کے پروگرامز میں مکرم عبادہ بربوش صاحب فون کالز لیتے تھے۔ماریشس سے ایک دوست نے فون کر کے پیار بھری ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے عبادہ صاحب سے کہا: مجھے بتائیں کہ کیا اسلام صرف عربوں اور پاکستانیوں کے لئے آیا ہے؟ عبادہ صاحب نے کہا: نہیں، بلکہ اسلام تو تمام دنیا کے لئے آیا ہے۔اس نے کہا پھر یہ پروگرام صرف عربی میں ہی کیوں ہے؟ اور اس کا ترجمہ صرف اردو میں ہی کیوں ہے؟ اس نے مزید کہا کہ ہم انگلش سمجھ لیتے ہیں اور کئی ایک دوست اکٹھے ہو کر اس پروگرام کا انگریزی ترجمہ سنا کرتے تھے اس دفعہ وہ ترجمہ نہیں آیا تو ہم استفادہ سے محروم ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ
کی الحوار المباشر میں تشریف آوری

اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر پروگرام کے تفصیلی ذکر کے بعد تاریخی اعتبار سے ایم ٹی اے 3 العربیہ کے اجراء اور اس کے مختلف مراحل کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کے ایک نہایت اہم، عظیم الشان و بابرکت دن کی بات کریں گے، اس ساعت کا تذکرہ کرتے ہیں جو اس پروگرام کے سر پر ایک تاباں تاج کی مانند ہے، یہ وہ دن تھا جب حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں تشریف لائے اور اپنے وجود باجود سے اسے برکت اور رونق بخشی۔

جون 2008ء کا پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر 27 مئی کو منائے جانے والے صد سالہ یوم خلافت کے فوراً بعد آیا تھا اور اس موقعہ پر حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے تاریخی روحانی خطاب کی عظیم تاثیر ہر احمدی کے قلب و ذہن میں تازہ تھی۔ اس موقع پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ماہ جون کے اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں ''خلافت احمدیہ'' کے موضوع پر بات کی جائے اور عربوں کو نظام خلافت، اس کی اہمیت، برکات اور خلفائے احمدیت کی سیرت اور کارناموں کے بارہ میں بتایا جائے۔اس تاریخی موقعہ پر شرکائے اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں اس پروگرام میں رونق افروز ہونے اور عربوں کو براہ راست مخاطب فرمانے کی درخواست کی گئی۔صد سالہ خلافت جوبلی کے ان ایام میں حضور انور کی مصروفیت عام دنوں سے بہت زیادہ تھی اس لئے اس پروگرام میں حضور انور کی تشریف آوری کی توثیق نہ ہوسکی۔ پروگرام کے پہلے

تین دن گزر چکے تھے اور یہ 8/جون 2008ء کا دن تھا جو کہ اس ماہ کے اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کا آخری دن تھا۔ اس دن حضور انور مسجد بیت الفتوح میں کسی فنکشن کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر مکرم محمد شریف عودہ صاحب نے اپنے بھائی منیر عودہ صاحب کے ذریعہ حضور انور کی خدمت میں دوبارہ درخواست عرض کی جسے قبول فرماتے ہوئے حضور انور اس پروگرام میں تشریف لائے اور تقریباً 16 منٹ تک تشریف فرما رہے جس میں عربوں کو خطاب فرمایا اور ایک فون کال بھی سماعت فرمائی۔ ذیل میں ہم حضور انور کے اس تاریخی خطاب کا مکمل متن پیش کرتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا عربوں سے خطاب

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے تمام اہالیان عرب! آپ پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور انعامات اور احسانات ہوں۔ آپ کی تعداد اس وقت گو دنیا کی نظر میں تھوڑی ہے لیکن آپ کے دل اس وقت ایک نور سے بھرے ہوئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ تعداد جلدی انشاء اللہ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں میں بدلنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے، اور یہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ذریعہ سے ملا ہے۔ وہ حقیقی اسلام، وہ حقیقی تعلیم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی، جس کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے، جس کو دنیا بھول بیٹھی تھی، آج گو بظاہر اہل عرب، عربی جاننے والے اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہم اس زبان کے بولنے والے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے، اور یقیناً ہمیں بھی اس زبان سے بہت پیار ہے کیونکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ ایمان اور عرفان عطا فرمایا ہے جس کو آج دنیا بھول چکی ہے، مَیں اپنے تمام عرب احمدی بھائیوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ آج جس اسلام اور فضل سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو متمتع فرمایا ہے اس کو آگے بھی پھیلائیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک تمام دنیا کو، تمام عالم عرب کو مسیح محمدی کے قدموں تلے نہ لے آئیں۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ مسیح محمدی کے قدموں تلے لانے میں مسیح محمدی کی بڑائی ہے

بلکہ یہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تلے لانے والی بات ہے جس کو آج دنیا بھول چکی ہے۔ کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں لیکن بہت سارے مسلمانوں کے عمل اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، جو تعلیم ہمیں قرآن کریم نے دی، اس پر عمل عملاً ناپید ہے۔اور آج جماعت احمدیہ ہی ہے جو اس علَم کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اگر ہم نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو کل کی آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے والے بنیں۔ آمین۔

مجھے امید ہے کہ 27رمئی کو یوم خلافت کے دن مَیں نے جو تمام احمدیوں سے عہد لیا تھا کہ آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار رہیں گے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک تمام دنیا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا نہ لہرائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ میں سے ہر احمدی جو عرب دنیا میں بستا ہے میرا سلطان نصیر بن کر اس کام میں ہاتھ بٹائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ چند الفاظ مَیں نے آپ سے کہنے تھے۔ اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ آج ایک (Function) کیلئے مَیں یہاں موجود تھا۔اور یہاں ہمارے بھائی جو اس پروگرام الحوار المباشر میں حصہ لیتے ہیں انکے کہنے پر مجھے خیال آیا کہ آ جاؤں۔ پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ نہیں آؤں گا لیکن پھر آپ کے جذبات کی وجہ سے اور ان کے جذبات کی وجہ سے میرے دل نے مجھے مجبور کیا کہ ضرور آپ کے اس پروگرام میں شامل ہوں اور چند لمحے اور چند منٹ آپ میں گزاروں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''

(خطاب فرمودہ 8جون 2008ء)

جیسا کہ حضور انور نے خود بیان فرمایا کہ '' پہلے ارادہ تھا نہیں آؤں گا''۔ اس لئے ناظرین کے لئے کوئی اعلان نہیں کیا گیا تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور انور کے تشریف لانے سے قبل کسی کو اس بارہ میں کچھ خبر نہ تھی۔اس میں بھی خدائی حکمت نظر آتی ہے کیونکہ اس طرح اچانک حضور انور کو پروگرام میں دیکھ کر شرکائے پروگرام اور دیکھنے والے احمدی اور غیر احمدی ایک عجیب جذباتی

وروحانی کیفیت سے دوچار ہو گئے، ناظرین کی اکثریت فرطِ جذبات سے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکی، کئی احمدی احباب نے لکھا کہ ہم احمدی تو تھے لیکن خلافت کے موضوع پر ان پروگراموں نے ہمیں علمی طور پر منصب خلافت کی عظمت سے روشناس کرایا لیکن اس کا حقیقی اور روحانی ادراک حضور انور کی اس پروگرام میں شرکت کے وقت ہوا جسے ہم نے اپنے قلب ونظر ودماغ واحساسات میں محسوس کیا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر عربوں کی طرف سے مرسلہ احساسات اور جذبات میں سے کچھ پیش کر دیئے جائیں۔

عمومی بابرکت تاثیر

☆......مکرم محمد شریف عودہ صاحب نے اس پروگرام کے بعد حضور انور کی خدمت میں لکھا:

سیدی! سٹوڈیو میں حضور انور کی تشریف آوری کا ہم پر بھی اور دیگر تمام لوگوں پر بہت ہی بابرکت اور غیر معمولی اثر تھا۔ لوگ تو حضور کی اچانک تشریف آوری کو دیکھ کر گویا خوشی سے بے خود ہو گئے۔ مختلف عرب ممالک سے تمام فون کرنے والوں نے یہی کہا کہ شدت جذبات سے ہمارے آنسو نکل آئے۔ عجیب بات ہے کہ کئی غیر احمدی جن کا جماعت کے ساتھ رابطہ ہے وہ بھی شدتِ جذبات کی وجہ سے روئے بغیر نہ رہ سکے۔ مثلاً:

☆......اردن کے ایک ہسپتال میں امراض چشم کے ڈاکٹر وائل بلعاوی نے کہا کہ مَیں اس مسحورکُن منظر کو دیکھ کر شدتِ جذبات سے مغلوب ہو گیا۔ انہوں نے ابھی بیعت تو نہیں کی لیکن اس منظر سے بہت متاثر ہوئے۔ (بعد میں بفضلہٖ تعالیٰ انہوں نے بیعت کر لی اور الحمد للہ اب یہ جماعت احمدیہ اردن کے مخلص کارکن ہیں)

☆......ایک خاتون (جنہوں نے ابھی تھوڑا عرصہ قبل بیعت کی ہے) نے کہا کہ اس کے والد صاحب احمدی نہیں ہیں لیکن وہ بھی حضور انور کی پروگرام میں تشریف آوری کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگ گئے۔

☆......کبابیر کی ایک غیر احمدی عورت نے کہا:

حضور کے اسٹوڈیو میں تشریف لانے پر میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور مَیں بے حد متاثر

ہوئی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ اگر میری یہ حالت ہے تو ان کی حالت کیا ہوگی جو اس وقت حضور انور کے ساتھ سٹوڈیو میں بیٹھے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ جتنے لوگوں نے بھی مجھ سے بات کی ہے یہی کہا ہے کہ جب حضور انور کی آمد پر شرکاء پروگرام کھڑے ہوئے تو ہم بھی ساتھ کھڑے ہوگئے۔ اس واقعہ نے ہمارے نفوس کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

یہ تو غیر احمدیوں کے تاثرات تھے جبکہ احمدی احباب میں سے جس شخص سے بھی فون پر بات ہوئی سب نے یہی کہا کہ وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ بہتوں نے حضور انور کی تشریف آوری کے وقت فون کر کے حضور سے بات کرنیکی کوشش بھی کی لیکن ان کی فون کال کی باری نہ آئی۔ میری والدہ کہہ رہی تھیں کہ یوں لگتا تھا کہ گویا حضور ہمارے گھر میں تشریف لے آئے ہیں۔

مجلسِ صحابہ کا احساس

☆......ایک غیر از جماعت دوست مکرم عماد عبد البدیع صاحب آف مصر نے لکھا:

مَیں ٹی وی کے آگے بہت کم بیٹھتا تھا لیکن بیماری کی وجہ سے ایک دن میں بیٹھا مختلف چینل بدل رہا تھا کہ اچانک آپ کا یہ چینل مل گیا۔ مجھے ایک خزانہ مل گیا۔ اگر میری بیماری نہ ہوتی تو شاید اس خزانہ سے محروم رہتا۔ اس پر مَیں خدا تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کیونکہ میرے ذہن میں مذہب کے بارہ میں بہت سے سوالات پیدا ہوتے تھے جن کا جواب مجھے کبھی بھی نہ ملتا تھا اور کوئی میری تسلی نہ کراتا تھا۔ خدا شاہد ہے کہ یہ چینل اور اس کو چلانے والے نیک لوگ میرے درد کی دوا بن گئے حتی کہ میں سخت بیماری کی ساری تکلیفیں بھول کر خلیفۃ المہدی کی محبت سے مجبور ہو کر انٹرنیٹ کیفے گیا ہوں تا کہ یہ خط بھیجوں۔ آپ کا چینل اس دنیا میں امید کی ایک واحد کرن ہے۔ آپ کے پاس محمدی فیوض کا خزانہ ہے۔

جب حضور انور اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں تشریف لائے تو اس دوست نے لکھا:

اس بار جب حضرت خلیفۃ المسیح سٹوڈیو میں تشریف لائے تو مَیں اپنے جذبات ضبط نہیں کر سکا اور زار وقطار رونا شروع کر دیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ کی مجلس میں موجود ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہوں۔ مَیں ساری تکلیف اور درد بھول گیا۔ آپ کے پروگرام بہت خوبصورت اور دلکش ہیں۔ اور یہ تاریکیوں کو منور کرنے والے ہیں۔

بعض احمدیوں کے جذبات

☆......مکرمہ عائشہ عبدالکریم عودہ صاحبہ نے کبابیر سے لکھا:

سیدی حضور انور کا اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں یوں اچانک تشریف لانا کس قدر خوشی وفرحت اور سرور کا موجب ہوا اس کا بیان الفاظ میں ناممکن ہے۔ایسے لگا جیسے فرشتوں کا لشکر حضور انور کے ساتھ سٹوڈیو میں داخل ہو گیا ہو۔مارے خوشی کے میری تو جیسے سانس ہی بند ہوگئی۔ میرے والد صاحب زاروقطار رونے لگ گئے۔

دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت سے محبت میں اور بڑھائے اور اس کے ساتھ چمٹے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆......مکرمہ مروہ غالول صاحبہ نے سیریا سے لکھا:

پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں حضور انور کا تشریف لانا ایک نا قابل فراموش تاریخی واقعہ ہے۔کاش میں اس سٹوڈیو کے درو دیوار کا کوئی حصہ ہوتی اور حضور انور کا قرب حاصل کر سکتی۔گو کہ یہ ممکن نہ تھا تاہم میرا دل وفورِشوق ومحبت میں وہیں کہیں تھا۔

(کچھ عرصہ قبل ہماری اس بہن کی ایک حادثہ میں وفات ہوگئی۔حضور انور نے ازراہ شفقت خطبہ جمعہ میں انکا ذکر خیر بھی فرمایا اور نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔)

☆......مکرمہ ہدیل فضل عودہ آف کبابیر نے حضور انور کی خدمت میں لکھا:

سیدی مَیں خوشی کے جذبات سے اس قدر مغلوب ہوں کہ اپنی مسرت کا اظہار ناممکن ہے۔ اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں حضور انور کے پرنور چہرے مبارک کی زیارت نے عجیب سماں پیدا کر دیا۔ اس طرح حضور انور کی شرکت سے ہمارے قلب ونفوس میں پاکیزہ تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

☆......مکرم محمد مَخُّول صاحب نے لبنان سے لکھا:

حضور گذشتہ دنوں مَیں اپنے گھر صوفے پر بیٹھا پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر دیکھ رہا تھا

کہ جب مکرم شریف صاحب نے کہا کہ حضور تشریف لائے ہیں میرا حال اس شخص کی طرح تھا جس کے پاس اچانک کوئی فوجی جرنیل آ جائے۔ اس منظر کے رعب سے چھلانگ لگا کر اٹھ بیٹھا۔ قریب تھا کہ میرا سر چھت سے جا لگتا۔ مَیں نے شدت رعب سے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے اور آنسو جاری ہوگئے۔ مَیں برف کی طرح ٹھنڈا ہوگیا اور حضور کی باتیں سننے لگا۔ اس وقت میرے سامنے یہ آیت آ گئی لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ (الانفال:64)۔ حضور آپ ہمارا فخر ہیں۔ ہم آپ کی ہمیشہ اطاعت کریں گے۔

☆......مکرمہ دعاء منصور عودہ صاحبہ نے کبابیر سے لکھا:

پیارے آقا کا پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں تشریف لانا عجیب تاثیر رکھتا تھا۔ خوشی ومسرت کے جذبات نے ہمیں ہمارے اردگرد سے بے خبر کر دیا تھا۔ ہماری سوچ، اور احساسات حضور کی طرف کھچے چلے جا رہے تھے۔ یہ ایک عظیم منظر تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں لوٹ گئے ہیں۔

سیدی! اس واقعہ کے بعد ہمارے دلوں میں خلافت سے تعلق مزید جوش مارنے لگا ہے۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ مسیح موعودؑ کا آسمان سے نزول

☆......مکرم عبد اللطیف اسماعیل عودہ نے کبابیر سے اپنے جذبات کے ساتھ ایک رؤیا کا ذکر بھی کیا:

اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں آپ کے اچانک تشریف لانے کا عظیم اثر دلوں پر ہے اور اس سے جہاں جماعت کے افراد کی آپس میں محبت واخوت کا اظہار ہوتا ہے وہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی عربوں سے شدید محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور! ایم ٹی اے کو جو عظیم کامیابیاں مل رہی ہیں ان کو دیکھ کر مجھے چار سال پہلے کی دیکھی ہوئی ایک خواب یاد آ گئی جو میں نے آپ کی خدمت میں بھجوائی تھی جبکہ ابھی ایم ٹی اے العربیہ کا کوئی وجود نہ تھا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ریڈیو اور ٹی وی اور دوسرے وسائل اطلاعات کے ذریعہ یہ خبر نشر ہوئی ہے کہ عنقریب امام مہدی و مسیح کا نزول آسمان سے ہونے والا ہے۔ کبابیر

میں یہ خبر ہمیں ایک غیر احمدی کے ذریعہ ملتی ہے۔مَیں اسے کہتا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے کیونکہ اصل مسیح موعود ایک سوسال قبل آ چکا ہے اور اب کوئی آسمان سے نہیں آئے گا۔

ہم اسی بحث میں ہیں کہ آسمان سے ایک گول شکل کی بہت بڑی خلائی سواری زمین پر اترتی دکھائی دیتی ہے جس سے بکثرت نور نکل رہا ہے۔اس پر غیر احمدیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو مسیح آ گیا۔اس پر ہم احمدی حیرت میں پڑے ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن جب وہ سواری ہمارے قریب آتی ہے تو ہمیں اس کے اندر سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کچھ احمدی احباب وخواتین کے ساتھ تشریف فرما نظر آتے ہیں۔جس پر ہم لوگ نہایت خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں لیکن غیر احمدی شک میں پڑتے ہیں کہ احمدیوں کا امام،مسیح کیسے ہو گیا؟ اس پر میں حضور کے قریب جا کر عرض کرتا ہوں کہ حضور بعض دوست ابھی تک شک میں ہیں۔اس پر آپ کمال شفقت سے ان کے پاس جا کر فرماتے ہیں کہ اب بھی اگر آپ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو مَیں ایک اور نشان دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ سواری کی طرف چلے گئے اور آسمان کی طرف بلند ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ اب تم تصدیق کرتے ہو؟ تو اس پر لوگ بکثرت آپ کے گرد جمع ہونا شروع کر دیتے ہیں اور ان کی تعداد بڑھ رہی ہے اور وہ نعرے لگا رہے ہیں۔

ایم ٹی اے جو پروگرام پیش کر رہا ہے یہ خواب کے ایک حصہ کی تعبیر ہے۔اللہ کرے کہ ان پروگراموں کو دیکھ کر لاکھوں کروڑوں سعید روحیں حضور کے گرد جمع ہوں۔

ہمیں انتظار رہے گا

☆......محترمہ نسیبہ اسلامبولی صاحبہ نے شام سے لکھا:

اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں اچانک حضور کی آمد اور رحمتوں اور برکتوں سے بھر پور وہ چند لمحات جو حضور نے ہمیں عنایت فرمائے، ان کے بعد جو آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے اور دل کو ٹھنڈک پہنچی اور فرط مسرت سے جذبات کی جو کیفیت تھی اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اب مَیں اس پروگرام کو کیسے دیکھا کروں گی کیونکہ ہر گھڑی ہمیں یہی انتظار رہے گا کہ کاش حضور چند لمحوں کیلئے دیدار کرانے کیلئے تشریف لائیں۔کاش ہمیشہ اسی طرح ہمیں اپنے پیارے چینل پر

حضور کی زیارت نصیب ہوتی رہے۔

آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب ہم حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے عربوں کو مخاطب کر کے فرمائے ہوئے ان کلمات مبارکہ: ''مجھے امید ہے کہ یہ تعداد جلدی انشاء اللہ ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں میں بدلنے والی ہے'' کا پورا ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، آمین ثم آمین۔

پروگرام
الحوار المباشر
کے
بعض مناظر

شرکائے الحوار المباشر کا ایک گروپ فوٹو

الحوار المباشر کے شرکاء اور کنٹرول روم میں خدمت بجالانے والے بعض خدام کا گروپ فوٹو

پروگرام
الحوار المباشر
کے
بعض مناظر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پروگرام الحوار المباشر میں تشریف آوری

کے موقعہ پر 8/جون 2008 کو لی گئی یادگار تصویر

ایم ٹی اے 3 العربیۃ

اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر اور ردّ عیسائیت پر مشتمل پروگراموں کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ ایم ٹی اے 3 العربیۃ کا اجراء عمل میں آیا جس پر دیگر پروگرامز کے علاوہ اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر بھی چلتا رہا اور بفضلہٖ تعالیٰ آج تک بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس میں عیسائیت کے ردّ میں پروگراموں کے علاوہ مختلف اختلافی مسائل اور موضوعات پر بحث ہوئی جن کے بارہ میں ہم تفصیلی طور پر بعد میں لکھا جائے گا۔

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ کا جلوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میڈیا کے عظیم الشان انقلاب کی طرف بڑے لطیف پیرائے میں اشارہ فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ میں نئی ایجادات اور سرعتِ وسائلِ رسل ورسائل واِتّصالات کی وجہ سے دنیا کے گلوبل ویلیج یا ایک ملک بن جانے کا ذکر فرمایا ہے، جس کی بنا پر پرانے زمانوں میں تبلیغ وتبشیر کا سالوں میں ہونے والا کام اب محض چند ایام میں ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ اس اقتباس میں مجموعی طور پر نئی ایجادات کا دین اسلام کی تبلیغ اور اسے تمام دنیا پر غالب کرنے میں اہم کردار کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے۔ گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ اور اگرچہ دین اسلام اپنے دلائل حقہ کے رو سے قدیم سے غالب چلا آیا ہے اور ابتدا سے اس کے مخالف رسوا اور ذلیل ہوتے

چلے آئے ہیں۔لیکن اس غلبہ کا مختلف فرقوں اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانہ کے آنے پر موقوف تھا کہ جو بباعث کھل جانے راہوں کے تمام دنیا کو ممالک متحدہ کی طرح بناتا ہے اور ایک ہی قوم کے حکم میں داخل کرتا ہے۔ اور اندرونی اور بیرونی طور پر تعلیم حقانی کے لئے نہایت مناسب اور موزون ہو۔ سب اب وہی زمانہ ہے کیونکہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دوسری قوم سے اور ایک ملک کے دوسرے ملک سے سامان تبلیغ کا بوجہ احسن میسر آ گیا ہے اور بوجہ انتظام ڈاک و ریل و تار و جہاز و وسائل متفرقہ اخبار وغیرہ کے دینی تالیفات کی اشاعت کے لئے بہت سی آسانیاں ہوگئی ہیں۔غرض بلاشبہ اب وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ جس میں تمام دنیا ایک ہی ملک کا حکم پیدا کرتی جاتی ہے۔اور بباعث شائع اور رائج ہونے کئی زبانوں کے تفہیم تفہم کے بہت سے ذریعے نکل آئے ہیں اور غیریت اور اجنبیت کی مشکلات سے بہت سی سبکدوشی ہوگئی ہے...... خلاصہ کلام یہ کہ اس زمانہ میں ہریک ذریعہ اشاعت دین کا اپنی وسعت تامہ کو پہنچ گیا ہے.......... ماسوا اس کے یہ زمانہ اشاعت دین کے لئے ایسا مددگار ہے کہ جو امر پہلے زمانوں میں سو سال تک دنیا میں شائع نہیں ہوسکتا تھا۔اب اس زمانہ میں وہ صرف ایک سال میں تمام ملکوں میں پھیل سکتا ہے۔اس لئے اسلامی ہدایت اور ربانی نشانوں کا نقارہ بجانے کے لئے اس قدر اس زمانہ میں طاقت وقوت پائی جاتی ہے جو کسی زمانہ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔صدہا وسائل جیسے ریل و تار و اخبار وغیرہ اسی خدمت کے لئے ہر وقت طیار ہیں کہ تا ایک ملک کے واقعات دوسرے ملک میں پہنچاویں۔سو بلاشبہ معقولی اور روحانی طور پر دین اسلام کے دلائل حقیقت کا تمام دنیا میں پھیلنا ایسے ہی زمانہ پر موقوف تھا اور یہی باسامان زمانہ اس مہمان عزیز کی خدمت کرنے کے لئے من کل الوجوہ اسباب مہیا رکھتا ہے۔پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنیہ کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے..........غرض خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعت دین کے اور دلائل اور براہین اتمام حجت کے محض اپنے فضل وکرم سے اس عاجز کو عطا فرمائے ہیں وہ اُمم سابقہ میں سے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائے۔اور جو کچھ اس بارہ میں توفیقات غیبیہ اس عاجز کو

دی گئی ہیں وہ ان میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔......اس نے اپنے تفضلات وعنایات سے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ روز ازل سے یہی قرار یافتہ ہے کہ آیت متذکرہ بالا اور نیز آیت وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ کا روحانی طور پر مصداق یہ عاجز ہے، اور خدا تعالیٰ ان دلائل وبراہین کو اور ان سب باتوں کو کہ جو اس عاجز نے مخالفوں کے لئے لکھے ہیں خود مخالفوں تک پہنچا دے گا اور ان کا عاجز اور لا جواب ومغلوب ہونا دنیا میں ظاہر کر کے مفہوم آیت متذکرہ بالا کا پورا کر دے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔''

(براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 594 تا 597)

ایک دم میں چمک کر ہر طرف پھیل جانے والی بجلی

علاوہ ازیں حضور علیہ السلام نے مسیح موعودؑ کے متعلق احادیث نبویہ میں مذکور لفظ ''نزُوْل'' کی شرح میں بعض بڑے دقیق رنگ میں اشارے فرمائے ہیں جن کا ایک طور پر اطلاق سیٹلائٹ چینل پر بھی ہوسکتا ہے اور چونکہ ہم اس وقت جماعت احمدیہ کے عربی چینل کے بارہ میں بات کررہے ہیں اس حوالہ سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان مذکورہ دقیق اشاروں پر مبنی مضمون عربی کتاب خطبہ الہامیہ میں مذکور ہے۔ حضور علیہ السلام نزول کا لفظ استعمال ہونے کی دو حکمتیں بیان فرماتے ہیں۔ ان میں سے دوسری اس طرح سے ہے:

" ثانيهما: لِإظهار شهرة المسيح الموعود فى أسرع الأوقات والزمان فى جميع البلدان۔ فإن الشيئ الذى ينزل من السماء يراه كلّ أحدٍ من قريب وبعيد ومن الأطراف والأنحاء۔ ولايبقٰى عليه سِتْرٌ فى اَعْين ذوى الإنصاف۔ ويشاهَد كبرقٍ يبرق من طرفٍ إلى طرف حتّى يحيط كدائرةٍ على الأطراف"۔

(الخطبة الإلهامية ج16 صفحہ 43)

(ترجمہ از ناقل) نزول کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود کی تمام ممالک میں غیر معمولی تیزی کے ساتھ شہرت پھیل جائے گی۔ کیونکہ جو چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے اسے قریب سے اور دور سے اور ہر ایک سمت وجہت سے ہر کوئی دیکھتا ہے اور وہ اہل انصاف کی نظر میں وہ کبھی

پوشیدہ نہیں رہتی، بلکہ یہ اس بجلی کی طرح دکھائی دیتی ہے جو ایک سمت سے کوند کر دوسری سمتوں میں چمکتی ہے یہاں تک کہ تمام اطراف و جہات پر ایک دائرے کی طرح محیط ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اسی کتاب میں ایک اور جگہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

اور نزول کے لفظ میں جو حدیثوں میں آیا ہے یہ اشارہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں امر اور نصرت انسان کے ہاتھ کے وسیلہ کے بغیر اور مجاہدین کے جہاد کے بغیر آسمان سے نازل ہوگی اور مدبروں کی تدبیر کے بغیر تمام چیزیں اوپر سے نیچے آئیں گی۔ گویا مسیح بارش کی طرح فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے اترے گا، انسانی تدبیروں اور دنیاوی حیلوں کے بازوؤں پر اس کا ہاتھ نہ ہوگا۔ اور اس کی دعوت اور حجت زمین میں چاروں طرف بہت جلد پھیل جائے گی اس بجلی کی طرح جو ایک سمت میں ظاہر ہو کر ایک دم میں سب طرف چمک جاتی ہے۔ یہی حال اس زمانہ میں واقع ہوگا۔ (الخطبة الإلهامية، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 283 تا 285)

ایک رنگ میں سیٹیلائٹ سسٹم بھی اس طرح کام کرتا ہے کہ اس کی نشریات آسمان پر ایک مقام سے تمام دنیا میں منتشر ہو جاتی ہیں اور بجلی کی طرح ایک جگہ سے کوند کر دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتی ہیں اور بیک وقت ہر جگہ دکھائی دینے لگتی ہیں۔ گویا اس طرح مسیح موعود کا نزول ہر گھر میں ہو رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کی تحریرات و اقوال کے حوالے سے جملہ عقائد کی وضاحت ہو رہی ہے اور گند اچھالنے والے تمام دریدہ دہن معترضین کے جملہ اعتراضات کا جواب دیا جا رہا ہے۔ شاید اسی دن کے لئے حضور علیہ السلام نے اپنے ایک عربی قصیدہ میں فرمایا تھا کہ:

وَ یَأْتِیْ یَوْمُ رَبِّیْ مِثْلَ بَرْقٍ
فَلَا تَبْقَی الْکِلَابُ وَلَا النُّبَاحُ

(تحفۂ بغداد، روحانی خزائی جلد 7 صفحہ 38)

ترجمہ: اور میرے ربّ کا دن بجلی کی طرح آئے گا۔ تب نہ تو کُتّے باقی رہیں گے نہ ہی ان کا بھونکنا۔

ایم ٹی اے 3العَرَبِیة کا باقاعدہ اجراء

گذشتہ صفحات میں مذکور تمہید کے بعد اب ہم ایم ٹی اے 3العربیۃ کے اجراء کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد مکرم منیر عودہ صاحب کو فرمایا تھا کہ میرے عہد میں عربوں میں تبلیغ کے لئے راہ کھلے گی اور عربوں میں احمدیت کا نفوذ ہوگا اور وہ کثرت سے احمدیت کی آغوش میں آئیں گے۔ چنانچہ حضورانور کے یہ کلمات آج عربوں میں فتوحات اور جماعت کے انتشار کی شکل میں پورے ہو رہے ہیں۔ ایم ٹی اے 3العربیۃ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔

اس سلسلہ میں مکرم منیر عودہ صاحب نے ہمیں بتایا کہ:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی خلافت کے شروع سے ہی عربوں میں تبلیغ کو خاص اہمیت دی اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ 2004ء کی ابتدا میں ایک ملاقات کے دوران حضورانور نے فرمایا کہ ایسے عربی پروگرامز کی تیاری کے امکانات کا جائزہ لے کر بتائیں جو جماعت کے ایک علیحدہ عربی چینل پر چلائے جا سکیں۔ چنانچہ اس کے بعد جب مَیں کبابیر گیا اور وہاں پر امیر جماعت محمد شریف عودہ اور مکرم ہانی طاہر صاحب سے اس بارہ میں بات کی کہ حضورانور کا منشاء یہ ہے کہ یہ پروگرام بے شک بہت ہی معمولی درجہ کے ہوں جن کے ذریعہ صرف جماعت کا پیغام عرب دنیا کے بڑے حصہ تک پہنچ جائے۔ انہوں نے کہا کہ بظاہر تو حالت ایسی ہے کہ ہمارے پاس ایک علیحدہ چینل کو چلانے کیلئے پروگرام تیار کرنے اور ریکارڈنگ کرنے اور جملہ انتظامی اور تکنیکی امور کی انجام دہی کے لئے ماہرین

کی کمی ہے۔ بہرحال میں نے واپسی پر حضور انور کی خدمت میں تمام صورتحال پیش کر دی لیکن ایسے محسوس ہوا جیسے حضور انور اس بات کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ ایسا ہو کر ہی رہے گا، کیونکہ حضور انور نے فرمایا ابتدا میں چاہے کوئی شخص بیٹھ کر بعض کتابیں ہی پڑھ کر ریکارڈ کرا دے، صرف ایسی نصوص چنی جائیں جن کے ذریعہ سے جماعت کا پیغام عرب دنیا تک پہنچ جائے۔

چنانچہ حضور انور کے ارشاد کے مطابق چیئر مین ایم ٹی اے اور بعض دیگر کارکنان نے کسی عربی سیٹیلائٹ پر جماعت کے عربی چینل کی نشریات کے امکانات کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔2005ء کے آخر تک کئی کمپنیوں کے ساتھ بات چلی لیکن کہیں بھی کامیابی نہ مل سکی۔2006ء میں مشرق وسطی میں سیٹیلائٹ پر جگہ فراہم کرنے والی ایک کمپنی سے بات ہوئی اور عرب سات یا نائل سات میں سے کسی ایک پر ہمیں جگہ ملنے اور لاکھوں عربوں تک رسائی حاصل کرنے کی امید ہوگئی جس نے 2007ء میں حقیقت کا روپ دھار لیا اور اٹلانٹک برڈ 4 (Atlantic bird 4) کے ذریعہ مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام عرب کی فضاؤں کو معطر کرنے لگا۔اور بالآخر 23 مارچ 2007ء کو حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دست مبارک سے اس نئے عربی چینل کا افتتاح فرمایا جس کا نام mta-3 العربیہ رکھا گیا۔

تجرباتی نشریات کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربوں کو مخاطب کر کے فصیح وبلیغ عربی زبان میں تحریر فرمودہ نہایت مؤثر اور دل میں اتر جانے والے اقتباسات پرشوکت آواز میں پڑھ کر پیش کئے گئے۔جس پر ابتدا پر کئی لوگوں کی طرف سے استفسار کیا گیا کہ آپ کون لوگ ہیں اور یہ مؤثر اور دل میں اتر جانے والے کلمات کس شخصیت کے ہیں؟

لوگوں کے اچھے ردّ عمل اور کثرت سے جماعت کے عقائد کو سراہنے اور احمدیت قبول کرنے نے ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے ہر کام کرنے کا ایک وقت رکھا ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر چیز مسخر ومیسر ہو جاتی ہے اور وہ کام بظاہر ناممکن ومحال دکھائی دینے کے غیر معمولی آسانی اور یُسر سے ہونے لگتا ہے۔

خصوصی تقریب

افتتاح کے چند دنوں کے بعد 6 مئی 2007ء کو باقاعدہ طور پر اس چینل کی نشریات کی ابتدا کی مناسبت سے ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کیا گیا جس کا تفصیلی احوال ایک رپورٹ کی شکل میں مکرم نصیر احمد قمر صاحب مدیر الفضل انٹرنیشنل نے 25 مئی 2007ء کے شمارہ میں شائع کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مفصل رپورٹ کے اکثر حصہ کو یہاں نقل کر دیا جائے۔

(بیت الفتوح۔ لندن۔ 6 مئی): آج 6 مئی بروز اتوار قریباً ساڑھے سات بجے بیت الفتوح لندن کے طاہر ہال میں mta-3 العربیہ کی نشریات کے اجراء کی مناسبت سے ایک خصوصی تقریب عشائیہ منعقد ہوئی جس میں ایم ٹی اے کے کارکنان، مجلس عاملہ برطانیہ کے اراکین اور مرکزی عہدیداران کے علاوہ بعض منتخب مہمانوں نے شرکت کی۔ یہ نہایت خوبصورت اور پُروقار تقریب کئی پہلوؤں سے بہت ہی روح پرور اور ایمان افروز تھی۔

اس تقریب کے مہمان خصوصی ہمارے محبوب امام امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تھے۔ آپ کے کرسیٔ صدارت پر رونق افروز ہونے پر تلاوت قرآن کریم سے کارروائی کا آغاز ہوا جو ہمارے عرب احمدی بھائی مکرم تمیم ابودقّہ صاحب نے کی۔ آپ نے سورۃ الفتح کے پہلے رکوع کی تلاوت کی جس کا اردو ترجمہ مکرم ندیم کرامت صاحب وائس چیئرمین ایم ٹی اے نے پڑھ کر سنایا۔ بعدازاں مکرم منیر عودہ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں لکھے گئے عربی قصیدہ یَا قَلْبِیَ اذْکُرْ اَحْمَدَا کے بعض منتخب اشعار پڑھے جس کے بعد مکرم شریف عودہ صاحب امیر جماعت کبابیر نے عربی زبان میں بہت پُرجوش اور پُرولولہ خطاب کیا۔ اس خطاب کا اردو ترجمہ بعدازاں مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب چیئرمین ایم ٹی اے نے پیش کیا۔

مکرم شریف عودہ صاحب کی تقریر

مکرم شریف عودہ صاحب نے اپنے عربی خطاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر درود وسلام کے بعد اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار کیا کہ اس نے

ہمیں اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند، آپؐ کے عاشق صادق اور خادم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں اور خادموں میں شامل ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عربوں سے شدید محبت رکھتے تھے۔ آپ نے نہ صرف عربوں سے محبت کی بلکہ ان کی زبان اور ان کی زمین سے بھی محبت کی۔ اور یہ سب کچھ آپ علیہ السلام کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پرتو تھا۔ آپ نے عربی زبان سے محبت کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار قرار دیا۔ آپ علیہ السلام کی خواہش تھی کہ آپ عرب ممالک اور اس سرزمین کا دیدار کریں اور ان گلیوں میں جائیں جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے، اور یہ کہ اس خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں۔ عربوں سے آپ نے اس حد تک محبت کی کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کی اصلاح اور انہیں سیدھا راستہ دکھانے کی مہم آپ کے سپرد کرنے کی بشارت دی، جس کی بنا پر آپ نے عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ مجھے اس اصلاح کی مہم میں کامیاب وکامران پائیں گے۔

مکرم شریف عودہ صاحب نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عربوں کی طرف اپنے خطوط اور کتب بھیجنے کے بارہ میں فکر مند تھے کیونکہ آپ نے سنا تھا کہ عرب ممالک کے حکمرانوں کے کارندے راستہ میں اس قسم کا مواد ضبط کرلیا کرتے ہیں۔ لہذا آپ علیہ السلام عربوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”اے عزیزو! مجھے بتاؤ کہ مَیں کیا کروں اور کونسی تدبیر استعمال کروں تا تم تک جا پہنچوں۔ مَیں اپنی جگہ اس مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہوں اور اہل تجربہ لوگوں سے مشورہ کررہا ہوں“۔

الحمد للہ کہ حضور علیہ السلام کی یہ خواہش آج پوری ہوگئی ہے۔ اے ہمارے پیارے مسیح موعودؑ! آپ کا پیغام پہنچ گیا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی عاشق آپ کا پیغام بصد شوق اپنی منزل پا گیا۔ آپ علیہ السلام اپنے عربی شعر میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

ہمارے پیغام کا نامہ بر اپنی چونچ میں امن وسلامتی کے تحفے لئے شوق کے پروں پر سوار خدا کے پیارے، تمام رسولوں کے سردار اور تمام خلائق سے افضل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن کی طرف محو پرواز ہے۔

مکرم شریف عودہ صاحب نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ اے ہمارے پیارے آقا! عربوں کے لئے آپ کا امن وسلامتی کا تحفہ ان کے گھروں تک جا پہنچا ہے تا وہ ان کا کھویا ہوا اطمینان وسکون اور امن وسلامتی انہیں واپس دلا دے اور ان کے ہونٹوں پر دوبارہ مسکراہٹیں بکھیر دے۔

اے مسیح موعود علیہ السلام! آج آپ کا پیغام اور آپ کے خلیفہ کے خطبہ اور خطابات عربوں کے گھروں میں سنے جا رہے ہیں جو ان کے احیائے نو کے لئے ان کے زخموں کی مرہم بن رہے ہیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں زندگی کی روح پھونکی تھی۔

آخر پر مکرم شریف عودہ صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ:۔

سیدی حضرت امیر المومنین! یہ عاجز آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہے اور ساتھ ہی تمام دنیا کے احمدیوں سے بھی ملتمس ہے کہ وہ عربوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عظمتِ رفتہ انہیں واپس دلا دے اور پھر سے انہیں خدا اور اس کے رسول کا پیارا بنا دے۔ آمین

چیئرمین ایم ٹی اے کا اظہار تشکر

مکرم امیر صاحب کبابیر کے سپاس نامہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد مکرم سید نصیر احمد صاحب چیئرمین ایم ٹی اے نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپنے جذبات کا ظہار کرتے ہوئے کہا کہ پیارے آقا! اب خاکسار ایم ٹی اے مینیجمنٹ بورڈ اور تمام سٹاف کی جانب سے حضور انور کی خدمت میں mta-3 العربیہ کے اجراء پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

مکرم چیئرمین صاحب نے کہا کہ مجھے آج بھی یاد ہے جب حضور انور نے ایم ٹی اے کی نشریات کو کسی لوکل ڈائریکٹ ٹو ہوم سروس کے ذریعہ عرب دنیا کے دلوں تک پہنچانے کے فیصلہ کی توثیق فرمائی اور اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا تو اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کام نہایت دشوار محسوس ہوتا تھا۔ لیکن پیارے آقا کا توکل علی اللہ پر مبنی اعتماد اور وثوق اس بات کا مظہر تھا کہ یہ کام انشاء اللہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی منشاء سے اپنے وقت پر ہوگا، سوالحمد للہ یہ ہوا۔ محض اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی منشاء کے تحت ہونا مقصود تھا کہ پیارے مسیح موعودؑ کا عربوں کے لئے

پیغام ضرور اُن تک پہنچے اور اس میں سوائے خلیفۃ المسیح کی پُر اعجاز دعاؤں کے کوئی انسانی ہاتھ کارفرما نہیں تھا، بالکل وہی اعجاز جو ہم ایم ٹی اے کے ہر پراجیکٹ کی تکمیل کے سلسلہ میں شروع سے دیکھتے آئے ہیں۔ ہم اپنے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم عاجزوں کو توفیق دے کہ اس سلسلہ میں ہم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریق سے نبھا سکیں۔

مصطفیٰ ثابت صاحب کی تقریر

اس کے بعد ہمارے مصری احمدی دوست، ممتاز عالم دین اور ایم ٹی اے کے عربی پروگراموں کی ایک معروف ومقبول شخصیت مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے حاضرین سے خطاب میں اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا۔ آپ نے حاضرین کی سہولت کے لئے بیک وقت عربی اور انگریزی میں خطاب کیا۔ پہلے آپ عربی میں کچھ کلمات کہتے اور پھر ان کا خود ہی انگریزی میں ترجمہ بھی سناتے۔ آپ کا خطاب بھی بہت ہی ایمان افروز تھا۔ آپ نے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ mta-3 العربیہ کے چینل کے آغاز پر مجھے ایک شعر یاد آ گیا جو ہم مصر میں پچاس کی دہائی میں اَلسَّدُّ الْعَالِیْ (High Dam) کی تعمیر کے حوالہ سے گایا کرتے تھے۔ اس شعر کا اردو مفہوم یہ ہے کہ یہ ایک خواب تھا پھر یہ ایک خیال میں ڈھلا، پھر ایک امکان بنا اور پھر حقیقت میں تبدیل ہو گیا۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہا کہ mta-3 العربیہ کے چینل کا اجراء ایک ناممکن سا خواب تھا لیکن پھر یہ خواب، خیال میں بدلا، پھر امکان میں ڈھلا اور آج وہ دن آیا ہے کہ یہ ایک حقیقت بن گیا ہے اور محض خواب وخیال نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ mta-3 العربیہ ایک بلند قامت، جری و بہادر اور عظیم چینل ہے اور دوسرے چینل اس کے مقابل پر بونے دکھائی دیتے ہیں۔ اس چینل کو دیکھنے والے ایک غیر از جماعت شخص نے کہا کہ تمام عربی چینلز میں یہ سب سے بہتر ہے۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہا کہ ایک لمبے عرصہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف عرب ممالک میں منفی اور جھوٹا پراپیگنڈہ کیا جاتا رہا اور اس کے ازالہ کی کوئی صورت دکھائی نہ دیتی تھی۔ اب ایم ٹی اے کے تمام عرب ممالک کے ہر گھر میں داخل ہونے سے مخالفین کے پراپیگنڈہ کا اثر ختم ہونے کے دور کا آغاز ہو گیا۔ اب

عرب علماء اور عام لوگ اپنی آنکھوں سے خود دیکھیں گے کہ احمدیہ مسلم جماعت کے افراد حقیقی مسلمان ہیں جو دفاع اسلام میں سب سے آگے اور قرآن مجید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ ہم عربوں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا تھا وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيْبٍ کہ اس دن غور سے بات کو سنو جب ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کے قریب ہو کر اسے بلائے تو وہ بعض دوسروں کی نسبتاً دور ہوگا۔ اور عام طور پر یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص سارے عالم میں لوگوں سے مخاطب ہو اور بیک وقت ہر ایک کے قریب بھی ہو۔ لیکن ایم ٹی اے کے ہر گھر میں داخل ہونے کی وجہ سے ٹیلویژن کے ذریعہ گویا آسمانی منادی ہر ایک کو قریب سے بلا رہا ہے۔ پس ہم ان سے کہتے ہیں کہ اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِيْح جَآءَ الْمَسِيْح۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ یہ ندا ہر ایک کے قریب ہو چکی ہے۔

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے عرب ناظرین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسیح موعود آئے تو خواہ برف کے پہاڑوں پر گھسٹتے ہوئے جانا پڑے تو جاؤ اور اس کی بیعت کرو کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ المہدی ہے۔

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اس عظیم ہدیہ پر جو حضور نے عالم عرب کو عطا فرمایا ہے مَیں ان لاکھوں عربوں کی طرف سے جو mta-3 العربیہ کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہیں حضور انور کا اور اس چینل کے لئے تمام کام کرنے والوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ یہ چینل مخلص اور صداقت پسند لوگوں کو سچائی کی طرف کھینچ لائے۔

دلآویز Presentation

''مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کے خطاب کے بعد سکرین پر mta-3 العربیہ کے اجراء اور اس کے پروگراموں سے متعلق ناظرین کے تاثرات پر مشتمل ایک بہت ہی عمدہ طور پر ترتیب دی گئی تصویری جھلکیوں کا پروگرام شروع ہوا۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے

دور میں ایم ٹی اے کے آغاز اور اس کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے mta-2 الثانیہ۔ اور پھر mta-3 العربیہ کے آغاز تک کی منتخب تصویری جھلکیاں پیش کی گئیں۔

اس نہایت درجہ دلآویز Presentation میں ہمارے عربی پروگراموں سے متعلق مختلف مسلم و غیر مسلم ناظرین کے تاثرات پر مشتمل ویڈیو جھلکیاں بھی دکھائی گئیں اور ان کے خطوط وای میل کے ذریعہ ملنے والے تاثرات بھی پیش کئے گئے جن میں انہوں نے جماعت کے عربی پروگراموں کو سراہا اور ان کی تعریف کی ہے۔ ہر پیغام یا رائے کے بعد جو عربی میں پیش کی جاتی تھی مکرم محمد طاہر ندیم صاحب کارکن عربک ڈیسک اس کا اُردو میں ترجمہ پیش کرتے رہے۔۔۔

یہ Presentation ایسی مسحور کن تھی کہ سب حاضرین پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات کی وجہ سے تشکر و امتنان کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ یقیناً ایم ٹی اے اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عطا ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیقرار تمناؤں اور متضرعانہ دعاؤں اور آپ سے اللہ تعالیٰ کے عظیم وعدوں کا فیضان ہے جو خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے توسط سے جماعت کو عطا ہوا۔ الحمدللہ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ وَبَارِكْ۔

اس Presentation کے اختتام پر چند اطفال نے جو عربی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قصیدہ ''یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ'' سے بعض منتخب اشعار خوبصورت آواز میں پڑھ کر سنائے۔ بچوں کے اس گروپ میں دو بھائی ایسے بھی تھے جنہیں یہ سارا قصیدہ زبانی یاد ہے اور ایسی عمدگی سے یاد ہے کہ اگر انہیں شعر کا نمبر بتا دیا جائے تو وہ زبانی وہ شعر سنا سکتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے Quiz کے انداز میں ان کا ٹیسٹ لیا اور مختلف اشعار سنانے کے لئے کہا۔ اس کے بعد دونوں بچوں کو پاس بلا کر کینیڈا سے ایک احمدی دوست کی طرف سے ان بچوں کے لئے بھجوائی گئی انعام کی رقم تحفۃً عطا فرمائی۔ اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ڈائس پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ یہ لمحہ اس تقریب کا معراج تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اردو زبان میں خطاب فرمایا۔ حضور چند جملوں کے بعد سکوت اختیار فرماتے اور اس دوران مکرم عبدالمومن صاحب طاہر (انچارج عربی ڈیسک) عربی زبان میں اس کا مفہوم بیان کرتے۔

خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد و تعوذ کے بعد فرمایا:

''آج یہ فنکشن ایم ٹی اے کے کارکنان اور ہمارے عرب بھائیوں کے اعزاز میں ترتیب دیا گیا ہے کہ mta3-العربیہ کا اجراء کرنے میں ان لوگوں نے جو مدد کی، جو تعاون کیا اور آئندہ بھی کریں گے اس کو ہم یاد رکھیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ ابھی ایک عارضی انتظام کیا گیا ہے لیکن مئی کے تیسرے ہفتے میں باقاعدہ طور پر mta3-العربیہ کے پروگرام عرب دنیا میں دیکھے اور سنے جائیں گے۔ ویسے تو اب بھی اسی طرح دیکھے جارہے ہیں لیکن اس میں باقاعدگی آجائے گی اور جو بعض ٹیکنیکل کمیاں اور سقم ہیں ان کو بھی پورا کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضور انور نے فرمایا کہ جیسا کہ ہم میں سے ہر احمدی جانتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے ہمیں پتہ چلتا ہے، آپ کے عمل سے پتہ چلتا ہے، آپ کے ساتھ رہنے والوں کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جو عشق اور محبت اور پیار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ بیان نہیں کیا جاسکتا اور اس کی کوئی مثال نہیں دی جاسکتی۔ آپ کا یہ عشق و محبت ہی تھا جس نے عرش کے پائے ہلائے اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چنا۔ اور آپ کا یہ عشق و محبت ہی تھا جس نے اسلام کے لئے آپ کے دل میں بے انتہا درد پیدا کیا اور آپ کے دل میں اسلام کی تبلیغ اور اسلام کا پیغام پہنچانے کی ایک ایسی تڑپ اور لگن لگائی کہ اگر آپ کے بس میں ہوتا تو راتوں رات ساری دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لے آتے۔ جب آپ کے دل میں اتنی تڑپ تھی تو یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ اس علاقے میں، ان ممالک میں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام پھیلا ان میں کسی بھی دوسرے مذہب کی موجودگی آپ برداشت کرتے یا آپ یہ برداشت کر سکتے کہ مسلمانوں کی حالت ان علاقوں میں ایسی ہے جس سے بعض جگہوں پر تو مسلمان کہلانے والوں کو دیکھ کر بھی شرم آتی ہے۔ آپ کی اس تڑپ نے کہ اسلام کا پیغام اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی حکومت تمام دنیا پر قائم ہو آپ کے دل میں اتنا درد پیدا کر دیا تھا کہ آپ کی راتیں بھی روتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے گزرتیں۔ آپ کی اسی تڑپ کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ ’خدا تیری ساری مرادیں پوری کرے گا‘ اور پھر فرمایا کہ ’وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کر دے گا‘۔ حضور نے فرمایا کہ یہ الہام جو ہے کہ ’’وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کر دے گا‘‘، یہ نہیں کہا کہ کرے گا۔ ’’کر دے گا‘‘ کے الفاظ ہیں۔ یعنی آپ بے چین نہ ہوں، یہ یقینی بات ہے اور یہ لکھی گئی ہے، یہ تقدیر الٰہی بن چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کے دروازے کھول دیئے ہیں اور ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ پھر ایک الہام ہے ’مبارک سو مبارک۔ آسمانی تائیدیں ہمارے ساتھ ہیں‘۔ اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے ’اَجْرُكَ قَائِمٌ وَذِكْرُكَ دَائِمٌ‘۔ تیرا اجر قائم اور ثابت ہے اور تیرا ذکر ہمیشہ رہنے والا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب ہم ان پیشگوئیوں کو دیکھتے ہیں، ان الہاموں کو دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو دیکھتے ہیں اور پھر جماعت احمدیہ کے ساتھ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کو دیکھتے ہیں تو یقیناً ہمارے دل تسلی پکڑتے ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب ہم اسلام اور احمدیت کی فتح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا پر لہراتا ہوا دیکھیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے عرب ممالک کے لئے جو ایک نیا اجراء ہوا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے ساتھ ہو رہا ہے اور اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے مبارک سو مبارک دی ہے۔ اس کے لئے تمام عرب دنیا کے احمدی اور تمام وہ لوگ جو MTA پر اپنا وقت دیتے ہیں اور اس خدمت پر مامور ہیں ان کے لئے بھی مبارکباد ہے اور یہ خوشخبری بھی ہے کہ یہ جو تمہاری کوششیں ہیں انشاء اللہ تعالیٰ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک ہو کہ یہ کامیابی کی طرف جو قدم چلے ہیں اور جماعت احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائیدات کی یہ پروازیں جو چل پڑی ہیں یہ بہت جلد انشاء اللہ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور الہام الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ’’مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی

بڑھاؤں گا‘‘۔ حضور نے فرمایا کہ ہر روز ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والا ہر شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کرنے والے گروہ میں شامل ہو رہا ہے۔ وہ شخص جو قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی میں اکیلا اور یکا وتنہا تھا آج اس کے لاکھوں کروڑوں محبّ پیدا ہو چکے ہیں۔ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تکمیل کی ایک کڑی ہے ورنہ لوگوں کے دلوں کو بدلنا کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ انہی دلی محبوں کے گروہ میں ہمیں عرب دنیا میں بھی وہ محبّ نظر آتے ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے انتہا عشق و محبت ہے اور اس کی جھلک آپ ہمارا جو عربی کا پروگرام چل رہا ہے اس میں دیکھ چکے ہیں۔ مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے اپنے جذبات کا اظہار کیا، شریف عودہ صاحب نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا، یہ ہانی طاہر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، تمیم ابو دقہ صاحب ہیں اَور بہت سے عرب ہیں جن کی محبت ان کے چہروں سے ٹپکتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے عرب ملکوں میں جا کر یہ انقلاب پیدا کیا۔ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ مَیں تیرے محبوں کا گروہ پیدا کروں گا جو محبت میں اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ محبوں کا گروہ ہمیں مَردوں میں بھی نظر آتا ہے، عورتوں میں بھی نظر آتا ہے، بچوں میں بھی نظر آتا ہے۔ جب عرب ملکوں کے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں، اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، یہاں آتے ہیں اور جب ملتے ہیں اور جس محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ صاف بتا رہی ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے کہ مَیں تیرے محبوں کا گروہ پیدا کروں گا وہ انقلاب شروع ہو چکا ہے اور اب عرب دنیا میں بھی ان محبّوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے اور انشاء اللہ بڑھتی چلی جائے گی اور ایک وقت آئے گا جب تمام عرب امت واحدہ بن کر ایک ہاتھ پر اکٹھی ہو جائے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یک زبان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے والی ہوگی۔

حضور انور نے فرمایا: پس یہ mta3 کا جو چینل ہے یہ بھی خدائی تائیدات کا ایک نشان ہے اور یہ چیزیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ وقت دور نہیں جب اسلام اور احمدیت کا جھنڈا تمام دنیا پر لہرائے گا۔ پس اس بات کو ہمیں اور زیادہ دعاؤں کی طرف توجہ دلانے والا بننا

چاہئے۔ اللہ کرے کہ ہم ان دعاؤں کی طرف توجہ دیتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوتے ہوئے اس کا فضل مانگتے ہوئے ان ترقیات کو جلد سے جلد حاصل کرنے والے بن جائیں۔

آخر پر حضور انور نے جماعت کے عربی پروگراموں سے متعلق اپنے نیک تاثرات کا اظہار کرنے والے عرب بھائیوں اور بہنوں کا ذکر کرتے ہوئے جن میں سے کچھ کے تاثرات آج کی تقریب میں پیش کئے گئے تھے فرمایا کہ ان سے مَیں کہتا ہوں کہ تمہارے ان جذبات کا اظہار بجا، ہم اس پر شکریہ ادا کرتے ہیں لیکن صرف جذبات کا اظہار کر دینا کافی نہیں ہے۔ آج اسلام کی تائید کے لئے اس چنیدہ کی مدد کے لئے آگے آؤ اور اس کی جماعت میں شامل ہو جاؤ اور ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو کر اسلام کا دفاع کرو اور اسلام کی فتوحات میں اس کے سپاہی بن جاؤ۔ یہی ایک جری اللہ ہے، یہی ایک سپہ سالار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا ہے۔ اس لئے اب تمام عرب دنیا کا فرض بنتا ہے جو اوّلین طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کے مخاطب تھے کہ جب میرا مسیح ومہدی آئے تو اس کے پاس جانا اور اس کو میرا اسلام کہنا۔ اب تمہارا یہ فرض ہے کہ اس فرض کو نبھاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ حصہ لینے والے بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جاؤ۔ اللہ کرے کہ میرا یہ پیغام بھی آپ کے دلوں کو نرم کرنے والا بن جائے۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد جو ہمارے پر فرض بنتا ہے اور جماعت کا جو ہم پر حق بنتا ہے اس کو صحیح طور پر ادا کرنے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہماری تائید و نصرت فرماتا رہے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دعا کروائی۔ دعا کے بعد تمام حاضرین کی خدمت میں عربی طرز پر تیار کردہ کھانا پیش کیا گیا جس کے ساتھ یہ نہایت پر مسرت، مبارک اور ایمان افروز تقریب اختتام کو پہنچی۔

(الفضل انٹرنیشنل 25 مئی 2007)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایم ٹی اے 3 العربیہ کی افتتاحی تقریب میں تاریخی خطاب فرماتے ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
ایم ٹی اے 3 العربیہ کی افتتاحی تقریب میں خطاب فرماتے ہوئے

مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب

مکرم شریف عودہ صاحب

مکرم ہانی طاہر صاحب

مکرم تمیم ابودقہ صاحب

جذبات، تبصرے، آراء

mta3-العربیہ کی اس روح پرور و مسحور کن تقریب کے احوال کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک چینل کے شروع ہونے پر بعض عربوں کے تبصرے نقل کر دیئے جائیں۔

چینل توجہ کا مرکز بن گیا

☆......مکرم خالد سعید التمیمی صاحب یمن سے لکھتے ہیں:

مَیں قاہرہ میں پڑھ رہا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔لیکن اتفاق سے آپ کا چینل دیکھا۔پھر وہی میری توجہ کا مرکز بن گیا، اور دن رات احمدیت کے بارے میں غور کرتا رہتا ہوں۔مَیں حق تک پہنچنا چاہتا ہوں۔

مذہبی دنیا کے سرجن

☆......عبدالحمید السید صاحب آف سیریا لکھتے ہیں:

مَیں اس نہایت پیارے چینل کو شروع کرنے پر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو عقل کو روشن کرنے والے اعلیٰ درجہ کے مضامین پیش کرتا ہے اور دینی عقائد کے بارہ میں حق کھول کر رکھ دیتا ہے تا ہر ایک ٹھوس تشریحات کی روشنی میں اپنی راہ متعین کر سکے۔ یقیناً یہ تشریحات عظیم ثمرات کا پیش خیمہ ہیں۔ جو بھی آپ لوگوں کی بات سنتا ہے مطمئن ہو جاتا ہے۔ آپ دینی عقائد پر مضبوطی سے قائم ہونے والے لوگ ہیں۔آپ دین کے میدان میں ایسے ہیں جیسے طب کے میدان میں سرجن ہو، چنانچہ آپ نے بڑے بڑے آپریشن کئے ہیں۔

فطرت یہ پیغام قبول کرتی ہے

☆......مکرم عبداللہ صاحب عراق سے لکھتے ہیں:

مَیں عراق کی ایک غریب سی بستی کا باشندہ ہوں۔ Law میں ڈگری کی ہوئی ہے۔ اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر اور اَجْوِبَہ عن الإیمان اور خطابات اور قصائد کے ذریعہ آپ کی جماعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بلندئ فکر کا پتہ چلا۔

جب مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے پیغام کو سمجھنے کی توفیق ملی تو مَیں نے دیکھا کہ میری فطرت نے اسے قبول کیا ہے۔ جب مَیں نے اس بات کا اظہار سرِ عام کرنا شروع کیا تو بعض متکبر مولویوں کے ہاتھوں مجھے ظلم کا نشانہ بھی بننا پڑا۔ مجھے آپ کے علاوہ اور کہیں جائے رحمت اور جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ میری کیفیت اس پیاسے کی سی ہو رہی ہے جو صحرا میں صاف پانی کو ترس رہا ہو۔

تسکینِ قلب میسر آ گئی

☆......مکرم حسین محمد حسن محمد النعیمی صاحب عراق سے لکھتے ہیں:

مَیں چالیس سالہ سنی عراقی مسلمان ہوں۔ بیس سال سے حق کی تلاش میں لگا ہوں اور اب آپ کے چینل کو دیکھ کر تسکینِ قلب حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مبارک چینل کو مجھ جیسوں کے لئے علم و ہدایت کا مینار بنائے۔ میں بہت سے مسلمان بھائیوں سے بعض فقہی و عقائدی امور میں اختلاف رکھتا ہوں حتی کہ بعض امور عبادت میں بھی مجھے ان سے اختلاف ہے لہذا آج کل مساجد میں نہیں جاتا بلکہ گھر میں ہی نمازیں پڑھتا ہوں۔ اب آپ کے چینل کو دیکھا تو ایسے لگا ہے کہ اب مجھے وہ چیز مل گئی ہے جس کی مجھے تلاش تھی اور دل کو تسلی ہوئی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے بھی اس جماعت میں قبول فرمائیں گے۔ مَیں اس جماعت کی اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے خدمت کروں گا۔ از راہ کرم مجھے جماعت کے بارے میں مزید معلومات اور کتب فراہم فرمائیں تا کہ میں ان لوگوں کو اس حق کی تبلیغ کروں جن تک ابھی یہ باتیں نہیں پہنچیں اور جو حق کے متلاشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر رحمتیں نازل فرمائے اور سب کو اسلام

کی صحیح اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

منفرد انداز پسند آیا ہے

☆......مکرم ابوخمیس صاحب از فلسطین لکھتے ہیں:

پیارے احمدی بھائیو! مَیں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔مَیں نے آپ کے متعلق سنا اوراب آپ کا چینل دیکھتا ہوں۔آپ کے دینی فہم وفراست،طریق تبلیغ، غیراسلامی کتب پر طرز تنقید اوران میں تحریف ثابت کرنے کا طریق اور اسلام کی تبلیغ کا انداز بالکل منفرد ہے۔ میرے دینی بھائیو، میں بھی اس جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

گم گشتہ متاع مل گئی

☆......مکرم زیزی فضل صاحب الجزائر سے لکھتے ہیں:

33 سال کی مسلسل ناامیدی اوردھکے کھانے کے بعداب خوشی ملی ہےاور ایم ٹی اے کی صورت میں اپنی گم گشتہ متاع ملی ہے۔

مَیں نے آپ کے علمِ کلام کا دیگر سارے علومِ کلام کے ساتھ موازنہ کیا۔آپ کا خوبصورت علمِ کلام روحانی اور عقلی اور منطقی غرض ہرلحاظ سے سیرکن اور لا جواب ہے البتہ کلام اللہ اور کلامِ رسول تو بہرحال سب سے مقدم ہے۔ واقعی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا علم کلام فطرت کے عین مطابق ہےاورکوئی اس کا انکارنہیں کرسکتا سوائے اس کے جس کا خدا نے سینہ نہ کھولا ہو۔ یہ حقیقتاً ربانی وحی ہے۔ایک مہینے سے میں آپ کا چینل دیکھ رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتب اورتفاسیر پڑھوں اسی طرح آپ کے وہ سارے قصائد بھی جن کو پڑھ کررونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

آپ کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں

☆......مکرم راشد صاحب نے مراکش سے لکھا:

مَیں مراکش کا ایک مسلمان ہوں۔آپ کے جملہ عربی پروگرام دیکھتا ہوں،اور مجھے یقین

ہوگیا ہے کہ آپ کے عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ میں نے مختلف مضامین میں Specialisation کی ہوئی ہے، اگر میرے لائق کوئی خدمت ہوتو میں ہجرت کر کے آپ کے پاس آنے اور خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

ہمارے گھر میں صرف یہی چینل چلتا ہے

☆......خالد محمد صاحب اردن سے لکھتے ہیں:

مَیں دو تین ماہ سے آپ کے چینل کے پروگرام دیکھ رہا ہوں۔ جس دن سے ہمیں اس چینل کا پتہ چلا ہے اس دن سے ہمارے گھر میں اس کے علاوہ اور کوئی چینل نہیں دیکھا جاتا۔ مَیں پورے طور پر جماعت کی صداقت سے مطمئن تھا پھر بھی استخارہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ یہ جماعت حق پر ہے۔ اور خدا گواہ ہے کہ مَیں نے آپ کے چینل سے سن کر شروط بیعت لکھ لی ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

فتح مبین

☆......مکرم سامر اسلامبولی صاحب شام سے لکھتے ہیں:۔

آپ کا عربی چینل شروع ہونے کے ساتھ دنیا کے مشرق اور مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو ایک فتح مبین اور عظیم الشان نصرت نصیب ہوئی ہے۔ بعض حکمرانوں کے (تنخواہ دار) فقہاء ایک عرصے سے احمدیت کی نہایت غلط تصویر پیش کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن یہی احمدیت، اسلام دشمن چینل کے منہ میں ایسا پتھر بن گئی ہے جسے نہ وہ نگل سکتا ہے نہ اگل سکتا ہے۔ آپ نے وہ کام کر دکھایا ہے جس کے کرنے سے بیسیوں مفکرین اور سینکڑوں کتب اور تحقیقات قاصر رہیں۔ اب آپ ہر گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور ہر فیملی کا ایک فرد بن گئے ہیں اور آپ نے ہر کاذب اور مفتری کی آنکھ پھوڑ دی ہے۔

آپ نے مسلمانوں کی امیدیں بحال کی ہیں اور قرآن کریم کے ساتھ اپنے محکم تعلق کی بناء پر ایک پُر اعتماد دینی اور علمی محاذ قائم کیا ہے۔

پیارے برادران، اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر کا شروع کرنا ضروری اقدام تھا جس کے ذریعہ عیسائیت

کے پراپیگنڈے کا بھرپور جواب دیا جارہا ہے۔ نیز ان کو اپنی حدود کے اندر رہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور دوسروں پر حملے کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

چینل دل میں گھر کر گیا

☆......مکرم صابر خمیلہ صاحب الجزائر سے لکھتے ہیں:

میرے اس خط میں محبت اور ناراضگی دونوں کا پیغام ہے۔ محبت کا ان عظیم الشان کوششوں کی وجہ سے جو آپ لوگ اسلام کی صحیح تعلیمات پھیلانے کے سلسلہ میں کر رہے ہیں۔ آپ کی باتیں بہت منطقی اور عقل وفہم کے بالکل قریب ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے اب میں انہیں ماننے لگ گیا ہوں۔ گو اس چینل میں سوائے چند افراد جیسے مکرم ہانی طاہر صاحب، مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب، مکرم امیر صاحب اور چند دوستوں کے لوگ نظر نہیں آرہے ہیں پھر بھی یہ چینل یہاں الجزائر کے نوجوانوں کے دلوں میں گھر کر گیا ہے اور وہ اس سے کافی متأثر ہیں۔ اس مختصر عرصہ میں آپ اپنی اسلامی خدمات کی وجہ سے بہت شکریہ کے مستحق ہو چکے ہیں، جبکہ دیگر اسلامی جماعتوں سے ہمیں سوائے تکفیر اور بدعت کے اور کچھ نہیں ملا۔ انہوں نے تو اسلام اور عقل ومنطق کے برخلاف باتیں پھیلائی ہیں۔ نہ تو انہوں نے اسلام پھیلایا نہ اسلام پر عمل کرنے کی کسی کو تلقین کی بلکہ الٹا انہوں نے ہمارے اندر اسلام کے خلاف نفرت پیدا کی ہے اور خونریزی کو جہاد کا نام دے کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

آپ سے ناراضگی اس وجہ سے ہے کہ آپ نے بہت دیر کی ہے۔ اتنے سالوں تک آپ کہاں تھے؟ اور ہمیں آپ کا علم کیوں نہیں ہوا؟ اسی دیر کی وجہ سے آج ہمارے دین کے نام کے ساتھ ایسے مفاہیم لگا دیئے گئے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور آج ہم پر دہشتگردی کی تہمتیں لگائی جارہی ہیں۔

☆......مکرم صابر خمیلہ صاحب آف الجزائر اپنے ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

آپ میری اس خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے جو مجھے MTA کے پروگرامز اور ان کوششوں کو دیکھ کر حاصل ہوتی ہے جو آپ اسلام اور امت مسلمہ کے لئے اور ان غلط اور فرسودہ مفاہیم کو بدلنے کے لئے کر رہے ہیں جو اسلام کی بجائے خرافات کے زیادہ قریب تھے۔ براہ کرم مجھے بھی اپنی جماعت میں شمار کر لیں۔

ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی مخالفت

ابتدائی مراحل کی کہانی

ایم ٹی اے 3 العربیۃ کے اجراء کا ذکر کیا تھا۔تاریخی اعتبار سے اس کی ابتداء کے بعض مراحل کے بارہ میں چیئر مین ایم ٹی اے مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب نے ہمیں بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات وہدایات کی روشنی میں ہم نے Arabsat یا Nilesat پر اپنے عربی چینل کے اجراء کے لئے مختلف subcontractor کمپنیوں سے رابطہ کیا لیکن کسی کمپنی سے بھی مثبت جواب نہ ملا۔عرب دنیا میں پہنچنے کے لئے ان دو سیٹلائٹس کے علاوہ بھی کئی سیٹلائٹس میسر تھے جن پر ہمارے چینل کی نشریات بآسانی چل سکتی تھیں لیکن ان سیٹلائٹس پر موجود چینلز کو دیکھنے والے عربوں کی تعداد بہت کم تھی۔ بہرحال تلاش بسیار اور سعیٔ بے شمار کے بعد ایک کمپنی نے ہاں کر دی لیکن انہوں نے بھی کہہ دیا کہ ہم سو فیصد گارنٹی نہیں دے سکتے کیونکہ کسی وقت بھی ہم پر دباؤ بڑھ سکتا ہے اور آپ کے چینل کی نشریات بند ہوسکتی ہیں۔ بہرحال ایسے حالات میں چینل شروع کر دیا گیا۔23 فروری 2007ء سے اس کی تجرباتی نشریات کا آغاز ہوا، اور پھر 23/مارچ 2007ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے اس کا افتتاح فرمایا۔

مخالفت کا آغاز

مذکورہ معاہدہ کے تحت ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی نشریات کم وبیش ایک سال تک جاری رہیں جس کے دوران نشریات بند کروانے کی مختلف دھمکیاں موصول ہوتی رہیں۔ عربوں

میں ہمارے چینل کی نشریات کو دوطرح کی مخالفت کا سامنا تھا۔ عیسائیوں کی طرف سے اس مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی نشریات کے آغاز سے ہی عیسائیت کے ردّ میں پروگرام نشر کئے گئے جن میں عیسائی علماء اور پادریوں کی پسپائی کے بعد ردّ عمل کے طور پر انہوں نے سیٹلائٹ کی انتظامیہ اور subcontractor کمپنیوں پر ایم ٹی اے بند کروانے کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ عرب ممالک میں کسی چینل کی نشریات کو بند کروانے کیلئے عیسائی کس طرح دباؤ ڈال سکتے ہیں۔ اس کے جواب کے طور پر عرض ہے کہ یہ عیسائی مصر میں بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں جن میں سے زیادہ کا تعلق آرتھوڈکس فرقہ سے ہے، بلکہ مصر ان کا مرکز ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کی ایک بڑی علمی دینی درسگاہ جامعۃ الأزہر بھی مصر میں ہی ہے۔ اس لئے عیسائیوں اور مسلمانوں کا آپس میں اکثر جھگڑا رہتا تھا جس کی بناء پر مصر میں ''ازدراء الأدیان'' یعنی توہین ادیان کے نام سے ایک قانون بنایا گیا ہے جس کا دائرہ کار اس قدر وسیع ہے کہ اس میں دونوں اطراف جب چاہیں کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو معقول وجہ قرار دے کر مذکورہ قانون کے تحت دعوی دائر کر دیتے ہیں۔ جب دریدہ دہن عیسائی پادری نے اسلام کے خلاف دل آزارانہ مہم کا آغاز کیا تو خصوصی طور پر مصر کے مسلمانوں نے اسی قانون کے تحت اس کے خلاف آواز اٹھائی کیونکہ وہ آرتھوڈکس ہے اور مصر میں بطور پادری کام کرتا رہا ہے، لیکن مصر میں آرتھوڈکس فرقہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ ایک تو یہ پادری استعفیٰ دے کر ہم سے علیحدہ ہو چکا ہے دوسرا اس کے چینل کی نشریات عربوں کے سیٹیلائیٹ سے نہیں ہو رہی ہیں۔ پھر جب احمدیت کی طرف سے اس پادری کے اعتراضات اور عیسائیت کا ردّ پیش کیا جانے لگا جو تمام مسلمانوں کے دل کی آواز بن گیا تو عیسائی اس پر بہت جز بز ہوئے اور چونکہ ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی نشریات عربوں کے سیٹیلائیٹ پر ہو رہی تھیں لہذا انہوں نے مذکورہ قانون اور اس قسم کے دیگر معاہدات کے حوالہ سے اس مسئلہ کو اٹھایا اور کہا کہ اگر عرب اس چینل کے اجراء میں شامل نہیں تو پھر اس چینل کی نشریات کو روکنے کیلئے ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتے۔ اور انہوں نے اس سلسلہ میں قانونی کاروائی کی دھمکیاں بھی دینی شروع کر دیں۔

دوسری طرف گو کہ عامۃ المسلمین اور بعض منصف مزاج لوگ احمدیت کی طرف سے

عیسائیت کے ردّ میں ان کامیاب پروگرامز پر بہت خوش ہوئے اور شروع میں بعض بڑے بڑے علماء نے بھی اس کام کو سراہا، لیکن جب اسلام کے دفاع کے ان دعویداروں نے دیکھا کہ یہ منصب تو عملی طور پر احمدیت نے اپنے نام کر لیا ہے تو ایسے بڑے بڑے مولوی بھی ہمارا چینل بند کرانے کے لئے سر توڑ کوششیں کرنے لگ گئے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت پر عیسائیت کے خلاف احمدیت کے کامیاب جہاد کی وجہ سے یہ حقیقت آشکار ہو چکی کہ اسلام کا حقیقی دفاع کرنے والی جماعت صرف جماعت احمدیہ ہی ہے، اس لئے ان بڑے بڑے مولویوں نے اپنی اس مخالفانہ مہم کی بنا ایک دفعہ پھر ان فرسودہ اعتراضات پر رکھی جو اکثر جماعت کے خلاف دہرائے جاتے ہیں جبکہ ان کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا اسی عرصہ میں جہاں عیسائیوں کی طرف سے ہمارا چینل بند کروانے کی کارروائی شروع ہوئی وہاں انٹرنیٹ پر عرب مسلمانوں کی سینکڑوں ویب سائٹس پر ایم ٹی اے 3 العربیۃ کو بند کروانے کے اعلانات نشر کئے گئے اور اس کی وجہ یہ لکھی گئی کہ یہ جماعت اسلام سے خارج ہے اور انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اعلانات آج تک بیسیوں ویب سائٹس پر موجود ہیں۔

مخالفت نے کھاد کا کام کیا

ان کے اس اقدام کو بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کی تبلیغ کا ذریعہ بنا دیا کیونکہ انصاف پسند طبیعتوں نے سوچا کہ ایک طرف اسلام کے دفاع کے لئے سوائے اس جماعت کے میدان عمل میں اور کوئی بھی موجود نہیں ہے دوسری طرف بڑے بڑے علماء اس کے کفر کے فتوے دے رہے ہیں اور یہ وہی علماء ہیں جن کے پاس قبل ازیں عام مسلمانوں نے جا جا کر کہا تھا کہ عیسائیت کے اسلام مخالف حملے کا جواب دیں لیکن وہ آگے نہ آئے، لہذا ان منصفین کو سمجھ آ گئی کہ حقیقت شاید کچھ اور ہے اور اسی بنا پر بعض لوگوں نے تحقیق شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت عطا فرمائی۔

ایم ٹی اے 3 العربیۃ کو دیکھنے سے باز رہنے کی ان صداؤں میں ان لوگوں نے کہیں کہیں ان لوگوں نے ہمارے اس چینل کی فریکوینسی بھی درج کر دی گئی تھی۔ اسی طرح ہماری ویب سائٹ کا بھی ایڈریس دے دیا تھا۔ چنانچہ کئی لوگوں کو اس فریکوینسی اور ویب سائٹ کے ایڈریس کے ذریعہ جماعت کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے میں مدد حاصل ہوئی۔ بلکہ اُس وقت

انٹرنیٹ پر ایک ڈسکشن فورم میں ایک ممبر نے یہ نفرت انگیز بیان پڑھا تو اس پر رائے دینے سے قبل نہایت سادگی سے لکھا: مجھے تو اس جماعت کے بارہ میں کچھ علم نہیں ہے لیکن چینل کی فریکوینسی مَیں نے نوٹ کر لی ہے اور آج یہ چینل دیکھوں گا پھر بات ہوگی۔

حقیقی صدمہ

ایک ویب سائٹ پر ایم ٹی اے 3 العربیۃ اور جماعت احمدیہ سے دور رہنے کی تنبیہ پر مشتمل ایک اعلان میں اس کے لکھنے والے الشیخ ابو محمد موسیٰ صاحب نے مختلف دینی مراکز کے فتاوی اور علماء کے اقوال نقل کئے اور جماعت احمدیہ کو کافر اور مرتد ثابت کرنے کی کوشش کی، لیکن بظاہر نفرت اور مخالفت کی مہمات میں بھی کبھی کبھار سچ منہ سے نکل جاتا ہے۔ یہ موصوف لکھتے ہیں:

''آج کل مسلمانوں پر ہر طرف سے دشمنان اسلام اور کافر و گمراہ فرقے ٹوٹے پڑتے ہیں ان حالات میں الجماعة الإسلامية الأحمدية القاديانية کے نام سے ایک نیا فرقہ سامنے آیا ہے جو اپنے ٹی وی چینل کے ذریعہ مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ فرقہ پادری زکریا بطرس کے مزاعم کے ردّ کے تمنائی مسلمانوں کے دلوں میں اس لئے بھی اپنی جگہ بنائے جا رہا ہے کیونکہ مسلمانوں کو الأزہر کے شیوخ اور مختلف دینی چینلز پر نظر آنے والے دیگر بڑے بڑے علماء سے کوئی ایسا معقول جواب نہیں ملا جو ان کی پیاس بجھا سکے...... (آگے انہوں نے جماعت کے خلاف مختلف فتاویٔ تکفیر درج کئے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں) اس بناء پر اس فرقہ کے بارہ میں انتباہ کرنا ہمارا فرض بنتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔''

(http://www.muslm.net/vb/showthread.php?t=223130)

گویا ان کو اصل صدمہ یہ تھا کہ الازہر کے مشائخ اور دیگر علماء عیسائیت کے حملہ کے خلاف اسلام کے دفاع سے عاجز آ گئے اور احمدیت نے یہ کام کر دکھایا ہے اس لئے لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے ہیں ورنہ ان کے نزدیک حقیقت میں یہ کافر اور مرتد جماعت ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ وقت کے اس واضح فیصلہ کے بعد بھی اتمام حجت کی کوئی کسر باقی رہتی ہے۔ سادہ سی بات کیوں نہیں مان لیتے کہ جس نے اسلام کا دفاع کیا ہے وہی اسلام کا دفاع کرنے والا ہے، اور جو اس سے عاجز ہے وہ حقیقی دفاع کرنے والا نہیں ہے، بلکہ یہ

خود بھی تو اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں پھر بھی نہ جانے کیوں جماعت احمدیہ کے ساتھ ساتھ خود کو بھی جھٹلائے جا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اس جھوٹ کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ان کے اس بیان کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ جماعت احمدیہ ہے تو کافر اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج، لیکن عیسائیت کے اسلام پر نہایت زہرناک حملہ کے وقت صرف یہی وہ واحد جماعت ہے جس نے دفاع اسلام کا حق ادا کیا جبکہ ایسے وقت میں باوجود عامۃ المسلمین کے الحاح اور پکار کے نہ علماء کا کوئی ادارہ سامنے آیا اور نہ ہی کوئی علمی سوسائٹی اور گروہ اس کام کے لئے آگے بڑھا۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ ابھی تک یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کہہ دیں گے عامۃ المسلمین آنکھیں بند کئے اسے مانتے جائیں گے۔آخر کب تک یہ نام نہاد علماء لوگوں کی عقل وفہم کو پابند سلاسل رکھنے کی کوشش کرتے رہیں گے؟ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے انصاف پسند طبائع اس حقیقت کو جان چکی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب وہ بکثرت قبول حق کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔

مسلمانوں کی طرف سے مقدمہ

بہرحال جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ غیر احمدی مسلمانوں اور عیسائیوں کی جانب سے ایم ٹی اے 3 العربیۃ کو بند کرانے کی کوششیں شروع ہوگئیں،اس سلسلہ میں غیر احمدی مسلمانوں کی طرف سے کئی ایک مصری مولویوں نے ہرزہ سرائی اور بیان بازی کا شوق پورا کیا اور بالآخر اشرف عبداللہ نامی ایک مصری نوجوان نے وزیر اطلاعات، شیخ الازہر، اور مفتیٔ مصر کے خلاف عدالت میں یہ کہہ کر کیس دائر کیا کہ ان شخصیات نے ایم ٹی اے 3 العربیۃ کو نائل سات پر چلانے کی اجازت دی ہے اور یہ چینل اسلام اور مسلمانوں کے عقیدہ کو بگاڑنے کا مرتکب ہو رہا ہے اور مذکورہ شخصیات نے اس کو روکنے کے لئے اپنا کردار ادا نہیں کیا۔اس کے کیس کا نمبر 19119 ہے۔ یہ خبر اور اس پہ تبصرہ پر مشتمل ''عصام عبد الجواد'' کا ایک آرٹیکل اخبار ''روز الیوسف''میں شائع ہوا جسے مختلف ویب سائٹس نے نقل کیا ہے۔ مذکورہ اخبار کی ویب سائٹ سے ہمیں یہ آرٹیکل نہیں مل سکا تاہم مندرجہ ذیل دو ویب سائٹس پر یہ آج تک موجود ہے۔

http://coptsegypt.akbarmontada.com /t5-topic.

http:/www.araldimes.com/pordisplay.cf

عیسائیوں کی طرف سے مقدمہ

جہاں مسلمانوں کی نیابت میں مصری نوجوان نے یہ قدم اٹھایا وہاں عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک شخص نے بطور خاص اس مہم کی قیادت کی۔ یہ شخص مصر کے آرتھوڈکس چرچ کا مشیر قانونی اور مصری انسانی حقوق کی تنظیم کا چیئر مین نجیب جبرائیل ہے جو پہلے بھی بات بات پر کبھی مسلمانوں کے خلاف کبھی ٹی وی چینل کے پروگراموں کے خلاف اور کبھی مسلمان علماء کے مختلف بیانات پر مذکورہ بالا قانون کا حوالہ دے کر مقدمہ دائر کرنے میں مشہور و معروف شخصیت ہے۔ اس شخص نے پہلے تو ایم ٹی اے 3 العربیہ کے خلاف متعدد بیانات دیئے اور مقدمہ کرنے کی دھمکی دی، ازاں بعد اس شخص نے مقدمہ دائر کر دیا جس کی خبر مصری جریدہ ''الدستور'' نے اپنے یکم مئی 2007ء کے شمارہ میں شائع کی، ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:

مصری انسانی حقوق کی تنظیم کے چیئر مین نجیب جبرائیل نے مصر کے وزیر اطلاعات ونشریات کے خلاف عابدین نامی Court for urgent matters میں قضائی دعوی دائر کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ مصری حکومت نائل سات کی مالک ہے اور وزیر اطلاعات ونشریات اس کے نگران اور انچارج سمجھے جاتے ہیں لیکن اسی سیٹیلائٹ پر ان کی اجازت سے MTA نامی ایک چینل پر ایک پروگرام میں عیسائی عقیدہ کے بارہ میں شکوک پھیلانے کا کام ہو رہا ہے، اس میں بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے اور یہ بات نجیب جبرائیل کے مطابق توہین ادیان کے زمرے میں آتی ہے۔ لہذا اس کیس میں حکومت اور وزیر اطلاعات سے اس چینل کی نشریات نائل سات سے بند کرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ نجیب جبرائیل کے بقول اس چینل کی مالک جماعت احمدیہ ہے جو تثلیث اور توحید اور کفارہ کے عیسائی عقائد کے بارہ میں شکوک پھیلا رہی ہے، اور یہ بات مصر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین اتحاد اور معاشرتی امن وسلامتی کے لئے خطرہ ہے۔ نجیب جبرائیل کی طرف سے اس کیس میں بڑی بڑی عیسائی شخصیات بھی شامل ہیں جن میں پادری مرقص عزیز، پادری عبد المسیح بسیط بھی شامل ہیں۔

قبطی عیسائیوں کے خوف کا حقیقی سبب

یہ کیس تو چلتا رہا۔ساتھ ساتھ اخبارات میں اس کے متعلق خبریں بھی شائع ہوتی رہیں۔اس سلسلہ میں مؤرخہ 22رجولائی 2007ء کو مصر کے اخبار ''النبأ الوطنی'' میں ''جمال فوزی'' صاحب نے ایک آرٹیکل شائع کیا جس کا عنوان تھا: نائل سات پر ایک چینل کی عیسائی مذہب کے خلاف مہم اور انجیل کے بارہ میں شکوک پھیلانے کی کوشش، اس آرٹیکل کے بعض حصوں کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

اکثر قبطی عیسائی ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر پیش کئے جانے والے جملہ امور کا انکار کرتے ہیں، ان کے مطابق اس چینل کے عیسائیت کے خلاف پروگرام دراصل ایک انتقامی کارروائی ہے جو قبطی پادری زکریا بطرس کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مہم کے ردعمل کے طور پر کی گئی ہے۔اور نائل سات کی انتظامیہ نے اس چینل کو اسی ہدف کے حصول کے لئے ھاٹ برڈ سے اپنے ہاں منتقل کروایا ہے۔

قبطی کہتے ہیں کہ یہ چینل روزانہ 6 پروگرام ایسے پیش کرتا ہے جن میں انجیل میں تحریف کے بارہ میں بات کرتے ہیں جن میں عرب ممالک خصوصًا اردن اور سعودیہ سے کئی مسلمان مشایخ بھی شامل ہوتے ہیں۔

ان قبطی عیسائیوں کو اس امر نے دہشت زدہ کر رکھا ہے کہ اس چینل کے مذکورہ پروگراموں میں مصر، سعودی عرب، کویت، اور اردن وغیرہ سے بکثرت فون کال آتی ہیں جن میں لوگ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہی وہ چینل ہے جس کا مسلمانوں کو انتظار تھا اور جس کی اشد ضرورت تھی۔قبطیوں کا خیال ہے کہ لوگوں کی پسندیدگی کا بڑا سبب یہ ہے کہ یہ چینل قبطیوں اور انکی کتب مقدسہ کے خلاف بولتا ہے۔

پادری عبدالمسیح بسیط نے اس چینل کے ایک لائیو پروگرام میں آکر تمام قبطیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ہر قبطی عیسائی کے لئے اس چینل کا دیکھنا منع ہے۔ چنانچہ اس چینل نے اسی وقت نشریات کو کاٹ دیا۔(یہ بات درست نہیں ہے بلکہ پادری عبدالمسیح بسیط صاحب نے فورًا فون بند کر دیا تھا، جبکہ ہمارا لائیو پروگرام چلتا رہا جس میں شریف صاحب بار بار اس پادری کو واپسی کی

دعوت دیتے رہے، جو اس دن تو نہیں آئے تاہم اگلے بعض پروگراموں میں اپنے اس مذکورہ بیان کے باوجود بھی انہوں نے شرکت کی)۔

نجیب کا جواب

نجیب جبرائیل کے اس اقدام کے بعد اس کو اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر میں بذریعہ فون شامل کیا گیا جس میں ان سے پوچھا گیا کہ ہم نے جو کچھ پیش کیا وہ بائبل سے پیش کیا ہے اگر اس پر آپ کو اعتراض ہے تو دراصل آپ کا اعتراض بائبل پر بنتا ہے۔لیکن اگر اس کے علاوہ آپ کو ہماری کسی بات پر اعتراض ہے تو وہ بتادیں تا کہ اس کا مناسب جواب دیا جاسکے۔لیکن انہوں نے اسی بات کا اعادہ کر کے اپنی بات ختم کر دی کہ آپ لوگوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ عیسائیت کو غلط اور اناجیل میں تحریف ثابت کریں یہ ہمارے مصری قانون کے خلاف ہے اور میں نے قانونی چارہ جوئی کی ہے۔

نائل سات سے ایم ٹی اے 3 العربیہ کی نشریات کی بندش کے لئے ان کارروائیوں کی ابتداء سے ہی اس کیس کے بارہ میں بہت سے عرب احباب نے اپنے جذبات کا اظہار کرنا شروع کر دیا، نمونے کے طور پر ان میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

فتح عظیم

☆......مکرم اُبوادیب صاحب نے سیریا سے لکھا:

کئی ماہ سے میں پروگرام اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَر دیکھ رہا ہوں، اور مَیں خاص طور پر پادری حضرات کے جوابات کو غور سے سنتا تھا لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مجھے ان کے جوابات میں سے کوئی مفید بات نہیں مل سکی۔اور جب اس چینل کے بند کرنے کے خلاف یہ طوفان کھڑا ہوا ہے تو میرے نزدیک یہ آپ کی فتح عظیم ہے کیونکہ پادری حضرات اطمینان بخش اور مفید جواب دینے سے عاجز آ گئے ہیں اور اب یہ چاہتے ہیں کہ یہ تلخ حقائق ان کے مریدوں تک نہ پہنچیں لہذا یہ اس چینل کو بند کرانے کے درپے ہو گئے ہیں۔انہوں نے اس اعلی درجے کی علمی آواز کو دبانے کی کوشش کی ہے جو لوگوں کی عقول کو نہایت باریک بینی، اخلاص اور غیر جانبداری

اور شفافیت کے ساتھ مخاطب کرتی ہے۔

یہ پروگرام جاری رہنے چاہئیں

☆......جامعہ ازہر کے پروفیسر عمر الشاعر نے لکھا MTA نے قرآنی حکم اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ کے تقاضوں کے مطابق پادری زکریا بطرس کی ہرزہ سرائی کا جواب دیا ہے۔ گو ہمارے اور احمدیوں کے درمیان بعض اختلافات ہیں لیکن احمدی مسلمان ہیں اور انہوں نے ہی ایک عیسائی کے بہتانات کا جواب دیا ہے۔ کسی کا یہ کہنا کہ اس کی وجہ سے اس کے دین کی ہتک ہوئی ہے اور اس بناء پر MTA کے خلاف مقدمات کھڑے کر دینا اس کی کمزوری کی علامت ہے۔ اس پروگرام میں حصہ لینے والوں نے عیسائیوں کو ایسی ایسی باتیں بتائی ہیں جو انہوں نے قبل ازیں نہ سنی تھیں۔ اس پر ہم انکا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ یہ پروگرام جاری رہے اور بائیبل میں تحریف کے ساتھ ساتھ دوسرے مضامین پر بھی بحث ہونی چاہیئے۔

یہ حملہ تنگ نظری کا عکاس ہے

☆......مکرم عبد اللہ صاحب نے اٹلی سے کہا: نہ مَیں احمدی ہوں نہ ہی عیسائی۔ بلکہ میں ایک سادہ اور عام سا آدمی ہوں۔ نہ مجھے اسلام کے بارہ میں اتنا علم ہے نہ ہی عیسائیت کے بارہ میں۔ لیکن مَیں آپ کی گفتگو سنتا رہتا ہوں اور میری رائے میں اسلام اور عیسائیت کے مابین موازنہ کرنے کے لئے یہ گفتگو نہایت علمی اور فائدہ مند ہے۔

اس لئے بعض تنگ نظر لوگوں کی طرف سے اس چینل پر حملہ اور بند کرنے کی کوشش سے مجھے بہت افسوس ہوا ہے اور میں کہتا ہوں کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں اور یاد رکھیں کہ ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ہم آپکی ان کوششوں پر بہت شکر گزار ہیں۔

ہم آپ کے ساتھ ہیں

☆......مکرم یاسر انور نے مصر سے کہا کہ: یہ واحد چینل ہے جس نے اسلام کے مخالفین کے

بے ہودہ پراپیگنڈے اور جھوٹ کا مقابلہ کیا اور اسکا جواب دیا ہے۔ آجکل اسلام کے خلاف کئی قسم کے جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہیں جن کا علمی جواب دیا جانا چاہئے۔ اور یہی کام MTA کر رہا ہے۔ جس بات سے مجھے دھچکا لگا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ جن سے MTA والے بڑے ادب سے بات کرتے ہیں جسے وہ خود بھی مانتے ہیں پھر وہی لوگ MTA پر یہ کہہ کر کہ اس سے دیگر ادیان کی توہین ہوتی ہے MTA کے خلاف مقدمات کر رہے ہیں۔

لیکن مَیں کہتا ہوں کہ توہین اور گفت وشنید میں فرق ہوتا ہے اور MTA پر تو صرف دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوتی ہے۔ اسلام کو تحقیر کی نظر سے دیکھنے والوں سے میرا مطالبہ ہے کہ وہ MTA پر آ کر مناظرہ کریں تا بالمشافہ گفتگو ہو۔ ہم کسی سے ڈر کر چھپنے والے نہیں بلکہ اسلام کے مخالفین ہی چھپ رہے ہیں۔

ہم دوبارہ ان چینلز کو دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ MTA پر مناظرہ کریں۔ یہ چینل سب کے لئے کھلا ہے تا ایک دوسرے کی بات کا موقعہ پر جواب دیا جائے جیسا کہ MTA کر رہا ہے۔ لیکن یکطرفہ باتیں بنانا کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہی دراصل دوسروں کی توہین ہے۔ ہم MTA سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور یہ جنگ شدید ہوتی جا رہی ہے۔ اور ہم اسلام کا دفاع کرنے والوں کے مورچہ میں آپ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اسی طرح میں دوسرے لوگوں سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ اس دفاع میں ہمارے ساتھ شامل ہوں کیونکہ یہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے۔

نشریات کی بندش اور دوبارہ ابتداء

قصہ مختصر یہ کہ دباؤ بڑھتا رہا اور ایم ٹی اے کو بند کروانے کی دھمکیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ مکرم نصیر شاہ صاحب چیئر مین ایم ٹی اے بیان کرتے ہیں کہ ہم اس سلسلہ میں اپنی subcontractor کمپنی سے مذاکرات کے لئے ایک عرب ملک میں پہنچے ہی تھے کہ ہمیں ایم ٹی اے 3 کی نشریات بند ہو جانے کی اطلاع ملی۔ یوں 23 فروری 2007ء سے شروع ہونے والی اس چینل کی نشریات 28 رجنوری 2008ء کو بند کروا دی گئیں۔ بہر حال متعلقہ کمپنی سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے چینل کا نام تبدیل کر کے اور اس پر پیش ہونے والے

مواد کو بدل کر دوبارہ اسی سیٹلائٹ پر آ سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے دوٹوک کہہ دیا کہ ہم نہ تو اپنی شناخت بدلیں گے نہ ہی اس چینل پر نشر ہونے والے پروگرام تبدیل کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ چند دن کے بعد 18 فروری 2008ء کو ایم ٹی اے 3 کی نشریات ''ھاٹ برڈ'' پر شروع ہو گئیں جو بعد میں 24 اپریل کو ''یورو برڈ 9'' پر بھی جاری کر دی گئیں۔ لیکن ان سیٹلائٹس کے ذریعہ ہماری نشریات عربوں کی اکثریت کی پہنچ سے باہر تھیں اور بہت تھوڑی تعداد اس سے استفادہ کر سکتی تھی۔ بالآخر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خاص دعاؤں کی بدولت بفضلہٖ تعالیٰ 23 جون 2009ء کو دوبارہ نائل سات پر ہماری نشریات بحال ہو گئیں جو خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے آج تک جاری ہیں اور انشاء اللہ العزیز جاری وساری رہیں گی۔

تم بھی مشغول، ہم بھی ہیں مشغول

ایم ٹی اے 3 العربیّہ کی نائل سات سے بندش کی کارروائی کے لئے مسلمانوں اور عیسائیوں کی متفقہ کوششیں کرنا جماعت کے مخالفین کے رویّے کو کھول کر ہمارے سامنے لے آتی ہے۔ جماعت کی تاریخ میں ایسا واقعہ بار بار ہوا ہے کہ جب جب فتنہ صلیب نے شدت پکڑی ہے، عامۃ المسلمین اور ان کے مشائخ ومولوی حضرات اس کا جواب دینے سے عاجز دکھائی دیئے ہیں اور ہر دفعہ اس حملہ کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے صرف اور صرف جماعت احمدیہ مردِ میدان ثابت ہوئی ہے۔ لیکن دوسری طرف ہر دفعہ جب پسپائی کے مارے مسلمانوں کے کانوں میں اسلام کی فتح کے نقارے کی آواز پڑنے لگی تو اس فتح کا حصہ بننے اور اس جماعت میں شامل ہونے کی بجائے یہ لوگ اس کی مخالفت پر اتر آئے، بلکہ اس میں اس قدر بڑھ گئے کہ اسلام کے اسی دشمن کے ساتھ مل کر جماعت کے خلاف کارروائیاں کرنے لگے۔

یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ہوا۔ جب اسلام کے اس بطل جلیل اور موعود کاسر صلیب نے عیسائی منادوں کے دانت کھٹے کئے تو مسلمان علماء جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آ جانا چاہئے تھا عیسائیوں کے ساتھ مل کر آپ پر کبھی جھوٹے مقدمے کرنے لگے اور کبھی قتل کے الزام لگانے لگے اور کبھی ان عیسائیوں کے ساتھ مل کر حضور

علیہ السلام کے خلاف عدالتوں میں شہادتیں دینے لگے۔
عصر حاضر میں یہی واقعہ پھر دہرایا گیا۔غرض آج تک جماعت احمدیہ بھی اپنے موقف پر قائم ہے اور اپنا فرض نبھاتی آ رہی ہے اور نام نہاد مولوی بھی اپنی اسی قدیم روش پر قائم ہیں۔

مخالف احمدیت مولویوں کی روش... جھوٹ کا پلندہ

ایم ٹی اے 3العربیہ کو بند کروانے کی قانونی کوششوں کے ساتھ ساتھ یا ان کے ایک حصہ کے طور پر عرب دنیا کے چند ایک مشہور مولوی حضرات نے (جن میں سے بعض کے اپنے ٹی وی چینلز بھی ہیں) جماعت کے عقائد کے بارہ میں نہایت نفرت انگیز پروگرام نشر کئے۔ان میں شیخ جمال المراکبی، شیخ محمد حسان، شیخ محمد الزغبی، شیخ ابو اسحاق الحوینی اور ڈاکٹر حمدی عبید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ باوجود اس کے کہ اب اس دور میں جماعت کا تمام لٹریچر انٹرنیٹ پر موجود ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب دستیاب ہیں پھر بھی ان نام نہاد ''حق پرست علماء'' نے جماعت کے مخالفین کی لکھی ہوئی کتب سے ہی اعتراضات، اتہامات اور گالیاں نقل کیں اور خود ان امور کے بارہ میں توثیق وتحقیق کرنے کی ادنیٰ کوشش بھی نہ کی، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنی سنائی باتوں کو دہرا کر علی الاعلان کفر کے فتوے جاری کرنے لگ گئے، اور بھول گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا ہے کہ: كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔(صحیح مسلم)
یعنی کسی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا پھرے۔

ان میں سے ایک شیخ حسان ہیں (جنہوں نے بار بار اس بات کی رٹ لگائی کہ مَیں احمدیوں کا عقیدہ ان کی اپنی کتب سے بیان کر رہا ہوں) انہوں نے ہندو پاک میں شائع ہونے والی سبّ وشتم اور بدزبانی و بدکلامی سے بھری ہوئی تحریرات عوام الناس کے سامنے پڑھ کر سنائیں جن میں اللہ تعالیٰ کے بارہ میں جماعت کی طرف منسوب کئے جانے والے بعض باطل عقائد کو خوب ابھارا اور دُہرا دُہرا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔لیکن نقل را عقل باید۔ اس شخص نے یہ بھی کہہ دیا کہ یہ سب باتیں احمدیوں کی کتب میں مذکور ہیں اور اگر مَیں آج کچھ ایسا پیش کروں جو ان کی کتب میں نہ ہو تو انہوں نے شور قیامت برپا کر دینا

ہے۔لہذا مَیں بتاتا ہوں کہ یہ تمام باتیں مرزا غلام احمد کی کتاب ''البشریٰ'' جلد2 صفحہ 79 پر درج ہیں۔

(http://www.youtube.com/watch?v=tKFhcS1R00A)

آج سے بیس سال قبل اگر کوئی ایسی حرکت کرتا تو شاید یہ بہانہ بنایا جا سکتا تھا کہ جماعت کی تمام کتب ہر جگہ میسر نہیں ہیں اس لئے کتاب کا نام لکھنے میں غلطی ہوگئی۔لیکن آج کے دور میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کتب انٹرنیٹ پر میسر ہیں اور ہر انسان اپنے گھر میں بیٹھ کر ان کا مطالعہ کر سکتا ہے، کیا ایسی حالت میں ان مولوی صاحب کا اخلاقی، دینی اور صحافتی فرض نہ تھا کہ وہ کسی کی لکھی ہوئی تحریر کی بنا پر بدزبانی کی انتہا کرنے سے قبل یہ تو دیکھ لیتے کہ کیا مرزا صاحب نے اس نام کی کوئی کتاب لکھی بھی ہے یا نہیں۔لیکن ان کی دیدہ دلیری دیکھئے کہ اس فرضی کتاب کو حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے اس کی جلد اور صفحہ بھی بتائے جا رہے ہیں۔پھر بار بار رٹ بھی لگائے جا رہے ہیں کہ یہ احمدیت کے وہ عقائد ہیں جو ان کی کتب سے بیان کئے جا رہے ہیں۔اس پر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ: وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (الواقعۃ: 83)یعنی تم اپنا رزق جھٹلا کر اور جھوٹ بول کر ہی کما رہے ہو۔

تحفہ گولڑویہ

ایک اور مولوی ڈاکٹر حمدی عبید صاحب ہیں جو جماعت کے خلاف ایک ویب سائٹ کی سرپرستی بھی کرتے ہیں۔انہیں زعم ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کی کتب اور عقائد کے بارہ میں سب سے زیادہ علم ہے۔انہوں نے بھی مختلف چینلز پر بہت سے پروگرام پیش کئے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب بھی لے آئے اور ان کو اٹھا اٹھا کے دکھایا اور کہا کہ یہ سب کتب جھوٹ کا پلندہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (نعوذ باللہ)۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو کس طرح سمجھا۔انہوں نے ایک پروگرام میں تحفہ گولڑویہ میں موجود خدا تعالیٰ کے ایک الہامی نام ''یَلَاشْ''

کا مذاق اڑایا۔اس کے ساتھ انہوں نے شیخی کے طور پر یہ بھی کہہ دیا کہ ''گولڑویہ'' اُردو میں ایک حلوے کو کہتے ہیں جو گنّے (کے رس) سے بنایا جاتا ہے۔

(http://www.youtube.com/watvh?v=Q8Zk7M3TcRM&feature=related)

اسی طرح انہوں نے شاید عرب ناظرین کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ انہیں اچھی خاصی اردو آتی ہے حتی کہ اس کے بعض مشکل سے مشکل الفاظ کے معانی بھی ازبر ہیں جیسا کہ ''گولڑویہ'' کا لفظ ہے، اس لئے وہ جو کچھ بھی ان کتب سے پیش کریں گے وہ سیاق وسباق سے کٹا نہیں ہوگا اور اس کا وہی معنی ہوگا جو وہ پیش کریں گے، لیکن ان کی مذکورہ تشریح سے اُردو زبان کا ایک پرائمری کا طالبعلم بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس کتاب کے نام میں ان کے بیان کردہ معنے کا کہیں دور کا بھی تعلق نہیں۔ (ہاں اگر مولوی صاحب سے حلوے کی خواب دیکھتے ہوئے یہ جملہ سرزد ہوگیا ہوتو انہیں معذور سمجھا جاسکتا ہے۔)

کاش یہ مولوی صاحب تحفہ گولڑویہ کے اس ٹائٹل پیج کی جسے بار بار ٹی وی پر دکھا رہے تھے پہلی دوتین سطور ہی پڑھ لیتے تو انہیں سمجھ آجاتی کہ گولڑویہ کا کیا مطلب ہے۔ان سطور میں حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''یہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ان کے مریدوں اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت کے لئے محض نصیحتاً للہ شائع کیا گیا ہے۔'' یعنی گولڑہ ایک جگہ کا نام ہے اور گولڑوی کیلئے یہ کتاب لکھنے کی مناسبت سے اس کا نام تحفہ گولڑویہ رکھا گیا تھا۔

''یَلَاش'' پر اعتراض کا جواب

تحفہ گولڑویہ کے حوالے سے ان مولوی صاحب نے ایک اعتراض کو متعدد بار ٹی وی چینل پر ہوا دی اور نہایت درجہ کی بدزبانی کرنے کے بعد یہاں تک کہہ دیا کہ اگر احمدیوں کے نزدیک یہ نام فی الحقیقت اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے تو اپنے چینل پر لَاإِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی بجائے لَا اِلٰہَ اِلَّا یَلَاش لکھ لیں۔آج کل بھی یہ سوال کثرت سے گردش کر رہا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ذیل میں جواب لکھ دیا جائے۔

پہلے حصہ کا جواب

اس اعتراض کے دو حصے ہیں۔ایک یہ کہ کیا اصولی طور پر خدا تعالیٰ کا کوئی نیا نام کسی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوسکتا ہے یا نہیں۔اس کا جواب خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہوا ہے۔آپؐ نے غم وحزن کے وقت کی ایک دعا ہمیں سکھائی ہے جو یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ إنی عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدَلٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، أَوْاَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ،أَوْ عَلَّمْتَهٗ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ أَلْهَمْتَ عِبَادِكَ، أَوْ اِسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِي مَكْنُوْنِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذهَابَ هَمِّيْ۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب أسماء اللہ، باب الدعوات فی الأوقات)

ترجمہ: اے اللہ مَیں تیرا غلام ہوں، اور تیرے غلام اور تیری لونڈی کا بیٹا ہوں،مَیں ہر آن تیرے قبضہ اور تصرف میں ہوں،میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں، تیرا حکم میرے حق میں جاری ہے، میرے بارہ میں جو تیرا فیصلہ ہے وہ عین عدل وانصاف ہے۔مَیں تیرے ہر اس نام کا واسطہ دے کے عرض کرتا ہوں جسے تو نے اپنی ذات کے لئے اختیار کیا ہے، یا اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اسے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے بندوں میں سے کسی کو الہامًا بتایا ہے یا اسے اپنے پاس پردۂ غیب میں رکھا ہوا ہے، (ان تمام ناموں کا واسطہ دے کر کہتا ہوں) کہ تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار اور میری آنکھوں کا نور اور میرے فکر وغم وحزن کو دور کرنے والا بنا دے۔

”جسے تو نے اپنی مخلوقات میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے بندوں میں سے کسی کو الہامًا بتایا“ کے الفاظ اس زُعم کے ردّ کے لئے کافی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی نیا نام کسی کو الہامًا نہیں بتاتا اور خدا تعالیٰ کے معروف ناموں کے علاوہ اور کوئی نام نہیں ہوسکتا۔

دوسرے حصہ کا جواب

اب اس اعتراض کے دوسرے حصہ کو لیتے ہیں جو اس نام کی تضحیک اور مذاق اڑانے سے متعلق ہے۔ اس کے جواب سے قبل صرف اتنا عرض ہے کہ جہاں بھی دشمن اعتراض کرتا ہے وہاں دراصل کوئی علمی خزانہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ تحفہ گولڑویہ کی اس عبارت کا سیاق کیا ہے اور یہاں کونسا خزانہ مخفی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ نہیں کہہ سکتے کہ بغیر باپ پیدا ہونا ایک ایسا امر فوق العادت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اگر یہ امر فوق العادت ہوتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہی مخصوص ہوتا تو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اس کی نظیر جو اس سے بڑھ کر تھی کیوں پیش کرتا اور کیوں فرماتا اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران:60)۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی مثال کہ خدا نے اس کو مٹی سے جو تمام انسانوں کی ماں ہے پیدا کیا۔ اور اس کو کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔ یعنی جیتا جاگتا ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا۔ اور جس شخص کے کسی عارضہ ذاتی کی کوئی نظیر مل جائے تو پھر وہ شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ صفت مجھ سے مخصوص ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یَلَاشْ خدا کا ہی نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ اب تک مَیں نے اس کو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنے میرے پر یہ کھولے گئے کہ يَا لَا شَرِيْكَ۔ اس نام کے الہام سے یہ غرض ہے کہ کوئی انسان کسی ایسی قابل تعریف صفت یا اسم یا کسی فعل سے مخصوص نہیں ہے جو وہ صفت یا اسم یا فعل کسی دوسرے میں نہیں پایا جاتا۔ یہی سرّ ہے جس کی وجہ سے ہر ایک نبی کی صفات اور معجزات اظلال کے رنگ میں اس کی اُمت کے خاص لوگوں میں ظاہر ہوتی ہیں جو اس کے جوہر سے مناسبت تامہ رکھتے ہیں تا کسی خصوصیت کے دھوکا میں جہلاء اُمت کے کسی نبی کو لاشریک نہ ٹھیرائیں۔ یہ سخت کفر ہے جو کسی نبی کو یلاش کا نام دیا جائے۔ کسی نبی کا کوئی معجزہ یا اور کوئی خارق عادت امر ایسا نہیں ہے جس میں ہزار ہا اور لوگ شریک نہ ہوں...... اے عقلمندو ذرا سوچو کہ اگر مثلاً حضرت

عیسیٰ علیہ السلام انیس سو برس سے دوسرے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور باوجود یکہ فوت شدہ روحوں کو جا ملے اور حضرت یحییٰ کے زانو بزانو ہم نشین ہو گئے پھر بھی اسی جہان میں ہیں اور کسی آخری زمانہ میں جو گویا اس امت کی ہلاکت کے بعد آئے گا آسمان پر سے اُتریں گے تو شرک سے بچنے کے لئے ایسی فوق العادت صفت کی کوئی نظیر تو پیش کرو یعنے کسی ایسے انسان کا نام لو جو قریباً دو ہزار برس سے آسمان پر چڑھا بیٹھا ہے اور نہ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا اور نہ کوئی اور جسمانی خاصہ ظاہر کرتا اور پھر مجسم ہے اور رُوحوں کے ساتھ بھی ایسا ملا ہوا ہے کہ گویا اُن رُوحوں میں ایک رُوح ہے...... پھر آخری زمانہ میں بڑے کروفر اور جلالی فرشتوں کے ساتھ آسمان پر سے اُترے گا۔ اور گو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات میں نہ چڑھنا دیکھا گیا اور نہ اترنا مگر حضرت مسیح کا اُترنا دیکھا جائے گا۔ تمام مولویوں کے روبرو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُترے گا۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مسیحؑ نے وہ کام دکھلائے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اصرار مخالفوں کے دکھلا نہ سکے۔ بار بار قرآنی اعجاز کا ہی حوالہ دیا۔ بقول تمہارے مسیح سچ مچ مُردوں کو زندہ کرتا رہا۔ شہر کے لاکھوں انسان ہزاروں برسوں کے مرے ہوئے زندہ کر ڈالے۔ ایک دفعہ شہر کا شہر زندہ کر دیا۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک مکھی بھی زندہ نہ کی۔ اور پھر مسیحؑ نے بقول تمہارے ہزارہا پرندے بھی پیدا کئے اور اب تک کچھ خدا کی مخلوقات اور کچھ اس کی مخلوقات دنیا میں موجود ہے اور ان تمام فوق العادت کاموں میں وہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ ہے...... اب بتلاؤ کہ اس قدر خصوصیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جمع کر کے کیا اِن مولویوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہنچایا۔ اور کیا کسی حد تک پادریوں کے دوش بدوش نہیں چلے؟ اور کیا اِن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کا مرتبہ دینے میں کچھ فرق کیا ہے؟ مگر مجھے خدا نے اس تجدید کے لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ایسا خیال کرنا کفر اور صریح کفر اور سخت کفر ہے۔ بلکہ اگر واقعی طور پر حضرت مسیحؑ نے کوئی معجزہ دکھلایا ہے یا کوئی اعجازی صفت حضرت موصوف کے کسی قول یا فعل یا دُعا یا توجہ میں پائی جاتی ہے تو بلا شبہ وہ صفت کروڑہا اور انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 203 تا 207 حاشیہ)

اس تحریر میں حضور علیہ السلام نے ایک عظیم قاعدہ پیش فرمایا ہے جس سے کسی کو انکار نہیں

ہو سکتا۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ:

''ہر ایک نبی کی صفات اور معجزات اظلال کے رنگ میں اس کی اُمّت کے خاص لوگوں میں ظاہر ہوتی ہیں جو اس کے جو ہر سے مناسبت تامہ رکھتے ہیں۔'' اور ''کسی نبی کا کوئی معجزہ یا اور کوئی خارق عادت امر ایسا نہیں ہے جس میں ہزار ہا اور لوگ شریک نہ ہوں۔''

یعنی وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نہ اس کا شریک اور نہ اس کی نظیر ہے۔ اس کے علاوہ باقی ہر چیز کی نظیر اور مثل ہے۔ اور انبیاء کا کوئی معجزہ ایسا نہیں جس کی نظیر اس کی امت کے لوگوں میں یا دیگر انبیاء میں نہ پائی جائے۔

☆ اس لحاظ سے اگر مسیح نے مردے زندہ کئے تو اس کے اتباع میں بھی بعض لوگوں کو یہ معجزہ دکھانا چاہئے تھا۔ یا کسی اور نبی کو بھی یہ معجزہ عطا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ظاہری مردے زندہ کرنے کا معجزہ کسی اور کو عطا نہیں ہوا بلکہ سب نبیوں کے سردار اور افضل المرسلین کو بھی نہیں ملا جس کا مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس معاملہ میں وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ ٹھہرے جو کہ خدا کی توحید کے خلاف ہے لہذا یہ بات باطل ہے۔

☆ اگر سلیمان علیہ السلام ہوا سے باتیں کرتے اور پرندوں سے گفتگو فرماتے اور پہاڑوں کو ساتھ لے کر چلتے تھے تو آپ کی اُمّت میں سے بعض لوگوں کو بھی یہ معجزہ کسی نہ کسی رنگ میں عطا ہونا چاہئے تھا۔ اگر اُمّت کے بعض افراد کو نہیں تو کسی نبی کو عطا ہونا چاہئے تھا۔ اگر کسی نبی کو نہیں ملا تو پھر سب نبیوں کے سردار کو تو ضرور یہ معجزہ عطا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ یہ صفت جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو واحد لاشریک ثابت کرتی ہے درست نہیں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی توحید کے خلاف ہے۔

☆ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا معجزہ ہے۔ اس معجزہ میں بھی آپ کے علاوہ پہلے یا بعد میں کسی کو شریک ہونا چاہئے تھا لیکن ہمیں کسی ایسے شخص کی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جو دو ہزار سال تک آسمانوں میں رہ کر دوبارہ سب لوگوں کے سامنے آسمان سے نازل ہوا ہو۔ اور تو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کفار نے یہ معجزہ دکھانے کا چیلنج رکھا تھا کہ اگر یہ دکھا دیں تو ایمان لے آئیں گے۔ لیکن آپ کو یہی حکم ہوا کہ انہیں کہیں کہ مَیں بشر رسول ہوں جو آسمان پر نہیں جا سکتا۔ ثابت ہوا کہ یہ کہانی ہی غلط ہے۔ ورنہ عیسیٰ علیہ السلام واحد

لاشریک ٹھہرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو زیبا نہیں۔

☆ اس عظیم الشان قاعدہ نے دجال اور اس کی عجیب وغریب طاقتوں اور خارق عادت اعمال اور خدا کے مشابہہ افعال کا بھی مسئلہ حل کر دیا کہ ایسی طاقتیں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو دی تھیں تو اس کی نظیر ہونی چاہئے تھی ورنہ دجال بھی واحد لاشریک ٹھہرتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ واحد لاشریک صرف اور صرف خدا کی ذات ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ دجال کے ضمن میں بیان ہونے والے امور کا معنی بھی کچھ اور ہے۔ نہ یہ کہ وہ خدا کی طرح زندہ کرے گا اور مارے گا اور بارش برسائے گا اور روئیدگی اگائے گا۔

دنیا میں کسی نبی یا ولی یا پارسا انسان کو کوئی ایسا معجزہ نہیں عطا ہوا جو اعلیٰ اور اکمل شکل میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہ ہوا ہو۔ اور دنیا میں کسی نبی یا ولی یا صالح انسان کا معجزہ یا کرامت یا نشان ایسا نہیں جو صرف ایک بار ظاہر ہوا ہو بلکہ اس میں کئی اور صلحاء اور انبیاء بھی شریک ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان قاعدہ ہے جس کی بنا پر گزشتہ انبیاء سے منسوب تمام دیومالائی اور بے سروپا کہانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور خصوصی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور ان کے آسمان پر جانے اور واپس جسمانی طور پر نازل ہونے کا یکدفعہ ردّ ہو جاتا ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یکلا ش صرف خدا کی ذات ہے۔

قارئین کرام! اس سارے موضوع پر ایک نظر کرنے کے بعد اب اگر آپ معترض کے اعتراض کو پڑھیں تو اس کی سطحیت، جہالت اور لغویت کا اندازہ کرنا مشکل نہ ہوگا۔

بعض مصری مولویوں کی کارروائیوں کے ذکر کے بعد اب ہم ایم ٹی اے 3 العربیہ کے بند ہونے کے بعد کا حال بیان کرتے ہیں۔

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ کا نشان

مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب چیئر مین ایم ٹی اے اور مکرم محمد شریف عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایم ٹی اے 3 العربیہ کی نائل سات سے نشریات کی بندش کے بعد حضور انور نے فرمایا تھا کہ:

”اب فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ کا وعدہ پورا ہوگا“۔

آیئے دیکھتے ہیں خدا کے خلیفہ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ کلمات کس طرح پورے ہوئے۔

مشرق وسطی، عرب ممالک، مشرق بعید اور جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کو آپس میں نیز یورپ کے ممالک سے انٹرنیٹ کے ذریعہ ملانے کے لئے پانچ بڑی فائبر کیبلز استعمال ہوتی ہیں جن کو دو بڑی کمپنیاں آپریٹ کرتی ہیں۔ایک کمپنی کا نام SeaMeWe-4 ہے جو (South East Asia - Middle East- Western Europe-4) کا مخفف ہے، جبکہ دوسری کمپنی کا نام FLAG ہے جو Fiber-Optic Link Around the Globe کا مخفف ہے۔

ایم ٹی اے 3 العربیہ کی نشریات نائل سات سے 28 جنوری 2008ء کو بند کرادی گئیں اور اس کے دو ہی روز کے بعد مؤرخہ 30 جنوری 2008ء کو صبح آٹھ بجے GMT وقت کے مطابق مصر کی بندرگاہ اسکندریہ سے 8.3 کلومیٹر کے فاصلے پر FLAG کی، جبکہ اسی دن SeaMeWe-4 کی بھی ایک کیبل میں مرسیلیا کے مقام پر خلل واقع ہو گیا جس کی وجہ سے مشرق وسطی اور ایشیا کے کئی ممالک میں کمیونیکیشن کا نظام بری طرح متاثر ہوا۔

اس کے مزید دو روز بعد ہی یکم فروری 2008ء کو صبح چھ بجے GMT وقت کے مطابق FLAG کی ہی ایک Falcon نامی کیبل جو خلیج فارس کے ایریا کے ملکوں کو آپس میں ملاتی ہے دبئی سے 56 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جگہ سے کٹ گئی جس کی بنا پر مختلف عرب اور خلیج کے ممالک اور ایران وہندوستان کا رابطہ کٹ کے رہ گیا۔ اس کے دو روز بعد مورخہ 3/فروری 2008ء کو قطر اور متحدہ عرب امارات کو ملانے والی کیبل کٹ گئی۔

اس سے اگلے ہی روز 4/فروری کو اعلان کیا گیا کہ SeaMeWe-4 کی ایک اور کیبل میں ملیشیا کے علاقے Penang کے قریب خلل پیدا ہو گیا ہے۔

یہ خبر بیسیوں ویب سائٹس پر آج بھی موجود ہے چند ایک یہ ہیں:

http://www.marefa.org/index.php, http://www.marefa.org/ind,

http://www.flagtelecom.com

www.khaleejtimes.com/Display ArticleNew.asp?section

=theuae&xfile=data/heuae/ 2008/ february/theuae_ february 121.xml

یوں ایم ٹی اے 3العربیہ کی نشریات بند کر کے اس ناقۃ اللہ کی کونچیں کاٹنے والوں کے بارہ میں فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم کا وعدہ پورا ہوا اور خود ان کا رابطہ دنیا سے کٹ کے رہ گیا۔ کاش کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کرتے۔

اس واقعہ میں ایک اور بھی عجیب مشابہت پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اونٹنی کو عربی میں ''الناقۃ'' کہتے ہیں اور یہی نام حضرت صالح کی اونٹنی کے لئے قرآن میں آیا ہے۔ اسی طرح ٹی وی چینل کو عربی میں ''القناۃ'' کہتے ہیں۔ اور ان دونوں کلمات (الناقۃ اور القناۃ) کے حروف ایک سے ہیں اس لئے دونوں کی عددی قیمت بھی ایک ہے اور اُس الناقۃ اور اِس القناۃ کا مقصد اور ہدف بھی مشترک ہے یعنی تبلیغ حق۔ اس لحاظ سے بھی حضور انور کا جملہ: ''اب فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم کا وعدہ پورا ہوگا'' اس حقیقت حال کے عین مطابق ایک نہایت ہی بلیغ اشارہ پر مشتمل تھا جو بڑی شان سے پورا ہوا۔

ایم ٹی اے العربیہ کی بندش کے بعد نشریات کا آغاز

ایم ٹی اے 3العربیۃ کی نشریات کو نائل سات سے ایک دفعہ تو بند کروا دیا گیا لیکن بہت جلد پہلے سے بہتر سیٹیلائیٹ پر ہمیں جگہ مل گئی اور دوبارہ یہی نشریات انہی ممالک میں جانے لگیں۔ نشریات دوبارہ شروع ہونے کے موقعہ پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''گزشتہ دنوں عربوں کو بھی بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں احمدی بھی ہیں اور ہمارے ہمدرد اور اسلام کا درد رکھنے والے عرب بھی ہیں۔ پریشانی اس طرح ہوئی کہ بعض بڑی بڑی عرب حکومتوں نے مولویوں اور عیسائیوں کے خوف اور احمدیت کی ترقی کو دیکھتے ہوئے، اور اس کی ایک وجہ حسد کی آگ بھی ہے اس میں جلتے ہوئے ہمارے ایم ٹی اے العربیہ کی نشریات کو جو Nile سیٹ پر (یہ سیٹلائٹ جو بعض عرب حکومتوں کی ملکیت ہے) آتی تھیں بند کروا دیا اور کیونکہ سب اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر بغیر نوٹس کے یہ چینل بند کر دیا گیا تھا اس لئے اپنے اور عربوں میں سے غیر از جماعت جتنے تھے ان کے مجھے بھی اور انتظامیہ کو بھی پیغام اور خطوط آئے کہ یہ کیا ظلم ہوا ہے کہ ایک دم بغیر اطلاع کے آپ لوگوں نے چینل بند کر دیا ہے۔ انہیں تو ہم

نے یہی کہا تھا کہ صبر کریں انشاء اللہ تعالیٰ جلد شروع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج میرے اس خطبے سے انہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ وجہ کیا ہوئی تھی۔ ان مداہنت پسند حکومتوں نے لوگوں سے ڈرکر اور کچھ نے حسد کی وجہ سے اس چینل کو بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ عرب ملکوں میں بعض عیسائی پادریوں کی طرف سے بھی مخالفت ہو رہی تھی جس کا ایم ٹی اے پہ جواب جا رہا تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے بھی زور دیا کہ اس کو بند کیا جائے عیسائیوں پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ تو بہرحال ان کا معاملہ تو اب خدا کے ساتھ ہے جنہوں نے خدا کے نام پر خدا والوں سے اس زعم میں دشمنی کی ہے کہ ہم سب طاقتوں والے ہیں لیکن وہ عزیز اور سب قدرتوں کا مالک خدا یہ اعلان کرتا ہے کہ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ یعنی انہوں نے بھی تدبیریں کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیریں کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ پہلے بھی مسیح اول کے خلاف بھی تدبیریں کی گئی تھیں جس پہ یہ اعلان کیا اور اب بھی مسیح محمدی کے خلاف بھی تدبیریں کی جا رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تسلی دلاتا ہے۔

پس یہ جو روکیں ہمارے آگے ڈالنے والے ہیں اس کا ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مسیح ہے اور وہ ایسے ذریعہ سے پیغام پہنچاتا ہے کہ ایک انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کیا دیا؟ چند گھنٹے کے لئے یا ایک دن کے لئے شاید بند ہوا ہوگا۔ اس کے بعد ہم نے متبادل عارضی انتظام کر لیا۔ لیکن اس کوشش کے جواب میں جو انہوں نے اس کو بند کرنے کی کی تھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یورپ کی ایک سیٹلائٹ سے رابطہ کروا دیا جو پہلے بھی ہم کر رہے تھے اور بہت کوششیں کی تھیں۔ ان کوششوں کے باوجود وہاں کوئی جگہ نہیں تھی اور یہ نہیں مل رہا تھا۔ لیکن اس روک کے بعد خود ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے ملنے کا انتظام کروا دیا۔ پہلا سیٹلائٹ جو انہوں نے بند کیا اس کی کوریج تھوڑے علاقے میں عرب کے چند ملکوں میں تھی اس سیٹلائٹ کی کوریج اس سے بہت زیادہ ہے۔ مراکو وغیرہ اور ساتھ کے ملکوں وغیرہ سے بھی پیغام آتے تھے کہ ہم ایم ٹی اے العربیہ نہیں دیکھ سکتے اور یہاں ہمیں بھی ضرورت ہے۔ اس کا انتظام کریں تو اب انشاء اللہ تعالیٰ اس نئے سیٹلائٹ کے ملنے سے یہ کمی بھی پوری ہوگئی۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہ سچے وعدوں والا ہے۔ عارضی روکیں آتی ہیں اور آئیں گی۔ دشمنوں اور حاسدوں کے وار ہوں گے لیکن اس سے کسی احمدی میں مایوسی نہیں آنی

چاہئے۔ ان روکوں کو دیکھ کر جیسا کہ میں نے بتایا مومن مزید اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے اور جھکنا چاہئے ۔پس دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔اپنی نمازیں سنواریں۔فرائض پورے کریں اور پھر نوافل کی طرف توجہ دیں۔ کیونکہ یہ دعائیں اور عبادتیں ہی ہیں جنہوں نے ہمارے مقاصد کے حصول میں ہماری مدد کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زبانیں تر رکھیں اور زبانیں تر رکھنے سے ہی ہماری فتوحات کے دروازے کھلنے ہیں۔ انشاءاللہ۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 فروری 2008ء بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن)

عیسائی چینل کے جماعت کے بارہ میں پروگرام

جماعت کے خلاف پروگرام نشر کرنے کا ردّعمل اس عیسائی چینل کی طرف سے سامنے آیا جس پر پادری زکریا بطرس اسلام پر حملے کرتا تھا۔ اس چینل نے جس کا نام اَلْحَیَاۃ چینل ہے جماعت احمدیہ کے خلاف خصوصی طور پر 24/اپریل 2008ء اور یکم مئی 2008ء کو دو پروگرام پیش کئے۔ ان پروگراموں میں جماعت کے خلاف کافی زہر اگلا اور متعدد اعتراضات کئے اور اکا دکّا فون کالز بھی لی گئیں۔

ان پروگراموں کی تفصیل میں جانے سے قبل اتنا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سننے والا شخص اگر پروگرام میں شریک عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں طریق تکلم پر غور نہ کرے تو اسے جماعت کے خلاف مولویوں اور ان عیسائیوں کے پروگراموں میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے بھی وہی اعتراض، اعتراضات کی وہی زبان، اور وہی استدلال، وہی گندی زبان استعمال کی۔ ہاں ان عیسائیوں نے بعض امور اضافی طور پر بھی پیش کئے جن کا تذکرہ بھی ہم ذیل میں کریں گے۔

ان عیسائیوں نے شیخ حسان کے (جن کا ذکر گزر چکا ہے) جماعت کے خلاف پروگراموں کو شروع شروع میں اپنی ویب سائٹ پر بھی ڈالا تھا اور جب ہم نے اپنے بعض پروگراموں میں اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ پروگرام وہاں سے غائب کر دیئے۔ اور یہ ایک معروف امر ہے کہ کسی ویب سائٹ پر آپ کسی کا آدھے گھنٹے یا گھنٹے کا پروگرام اس کی اجازت اور خواہش کے بغیر نہیں ڈال سکتے۔

اس ساری صورتحال کو دیکھ کر ایک انصاف پسند شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا واقعی

ان عیسائیوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے اس لئے اب مسلمان مولوی ان کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے احمدیت کی مخالفت پر متحد ہو رہے ہیں؟ یا کیا بعض مسلمان مولویوں کو عیسائی عقائد پر اعتراض نہیں رہا اس لئے دونوں کو صرف جماعت احمدیہ مشترکہ دشمن نظر آرہی ہے؟ اور عیسائیت مسلمانوں کو احمدیت سے متنفر کرنے کی کوشش کیوں کر رہی ہے؟ اور وہ کیوں یہ ثابت کرنے کے لئے کوشاں ہے کہ احمدیت مسلمان جماعت نہیں ہے؟ کیا کبھی کسی مسلمان نے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عیسائیوں کا فلاں فرقہ عیسائی نہیں ہے؟ یا کسی مسلمان نے کبھی یہ کہا ہے کہ اب ہم فیصلہ کریں گے کہ کون عیسائی ہے اور کون عیسائی نہیں ہے؟

آخر اس ساری کارروائی کا کوئی تو سبب ضرور ہے جس کا اندازہ ہمیں ان دو پروگراموں پر ایک نظر ڈالنے سے ہو جائے گا۔

گو کہ ان پروگراموں میں بہت سے بہتانات، اعتراضات اور غلط باتیں بھی کی گئیں لیکن مجموعی طور پر یہ پروگرام جماعت کی تبلیغ کا باعث ہی ٹھہرے۔ آیئے ان پر کسی قدر تفصیلی نظر ڈالتے ہیں۔

متضاد باتیں

پروگرام کے میزبان نے ابتدایوں کی:

آج کے پروگرام کا موضوع ہے جماعت احمدیہ اور اس کا عیسائی عقائد پر حملہ۔ گو کہ ہمیں غیرت ایمانی رکھنے والے بہت سے عیسائی برادران نے بارہا اس موضوع کے بارہ میں لکھا تھا لیکن ہم اس بارہ میں علم الیقین رکھتے ہیں کہ یہ فرقہ تو مسلمان ہی نہیں۔ اس لئے قبل ازیں ہم نے سوچا کہ یہ اس قدر وقعت اور توجہ کا مستحق فرقہ نہیں ہے۔ لیکن اب اپنے دیکھنے والوں کی خواہش کے مطابق ہم اس فرقہ کے عقائد کا ردّ پیش کریں گے۔ اس کے محض دو منٹ کے بعد ہی اسی میزبان نے کہا:

بہت سے مسلمان، جماعت احمدیہ سے اس لئے خوش ہیں کیونکہ اس نے ہمارے پروگراموں کا جواب دیا۔ گو کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے ان پروگراموں کا کوئی جواب نہیں دیا، صرف جماعت احمدیہ نے دیا اس لئے بہت سے مسلمان ان سے بہت خوش ہیں۔ لیکن عجیب

بات یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو علم ہی نہیں کہ جماعت احمدیہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس حقیقت کا بیان ہمارے اس پروگرام میں ہوگا۔

تبصرہ

ان کے بیان کے مطابق ایک تو وہ لوگ ہیں جن کو نہ اسلام کے دفاع کی فکر ہے نہ ناموس رسالت پر لگے اعتراضات کا جواب دینے کی سکت ہے۔ان کو عیسائی بھی سچے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ دوسری طرف جماعت احمدیہ ہے جو انہی کے بقول واحد جماعت ہے جس نے عیسائی حملہ کا جواب دیا اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا ردّ کیا۔ ان کو بعض مسلمان علماء اور عیسائی دونوں اسلام سے خارج خیال کرتے ہیں۔ لیکن لوگ کیوں خوش ہیں؟ کیونکہ انہیں پتہ چل گیا ہے کہ اسلام کے اصل دفاع کرنے والے کون ہیں، یعنی وہی جن کی بات کا عیسائیت کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پھر یہ منصف مزاج مسلمان ان دفاع کرنے والوں کو مسلمان نہ سمجھیں تو اور کیا سمجھیں؟ اور یہی غم عیسائیوں کو ستائے جا رہا ہے کہ اگر جماعت احمدیہ کو بھی مسلمان سمجھ لیا گیا تو ان کا عیسائیت پر غلبہ، اسلام کا غلبہ متصور ہوگا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ مسلمان علماء کے ساتھ مل کر اس کو خارج از اسلام ثابت کیا جائے۔

ایک طرف کہتے ہیں کہ یہ جماعت اس قدر وقت اور توجہ کی مستحق نہیں کہ اس کے متعلق کوئی پروگرام کیا جائے، لیکن دو منٹ بعد ہی کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں میں سے سوائے احمدیت کے کسی نے ہمارے اعتراضات کا جواب نہیں دیا۔ ایسی صورتحال میں آپ ہی بتائیں کہ آپ پر کون بھاری ہے؟

اعترافات

پروگرام کے میزبان نے شروع میں کہا تھا کہ مسلمانوں کو علم ہی نہیں کہ جماعت احمدیہ مسلمان جماعت نہیں ہے، لیکن محض چند منٹ کے بعد ہی اسی میزبان نے ایک اور بات کہہ دی جس کا نتیجہ تو انہوں نے کچھ اور ہی نکالا تاہم اس میں سچ بھی زبان پر آ گیا۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے بارہ میں کہتے ہیں کہ: اپنے مطالعہ کی بنا پر اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس شخص کو اسلام کی بڑی غیرت تھی۔ اس کے وقت میں انڈیا میں اسلام سے ارتداد کی ایک بڑی لہر آئی ہوئی تھی اور اس حالت میں یہ شخص عیسائیوں اور پادریوں سے مباحثے اور مناظرے کرتا تھا۔ اور اس کو خصوصی طور پر اس معاملہ میں غیرت آتی تھی لہذا وہ اسلام اور عیسائیت کا موازنہ کرتا تھا۔ اور عیسائی بھی محمدؐ اور مسیح کے درمیان موازنہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ایسے شخص کی پیروی کیسے کر سکتے ہیں جو فوت ہو چکا ہے جبکہ مسیح آسمانوں میں زندہ ہے۔ ہم ایسے شخص کی پیروی کیونکر کریں جو شاید اب واپس نہ آئے جبکہ مسیح دوبارہ آئے گا۔ چنانچہ اس شخص نے جب دیکھا کہ قرآن مسیح کو محمدؐ سے بہتر گردانتا ہے تو یہ نفسیاتی اور روحانی طور پر ایک بحران کا شکار ہو گیا جس سے نکلنے کا اس نے یہ راستہ اختیار کیا کہ یہ خیال پیش کیا کہ مسیح کی آمد ثانی مسیح محمدی کے رنگ میں ہونی تھی اور مَیں وہ مسیح محمدی ہوں۔

پھر اس کے چند منٹ بعد اسی بات کو مزید وضاحت سے یوں پیش کیا:

مرزا غلام احمد قادیانی کا خیال ہے کہ موجودہ عیسائیت کا ردّ ہی کسر صلیب کے مترادف ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ اس نے تمام عیسائی مناظروں کو شکست دی، اور اس کی جماعت عیسائیت کو شکست دے کر چھوڑے گی۔ دراصل اس کی جماعت کی بنیاد ہی عیسائیت کے سدّ باب پر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے اپنی جماعت دراصل عیسائیت کے مقابلہ کے لئے ہی تشکیل دی۔

تبصرہ

جس شخص کو اسلام کی سب سے زیادہ غیرت تھی، جو اسلام سے ارتداد کی لہر کے وقت عیسائیوں سے مناظرے اور مباحثے کا مرد میدان ثابت ہوا، جس نے آپ کے بقول اپنی جماعت کی بنیاد ہی ردّ عیسائیت پر رکھی اور اسی کو کسر صلیب کے مترادف قرار دیا، وہی تو حقیقی مسلمان ہے، اس کو آپ غیر مسلم کیسے ثابت کر سکیں گے۔ آخر وہ عیسائیت کی ہزیمت سے اسلام کے سوا اور کس کی فتح ثابت کرنا چاہتا ہے؟ آپ کی مہربانی کہ آپ نے اس کے کام گنوا دیئے، کیونکہ اس کے بعد اس کے حقیقی اور سچے مسلمان ہونے کی اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

سہوًا یا عمدًا

لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ کے محرکات کیا تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''التبلیغ'' کا ایک حوالہ پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ عیسائی فساد برپا کر رہے ہیں اور لوگوں کو دین اسلامی سے روک رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے اور آپ کی تحقیر کرتے ہیں اور ابن مریم کے مقام کو ناحق بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں تو اس کی غیرت نے غضب میں آ کر جوش مارا اور اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ مَیں تجھے عیسی ابن مریم بناتا ہوں۔

اس اقتباس کو پڑھتے وقت انہوں نے سہوًا یا عمدًا عیسائیوں کی طرف سے ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے اور آپ کی تحقیر کرنے'' والا حصہ بیان نہیں کیا اور محض اسی بات کو بنیاد بنایا کہ مرزا صاحب نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقام کچھ کم ہو اس لئے جذباتی ہو کر خود مسیحیت کا دعوی کر دیا۔

اگر پوری عبارت نقل کرتے تو ہر سننے، پڑھنے والے کے لئے حقیقت واضح ہو جاتی کہ آپ کو اس بات کا سب سے زیادہ درد تھا کہ کسی نبی کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے۔ اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جوش تھا جس کی بنا پر اللہ تعالی نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے عظیم مقام پر فائز فرمایا اور ''ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوْلُ اللّٰہ'' کے سرٹیفیکیٹ سے نوازا۔

جماعت کو غیر مسلم کہنے کا اصل محرک

جہاں اس پروگرام میں متعدد مرتبہ احمدیت کو غیر مسلم ثابت کرنے کی کوشش کی گئی وہاں یہ عجیب بات بھی کی گئی کہ قرآن کریم کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کی تاویل کی۔

یہ بات انہوں نے اس طرح کی کہ جیسے عام مسلمانوں کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہیں اور انہی کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر ان کا پورا ایمان ہے۔

یہی نہیں بلکہ اس کے بعد انہوں نے بڑی وضاحت سے وہ بات کہہ دی جو ان پروگراموں کا اصل محرک سمجھی جاسکتی ہے۔انہوں نے کہا:

اگر مرزا صاحب مجدد ہیں تو اس اسلام کی ہی تجدید کیوں نہیں کرتے جو مسلمانوں کا اسلام ہے اور جسے ہم بھی جانتے ہیں۔ یہ نیا اسلام کیوں پیش کرتے ہیں۔

تبصرہ

عیسائی چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ بھی اسلام کے نام پر دیگر مسلمانوں جیسے عقائد پیش کرے تا کہ ان پر اعتراض کر کے وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ دین عالمی نہیں ہوسکتا، اور چونکہ احمدیت نے صحیح اسلام پیش کر کے عیسائیت کے تمام مزاعم کا ردّ پیش کیا ہے اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ یہ آواز اسلام کی آواز شمار ہو۔کیونکہ دیگر مسلمان قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کے قائل ہیں، وہ غیر مسلمانوں کے قتل اور پرتشدد کارروائیوں پر یقین رکھتے ہیں، وہ رضاع الکبیر جیسی خرافات پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے امور کو ہوا دے کر عیسائیت اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتی ہے کہ یہ دین کیسے درست دین ہوسکتا ہے۔لیکن جب ان کی بات احمدیت کے ساتھ ہوتی ہے تو نہ صرف ان تمام امور کا مدلل اور مسکت جواب ملتا ہے بلکہ عیسائی مذہب کے عقائد اور بائبل کی تعلیمات کے بارہ میں ان کو ایسے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ ایسی صورتحال میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم ثابت کرنے کی عیسائی کوشش کا حقیقی محرک بے نقاب ہو جاتا ہے۔

عرب احمدیوں کی پروگرام میں شرکت

پہلا پروگرام نصف سے زیادہ گزر چکا تھا جب مکرم محمد شریف عودہ صاحب نے ٹیلی فون کے ذریعہ رابطہ کیا۔اورادب واحترام کی زبان استعمال کرنے کی تلقین کے بعد یہ کہا کہ آپ کو چاہئے تھا کہ جماعت احمدیہ کے کسی فرد کو بلاتے اور اس سے سنتے کہ جماعت کے عقائد کیا ہیں اور مختلف امور کے بارہ میں کیا موقف ہے۔اس پر میزبان نے نہ صرف اس پروگرام میں ان کو موقعہ دیا بلکہ اگلے پروگرام میں دو افراد کو شامل کرنے کا وعدہ کیا۔گو اس پہلے پروگرام میں مکرم

شریف صاحب نے بعض بہت اچھے جواب دیئے لیکن شریف صاحب کی آواز پورے پروگرام میں تاخیر سے ٹیلی کاسٹ ہوتی تھی جس کی بناء پر وہ جہاں چاہتے تھے اسے کاٹ دیتے تھے اور جواب مکمل ہونے سے قبل بولنا شروع کر دیتے تھے۔لہذا اگلے پروگرام میں شرکت کے لئے بعض شروط لکھ کر ارسال کی گئیں جن کی بنا پر مکرم محمد شریف صاحب نے حیفا سے اور مکرم ہانی طاہر صاحب نے لندن سے بذریعہ فون اس پروگرام میں شرکت کی اور مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض سوالات اوران کے جوابات نقل کر دیئے جائیں۔

میزبان: اگر آپ کے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہیں تو ہمارے ناظرین کو بتائیں کہ کس چیز میں وہ مسیح ناصری کے مشابہہ ہیں۔خصوصًا اس لئے بھی یہ سوال اہم ہے کیونکہ مسیح نے تو جسمانی طور پر دوبارہ آنا ہے۔

شریف صاحب: یہ مسئلہ تو مسیح نے خود حل کر دیا تھا جب یہودیوں نے اس پر اعتراض کیا کہ تُو اس لئے سچا نہیں ہے کیونکہ مسیح کی آمد سے قبل تو ایلیا نے آسمان سے اترنا تھا جو ابھی اترا نہیں پھر کیسے مان لیں کہ مسیح ایلیا سے پہلے آ گیا ہے۔مسیح علیہ السلام نے کہا کہ آنے والا ایلیا یہ یوحنا معمدان ہے چاہو تو مانو چاہو تو نہ مانو۔ یوں مسیح نے خود یہ مسئلہ حل کر دیا کہ کسی کے آسمان سے آنے سے مراد اس کے مشابہ شخص کا اسی دنیا میں پیدا ہونا ہے۔

سوال: اگر مرزا صاحب مسیح موعود ہیں تو کیا مسیح ناصری کی طرح معجزات لے کر آئے؟ انکے پاس تو کوئی معجزہ نہیں۔

شریف صاحب: وہ دین مردہ دین ہے جس میں معجزات نہیں۔ہمیں صرف پرانے زمانے میں ہی معجزات نہیں دیئے گئے بلکہ ہم آج بھی ان کو دیکھ رہے ہیں۔لیکن اگر مسیح نے معجزات اتنے دکھائے تھے تو یہود ایمان کیوں نہ لائے۔ پھر مسیح نے تو اس مسئلہ کا بھی حل دے دیا کہ معجزہ کون طلب کرتا ہے اور اس پر کس کی نظر ہوتی ہے۔ مسیح کہتا ہے کہ اس زمانے کے شریر اور فاسق لوگ معجزہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرے پروگرام میں ہانی طاہر صاحب نے بھی شرکت کی اور یہ پروگرام ایک مناظرے کی شکل اختیار کر گیا۔انہوں نے پچھلے پروگرام پر اپنے تبصرہ میں کہا:

مسلمان ہمیں کیا سمجھتے ہیں یا کیا کہتے ہیں اس سے آپ لوگوں کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے یہ ہمارا مسلمانوں کا داخلی معاملہ ہے۔ ہمارے اختلافات کے باوجود ہمارا قرآن ایک ہے اس کی آیات مسلّم ہیں۔ آپ چاہیں تو میں آپ کے عیسائی فرقوں کا اختلاف بیان کرسکتا ہوں جو اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ آپ اپنی مقدس کتاب کے بارہ میں بھی اختلاف رکھتے ہیں بعض کے نزدیک اس کی کتابیں کم بعض کے نزدیک زیادہ ہیں۔ کم از کم ہم میں یہ اختلاف تو نہیں ہے۔

عیسائی اعتراض: تمہارے مسیح موعود تو حد درجہ کے بیمار اور نہ جانے کون کونسی بیماریوں میں مبتلا تھے، وہ ہمارے مسیح ناصری کی طرح کیسے ہوسکتے ہیں جو لوگوں کو بیماریوں سے شفا دیتے تھے۔

جواب: انجیل میں ہے کہ تم عیب جوئی نہ کرو تا کہ تمہاری عیب جوئی نہ کی جائے کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرو گے اسی طرح تمہاری عیب جوئی کی جائے گی۔

صلیب پر لٹکائے جانے سے قبل یسوع نہایت حزین اور نہایت غم والم کی کیفیت سے گزر رہا تھا اور اپنے حواریوں سے کہتا تھا کہ میرے ساتھ رہو، اب آپ ہی بتائیں کہ جو شخص خود اپنے غم وحزن دور نہیں کرسکتا اس کے بارہ میں یہ کہنا کیسے جائز ٹھہرتا ہے کہ وہ دنیا کو غموں سے اور آلام سے نجات دینے آیا ہے۔

پھر آپ کی کتاب مقدس حضرت ایوب علیہ السلام کو ایسے رنگ میں پیش کرتی ہے کہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک امراض میں مبتلا تھے اس پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔

پھر جسمانی امراض کے علاوہ مسیح کے نسب نامہ میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو بائبل کے مطابق نہایت گری ہوئی روحانی بیماریوں میں مبتلا تھے۔ اس پر بھی آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔

اس جواب کے بعد انہوں نے مسیح کی صلیب پر موت یا نجات کے بارہ میں بات کی اور واضح طور پر دفاعی حکمت عملی اختیار کی۔

پیلاطوس کی بیوی کا خواب

دوسرے پروگرام کے آخر میں انہوں نے اپنی طرف سے ایک ایسا نکتہ پیش کیا جو ان کے خیال میں سب سے مضبوط تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’مسیح ہندوستان

میں“ کا حوالہ نقل کیا جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ: ”اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہوا کہ جب پیلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اس کی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنی اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نہ کر) کیونکہ مَیں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی۔ (دیکھو متی باب 27 آیت 19)۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پیلاطوس کی جورو کو دکھایا گیا۔ اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔“

اس کی طرف اشارہ کر کے انہوں نے کہا کہ پوری انجیل میں کہیں یہ دکھادیں کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں فرشتہ نے آ کر کہا ہو۔ بلکہ یہ عام خواب تھی جس کا خدا تعالیٰ یا فرشتہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے اپنی کہانی کو سچا ثابت کرنے کے لئے فرشتہ کے لفظ کا اضافہ کیا اور پھر اس کو خدائی منصوبہ قرار دے دیا۔

گو کہ پروگرام میں اس اعتراض کا عام منطقی جواب دیا گیا۔ لیکن وہ اسی بات پر قائم رہے کہ اناجیل سے فرشتہ کا لفظ نکال کر دکھائیں۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ صلیب سے بچانا الٰہی منصوبہ نہ تھا بلکہ صلیب پر مارنا ہی الٰہی منصوبہ تھا اس لئے ایسا رؤیا جس کا نتیجہ صلیب سے بچانے کی صورت میں نکل سکتا ہے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا لہذا اس رؤیا کو فرشتہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ اور اناجیل میں فرشتہ کا لفظ بھی نہیں آیا لہذا یہ مرزا صاحب نے خود کہانی بنائی ہے۔

یہ پروگرام تو ختم ہو گیا بعد میں اس عیسائی چینل نے اپنی ویب سائیٹ پر اس پروگرام کی ویڈیو اور پورا ٹیکسٹ بھی لکھ کر ڈال دیا۔ یہ دونوں پروگرام آج تک اس ایڈریس پر موجود ہیں:

http://islamexplained.com/DNN ArticleView/tabid/104/

rticleId/194/062.aspx http://islam explained.com/DNNArticle

View/tabid/104/ArticleId/195/063.aspx

ان عیسائی پروگراموں کے بعد ہونے والے الحوار المباشر میں ان کے جملہ اعتراضات کو اکٹھا کر کے تفصیلی جواب دیا گیا۔ ان میں پیلاطوس کی بیوی کے رؤیا سے متعلق اعتراض کا بھی ردّ شامل تھا۔ اس بارہ میں ہماری کوشش تھی کہ عیسائی مصادر سے کوئی ایسا حوالہ مل جائے جس سے یہ

بات ثابت ہوتی ہوتو عیسائیوں پر حجت ہوسکتی ہے کیونکہ عام منطقی اور عقلی بات کو وہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس سلسلہ میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ خاکسار نے انٹرنیٹ پر مختلف عیسائی ویب سائٹس پر تحقیق کی تو پروگرام کے شروع ہونے سے قبل ایک حوالہ مل گیا۔ لیکن مکمل تحقیق کے بغیر اسے پروگرام میں پیش نہیں کیا جاسکتا تھا لہذا دورانِ پروگرام ہی اس حوالہ کے بارہ میں تحقیق جاری رہی حتی کہ مذکورہ سوال کے جواب کے وقت بفضلہٖ تعالیٰ سب کچھ واضح ہوگیا۔اور جب اس سوال کے جواب میں یہ حوالہ پیش کیا گیا تو سب شرکاء کو بھی ایک عجیب خوشی اور خوشگوار حیرت ہوئی کیونکہ ہم اسی قسم کے حوالے کی تلاش میں تھے اور اس کے مل جانے کی کسی کو خبر نہ تھی۔ازاں بعد اسی پروگرام میں اور اگلے دن دوبارہ اسی حوالے کو متعدد بار پیش کیا گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

قارئین کرام کی دلچسپی اور ریکارڈ کی خاطر یہ حوالہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

اسکندریہ مصر کے ''شہید مارجرجس'' نامی چرچ کے پادری'' تادرس یعقوب ملطی'' نے بائیبل کی تفسیر جمع کی ہے جس کی بناء پرانے قدیسوں کی تفاسیر پر ہے۔

اس تفسیر کی ویب سائٹ کا صفحہ کھولتے ہی پہلا جملہ جو لکھا ہوا نظر آتا ہے یہ ہے کہ تفاسیر کا یہ نہایت اہم سیکشن ہے جس میں بہت سے غلط خیالات اور غلط تفسیرات کا ردّ ہو جاتا ہے۔

اس تفسیر میں جب ہم انجیل متی باب 27 کے اس حصہ کی تفسیر دیکھتے ہیں جہاں پیلاطوس کی بیوی کے رؤیا کا ذکر ہے تو یہ کلمات ملتے ہیں:

وإذ أراد اللّه أن يرشده حدّثه خلال زوجته في حُلم، فأرسلت تقول له : إياك وذلك البار، لأني تألمت اليوم كثيرا في حلم من أجله۔ كان ذلك درسا ليس لبيلاطس وحده وإنما لرؤساء الكهنة والشيوخ لكي يرو ا ويسمعوا غريب الجنس بيلاطس يعلن براء ة السيد بغسل يديه قدّام الجميع وهو يقول : إني بريء من دم هذا البار۔

(http://st-takla.org/pub_ Bible- Interpretations/Holy-Bible-Tafsir-02- New-Testament/Father-Tadros-Yacoub-Malaty /01- Engeel-Matta/Tafseer - Engil- Mata __01- Chapter-27.html)

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے پیلاطوس کی راہنمائی کرنے کا ارادہ کیا لہذا اس کی بیوی کی خواب

کے ذریعہ سے اس تک اپنی بات پہنچائی، چنانچہ اس کی بیوی نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ کیونکہ میں نے آج خواب میں اس کے سبب سے بہت دکھ اٹھایا ہے۔ اس میں نہ صرف پیلاطوس بلکہ تمام سردار کاہنوں اور بزرگوں کے لئے بھی ایک درس تھا تا کہ وہ دیکھیں اور سنیں کہ ایک غیر قوم کا آدمی پیلاطوس لوگوں کے روبرو ہاتھ دھو کر مسیح کی براءت کا اعلان کر رہا ہے کہ میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں۔

اس حوالہ کے مطابق یہ خواب خدا کی طرف سے تھی بلکہ یہ پیلاطوس کے لئے خدا کا پیغام تھا۔ اور پیلاطوس کا ہاتھ دھو کر مسیح کی براءت کا اعلان کرنا اسی پیغام کی وجہ سے تھا۔ اب اس تفسیر کے مطابق جو عیسائیت کے اوائل علماء کی تفسیر کہلاتی ہے عیسائی خود فیصلہ کر لیں کہ کیا خدا نے خود آ کر پیلاطوس کی بیوی سے بات کی تھی یا کوئی فرشتہ آیا تھا۔

عیسائی معترضین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ قول کی صداقت کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل چاہئے ؟!

الحوار المباشر اور ایم ٹی اے 3 العربیہ کے بارہ میں معلومات درج کرنے کے بعد اب ہم اس عرصہ کے بعض متفرق امور کا ذکر کرتے ہیں۔

''مریم'' نے صلیب توڑ دی ہے

2005ء میں عیسائیت کا فتنہ عروج پر تھا۔ اسی سال تفسیر کبیر کی جلد نمبر 5 کا ترجمہ ہو رہا تھا جو سورہ مریم کی تفسیر سے شروع ہوتی ہے۔ سورہ مریم کی ابتدا کٓھٰیٰعٓصٓ کے مقطّعات سے ہوتی ہے جس کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ مقطعات کے ان حروف سے مراد الٰہی صفات کافی و ہادی اور علیم و صادق ہیں جن کو عیسائیت نے نہ سمجھ کر غلط مذہب اختیار کیا اور انہی صفات سے کام لے کر ہم نے عیسائیت کا رد کر دیا۔ چنانچہ آپ نے لکھا کہ ان حروف مقطعات میں عیسائی عقائد کا بطلان پوشیدہ ہے۔ ان حروف مقطعات کی تفسیر جلد پنجم کے تقریباً 120 صفحات پر محیط ہے۔

جب تفسیر کبیر جلد پنجم کا عربی ترجمہ تیار ہو گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عیسائیت کے ردّ پر مشتمل اس حصہ کو علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع کرنے کا ارشاد فرمایا تا عیسائیت کے فتنہ کو فرو کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کیا جائے۔ چنانچہ اس حصہ کو کتابی شکل میں تیار کیا گیا۔ اب مرحلہ اس کے مناسب عنوان کا تھا جس کے لئے مختلف عرب احباب نے کئی نام تجویز کئے جن میں سے حضور انور نے مکرم تمیم ابو دقہ صاحب آف اردن کا تجویز کردہ نام (''مریم'' تکسر الصلیب) منظور فرمایا جس کا مطلب ہے کہ سورۃ مریم نے صلیب توڑ کے رکھ دی ہے۔ یہ نام کتاب کے مضمون کے عین مطابق اور مناسب حال ہے۔

اسلامی اصول کی فلاسفی ایک مُلْهَم مِنَ اللّٰہ کی نظر سے

ڈاکٹر محمد عبدو صاحب ایک عرب ملک میں یونیورسٹی کے استاد ہیں انہوں نے 12 نومبر 2007ء کو اپنے ایک خط میں لکھا:

’’مجھے آپ کی طرف سے مرسلہ کتب ملیں، جن میں سے مَیں نے اسلامی اصول کی فلاسفی (عربی ترجمہ) تالیف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ساری کی ساری پڑھ لی ہے۔ یہ بہت ہی گہری، غیر معمولی فائدہ بخش اور نہایت اعلی پائے کی کتاب ہے۔ بلکہ علم المقاصد کے موضوع پر مَیں نے اسے نہایت خوبصورت اور عظیم الشان پایا ہے۔ کیونکہ اس میں مؤلف نے شرعی احکام کے مقاصد اور ان کی علّت کے بارہ میں بعض ایسے نکات بیان فرمائے ہیں جو صرف انہی کا خاصہ ہیں۔ اور یہ بات مجھے مجبور کرتی ہے کہ مَیں مؤلف کا شمار ان عظیم علماء میں کروں جنہوں نے شریعت اسلام کو ایک مُلْہَم مِنَ اللّٰہ کی نظر سے دیکھا ہے نہ کہ ایک مقلِّد کی نظر سے۔ وہ ایک عارف باللہ کے دل کے ساتھ شریعت اسلامیہ کی گہرائیوں تک پہنچے ہیں۔

مَیں یہ سچ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اگر احکام شریعت کے مقاصد سے بے بہرہ لوگوں کے فتنہ کا ڈر نہ ہو جو اس شخص کی قدر و منزلت سے بے خبر ہیں، تو مَیں اس کتاب کو یونیورسٹی میں مقاصد الشریعۃ کے اپنے طلباء کے نصاب کے طور پر مقرر کر دوں۔ یاد رہے کہ خاکسار یونیورسٹی میں علم المقاصد اور اصول فقہ کا مضمون پڑھاتا ہے‘‘۔

قرآن پر عیسائی حملہ کا جواب

2004ء کے آخر اور 2005ء کے شروع میں انٹرنیٹ پر ایک خبر بڑی تیزی سے گردش کرنے لگی کہ عیسائیت کی سازش سے ''الفرقان الحق'' کے نام سے تیار کی جانے والی کتاب کو نئے قرآن کے نام سے پھیلایا جا رہا ہے اور کویت کے بعض مدارس میں یہ کتاب طالبعلموں میں تقسیم کی جارہی ہے۔

اس کتاب کی پہلی دفعہ اشاعت 1999ء میں کیلی فورنیا میں ہوئی۔اس کے ناشر کا نام Wine Press Publishing, Enumclaw, WA ہے۔ یہ کتاب عربی اور انگریزی ہر دو زبانوں میں شائع کی گئی۔عربی کتاب 366 صفحات پر مشتمل ہے جس میں 77 سورتیں گھڑ کے شامل کی گئی ہیں۔اس کتاب کے بارہ میں کہا گیا کہ یہ ٹوٹل بارہ اجزاء پر مشتمل ہے اور اس کا پہلا جز و''الفرقان الحق'' کے نام سے شائع کیا گیا جبکہ باقی اجزاء بھی اسی نام سے مختلف اوقات میں شائع کئے جائیں گے۔عربی کتاب پر اس کے مؤلف کا نام ''الصفی ، المہدی'' لکھا گیا جب کہ اس کے انگریزی مترجم ''انیس شوریش'' ہیں۔

اس کتاب کا انتشار شروع شروع میں امریکا تک ہی محدود رہا یا اسے انٹرنیٹ کے ذریعہ فروخت کیا جاتا رہا۔لیکن رفتہ رفتہ یہ کتاب بعض غیر ملکی مدارس کے ذریعہ کویت میں بھی داخل ہو گئی جہاں اسے مختلف مضامین میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء میں بطور انعام تقسیم کیا جانے لگا۔چنانچہ 2004ء کے آخر اور 2005ء کے شروع میں جب یہ خبر انٹرنیٹ پر عام ہوئی تو یہی وہ دن تھے جب ہمارے بعض عرب احمدیوں کی طرف سے الأزہر کی انتظامیہ اور ان کے مشائخ کی بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے اور ان تک جماعت کی صحیح تعلیمات کی پہنچانے کی کوشش

ہو رہی تھی۔

انہی دنوں میں 22/مارچ 2005ء کو دوران ملاقات حضور انور نے مکرم عبد المومن طاہر صاحب کو فرمایا کہ محمد شریف عودہ صاحب سے کہیں کہ ''الفرقان الحق'' نامی اس کتاب کے بارہ میں عربوں کو ہلائیں۔ازہر والوں کو یہ کتاب دیں اور انہیں کہیں کہ اس کتاب کا آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟ ان کی کوشش ہے کہ اسے اسلامی دنیا میں پڑھایا جائے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کا Brain wash کیا جائے۔ان کا ارادہ ہے کہ عیسائیت کو مسلمانوں کے افکار میں Mix کیا جائے، جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ ہر جگہ عیسائیت کا مقامی برانڈ ہوتا ہے، مشرق میں اَور عیسائیت اور مغرب میں اَور۔ کیونکہ یہ لوگ مقامی Traditions کو بھی دین میں Mix کر لیتے ہیں۔

چنانچہ محمد شریف صاحب کو حضور انور کا یہ ارشاد پہنچایا گیا جس پر عمل کرنے کے بعد مکرم شریف صاحب نے 24/اپریل 2005ء کو اپنے ایک خط میں رپورٹ دی کہ انہوں نے ازہر والوں کو جماعت کے تعارف پر مشتمل کتاب دی اور ساتھ ''الفرقان الحق'' کا جواب دینے کے بارہ میں بھی کہا تو ازہر والوں نے کہا کہ ہمارا یہ تقریباً متفقہ فیصلہ ہے کہ ہم نہ تو اس کتاب کا، نہ ہی عیسائیوں کے دیگر حملوں کا جواب دیں گے۔

ہم بتفصیل اس کے سبب کا ذکر کر آئے ہیں اور وہ ہے مصر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان امن کی فضا قائم رکھنے کی خاطر بنایا ہوا قانون، جسے دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف عدالت میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور چونکہ یہ حملے مصر کے باہر کے عیسائیوں کی طرف سے تھے اس لئے گویا مصری عیسائیوں کا اس میں کوئی قصور نہ تھا اور ان حملوں کا جواب دینا گویا مصری عیسائیوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے مترادف ٹھہرنے کا خدشہ تھا اور ایسی صورت میں مذکورہ قانون کی زد میں آنے کا امکان تھا۔لہذا الأزہر نے نہ عیسائی حملہ کا جواب دیا نہ اس ''الفرقان الحق'' نامی جھوٹ کے پلندے کا ردّ لکھا۔

الأزہر کے مذکورہ جواب پر حضور انور نے فرمایا:

''اگر ان کا یہی فیصلہ ہے تو ہم اس پر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔اللہ ان کو ہدایت دے اور انہیں غفلت کی نیند سے جگائے۔''

چنانچہ اس کے بعد پھر حضور انور نے فرمایا کہ آپ اپنے پروگراموں میں عیسائی حملہ کا جواب دیں اور پھر مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب مرحوم کے پروگرام ''اَجْوِبَہ عَنِ الْاِیْمَان'' اور اَلْحِوَارُ الْمُبَاشَرْ میں لمبے عرصہ تک عیسائی اعتراضات کے ردّ اور بائبل کے مطابق ان کے عقائد کی بحث جاری رہی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خبر تو مسلمانوں کی بے شمار ویب سائٹس نے نشر کی اور اس پر لاحول پڑھے اور اسے عیسائی اور یہودی سازش قرار دیا لیکن اگر عالمی سطح پر کسی نے اس کا صحیح اور مسکت اور معقول جواب دیا تو وہ صرف اور صرف امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے دیا۔ آپ نے تین چار خطبات میں اس موضوع پر روشنی ڈالی۔ اس ضمن میں حضور انور کے ارشادات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلے حصہ میں آپ نے آیات قرآنیہ خصوصًا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) کے حوالے سے قرآن کریم کی الٰہی حفاظت اور اس میں کبھی تحریف وتبدل کا امکان نہ ہونا ثابت فرمایا۔ پھر مستشرقین کے اقوال کا ذکر کیا جن میں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مسلمانوں کے پاس وہی قرآن کریم ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

دوسرے حصہ میں اس دجّالی سازش کا تفصیلی ذکر فرمایا اور اس کے تاریخی پس منظر اور اہداف پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''فی زمانہ دجّال نے ایک یہ چال چلی کہ اس میں ردّ و بدل کر سکے لیکن یہ کوششیں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ جیسا کہ پہلے بھی مَیں ایک دو دفعہ ذکر کر چکا ہوں۔ اس قرآن کریم میں ردّ و بدل کا یا اس کے مقابل پر نیا قرآن کریم پیش کرنے کی جو عیسائیوں کی ایک چال تھی، بہت بڑا خوفناک منصوبہ تھا اور اس کو پہلی دفعہ انہوں نے ''فرقان الحق'' کے نام سے شائع کیا۔ خود ہی اپنے پاس سے الفاظ بنا کر، کچھ قرآن کریم کے الفاظ لے کر کچھ اپنے پاس سے ملا کر، جوڑ جاڑ کر کچھ آیتیں بنائیں اور کچھ سورتیں بنا لیں۔ ستّر یا ستہتّر میرا خیال ہے اور پہلی دفعہ اس کی اشاعت 1999ء میں ہوئی ...... ان کا خیال ہے کہ جو آنے والا مسیح ہے اس کے آنے کی خبر دینے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو پہلے ذہنی طور پر تیار کر لیا جائے اور فرقان الحق کے نام

سے ایک کتاب ان میں متعارف کروادی جائے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 رجنوری 2008)

تیسرے حصہ میں حضور ایدہ اللہ نے ساری جماعت کو خصوصًا اور غیر احمدی مسلمانوں کو عمومًا قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے اور ان پر مضبوطی سے قائم ہو جانے کی تلقین فرمائی کیونکہ اس حملہ کا اس سے بہتر اور کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا کہ جب دشمن اسلامی تعلیمات میں تحریف کی کوشش کر رہا ہے اس وقت ہم اس تعلیم کے ساتھ چمٹ جائیں اور اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔

اس دجّالی کوشش کے جواب میں اکثر مسلمانوں، بڑے بڑے اداروں اور تنظیموں اور نام نہاد محافظینِ اسلام کے کانوں پر تو جوں بھی نہ رینگی اور جو چند بولے ان کا جواب نہایت سطحی رہا۔اس سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مذکورہ حکیمانہ جواب جیسا کوئی جواب کسی اور طرف سے دیکھنے سننے میں نہ آیا۔اور ایک دفعہ پھر ثابت ہو گیا کہ جب بھی اسلام کی ناموس اور قرآن کی عزت وتوقیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کا معاملہ اٹھے گا جماعت احمدیہ اس کے مؤثر دفاع میں صف اول میں کھڑی نظر آئے گی۔

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی

صد سالہ خلافت جوبلی کی تقریبات ایک ایسی بے مثال خوشی کا موقع تھا جس کا صحیح اندازہ صرف اور صرف افراد جماعت احمدیہ ہی لگا سکتے ہیں۔ یہ دن نعمت خداوندی کے استمرار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور احمدیوں کے اس نعمت سے بہرہ مند ہونے پر اظہار تشکر کے دن تھے۔ درحقیقت جوبلیاں اور خوشیاں منانے کا ہمارا نقطہ نظر اور انداز پوری دنیا سے مختلف ہے۔ خوشیوں کا دن ہمارے لئے دنیا جہان کی لذتوں میں گم ہونے اور مادر پدر آزاد ہونے اور اسراف وفضول خرچی کا نام نہیں ہے بلکہ خدا کی نعمتوں پر شکر کرنے سے عبارت ہے۔ پھر ہماری یہ خوشیاں صرف ایک دن تک ہی محدود نہیں رہتیں بلکہ شکر کے سلسلے اس معین دن میں دو چند ہو جاتے ہیں جس کے بعد ایک نئے رنگ میں پہلے سے بڑھ کر حسین صورت میں جاری رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے جوبلی کی تقریبات اور خدا تعالیٰ کے شکر کے ساتھ خوشیاں منانے کا یہ دن صرف 28 مئی 2008ء تک ہی محدود نہ رہا، نہ ہی اس سال تک اس پر عمل رہا بلکہ یہ تو ایک سلسلہ کی ابتدا تھی جو آج تک جاری ہے اور اگلی صدی تک جاری رہے گا جہاں سے پھر ہم ایک نئے عزم اور نئے ولولے کے ساتھ مزید آگے بڑھتے جائیں گے۔

ایک کوتاہ نظر دنیا دار اور مغرب کے طور طریقوں کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے والے کو ہمارا خوشیاں منانے کا طریق کیونکر پسند آئے گا۔ ایمان واخلاص کی فصلوں پر جب شکر واحسان مندی کے پھل لگتے ہیں اور خدا کی رحمت وافضال کی ہواؤں سے وہ فصلیں لہلہاتی ہیں اور ان پر انعامات وتائیدات اور نشانات ربّانیہ کی جب پھوار پڑتی ہے تو الٰہی جماعتوں کی خوشی شکر کے

جذبات میں ڈھل کر سجدوں کی صورت آستانہ الوہیت پر گرتی ہے۔ یہ وہ خوشی ہے جس کا بیان ممکن نہیں۔ یہ وہ لذت ہے جس کا ثانی کوئی نہیں اور اسی کو دیکھ کر کفار اور مخالفین طیش وغضب میں آجاتے ہیں اور یہی وہ روحانی فصلیں ہیں جو لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّار کا سبب بنتی ہیں۔

ایسی ہی ایک صورت ہمارے عرب مخالفین کے ساتھ پیدا ہوئی۔ ہوا یوں کہ جب دریدہ دہن پادری کے مزاعم کا مسلمانوں میں سے صرف اور صرف جماعت احمدیہ نے مؤثر جواب دیا اور مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت اور راہنمائی میں اس کام میں نمایاں خدمت کی توفیق ملی تو جماعت کے عرب مخالفین میں سے ''محمود القاعود'' نامی ایک شخص نے مصطفیٰ ثابت صاحب کو خط لکھا کہ آپ اس جماعت سے کنارہ کش ہو جائیں۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ دیگر مسلمانوں میں سے اس طرح کے مؤثر کام کی توفیق کسی کو نہیں ملی، اور اگر توفیق ملی تو ایک ایسی جماعت کو جسے وہ مسلمان ہی نہیں سمجھتے لہٰذا ان کے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو اس جماعت کو مسلمان سمجھیں اور یوں یہ پادری کے اعتراضات کا ردّ، اسلام کی طرف سے شمار ہو یا دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس شخص کو جماعت سے توڑ کر اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی جائے جس نے اس حملہ کے ردّ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

محمود القاعود جماعت کا شدید مخالف اور بدزبان ہے لیکن اس کے باوجود اس کے منہ سے ایک آدھ دفعہ کلمہ حق بھی نکل گیا ہے۔ جب ایم ٹی اے 3 العربیہ کی نشریات بند کروانے کیلئے مصر کے قبطی چرچ کے مشیر نجیب جبرائیل نے کوششیں شروع کیں تو القاعود صاحب نے آرٹیکل لکھا جو آج تک انٹرنیٹ پر موجود ہے جس میں لکھا کہ اے جبرائیل کیا تجھے اب یہ رونا رونے کا خیال آیا ہے۔ جب عیسائی پادری بدزبانی اور گندے اعتراضات کر رہا تھا اس وقت تم کہاں تھے؟ کیا اس وقت مسلمانوں کے جذبات مجروح نہیں ہوتے تھے؟ اب جماعت احمدیہ کے چینل نے اس کا ردّ کرنا شروع کیا تو اب تجھے یاد آیا کہ اس سے عیسائیوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں! وغیرہ وغیرہ۔ اس کے اس مذکورہ آرٹیکل پر مصطفیٰ ثابت صاحب نے شاید انہیں شکریہ کا خط لکھا جس کے جواب میں انہوں نے ثابت صاحب کو جماعت احمدیہ سے دور ہونے کا مشورہ دیا۔

بہرحال مصطفیٰ ثابت نے اس کے جواب میں ایک مفصل خط تحریر کیا جس کی ابتدا میں لکھا

کہ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی بات نہیں مان سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ میرے لئے اس چیز کے خواہاں ہیں جسے آپ اپنی دانست میں میرے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔اس کے جواب میں میرا بھی فرض بنتا ہے کہ آپ کو اس چیز سے آگاہ کروں جسے میں آپ کے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔ چونکہ میں مصری ہوں اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ اُس مصری کا قول یاد رکھیں جسے قرآن نے تا قیامت محفوظ کر لیا ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَن يَقُوْلَ رَبِّىَ اللَّهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ وَإِن يَكُ كَاذِباً فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِن يَكُ صَادِقاً يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔ (سورة غافر: 29)

اور فرعون کی آل میں سے ایک مومن مرد نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہ کیا تم محض اس لئے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے کھلے کھلے نشان لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا نکلا تو یقیناً اُس کا جھوٹ اُسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو جن چیزوں سے وہ تمہیں ڈراتا ہے ان میں سے کچھ ضرور تمہیں آ پکڑیں گی۔ یقیناً اللہ اُسے ہدایت نہیں دیا کرتا جو حد سے بڑھا ہوا (اور) سخت جھوٹا ہو۔

اس کے بعد جماعت کا تعارف، مختلف بلاد میں پھیلنے، تراجم قرآن اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے، اور صد سالہ جوبلی اور اس کے بعض پروگرامز کا بھی تفصیلی ذکر کیا، اور اسے جماعت کی صداقت کو قبول کرنے کی دعوت دی۔

القاعود صاحب خود تو اس خط کا جواب دینے سے قاصر رہے تاہم انہوں نے اپنے استاد فؤاد العطار کی مدد حاصل کی جنہوں نے ثابت صاحب کے پورے خط کی نص درج کرنے کے بعد اپنے معروف اوچھے انداز میں مختلف امور پر اعتراضات کئے جو انہوں نے قبل ازیں بھی اپنے دیگر آرٹیکلز میں بارہا بیان کئے ہیں۔ ان میں جو زائد بات تھی وہ انہوں نے خلافت جوبلی کے حوالے سے کہی۔ مصطفیٰ ثابت صاحب نے لکھا تھا کہ 2008ء میں جماعت خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے دوبارہ قیام پر سو سال پورے ہونے کی خوشی میں خلافت جوبلی منا رہی ہے۔ اس پر انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے جوبلی منانی ہے، میں نے

اس سلسلہ میں آپ کی جماعت کا شائع کردہ اعلان بھی پڑھا ہے کہ وہ اس موقع پر مرزا مسرور احمد صاحب کو ایک ملین پونڈز کا تحفہ پیش کرنے کے لئے کوشاں ہے تا کہ وہ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی جماعت دین کے نام پر لوٹ کھسوٹ کرنے والالٹیروں کا ایک گروہ ہے۔ (http://www.odabasham.net/show.php?)

ان کی اس ہرزہ سرائی پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہی ان کی سوچ کی آخری حد ہے۔لیکن یہ جان کر ان کے حسد کی آگ شاید دوچند بلکہ اڑھائی چند ہوگئی ہوگی کہ ایک ملین کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس پیاری جماعت کو اڑھائی ملین پونڈز اپنے آقا کے قدموں میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اب رہی ان کی بدظنی تو اس کا بہترین جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ برطانیہ 2009ء کے دوسرے دن کے خطاب کا وہ حصہ ہے جہاں حضور نے اس خطیر رقم کے مصرف کے بارہ میں گفتگو فرمائی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''مَیں ان سب جماعتوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے ایک بڑی رقم پیش کی ہے۔ جن منصوبوں کے متعلق فکر تھی کہ وہ کیسے مکمل ہوں گے اب وہ اس رقم سے مکمل ہوں گے۔ انشاءاللہ۔ جوبلی سال میں افریقہ کے ممالک میں مساجد اور مشن ہاؤسز میں اس رقم میں سے جو رقم خرچ ہو چکی ہے وہ تقریباً دس لاکھ 65ہزار پاؤنڈز ہے۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ قادیان کی توسیع کی گئی ہے۔ اب پانچ ہزار نمازیوں کے لئے گنجائش ہوگئی ہے۔ لائبریری کی بلڈنگ بنائی گئی ہے جس میں کئی لاکھ کتابیں رکھی جاسکتی ہیں۔ پریس، گیسٹ ہاؤسز وغیرہ بنائے گئے ہیں۔ ان منصوبوں پر 8لاکھ پاؤنڈز کے قریب خرچ ہوئے ہیں۔ بنگلہ دیش میں بھی مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ یورپ میں مساجد و مشن ہاؤسز پر پانچ لاکھ پاؤنڈز خرچ ہوئے ہیں۔بعض اور ممالک میں بھی اس فنڈ سے رقم خرچ ہوئی ہے''۔

اس پیار اور اخلاص سے دیئے گئے تحفہ کو پیارے آقا نے فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا کا نہایت ہی دلکش نمونہ پیش فرماتے ہوئے ایسے کاموں میں خرچ فرمایا کہ صدقہ جاریہ بن کر ہمیشہ کے لئے پوری جماعت کے لئے ثواب کا موجب بنتا رہے۔

دل کا بہلاوا

جماعت احمدیہ کی صد سالہ خلافت جوبلی پر بعض عرب مخالفین کو بڑی دور کی سوجھی اور انہوں نے اپنا حسد یوں نکالا کہ جوش میں آ کر پیشگوئی کر دی کہ جماعت احمدیہ کی اس جوبلی کے سال 2008ء میں صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس عنوان سے ڈاکٹر ابراہیم محمد خان کے نام سے ایک شخص نے 23 اگست 2006ء کو ایک طویل مقالہ لکھا جس میں جملہ افتراءات واعتراضات کو درج کرنے کے بعد آخر پر یہ پیشگوئی بھی کر دی کہ 2008ء تک اہل سنت جماعت والے احمدیت کا پول کھولنے کے لئے ایک چینل کھول رہے ہیں جس کی بنا پر احمدیت کی جوبلی کا سال نحوست کے سال میں بدل جائے گا۔

(http://pulpit.alwatanvoice.com/articles/2006/08/23)

اس خبر کے نشر ہونے پر مکرم تمیم ابودقہ صاحب آف اردن نے اس پر تبصرہ لکھا جو آج تک اس ویب سائٹ پر موجود ہے۔ انہوں نے لکھا کہ ہم اس مزعومہ چینل کے شروع کرنے پر آپ کے شکرگزار ہیں کیونکہ یہ آپ کے جھوٹ اور سُوءِ خُلق کو دنیا کے سامنے مزید کھولنے کا سبب ٹھہرے گا اور جماعت احمدیہ کی تبلیغ کو پھیلانے کا باعث بنے گا۔ سن 2008ء قریب ہے اور آپ دیکھیں گے کہ جماعت ایک کامیابی سے دوسری کی طرف رواں دواں رہے گی۔ اور آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ انجام کار کون کامیاب وکامران ٹھہرتا ہے۔

جب جماعت احمدیہ کی خلافت جوبلی گزر گئی اور جماعت پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ آگے بڑھتی گئی تو 11 مئی 2009ء کو فلسطین کے احمدی مکرم علاء نجمی صاحب نے اس آرٹیکل پر تبصرہ لکھا جو اس ویب سائٹ پر موجود ہے کہ اے ڈاکٹر ابراہیم صاحب آپ کہاں ہیں؟ آج ہم 2008ء کے بعد 2009ء کے وسط میں آ پہنچے ہیں اور جماعت پہلے سے بڑھ کر ترقی کی منازل طے کرتی جا رہی ہے۔

19 جولائی 2009ء کو اسی صفحہ پر ایک شخص مکرم اسامہ صاحب نے تبصرہ لکھا کہ آرٹیکل کے لکھنے والے کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم اکیسویں صدی میں ہیں۔ ان کے جھوٹ سن سن کر ہم تھک چکے ہیں۔ میں نو احمدی ہوں اور میرے احمدیت قبول کرنے کی بڑی وجہ آپ لوگوں کا جھوٹ ہے جو

آپ بولتے جارہے ہیں۔

پھر 10 اپریل 2010ء کو مکرم کمال صاحب نے مصر سے اس آرٹیکل پر تبصرہ لکھا کہ اب ہم سن 2010ء میں ہیں اور جماعت احمدیہ ترقی کی منازل طے کرتی جارہی ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس عرصہ میں جماعت کے خلاف متعدد عربی چینل کھولے گئے لیکن تمام کے تمام ہی مالی یا دیگر مختلف اسباب کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں اور ان میں سے جو بعد میں دوبارہ کھولے گئے تو انہیں نام بدلنا پڑا۔ جبکہ ایم ٹی اے العربیہ 3 اسی نام سے آج تک جاری ہے اور جاری رہے گا اِنشاء اللہ تعالیٰ۔

خلافت کی تمنا

جماعت احمدیہ کی خلافت جوبلی کے حوالے سے بعض عرب مخالفین کے حاسدانہ اور معاندانہ رویّوں کی ایک جھلک پیش کرنے کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عرب مخالفین کا خلافت کے بارہ میں نقطۂ نظر بھی یہاں بیان کر دیا جائے۔

خلافت کے قیام کا وعدہ تو قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ (سورۃ النور آیت:) اور خلافت علیٰ منہاج نبوت کی پیشگوئی کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔ پھر یہ لوگ خلافت کی اہمیت اور افادیت سے تو منکر نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ لوگ کس قسم کی خلافت کے قائل ہیں؟ اس لئے ذیل میں خلافت کے بارہ میں ان لوگوں کا نقطہ نظر پیش کر کے اس کا تجزیہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے پیش ہے۔

خلافت کی اہمیت اور افادیت کا اعتراف

☆......القاہرہ یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ کے سابق لیکچرار ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اپنی کتاب (الإسلام والخلافۃ فی العصر الحاضر) میں لکھتے ہیں:

''خلافت کا قیام فرض کفایہ ہے......پھر دین کے اس سب سے بڑے فرض کی ادائیگی سے غفلت اور پہلو تہی کی حد تک کوتاہی اختیار کرنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے......اُمّت مسلمہ کی کمزوری، ناکامی، انحطاط اور باہمی روابط کے ختم ہونے کے اسباب میں سب سے بڑا سبب اس فرض سے غفلت ہے......صرف اور صرف خلافت سے ہی امت مسلمہ کو یکجا کیا جا سکتا ہے۔ اسی سے ہی ناامیدی کے مارے ہوئے نفوس کے لئے امید کی کوئی کرن پیدا ہو سکتی ہے اور اسی کے

ذریعہ ہی عزت اور وقار کی منزل کی طرف بڑھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ عالم اسلامی میں ایسی کوئی طاقت یا حکومت یا لیڈر شپ نہیں ہے جس سے مذکورہ بالا اہداف کی تکمیل ہو سکے، خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ ہم آپس کے لڑائی جھگڑے، باہمی پھوٹ، انحطاط اور ذلت کا شکار ہیں۔''

(الإ سلام والخلافة فی العصر الحاضر ص 296 القاہرہ 1973ء)

☆......ایک اور مسلمان مفکر سعید حوا صاحب اپنی کتاب (الإ سلام، دراسات منہجیۃ) کے صفحہ 377 پر لکھتے ہیں:۔

''بہت سے شرعی واجبات کی ادائیگی کا تعلق خلیفہ اور امام سے ہے اور ان کی انجام دہی خلیفہ کے علاوہ ممکن نہیں...... تجربہ گواہ ہے کہ خلیفہ کی عدم تقرری دین کے کاموں کو معطل کرنے اور دین کے خلاف بغاوت کے مترادف اور مسلمانوں کے تفرقہ کا موجب ہے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔''

☆...... "حزب التحریر" کی ویب سائٹ پر آج سے پانچ سال قبل خلافت کے موضوع پر ایک طویل مضمون موجود تھا جس میں سے ایک پیرے کا خلاصہ یہ ہے:

''امت مسلمہ کی زندگی اور موت کا مسئلہ دین اسلامی کا مکمل طور پر قیام اور اس کے پیغام کو تمام دنیا تک پہنچانا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا نام اسلامی خلافت کا قیام اور شریعت کا نفاذ اور تمام لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ اسی سے ہی امت مسلمہ اپنے اس وصف کی مصداق ہو سکتی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:111)۔ خلافت کا قائم کرنا مسلمانوں پر فرض ہے بلکہ یہ تمام فرائض سے بڑا فرض ہے......خلافت کے قیام کے لئے صرف انفرادی کوشش ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے لوگوں کے ایک بڑے پر عزم گروہ کے کھڑے ہونے کی ضرورت ہے جو ایسا کرنے پر قادر ہو۔''

(http://www.hizb-ut-tahrir.org/arabic/welayat/htm/01ramdan.htm)

قیام خلافت کی امیدیں

☆......ایک عربی ماہنامہ (الوعی) نے اپنے شمارہ نمبر 197، بابت ماہ اگست 2003ء میں (الخلافة أُمنية) کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا جس میں قرآنی آیات اور

احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت کا قیام لازمی امر ہے۔اس کے بعد لکھتے ہیں:
''خلافت علی منہاج النبوۃ صرف ایک تمنا ہی نہیں بلکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری زمانے میں خلافت کے قیام کی خوشخبری دی ہوئی ہے......پھر کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ خلافت محض ایک تمنا ہے۔خدا کی قسم اللہ کی بات سچی ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے اور خلافت کا قیام ہونے ہی والا ہے انشاء اللہ۔

(http://www.al-waie.org/home/issue/197/htm/197w09.htm)

نبوت کے بغیر خلافت علیٰ منہاج نبوت !!

☆......خلافت نامی ایک ویب سائٹ پر ایک لمبا مضمون موجود ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:
''خلیفہ کا بنانا تمام دنیا کے مسلمانوں پر دوسرے فرائض کی طرح ایک عظیم فرض ہے۔اور یہ ایسا فرض ہے جس سے غفلت بہت بڑا گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ شدید ترین عذاب دے گا۔''

(http://khilafah.net/main/index.php/default/khilafah/)

اس ویب سائٹ کے مین پیج پر بھی جلی حروف سے حدیث نبوی کے یہ الفاظ لکھے ہیں:
ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَة عَلٰى مِنْهَاج النُّبُوَّة۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ منہاج نبوت پر قائم ہونے والی خلافت کے لئے پہلے نبوت ضروری ہے اور اس کو منہاج نبوت پر قائم ہونے والی خلافت راشدہ سے ایک نسبت ہے جسے خود خدا نے قائم فرمایا تھا۔چنانچہ ایسی خلافت لوگ خود قائم نہیں کر سکتے بلکہ خدا کی طرف سے انعام ہوتی ہے۔

خود خلیفہ بنانے کے نظریہ کے منطقی نتائج

1۔ اگر لوگوں میں خلافت کو خود قائم کرنے کی باتیں ہوں گی تو یہ سوالات بھی پیدا ہوں گے کہ کون خلیفہ بننے کے لائق ہے۔چنانچہ کئی ویب سائٹس پر یہ سوال بھی پوچھا گیا ہے جس کے کئی جواب دیئے گئے ان میں سے دو تین نمونے کے طور پر یہاں پیش ہیں۔
☆......ایک ممبر نے لکھا کہ اگر آپ کسی ایک شخص کو مسلمانوں کے خلیفہ بننے کا اہل

قرار دیں گے تو دیگر مسلمان اس بات پر بھی آپ کے دشمن ہو جائیں گے کیوں کہ وہ ان کی نظر میں اس منصب کا اہل نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کسی بات پر اتفاق نہیں کر سکتے۔ ہم صرف ایک ہی بات پر متفق ہیں اور وہ یہ کہ ہم کبھی کسی بات پر اتفاق نہیں کریں گے۔

☆......ایک اور ممبر نے لکھا کہ مجھے افسوس ہے کہ آج کے زمانے میں کوئی شخص بھی اس لقب کا اہل نہیں ہے۔

☆......ایک شخص نے لکھا کہ سابقہ خلفاء میں سے ہر ایک خلیفہ مختلف صفات کی بنا پر معروف و مشہور ہوا لیکن افسوس کہ آج ان کی صفات کا حامل کوئی بھی نہیں ہے۔

(http://www.ibnsina4s.com/vb/showthread.php?4070)

2۔ جب خود خلیفۃ المسلمین بنانے کے نظریے پیش کئے جانے لگے تو اس کا اگلا منطقی قدم یہ تھا کہ خلیفہ کی اہلیت کے قوانین وضع کئے جائیں جس کے لئے ہر فرقہ نے اپنے عقائد کے مطابق خلیفہ کے اوصاف و قواعد کا ذکر کیا۔ ان قوانین کے مطابق کوئی شخص اس معین فرقہ کا خلیفہ تو ہو سکتا ہے باقی فرقوں کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگا۔

3۔ جب خلیفہ کی اہلیت کے قانون بنانے تک نوبت پہنچ گئی تو یہ خیال بھی گزرا کہ اگر خلیفہ کبھی ان قوانینِ اہلیت کی پاسداری سے عاری ہو جائے تو کیا کرنا چاہیئے؟ چنانچہ خود خلیفہ بنانے والوں کو اس سوچ کے آتے ہی یہ بھی قانون بنانا پڑا کہ مذکورہ حالت میں خلیفہ کو معزول بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اس کے بھی قواعد وضع کئے گئے اور معزول کرنے کے طریق پر بحث کی گئی۔

ان کی سوچ کا سقم

اس سارے مضمون پر یکجائی نظر سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان کی یہ بات تو درست ہے کہ خلافت کے بغیر مسلمان اپنی موجودہ مشکلات سے نہیں نکل سکتے اور خلافت ہی سارے مسائل کا حل ہے۔ لیکن انسانی کوششوں سے یا تحریکوں سے اس کے قیام کا نظریہ درست نہیں ہے۔ ایک تنظیم کی ویب سائٹ پر نشر ہونے والی اسی طرح کی ایک رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے 25 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"مسلمانوں کو ایک کرنے کے لئے، انصاف قائم کرنے کے لئے، دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے یقیناً نظامِ خلافت ہی ہے جو صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ حکمرانوں اور عوام کے حقوق کی نشاندہی اور اس پر عمل کروانے کی توجہ یقیناً خلافت کے ذریعے ہی مؤثر طور پر دلوائی جا سکتی ہے۔ یہ لکھنے والے نے بالکل صحیح لکھا ہے، لیکن جو سوچ اس کے پیچھے ہے وہ غلط ہے۔ جو طریق انہوں نے بتایا ہے کہ عوام اٹھ کھڑے ہوں اور نظامِ خلافت کا قیام کر دیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظامِ خلافت سے وابستگی سے ہی اب مسلم اُمّہ کی بقاء ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا اس تنظیم نے بہت صحیح حل مسلمانوں کی حیثیت منوانے اور اُن کو صحیح راستے پر چلانے کے لئے بتایا ہے، لیکن اس کا حصول عوام اور انسانوں کی کوششوں سے نہیں ہو سکتا۔ کیا خلافتِ راشدہ انسانی کوششوں سے قائم ہوئی تھی؟ باوجود انتہائی خوف اور بے بسی کے حالات کے، اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے دل پر تصرف کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے کھڑا کر دیا تھا۔ پس خلافت خدا تعالیٰ کی عنایت ہے۔ مومنین کے لئے ایک انعام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کچھ عرصہ تک خلافتِ راشدہ کے قائم ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور اس کے بعد ہر آنے والا اگلا دور ظلم کا دور ہی بیان فرمایا تھا۔ پھر ایک امید کی کرن دکھائی جو قرآنی پیشگوئی وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) میں نظر آتی ہے، اور اس کی وضاحت آنحضرتؐ نے مسیح و مہدی کے ظہور سے فرمائی، جو غیر عرب اور فارسی الاصل ہوگا۔ جس کا مقام آنحضرتؐ کی غلامی اور مُہر کے تحت غیر تشریعی نبوت کا مقام ہوگا۔ پس اگر مسلمانوں نے خلافت کے قیام کی کوشش کرنی ہے تو اِس رہنما اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 25 فروری 2011ء)

تاریخ سے سبق سیکھیں

چنانچہ مسیح محمدی اور امام مہدی کی آمد کے ذریعہ جس خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کی پیشگوئی تھی اس کا پورا ہونا کسی انسانی ہاتھ کا مرہون منت نہ تھا بلکہ یہ کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے کہ کسے یہ تاج پہناتا ہے اور کس کو اس عظیم کام کے لئے چنتا ہے۔ پھر جو کام خدا کا ہے اور اس نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے اس کو دنیا والے کس طرح اپنی کمزور تدبیروں سے سر

انجام دے سکتے ہیں۔ بلکہ ایسے امور میں دخل اندازی باعث غضب الٰہی ہوا کرتی ہے۔ اور ایسی تدبیروں کا نصیب ناکامی اور صرف ناکامی کے علاوہ کچھ نہیں ہوا کرتا۔

کئی دہائیاں پہلے مصر میں خلافت کے قیام کے لئے اٹھنے والی تحریک کا بھی یہی مآل ہوا۔ پھر جب الشریف حسین کو الحجاز میں خلافت کا منصب دینے کی کوشش کی گئی کیونکہ ان کا نسب بنی ہاشم سے ملتا تھا تو اس کا انجام بھی یہ ہوا کہ الشریف حسین کو ہی ملک بدر کر دیا گیا۔ پھر مصر کے شاہ فاروق کو خلیفۃ المسلمین بنانے کی کوششیں کی گئیں لیکن آخر کار یہ کوشش بھی دین کے ساتھ کسی مذاق سے کم ثابت نہ ہوئی۔ پھر 1974ء میں پاکستان میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس میں شاہ فیصل کو خلیفہ بنانے کیلئے سرتوڑ کوششیں کی گئیں لیکن ان کوششوں کا انجام بھی کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ایسی تدابیر کا یہ انجام ماضی میں بھی سامنے آیا اور مستقبل میں بھی آتا رہے گا اور کوئی ایسی کوشش اور کوئی ایسی تدبیر اور کوئی ایسا اقدام کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان لوگوں نے خدا کے بھیجے ہوئے کا انکار کر دیا جو بالکل درست وقت پر آیا جبکہ یہ لوگ بزبان حال اس کے ظاہر ہونے کے متمنی تھے۔ لیکن جب وہ موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہو گیا تو انہوں نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ اس کی مخالفت پر بھی کمر بستہ ہو گئے۔ اب وہ امامِ کامگار آ کر رخصت بھی ہو چکا ہے اور اس کے بعد منہاج نبوت پر خلافت کا نظام قائم و دائم ہے اور اللہ تعالیٰ اس خلافت کی حقانیت اور برکات دن بدن نہایت زور آور حملوں سے اس طرح ظاہر فرما رہا ہے کہ ایک عالم اس کا گواہ بنتا چلا رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ چڑھے ہوئے سورج سے منہ موڑ کر روشنی کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ چشمہ حیات روحانی پھوٹ کر آبیاریاں کر رہا ہے اور یہ دو بوند پانی کی تلاش میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ مسیحا چل کے ان بیماروں کے پاس آیا ہے مگر یہ اس سے آنکھیں چرا رہے ہیں۔

کاش کہ تم یہ لوگ آتے تو دیکھتے کہ فتوحات کے کتنے ابواب اس زمانے کی خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ کے ساتھ کھلے ہیں اور کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ اخوت اسلامیہ کا عالمگیر معاشرہ قائم ہو چکا ہے اور یکجان ہو کر ایک امام کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد کروڑوں سے تجاوز کرتی جا رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے افضال اور اسکی خاص نصرتیں موسلا دھار بارشوں کی طرح نازل ہو

رہے ہیں۔ ہم آج بھی ان کو وہی صدا دیتے ہیں جو اس زمانے کے امام علیہ السلام نے دی تھی کہ ؎

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل ونہار
ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جسکی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجامکار

خطبات جمعہ کا عربی ترجمہ

خلیفۂ وقت کے خطبات جمعہ کا رواں عربی ترجمہ تو خلافت رابعہ کے زمانے سے جاری تھا لیکن عربی ویب سائٹ بننے اور ایم ٹی اے 3 العربیہ کے اجراء کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریری طور پر خطبات جمعہ کا ترجمہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ شروع شروع میں تو آڈیو فائل سے سن کر ممبران عربی ڈیسک ترجمہ کرتے تھے جو ہفتہ کی رات کو مکمل ہوتا تھا اور پھر ایک عرب دوست کی آواز میں ڈبنگ ہو جاتی تھی لہٰذا اتوار کے دن خطبہ جب دوبارہ نشر ہوتا تو اس مفصل ترجمہ کی ڈبنگ کے ساتھ ہوتا تھا۔ نیز اس تحریری ترجمہ کی فائل تیار کر کے ویب سائٹ پر بھی ڈال دی جاتی تا کہ جو خطبہ سننے سے محروم رہ گئے ہوں وہ اسے پڑھ کر استفادہ کر سکیں۔ ازاں بعد پریکٹس ہو جانے کی وجہ سے ترجمہ کرنے کا وقت کم ہوتا گیا اور اب بفضلہٖ تعالیٰ اکثر ہفتہ کے روز ظہر تک ترجمہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت فروری 2008ء سے لے کر اب تک کے خطبات جمعہ اور اکثر خطابات کا تحریری ترجمہ ہماری ویب سائٹ پر موجود ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس مبارک کام کی برکتیں اس طور بھی ظاہر ہوئیں کہ ترجمہ کرنے کی رفتار بڑھتی گئی جس کا نتیجہ اب بفضلہٖ تعالیٰ سلسلہ کی کتب کے بکثرت عربی تراجم کی شکل میں نکل رہا ہے۔

کلمہ شکر کے طور پر عرض ہے کہ شاید خطبات کے ترجمہ کے کام میں تیزی کی ایک وجہ یہ بھی ٹھہری کہ جب رشین ڈیسک کا قیام عمل میں آیا تو انہوں نے بھی پیارے آقا کے ارشاد کے مطابق خطبات جمعہ کا ترجمہ شروع کیا۔ چنانچہ مکرم رانا خالد احمد صاحب انچارج رشین ڈیسک نے سابقہ رشین ریاستوں میں سے ایک ریاست میں ہمارے مبلغ سلسلہ مکرم سرفراز احمد باجوہ

صاحب سے آڈیو فائل سے سن کر خطبہ لکھنے کے بارہ میں بات کی۔ باجوہ صاحب نہایت محنت سے دو تین گھنٹوں میں پورا خطبہ سن کر لکھ لیتے ہیں اور ہمیں بھی ارسال کر دیتے ہیں جس سے ترجمہ کرنا نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ وقت بھی کافی حد تک بچ جاتا ہے، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

جماعت احمدیہ کبابیر کا جلسہ سالانہ

جون 2009ء میں جماعت احمدیہ کبابیر کا جلسہ سالانہ منعقد ہونا تھا جس پر امیر صاحب کبابیر نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیغام اور دعا کے لئے تحریر کیا۔ 12 جون 2009 کے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ پر روشنی ڈالی اور اسی سیاق میں جماعت احمدیہ کبابیر کے جلسہ کا ذکر فرمایا اور قیمتی نصائح فرمائیں۔حضور انور نے فرمایا (ذیلی عناوین خاکسار نے لگائے ہیں):

جماعت کبابیر کا عمومی ذکر

''آج کبابیر کی جماعت کا جلسہ سالانہ بھی ہو رہا ہے اور فلسطین اور دوسرے ممالک کے احباب بھی اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ کبابیر کے امیر صاحب کی خواہش تھی کہ اس جلسہ کی مناسبت سے ان کا بھی خطبہ میں ذکر کروں یا کچھ مختصر پیغام دوں۔تو بہرحال مختصر ذکر کروں گا اور ان کے لئے پیغام دوں گا۔ وَسِّعْ مَكَانَكَ کا ذکر چل رہا ہے تو کبابیر کی جماعت کا بھی اس ضمن میں ذکر کر دوں کہ یہاں ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت خوبصورت مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی تھی اور یہ بہت پرانی مسجد ہے اور بہت خوبصورت جگہ پر واقع ہے اور ہر سیاح کو، آنے والے کو یہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔اس کی تصویریں جو مَیں نے دیکھی ہیں بڑی خوبصورت مسجد نظر آتی ہے اور یہی دیکھنے والے لوگ بتاتے بھی ہیں اور اس ذریعہ سے تبلیغ کے راستے بھی کھل رہے ہیں۔''

خلافت جوبلی پر ''مسرور سنٹر'' کی تعمیر کا منصوبہ

خلافت جوبلی کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کبابیر نے ''مسرور سنٹر'' کے نام سے ایک وسیع تعمیراتی منصوبہ بنایا جس میں ایک بڑا ہال اور ایم ٹی اے کا سٹوڈیو اور دیگر جماعتی ضروریات کے دفاتر وغیرہ شامل ہیں۔ اسکا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

''خلافت جوبلی کے سال میں وہاں کی جماعت نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس مسجد کی جو جگہ خالی ہے اس میں ایک وسیع ہال اور دوسری تعمیرات کی جائیں جن کی ضرورت ہے۔ مَیں نے ان کو اس کی اجازت تو دے دی تھی لیکن جو منصوبہ انہوں نے بنایا وہ بہت بڑا بنا لیا۔ جو بظاہر لگتا تھا کہ ان کے وسائل سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن یہاں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا فرمایا اور امیر صاحب نے مجھے بتایا کہ معجزانہ طور پر منصوبہ اپنی تکمیل کے مراحل پہ پہنچ رہا ہے۔''

ترقی کا راز

حضور انور نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے العَرَبیّہ کے ذریعہ دنیائے عرب میں تبلیغ کو بھی بہت زیادہ وسعت دی ہے اور اس میں بھی کبابیر کی جماعت کے افراد کا بہت ہاتھ ہے۔ مختلف طریقوں سے ان کے نوجوان مدد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض دوسرے عرب ممالک کے احمدی بھی اس میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔ لیکن ہمیشہ ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کی یہ کوشش اور کامیابیاں آپ کی کسی ذاتی صلاحیت کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی وجہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانے کے امام کے حق میں دعاؤں اور پیشگوئیوں کے پورے ہونے کی وجہ سے ہیں۔''

اہل جلسہ اور تمام عربوں کو نصائح

حضور انور نے تمام عربوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"تمام وہ احمدی جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے، تمام وہ عرب احمدی جنہوں نے اپنے عرب ہونے کو بڑائی کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ امام الزمان کی آواز کو سن کر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کا نمونہ دکھایا ہے یاد رکھیں کہ ایک احمدی اور حقیقی مسلمان کا ہر نیا دن اس کے ایمان اور تقویٰ میں ترقی کا دن ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہر دن اگر تمہارے اندر ترقی نہیں ہو رہی تو توجہ کرو اور غور کرو اور جائزے لو اور اس ترقی کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا اور تقویٰ سے رات بسر کی۔ اور یہ تقویٰ میں ترقی ہی ہے جو ان جلسوں کا مقصد ہے۔ پس اس عہد کے ساتھ یہاں سے واپس جائیں کہ ہم نے پاک تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کرنی ہیں ان کو زندگیوں کا حصہ بنانا ہے اور تقویٰ میں ترقی کرنی ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے جلسے کے یہ جو دن ہیں یہاں گزاریں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری ترقی تبلیغ کے ساتھ دعاؤں سے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی وابستہ ہے۔ پس دعاؤں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ دعاؤں پر زور دیں اور خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں۔ تو آپ کی دعائیں آسمانوں میں ارتعاش پیدا کر کے وہ انقلاب لائیں گی جو اسلام اور مسلمانوں کے ہر مخالف کو حضرت محمد رسول اللہ کے قدموں میں لا ڈالے گی۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ مسیح و مہدی کا زمانہ تیر و تفنگ کا زمانہ نہیں ہے۔ بلکہ دعاؤں سے انقلاب لانے کا زمانہ ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یَضَعُ الْحَرْب (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسی بن مریم۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) سے ہم پر ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو تبلیغ اور تقریر کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا ہے اگر اپنے پاک نمونوں اور دعاؤں سے اسے سجاتے ہوئے استعمال میں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے وسیع تر فضلوں کی بارش اپنے پر برستی دیکھیں گے اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو عرب دنیا میں پھلتا پھولتا دیکھیں گے۔

پس آج یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم عیسائیوں کی بھی حقیقی نجات کا باعث بنیں اور یہودیوں کو بھی ان کی تاریخ اور تعلیم کے حوالے سے صحیح راستے دکھانے کی کوشش کریں۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی بھلائی کے سامان کریں اور دوسرے مذاہب والوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے راستے دکھائیں اور خدا تعالیٰ

کو نہ ماننے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے کی کوشش کریں۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو دنیا کی اصلاح کے لئے مسیح محمدی کے ماننے والوں کے سپرد کیا گیا ہے۔‘‘

اہل کبابیر کو خصوصی خطاب

حضور انور نے اپنے اس خطبہ جمعہ کے آخر میں اہل کبابیر کو ایک اہم فریضہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’پس اے کبابیر! اور فلسطین کے رہنے والے احمدیو! اس وقت عرب دنیا میں تم سب سے منظّم جماعت ہو۔ اٹھو اور اس زمانے کے امام کے مددگار بنتے ہوئے نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰه کا نعرہ لگاتے ہوئے اس کے پیغام کو ہر طبقہ تک پہنچانے کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ آج مسلمانوں کی بھی نجات اسی میں ہے کہ امام الزمان کو مان لیں۔ اگر آج عرب دنیا کے احمدیوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھ لیا تو سمجھ لو کہ جس طرح قرونِ اولیٰ کے عربوں نے اسلام کے پیغام کو پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا تھا اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور غلام صادق کا پیغام پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر کے تم بھی اُن آخرین میں شامل ہو جاؤ گے جو اوّلین سے ملائے گئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس ذمہ داری کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سب شاملین جلسہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام دعاؤں کا وارث بنائے اور یہ جلسہ بے انتہا برکات سمیٹنے والا ثابت ہو اور ہم جلد تمام دنیا پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو لہراتا ہوا دیکھیں۔ آمین۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 /جون 2009ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن)

نحن انصاراللہ کا نعرہ بلند کریں

جلسہ سالانہ برطانیہ 2009ء کے اختتامی خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام دنیا کے احمدیوں کو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے مستعد ہو جانے کی طرف بلایا، جس کے ذریعہ مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہہ کران کے لئے سچے حواریوں کا درجہ پانا ممکن ہو سکے گا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''پس آج یہی کام ہر احمدی کا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں۔ آپ کو اس زمانہ کا امام اور مسیح ومہدی مانا ہے تو نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کا نعرہ لگاتے ہوئے اس مشن کی تکمیل کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جائیں اور اس کام کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں جس کے لئے مسیح محمدی کو خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا۔

آج سچے حواریوں کا حق ادا کرتے ہوئے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ جس مقصد کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے یعنی خدائے واحد و یگانہ کی حکومت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا قیام، اس کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آج دنیا کی بقا اسی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آجائیں اور اس غلامی کا حق تبھی ادا ہو سکتا ہے جب آپ غلامِ صادق کی بیعت اور اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر ڈالیں۔۔۔۔ پس اس مقصد کے حصول کے لئے خاص کوشش کے ساتھ دعوت الی اللہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر ملک اور ہر شہر اور ہر قصبہ اور ہر گاؤں کے رہنے والے احمدیوں کو خاص پلاننگ کر کے اس کام کو سرانجام دینے کی ضرورت ہے۔ صرف دو چار فیصد تک یہ پیغام پہنچا کر

ہم اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہوجاتے۔ دنیا ایک پاک انقلاب چاہتی ہے۔۔۔۔

پس اٹھیں ان پاک تبدیلیوں کے ساتھ اپنی سجدہ گاہوں کو تر کرتے ہوئے اس عظیم مقصد کے حصول کیلئے عرش پر ایک ارتعاش پیدا کر دیں۔ خدائی تقدیر نے تو مسیح محمدی کی جماعت کے غلبہ کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ ہمارا کام ہے کہ اس تقدیر کو اپنی زندگیوں میں پورا ہوتا دیکھنے کے لئے اور اس کا حصہ بننے کے لئے دعاؤں پر، دعاؤں پر اور دعاؤں پر زور دیتے چلے جائیں تا کہ عرش سے ہم یہ آواز سننے والے ہوں کہ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْب۔سنو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ فتح وظفر کی کلید تم کو ملنے والی ہے۔''

عربوں کو خصوصی طور پر خطاب

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جہاں ہر خطہ کے احمدیوں کا نام لے لے کر اس اہم اور بنیادی فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی وہاں عربوں کو بھی خصوصی طور نہائت پر تاثیر کلمات سے اس طرح مخاطب فرمایا:

''پس آج اس مقصد کے حصول کے لئے ایشیا کے احمدیوں کا بھی فرض ہے، یورپ کے احمدیوں کا بھی فرض ہے، امریکہ کے احمدیوں کا بھی فرض ہے، آسٹریلیا کے رہنے والے احمدیوں کا بھی فرض ہے، جزائر کے رہنے والے احمدیوں کا بھی فرض ہے، اور افریقہ کے احمدیوں کا بھی فرض ہے کہ مسیح محمدی اور مہدی معہود کے پیغام کو اپنے ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گلی میں پہنچا دیں کہ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا اور آپ کے سچے حواریوں کا حق ادا کرنا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے احمدیو! تمہارا بھی اوّلین فرض ہے کہ مسیح موعود کے پیغام کو پہنچانے کے لئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اپنی تمام تر استعدادیں بروئے کار لاؤ کہ مسیح موعود وہاں پیدا ہوئے اور وہیں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مسیح موعود ہونے کا پر شوکت اعلان کروایا۔ اور اے عرب کے رہنے والے احمدیو! تمہارا ان سب سے زیادہ فرض بنتا ہے کہ تم زبان کے لحاظ سے بھی اور مکان کے لحاظ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین ہو، اپنے ہم وطنوں کو بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مسیح ومہدی کو سلام پہنچانے کا جو ارشاد فرمایا تھا اس کے سب سے اوّل مخاطب تم ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ

وقت آئے گا جب اکثریت عربوں کی مسیح موعود کی بیعت میں آکر آپ کے لئے دعائیں کرنے والی ہوگی کیونکہ یہ بھی اس خدا کا الہام ہے جس نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا۔ فرمایا یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُاللّٰہِ مِنَ الْعَرَب۔ یعنی تیرے لئے ابدال شام کے بھی دعا کرتے ہیں اور بندے عرب میں سے بھی دعا کرتے ہیں۔ جنہوں نے مسیح موعود کو مان لیا ہے آج ان پر یہ بھی فرض ہے کہ مسیح محمدی کے مشن کیلئے دعائیں کریں۔ دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں۔ جس کو بھی موقعہ ملے خانہ کعبہ میں جاکر اور مسجد نبوی میں جاکر مسیح موعود کے مقصد کے پورا ہونے کے لئے روئیں اور چلّائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ عربوں میں سے ایک طبقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے مصروف ہے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کام میں کبھی روک نہ پڑنے دیں۔ کبھی سست نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی تائیدات بھی آپ کے ساتھ ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان کے طور پر عرب ممالک میں رہنے والے احمدی جانتے ہیں کہ ایم ٹی اے العربیہ کے مختلف چینل کا چلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نامساعد حالات کے باوجود اس چینل کو جاری رکھا ہوا ہے۔ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہ کا جو نعرہ آپ نے لگایا ہے اُسے کبھی مرنے نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کی ایجادات کو بھی ہمارے لئے زیر کر دیا ہے۔ ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں نبھانے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین۔‘‘

(خطاب فرمودہ 26/جولائی 2009ء جلسہ سالانہ برطانیہ)

لبیک لبیک کی صدائیں اور نحنُ انصار اللہ کا نعرہ

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان پرتاثیر کلمات نے جلسہ میں بیٹھے ہوئے عربوں کے دلوں کو چھولیا اور ان میں سے بعض بے اختیار ہوکر دوران خطاب ہی اٹھ کھڑے ہوکر نہائیت والہانہ انداز میں لبیک لبیک اور نحن انصار اللہ اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے۔ شروع میں مکرم ایاد عودہ صاحب آف جرمنی کھڑے ہوئے بعد میں انکے کزن فؤاد عودہ صاحب اور پھر ایاد صاحب کے بھائی مراد عودہ صاحب نے کھڑے ہوکر

عربوں کی طرف سے یہ نعرے بلند کئے۔اس کے ساتھ ہی جلسہ گاہ میں ہر طرف دیوانہ وار فدائیت کے ساتھ نعرہ ہائے تکبیر بلند ہونے لگے اور خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے کا یہ ایک عجیب روح پرور منظر ایم ٹی اے نے دنیا کو دکھایا جو دراصل دنیا کے کناروں تک پھیلے ہوئے احمدیوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا۔

بیلجیئم کی ایک عرب ممبر پارلیمنٹ کے تاثرات

بیلجیئم کی ایک ممبر پارلیمنٹ محترمہ سعاد رزوق صاحبہ (Mrs. Souad Razzouk) بھی اس جلسہ میں شامل تھیں۔انہوں نے اس جلسہ میں چھوٹی سی تقریر بھی کی جس میں کہا کہ جلسہ میں شرکت کر کے مادی مائدہ سے زیادہ روحانی مائدہ سے استفادہ کیا ہے۔ہم سب کو چاہئے کہ ہم دنیا کو اسلام کا صحیح چہرہ دکھائیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ جلسہ سالانہ اس سلسلہ میں ایک بہترین کردار ادا کر رہا ہے۔نیز انہوں نے کہا کہ مَیں بیلجیئم کی ممبر پارلیمنٹ ہوں اور اس لحاظ سے آپ بیلجیئم کی پارلیمنٹ میں مجھے اپنا نمائندہ ہی سمجھیں۔

انکا ذکر کرتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''محترمہ سعاد رَزُوْق صاحبہ، بیلجیئم کی مسلمان ممبر پارلیمنٹ ہیں۔ بنیادی طور پر یہ مراکو سے تعلق رکھتی ہیں۔لیکن عرصے سے یہاں آباد ہیں، ممبر پارلیمنٹ بھی ہیں۔انہوں نے وہاں تقریر بھی کی تھی جلسے پہ پیغام دیا تھا۔انہوں نے لکھا کہ جلسے میں شامل ہونا میرے لئے یہ پہلا عظیم تجربہ تھا جو مَیں پہلے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔پھر جب دعوت تھی اس میں گئی ہیں تو وہاں میری اہلیہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں تو انہوں نے ان کو تبلیغ کی۔تبلیغ اس طرح کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حضرت عیسیٰؑ کا مقام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد ،بعثت، احمدی کیا سمجھتے ہیں، ان باتوں پہ آدھا گھنٹہ ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمارے جو مشنری ہیں ان کو ان کا حوالہ دے کر کہا کہ مَیں اُن کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے اس طرح سمجھایا ہے کہ میرا ذہن اب بالکل تبدیل ہو چکا ہے اور وہاں اس کے بعد کہتی ہیں کہ مَیں مزید جو معلومات ہیں امام مہدی کے بارے میں وہ حاصل کرنا چاہتی ہوں اور رات ڈھائی بجے تک وہ بیٹھی معلومات لیتی رہی ہیں۔اور انہوں نے میری اہلیہ کا حوالہ

دے کر کہا کہ انہوں نے مجھے کچھ ایسا سمجھا دیا کہ اب چین نہیں آ سکتا جب تک مَیں پوری معلومات نہ لے لوں۔اور پھر کہتی ہیں کہ جماعت احمدیہ کے عقائد ونظریات سے مجھے دوبارہ روحانی زندگی عطا ہوئی ہے اور اب امام مہدی کی آمد کے بعد جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کا مستقبل روشن نظر آ رہا ہے۔ میں جماعت احمدیہ کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مَیں احمدیت قبول کروں تو صرف مَیں اکیلی احمدیت قبول نہیں کروں گی بلکہ میرے ساتھ میرے عزیز واقارب اور دوست اور کئی تعلق رکھنے والے لوگ بھی شامل ہوں گے۔

اور میرے آخری خطاب کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ آخری حصے میں عرب سے تعلق رکھنے والے احمدیوں سے خطاب کرتے ہوئے جو آپ نے کہا کہ لوگ جاگیں، یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور مکّہ میں جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کی جماعت کے لئے بھی دعائیں کریں۔اس دوران کہتی ہیں مَیں بہت روئی اور میری آنکھوں سے آنسو اُمڈ آئے کیونکہ مَیں عرب قوم سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون ہوں اور ایک دن قبل ہی بیگم صاحبہ نے مجھے ضرورت امام مہدی علیہ السلام اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بتایا۔ مجھے اس لمحے محسوس ہوا (پھر میرا حوالہ دیا) کہ جیسے وہ مجھے خود مخاطب ہیں۔تو کہتی ہیں کہ میرے دل میں اس وقت یہ احساس بھی پیدا ہوا کہ آپ لوگوں پر دنیا کے کئی ممالک میں بے حد ظلم جاری ہے جو سراسر ناانصافی ہے۔ کہتی ہیں کہ مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال میں انشاء اللہ جلسہ سالانہ UK میں اکیلی نہیں ہوں گی بلکہ میرے ساتھ پارلیمنٹ کے مزید ممبر بھی شامل ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 رجولائی 2009ء بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن)

جلسہ کے بارہ میں بعض نو احمدی عربوں کے تاثرات

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی خطبہ جمعہ میں بعض عرب احمدیوں کے تاثرات بھی بیان فرمائے جنہیں نے پہلی دفعہ جلسہ سالانہ میں شرکت کا موقعہ ملا تھا۔فرمایا:

”ایک احمدی خاتون ہیں مکرمہ رِیْم شَرِیْقِی اِخْلفْ صاحبہ، یہ کہتی ہیں پہلی دفعہ مَیں نے

شرکت کی اور جو جذبات تھے انہیں دنیا کی کوئی زبان بیان نہیں کرسکتی۔ اس جلسے کی عظمت اور حسن اور تنظیم اور رضا کارانہ ڈیوٹی دینے والوں کا جذبہ دیکھ کر فوراً یہ سوال دل میں اٹھتا تھا کہ دنیا میں کون اتنی منظّم شکل میں یہ کام کرسکتا ہے۔ اتنی بڑی تعداد کی ضیافت کون کرسکتا ہے۔ ایک دل پر اتنے ہزاروں ہزار لوگوں کو کون جمع کرسکتا ہے۔ تو اس کا ایک ہی جواب ملتا کہ خدا کا ہاتھ آپ کے اوپر ہے اور وہی دلوں میں محبت اور الفت پیدا کرتا ہے اور وہی کام آسان کرتا ہے۔ کہتی ہیں پہلے مَیں عالمی بیعت ٹی وی پر دیکھتی تھی۔ خود حاضر ہوکر بیعت کرنا تو ایک خواب تھا جو امسال خدا تعالیٰ نے پورا کیا۔ (انہوں نے بھی کچھ عرصہ پہلے ہی بیعت کی ہے۔) جلسہ گاہ میں بیٹھ کر بیعت کرتے وقت لگا کہ گویا میں ایک نئی دنیا میں ہوں۔ شدت جذبات سے دل کی اور ہی حالت ہو رہی تھی۔ بدن پر لرزہ طاری تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ خدا کی رحمت وعفو پر نظر تھی اور دل میں خوشی کی لہر۔ سجدہ شکر میں تو گویا مَیں نے خدا تعالیٰ کو اپنے سے چند قدم کے فاصلے پر محسوس کیا۔ خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور تقصیروں کی معافی مانگی۔ ایسے لگا کہ یوم قیامت ہے اور دنیا بہت چھوٹی ہوگئی ہے۔

پھر ایک اور خاتون ہیں مکرمہ عَبِیْر رَضَا حِلْمِی صاحبہ، کہتی ہیں کہ جلسہ کے آخری لمحات میں شدید جذبات غالب رہے اور مَیں کہہ رہی تھی کہ جب مَیں واپس مصر پہنچوں گی تو اہل وطن کو چیخ چیخ کر کہوں گی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت! اپنی نیند سے اٹھو۔ تمہارا مہدی آ گیا ہے اور نشان ظاہر ہوگیا ہے۔ پس اس کی تصدیق کے لئے دل سے کوشش کرو۔۔۔۔''

''مکرم عبدالرؤوف ابراہیم قزق صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے یہ محسوس کیا کہ یہ جلسہ عربوں کے لئے مخصوص تھا۔ انشاء اللہ دشمنوں کی ڈالی ہوئی تمام روکیں زائل ہو جائیں گی۔ اور انشاء اللہ عرب فوج درفوج جماعت میں داخل ہوں گے۔ گویا کہ ایک بند ٹوٹ گیا ہے۔ مخالفین کا تکبر ٹوٹ جائے گا اور عنقریب حضرت امام مہدی علیہ السلام کا جھنڈا پورے بلاد عربیہ پر لہرانے لگے گا اور عنقریب یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ صُلَحَآءُ الْعَرَبِ وَاَبْدَالُ الشَّامِ کا الہام بڑی شان سے پورا ہوگا۔

دنیا کے بہت سے ممالک اور خاص طور پر عرب ممالک سے ایسے پیغامات جلسہ کے بعد ملے جن سے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضلوں کی بارش برسائی ہے۔ جہاں دنیا ہوا و ہوس میں مبتلا ہے مسیح محمدی کے غلام اپنی روحانیت میں ترقی کے لئے کوشش میں مصروف ہیں اور

ایک نئے جذبے سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک سے یہ پیغامات آ رہے ہیں اور کثرت سے آ رہے ہیں اور جذبات کا اظہار اس شدت سے ہے کہ جسے بیان کرنا ممکن نہیں کم از کم مشکل ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی محبت دلوں میں ڈالی ہے جس کی مثال آج دنیا میں کہیں نہیں ملتی اور آپ کے ناطے پھر یہ خلافت سے محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص اور وفا اور محبت میں ہر احمدی کو بڑھاتا چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات پر ہمارے جذبات تشکر پہلے سے بڑھ کر ظاہر ہوں اور ہماری تمام محبتوں کا مرکز خدا تعالیٰ کی ذات بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 رجولائی 2009ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن)

مصر کے اسیرانِ راہِ مولیٰ

مذہب کے نام پر خون کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود تاریخ ادیان۔ ازل سے رَبُّنَا اللّٰہ کہنے والے صبر واستقامت کے ساتھ مخالفین کے ہر ستم وتعذیب کو خدا کی راہ میں ہنس کر سہتے آئے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہیں اور غلبہ اور کامیابی انہی کا ہی مقدر ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ ہر بار یہی لوگ کامیاب وسرفراز ہوتے آئے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا یہ طرّۂ امتیاز رہا ہے کہ اپنی ابتدا سے لے کر آج تک راہِ مولیٰ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ ان قربانیوں میں ہر قوم اور ہر علاقہ کے احمدی شامل ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے مضمون کا تعلق عربوں سے ہے اس لئے ہماری بات کا محور دور حاضر میں امام الزمان کی بیعت کرنے کی وجہ سے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے عرب احمدی ہیں۔ کئی اسلامی ممالک کی طرح عرب ممالک میں بھی احمدیوں کو مختلف قسم کی پابندیوں کا سامنا ہے۔ اس کے محرکات کبھی سیاسی ہوتے ہیں تو کبھی دینی، جن کی بنا پر احمدیوں کو عدالتوں میں بلا بلا کر پریشان کرنے اور کبھی کبھی حبسِ بے جا میں رکھنے کے اکّا دکّا واقعات تو ہوتے رہتے ہیں لیکن مارچ 2011ء کو مصر میں ایک منظّم کارروائی کے ذریعہ متعدد افراد جماعت کو گرفتار کر لیا گیا اور ان بے گناہوں پر احمدیت قبول کرنے اور جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا اور تقریباً تین ماہ تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھا گیا۔ آیئے اس کیس کی تفاصیل سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

گرفتاریوں کی تفصیل

15/مارچ 2010ء کی صبح صادق کے وقت کذب پر مبنی بعض الزامات کی آڑ میں معصوم احمدیوں کی گرفتاری کی کارروائی عمل میں لائی گی۔ یہ گرفتاریاں تین مختلف گروپس میں ہوئیں۔
پہلے گروپ میں مندرجہ ذیل احمدی شامل تھے:

1۔مکرم ڈاکٹر محمد حاتم بن مرحوم حلمی الشافعی صاحب (بیعت 1984ء)
2۔مکرم خالد عزت صاحب (بیعت 2006ء)
3۔مکرم اشرف عبدالفاضل ابراہیم الخیال صاحب (بیعت جنوری 2008ء)
4۔مکرم معروف صابر السید عبداللہ صاحب (بیعت فروری 2008ء)
5۔مکرم محمود وفدی محمد حسن صاحب (بیعت مارچ 2008ء)
6۔مکرم نصر عبدالمنعم محمد نصر صاحب (بیعت مارچ 2008ء)
7۔مکرم ابراہیم محمود احمد سعد صاحب (بیعت اپریل 2008ء)
8۔مکرم مصطفیٰ حسن احمد صاحب (بیعت جولائی 2008ء)
9۔مکرم ابراہیم مصطفیٰ محمد الجابری عطاء اللہ (بیعت اکتوبر 2008ء)

دوسرے گروپ میں مندرجہ ذیل دو افراد جماعت کو گرفتار کیا گیا:

1۔مکرم عبدالمنعم علی عبدالسید علی صاحب (بیعت مارچ 2008ء)
2۔مکرم عماد الدین عبدالحمید محمد فکار الشعینی صاحب (بیعت اپریل 2008)

ان دو افراد جماعت کو تین ہفتوں تک قید میں رکھا گیا لیکن ان کے خلاف کوئی کیس رجسٹر نہ کیا گیا اور تین ہفتوں بعد ان کی رہائی عمل میں آ گئی۔
تیسرے گروپ میں مندرجہ ذیل دو افراد کو گرفتار کیا گیا:

1۔مکرم سالم محمد سالم صاحب
2۔مکرم عادل حسن صاحب

یہ دو اشخاص احمدی نہ تھے، بلکہ ان کی گرفتاری اپنے رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ احمدیت کے بارہ میں باتیں کرنے کے جرم میں عمل میں لائی گئی اور جب چند دنوں کی تحقیق کے بعد واضح

ہو گیا کہ ان کا احمدیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو ان کو رہا کر دیا گیا۔

یوں پہلے گروپ میں گرفتار ہونے والے احباب جماعت سب سے زیادہ عرصہ جیل میں رہے اور ان کے خلاف ہی باقاعدہ مقدمہ چلا اور طوالت اختیار کرتا گیا حتی کہ انہیں 84 دن تک جیل کی کال کوٹھڑیوں میں رہنا پڑا۔اس لئے ہم ذیل میں اسی پہلے گروپ کے بارہ میں ہی بات کریں گے۔

گرفتاری کی کارروائی

مورخہ 15 مارچ 2010 کی صبح صادق کے وقت سابق وزیر داخلہ کے حکم سے پولیس کی بھاری نفری جو کہ اسلحہ سے لیس تھی ان احمدیوں کے گھروں میں گھس گئی جہاں وہ دہشت پھیلاتے ہوئے نہ صرف ان احباب کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے بلکہ ان کے ساتھ ان کے گھروں میں موجود جماعتی کتب، لٹریچر اور کمپیوٹرز کے علاوہ بعض ذاتی استعمال کی اشیاء بھی اٹھا کر لے گئے۔

تفتیش یا تعذیب؟!

گرفتاری کی کارروائی کے بعد ان احباب کو اپنے اپنے علاقے کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ جیلوں میں رکھا گیا اور State Security Investigations کے آفیسرز نے ان سے تفتیش شروع کی۔دوران تفتیش ان کے ہاتھ بیڑیوں میں جکڑے اور آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہوتی تھیں۔ علاوہ ازیں بعض احباب کو دوران تفتیش گالی گلوچ، اہانت آمیز سلوک اور جسمانی اذیت کے علاوہ بعض حساس مقامات پر بجلی کے شارٹ بھی لگائے گئے۔قانون کی آڑ میں اس غیر قانونی اور غیر انسانی سلوک کا شکار ہونے کے باوجود یہ وفا کے پتلے اپنے ''جرم'' کے اقرار سے باز نہ آئے اور جماعت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اعتراف کرتے رہے۔ الغرض یہ سلسلہ ڈیڑھ ماہ تک جاری رہا، جس میں ان کے خلاف الزامات کے پلندے تیار کئے گئے تا کہ ان کی بنا پر مقدمہ درج کیا جائے اور پھر کیس چلایا جائے۔اس ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں جزوی طور پر فیملی ممبرز کے ساتھ ملاقات کی اجازت تھی لہذا ان احباب کی اپنے اہل خانہ سے ملاقاتیں ہوتی

رہیں۔

مکرم ڈاکٹر حاتم الشافعی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

ڈیڑھ ماہ کی تعذیب کے بعد ہم سب کو ہائی سیکورٹی والی ''طرّہ'' جیل میں منتقل کر دیا جہاں ہم سب کو چند دن کے لئے علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں میں بند کر کے رکھا گیا جس کے بعد دو گروپس میں تقسیم کر کے دو بڑے جیل خانوں میں منتقل کر دیا گیا۔ 5احباب ایک جیل خانہ میں جبکہ 4دوسرے میں تھے۔ یہ تقسیم ہمارے لئے نسبتاً بہتر تھی ایک تو کمرے کھلے تھے دوسرے اکٹھے ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کی ادائیگی کی توفیق مل جاتی تھی نیز مل بیٹھنے اور باہم بات چیت کر لینے سے حوصلے مزید بلند ہو جاتے تھے۔ چنانچہ احباب جماعت جیل میں خدا تعالیٰ کے اس فضل پر شکر گزاری کے جذبات سے لبریز تھے۔

اس جگہ منتقل ہونے کے ایک روز بعد یعنی 2 رمئی 2010ء کو Supreme State Security Prosecution کے سامنے میرے اور مکرم خالد عزت صاحب کے ساتھ تفتیش شروع ہوئی۔ ہمارے خلاف دین اسلام کی توہین کے ارتکاب کا الزام لگا کر مقدمہ دائر کیا گیا جس کا نمبر 357/2010 ہے۔ کیونکہ ان کی دانست میں ہمارا جماعت کے ساتھ تعلق رکھنا اور جماعت کے عقائد اور افکار کی تبلیغ کرنا دین اسلامی کی توہین کے مترادف ہے۔

بہر حال روزانہ ہم دونوں کے ساتھ کئی کئی گھنٹوں تک ممتد رہنے والے طویل دورانیہ کے تفتیشی سیشن ہوئے۔ ہم اس طویل ترین تفتیش سے بہت خوش تھے کیونکہ ہمیں وہ سب کچھ بلا خوف وخطر کہنے کی توفیق ملی جس کے عام اظہار پر قدغنیں لگی ہوئی تھیں۔ ہم نے بتفصیل تمام الزامات اور اعتراضات کے جواب پیش کئے اور اپنا موقف کھل کر بیان کیا۔ اور الحمد للہ کہ اس ساری کاروائی کو ساتھ کے ساتھ تحریر میں لا کر بھی عدالتی ریکارڈ میں محفوظ کیا جاتا رہا۔ ہمارے بعد دیگر سات دوستوں کے ساتھ بھی اسی طرح کی تفتیش ہوئی اور یہ سلسلہ ایک ماہ تک یعنی مئی 2010ء کے آخر تک جاری رہا۔

دو ظالمانہ قوانین

قارئین کرام کے ذہنوں میں یہ سوال ضرور پیدا ہوا ہوگا کہ آخر یہ کونسا قانون ہے جس کی

بنا پر ہمارے مصری احمدیوں کو ایسے عجیب طریق پر جیل کی کال کوٹھڑیوں میں جکڑ کے رکھا گیا۔
اس لئے وضاحت کے لئے عرض ہے کہ مصری صدر حسنی مبارک نے حکومت خلاف ہونے والی ہر قسم کی شورش کو کچلنے کا یہ انوکھا طریق اپنایا کہ ایمر جینسی کے نام سے ایک قانون نافذ کر دیا جس کا دائرہ اس قدر وسیع رکھا گیا کہ جہاں چاہے لاگو ہو جائے۔لہذا گزشتہ 30 سال سے یہ قانون جاری تھا اور اس کی بنا پر حکومت جب چاہتی تھی اور جسے چاہتی تھی اور جیسے چاہتی تھی پکڑ کر جیل میں ڈال دیتی تھی۔ ہمارے ان اسیران راہ مولیٰ بھائیوں کی ابتدائی گرفتاری اور مقدمہ کے بغیر جیل میں رکھنے کی کارروائی اسی ایمر جینسی والے قانون کے ماتحت کی گئی۔

دوسرا قانون ''اِزدراء الأدیان'' یعنی توہین ادیان کے نام سے بنایا گیا۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ مصر میں عیسائی بھی خاصی بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔اور عیسائیوں و مسلمانوں کا آپس میں اکثر مذہبی بنیاد پر جھگڑا رہتا ہے لہذا اس قانون کے تحت ہر ایک کو اس بات کا پابند کر دیا گیا کہ وہ دوسرے کے مذہب پر حملہ نہ کرے ورنہ یہ توہین دین کے زمرہ میں آئے گا۔لیکن اس قانون میں اس قدر گنجائش موجود تھی کہ ہر دو مذاہب کے لوگ چھوٹی سے چھوٹی بات کو معقول وجہ قرار دے کر اس قانون کے تحت فریق ثانی کے خلاف دعوی دائر کرتے رہے ہیں۔جب مصری پادری نے اسلام پر حملہ کیا تو نہ صرف مصری آرتھوڈکس چرچ سے استعفیٰ دے دیا بلکہ ارض مصر سے باہر نکل کر ایسا کیا تا کہ وہ بھی اس قانون کی زد سے بچ جائے اور باقی عیسائیوں پر اس کا الزام نہ آئے۔ پھر جب جماعت احمدیہ کی طرف سے ایم ٹی اے العربیہ پر اس عیسائی حملے کا منہ توڑ جواب دیا گیا اور یہ پروگرامز مصری سیٹلائیٹ نائل سات کے ذریعہ مصر میں بھی دیکھے اور سنے گئے تو اسی قانون کا سہارا لیتے ہوئے مصری عیسائیوں نے ایم ٹی اے العربیہ کو نائل سات سے بند کروانے کی کوشش کی۔اور اب اسی قانون کو استعمال کرتے ہوئے حکومتی اداروں نے گرفتار احمدیوں پر الزام عائد کیا کہ وہ اپنے عقائد وافکار کے لحاظ سے دین اسلام کی اہانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

دردِ غمِ فراق کے یہ سخت مرحلے

مکرم ڈاکٹر حاتم صاحب کی اسیری کے دوران ان کے بیٹے کی وفات ہوگئی اس کا ذکر

کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

میرا بڑا بیٹا احمد الشافعی پہلے ہی بیمار تھا، میری گرفتاری کا اس کی طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا اوراس کی صحت دن بدن گرنے لگی۔میری عدم موجودگی میں میری بیوی امیرہ ہاشم صاحبہ اس کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔اسی دوران میری بیوی کو بھی صدر لجنہ کی حیثیت سے کام کرنے کی بنا پر گرفتار کرلیا گیا۔ان کے خلاف مقدمہ درج ہوا اوران پر بھی وہی دفعہ لگائی گئی جس کی بنا پر ہمیں جیل میں رکھا گیا تھا۔ایک رات جیل میں رکھنے کے بعد اگلے دن ہی ہمارے وکیل عادل رمضان صاحب (جو انسانی حقوق کی ایک تنظیم کے لئے کام کرتے ہیں) نے میرے بیٹے احمد الشافعی کی بیماری کی مختلف طبی رپورٹس پیش کر کے ثابت کیا کہ اس بچے کی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظراس کی ماں کا ہر وقت اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے لہذا عدالت نے میری اہلیہ کو جانے کی اجازت تو دے دی لیکن تفتیش کے لئے عدالت میں آتے رہنے کا پابند کیا۔لہذا وہ کئی دن تک تفتیش کے لئے جاتی رہیں اور یہ تفتیشی عمل کئی کئی گھنٹوں تک ممتد رہا۔ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ میرے بیٹے کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی جس کا نتیجہ kidney failure کی صورت میں ظاہر ہوا۔مختلف چیک اَپ اور Dialysis کے لئے احمد کو ہسپتال داخل کروانا پڑا۔گردوں کے فیل ہو جانے کی بنا پر اسے کسی طبی کوشش نے کوئی فائدہ نہ دیا اور مختصر علالت کے بعد وہ خاموشی سے 20رمئی 2010ءکواس دارفانی سے کوچ کرگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

طرہ جیل میں ہم سے کسی کو بھی ملنے کی اجازت نہ تھی، نیز میرے اہل خانہ نے خیال کیا کہ جیل میں میرے لئے یہ خبر مزید دکھ کا باعث ٹھہرے گی لہذا مجھے میرے بیٹے کی وفات کے بارہ میں کچھ نہ بتایا۔لیکن جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اس بات کی اطلاع دی گئی تو حضورانور نے فرمایا کہ ’’حاتم صاحب کواس بارہ میں بتادیں۔‘‘ جیل میں صرف کپڑے بھجوانے کی اجازت تھی چنانچہ میری اہلیہ نے کپڑوں کے ساتھ مختلف دعائیں ارسال کردیں جو وفات کے موقعہ پر انہوں نے پڑھنے کے لئے پرنٹ کی تھیں، جن کے ذریعہ مجھے یہ خبر وفات کے دس دن بعد ملی۔ مجھے طبعی طور پراس کی جدائی کا بہت زیادہ حزن و ملال ہوا، اور کچھ دیر غم والم کی گھٹا بھی چھائی لیکن الحمدللہ کہ جلد ہی چھٹ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص سکینت اور اطمینان سے میرا دل بھر دیا۔ چنانچہ مَیں نے جیل میں ہی اپنے ساتھیوں

کے ساتھ مل کر مرحوم کی نماز جنازہ غائب ادا کی۔اس بات نے میرے ساتھیوں کے بھی حوصلے مزید بلند کئے اوران میں ایک عجیب ایمانی جوش کی روح پھونک دی۔مَیں سمجھتا ہوں ایسا خلیفۂ وقت کے ارشاد کی تعمیل کی برکت سے ہوا۔فالحمدللہ علی ذلک۔

قارئین کرام! مصائب پر احمدیوں کا غیر معمولی صبر اور نہایت پروقار طریق پر ان کو برداشت کرجانا ان کی قربانیوں کوحسن وجمال کی خلعتیں پہنا جاتا ہے،اوران کی اس حالت کوچشمِ حیران بن کر دیکھنے والے شاید بزبان حال یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ:

دردِ غمِ فراق کے یہ سخت مرحلے
حیراں ہوں مَیں کہ پھر بھی تم اتنے حسیں رہے

خلیفۂ وقت کی شفقت اور ذکر خیر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم ڈاکٹر حاتم صاحب کے بیٹے کی وفات پر خطبہ جمعہ میں ان کا ذکر خیر بھی کیا اورنماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔حضورانور نے فرمایا:

’’ہمارے مصر کے ایک احمدی احمد محمد حاتم حلمی شافعی، یہ 20رمئی کوگردے فیل ہونے کی وجہ سے جوانی کی عمر میں ہی فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ...... یہ ڈاکٹر محمد حاتم صاحب کے بڑے بیٹے تھے،اورحلمی شافعی صاحب مرحوم کے پوتے تھے...... یہ بچپن سے معذور تھے۔اور wheel chair پر تھے۔لیکن اس کے باوجود بڑے صبر سے اپنی بیماری برداشت کرتے رہےاوراپنی والدہ کوبھی کہتے تھے کہ مَیں صبر سے سب کچھ برداشت کرتا ہوں پریشان نہ ہوں۔ان کی والدہ کہتی ہیں کہ مَیں حیران ہوتی تھی ان کا صبر دیکھ دیکھ کے۔اورتسلی جب ان کو دلائی جاتی، جب بیماری ان کی بڑھی ہے،تو خود ہی اپنی والدہ کو، اپنے عزیزوں کوبڑی تسلی دیا کرتے تھے۔ والدہ نے کہا کہ سب بہن بھائیوں سے بڑھ کر یہ ہماری اطاعت کرنے والے تھے۔اوران کے والد ڈاکٹر حاتم شافعی صاحب......صدر جماعت بھی ہیں۔تو وہ جیل میں تھے جب یہ فوت ہوئے ہیں۔باوجود معذوری کے،معذورتو تھےلیکن بزنس کی ڈگری انہوں نے لی ہے، پڑھتے رہے ہیں۔کمپیوٹر کےکورس کئے ہوئے تھے۔اور یہ بڑاارادہ رکھتے تھے کہ اپنے دادا

مرحوم کی طرح جماعتی لٹریچر میں ان کی مدد کریں گے۔ خلافت سے بڑی محبت کا تعلق تھا، میرے اس عرصہ میں گزشتہ دو دفعہ یہاں جلسہ میں بھی آ چکے ہیں۔ والدہ یہ کہتی ہیں کہ وفات کے وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِی بِبَكَّةَ، اور پھر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہا۔ گردے فیل ہونے کی وجہ سے کچھ عرصے سے ڈائی لیسز (Dialysis) کے لئے جاتے تھے۔ والدان کے اسیرِ راہِ مولیٰ ہیں اور ابھی جیل میں ہی ہیں، وہ تو ان کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی درجات بلند کرے۔ اور والدین کو اور عزیزوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔

(از خطبہ جمعہ فرمودہ 11/جون 2010ء)

حاکم ومحکوم کی مخلصانہ راہنمائی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی کتاب حَمَامَةُ البُشْرٰی میں خدا تعالیٰ کی ایک عظیم بشارت کا ذکران الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

وَإِنَّ رَبِّی قَد بَشَّرَنِی فِی الْعَرَبِ وَأَلْهَمَنِی أَنْ أُمَوِّنَهُمْ وَأُرِیَهُمْ طَرِیْقَهُمْ وَأُصْلِحَ لَهُمْ شُیُوْنَهُم۔

(حمامۃ البشری روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 182)

ترجمہ: اور میرے ربّ نے اہلِ عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کے معاملات کو درست کروں۔

اس الٰہی ارشاد کے تحت جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربوں کے لئے کتب تالیف فرما کران کی راہنمائی فرمائی وہاں آپ کے بعد آپ کے خلفائے عظام نے بھی آپؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر موقع پر نہ صرف فرضِ نصیحت ادا فرمایا بلکہ عربوں کی خبر گیری اور ان کے معاملات کی درستگی کے لئے ہر ممکن عملی قدم بھی اٹھایا۔ دینی، دنیاوی اور سیاسی بلکہ ہر سطح پر خلفائے احمدیت نے خداداد بصیرت سے ہمیشہ عربوں کو اپنے معاملات درست کرنے کی ہمیشہ ٹھیک راہ بتائی۔ چاہے یہ امور عرب ممالک کی آزادی سے تعلق رکھتے ہوں یا ان ممالک میں موجود مقدس مقامات کی حفاظت سے، خواہ ان کا تعلق عرب ممالک کے مغربی ممالک کے ساتھ بڑے بڑے تجارتی معاہدوں سے ہو یا سیاسی مقاصد سے، عربوں کے مفادات کے تحفظ کا معاملہ ہو یا انکے ملکی اور علاقائی استحکام اور امن وامان کا، الغرض ہر معاملہ میں خلفائے احمدیت نے اپنے قیمتی اور مخلصانہ مشوروں اور کوششوں اور دعاؤں سے ہمیشہ عرب ممالک کی مدد کی۔ اور

ہمیشہ خبر گیری کے اس فرض کو کما حقہ ادا کیا۔

خلیج کے بحران پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس فرض کو ادا کرتے ہوئے متعدد خطبات ارشاد فرمائے جن کے آخر پر عرب حکومتوں کے بارہ میں فرمایا:

''اگر وہ ان عاجزانہ غریبانہ نصیحتوں پر عمل کریں گے تو بلاشبہ کامیاب اور کامران ہوں گے، اور دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور آخرت میں بھی سرفراز ہوں گے۔ لیکن اگر خدانخواستہ انہوں نے اپنے عارضی مفادات کی غلامی میں اسلام کے مفادات کو پرے پھینک دیا اور اسلامی تعلیم کی پرواہ نہ کی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو دنیا اور خدا کے غضب سے بچا نہیں سکے گی۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس نصیحت پر کسی عرب حکومت نے کان نہ دھرے اور پھر اس کے بعد جو صورتحال پیدا ہوئی وہ حقیقت میں حضور انور رحمہ اللہ کے مذکورہ کلمات کا واضح عکس لئے ہوئے تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اپنی خلافت کے آغاز سے ہی متعدد بارکئی امور میں عربوں کی خبر گیری کا فرض ادا کیا لیکن جب عرب ممالک میں مظاہرات اور حکومت کے خلاف بعض عوامی تحریکوں سے امن وامان کی صورتحال دگرگوں ہوئی تو جس تفصیل کے ساتھ حضور انور نے اس حالت کا تجزیہ اور اس کے حل کے لئے مخلصانہ مشورے عطا فرمائے ہیں وہ صرف خلافت کا ہی خاصہ ہے۔

ان مشوروں اور نصائح کے مفصل بیان سے قبل کسی قدر اختصار کے ساتھ ان عوامی مظاہروں کی ابتدا کے بارہ میں جاننا ضروری ہے۔

''انقلابی'' تحریکات کا نقطہءآغاز

مختلف عرب حکومتوں کے خلاف ان مظاہروں ، توڑ پھوڑ اور شور وغوغا - جسے انقلابی تحریکات کا نام دیا گیا - کی ابتدا تیونس سے ہوئی۔ اور اس آگ کو بھڑکانے والا وہ پہلا شعلہ ''محمد البوعزیزی'' نامی ایک شخص کی خودکشی ٹھہرا۔ یہ شخص یونیورسٹی کا فارغ التحصیل تھا لیکن کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے بالآخر ریڑھی لگانے پر مجبور ہوگیا۔ ایک دن پولیس کی طرف سے اس کے رزق کا واحد ذریعہ یہ ریڑھی بھی ضبط کر لی گئی کیونکہ اس کے پاس ریڑھی لگانے کی اجازت یا لائسنس نہ

تھا۔اوراس کے احتجاج پراسے تھپڑ مارا گیا۔ جب وہ تھانے میں رپورٹ لکھوانے گیا تو اس کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔تنگ آ کراس نے 17دسمبر 2010ء کو ’’سیدی بوزید‘‘ کے ضلعی دفتر کے سامنے خودسوزی کر لی۔اسکے اگلے ہی دن 18دسمبر 2010ء کو ہزار ہا تیونسی باشندوں نے اس افسوسناک حادثے اور ملک میں عدالتی نظام کے فقدان اور بے روزگاری کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا جن میں اس وقت مزید شدت آ گئی جب 4جنوری 2011ء کوخودسوزی کرنے والے اس نوجوان کی 26سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔اور بالآخر 14جنوری 2011ء کوصدر تیونس زین العابدین بن علی کو23سال حکومت کرنے کے بعد اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔

جس کے بعد 25جنوری 2011ء کو یہ مظاہرے مصر کی سرزمین میں بھی پھیل گئے۔اور 11رفروری 2011ء کومصری صدر حسنی مبارک کو اقتدار سے علیحدہ ہونا پڑا۔اسی دن یعنی 11رفروری 2011ء کوہی یمن میں حکومت کے خلاف مظاہرے شروع ہوگئے۔پھر 14رفروری 2011ء کومظاہروں کا یہ سلسلہ بحرین تک جا پہنچا۔جبکہ 15رفروری 2011ء کو لیبیا میں ان مظاہروں کی رَو چلی اور15مارچ 2011ء کو یہ فضا شام کے گلی کوچوں میں بھی پھیلنے لگی۔اسی طرح دیگرعرب ممالک تک بھی کسی نہ کسی طرح اس آگ کی تپش ضرور پہنچی جس کا آغاز محمد البوعزیزی کی خودسوزی سے ہوا۔

دستورعمل اورگلدستۂ نصیحت

بلادعربیہ میں لگی اس آگ پر جہاں اہل غرب نے تیل کا کام کیا وہاں خودان ممالک کے باشندوں اور دیگر مسلمان ممالک نے بھی کلمہ حق کہنے کی بجائے مختلف سیاسی بیانات اورمفاد پرستی کے لبادے میں ملبوس آراء کو ہی اپنا موقف قرار دیا۔ایسی حالت میں صرف ایک ایسی آواز تھی جو محض خدا کی خاطرنہایت مخلصانہ نصیحت پر مشتمل تھی، جوصرف حاکم کو ہی نہیں سمجھا رہی تھی بلکہ محکوم کوبھی درست راہ دکھا رہی تھی۔ یہ آواز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تھی ۔آپ نے 25فروری 2011ء کو تمام صورتحال کے تجزیئے اورمختلف مشوروں اور راہنمائی پر مشتمل ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جوعربوں کے لئے خصوصًا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے عمومًا ایک دستورعمل اورگلدستۂ نصیحت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ذیل میں مختلف

عناوین کے تحت اس خطبہ جمعہ کے بعض حصے پیش ہیں۔

عالم اسلام کے لئے پُردرد دعاؤں کی تحریک

اس خطبہ جمعہ میں حضور انور نے سب سے پہلے افراد جماعت احمدیہ کو ایک فرضِ دعا کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی، آپ نے فرمایا:

''آج مَیں ایک دعا کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کا تعلق تمام عالَمِ اسلام سے ہے۔ اِس وقت مسلمانوں سے ہمدردی کا تقاضا ہے اور ایک احمدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت ہے اور ہونی چاہئے، اُس کا تقاضا ہے کہ جو بھی اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے کلمہ پڑھتا ہے، جو بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، جو بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے کسی بھی قسم کے نقصان کا نشانہ بنایا جا رہا ہے یا کسی بھی مسلمان ملک میں کسی بھی طرح کی بے چینی اور لاقانونیت ہے اُس کے لئے ایک احمدی جو حقیقی مسلمان ہے، اُسے دعا کرنی چاہئے۔ ہم جو اس زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں ہمارا سب سے زیادہ یہ فرض بنتا ہے کہ مسلمانوں کی ہمدردی میں بڑھ کر اظہار کرنے والے ہوں۔ جب ہم عہدِ بیعت میں عام خلق اللہ کے لئے ہمدردی رکھنے کا عہد کرتے ہیں تو مسلمانوں کے لئے تو سب سے بڑھ کر اس جذبے کی ضرورت ہے۔''

پھر فرمایا:

''احمدی کو اسلامی دنیا کے لئے خاص طور پر بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے کہ ہر ملک اس لپیٹ میں آ جائے اور پھر ظلموں کی ایک اور طویل داستان شروع ہو جائے خدا تعالیٰ حکومتوں اور عوام دونوں کو عقل دے اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

عملی مدد کی خواہش

جماعت احمدیہ ان عرب ممالک کی خبر گیری کے فرض کی انجام دہی کیلئے اپنی تمام تر کوشش صرف کرنے کو تیار ہے لیکن ہمارے پاس عملی طور پر ان کی مدد کے وسائل نہیں ہیں، حضور انور

نے فرمایا:

''ہمارے پاس دنیاوی حکومت اور وسائل تو نہیں جس سے ہم مسلمانوں کی عملی مدد بھی کر سکیں یا کسی بھی ملک میں اگر ضرورت ہو تو کر سکیں، خاص طور پر بعض ممالک کی موجودہ سیاسی اور مُلکی صورتِ حال کے تناظر میں ہمارے پاس یہ وسائل نہیں ہیں کہ ہم جا کر مدد کر سکیں۔ ہاں ہم دعا کر سکتے ہیں اور اس طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے۔''

عملی مدد کی ایک کوشش کرنے کی ہدایت

حضور انور نے ان حالات میں احمدیوں کو اپنا کردار ادا کرنے کی ہدایت فرمائی، آپ نے فرمایا:

''جو احمدی ان ممالک میں بس رہے ہیں یا اُن ممالک کے باشندے ہیں جن میں آج کل بعض مسائل کھڑے ہوئے ہیں، اُن کو دعا کے علاوہ اگر کسی احمدی کے اربابِ حکومت یا سیاستدانوں سے تعلق ہیں تو انہیں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانی چاہئے کہ اپنے ذاتی مفادات کے بجائے اُن کو قومی مفادات کو ترجیح دینی چاہئے۔''

پھر فرمایا:

''مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہمارے احمدی جو عرب ملکوں میں بھی رہتے ہیں یا اُن کا اسلامی حکومتوں کے سیاستدانوں اور لیڈروں سے بھی کوئی تعلق ہے یا رسوخ ہے تو اُن کو بتائیں کہ اگر تم نے ہوش نہ کی، انصاف اور تقویٰ کو قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش نہ کی، مُلّاں کے چُنگل سے اپنے آپ کو نہ نکالا، شدت پسند گروہوں پر کڑی نظر نہ رکھی تو کوئی بعید نہیں کہ مُلّاں مذہب کے نام پر بعض ملکوں میں حکومت پر مکمل قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔ اور پھر مذہب کے نام پر ایسے خوفناک نتائج سامنے آئیں گے جو عوام کو مزید اندھیروں میں دھکیل دیں گے۔ مذہب کے نام پر ایک فرقہ دوسرے فرقے پر ظلم کرتا چلا جائے گا۔ اور اس فساد کی صورت میں پھر بڑی طاقتوں کو متعلقہ ملکوں میں اپنی مرضی سے دَر آنے کا پروانہ مل جائے گا۔ امن کے نام پر وہاں آ کر بیٹھ جانے کا اُن کو آپ لائسنس دے دیں گے، جس سے پھر فساد ہوگا، جانوں کو نقصان ہوگا، املاک کا نقصان ہوگا اور بالواسطہ یا بلاواسطہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جانے کا انتظام بھی ہو

سکتا ہے بلکہ یقینی طور پر ہو گا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ایک وسیع جنگ دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے، لے لے گی ۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور مسلم اُمّہ کو اور ان کے رہنماؤں کو عقل دے، سمجھ دے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دلوں میں پیدا کرنے والے ہوں۔"

خرابی کی نشاندہی

جماعت احمدیہ کے فرض اور عملی کوشش کے ذکر کے بعد حضور انور نے ان حالات کا نہایت حکیمانہ تجزیہ فرماتے ہوئے اس خرابی کی نشاندہی فرمائی جو اس فساد کی جڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں مختلف حکام کی ایک مشترکہ غلطی کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

"عموماً مسلمان اربابِ اختیار اور حکومت جب اقتدار میں آتے ہیں، سیاسی لیڈر جب اقتدار میں آتے ہیں یا کسی بھی طرح اقتدار میں آتے ہیں تو حقوق العباد اور اپنے فرائض بھول جاتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ تو ظاہر ہے تقویٰ کی کمی ہے۔ جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں، جس کتاب قرآنِ کریم پر ایمان لانے اور پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اُس کے بنیادی حکم کو بھول جاتے ہیں کہ تمہارے میں اور دوسرے میں مابہ الامتیاز تقویٰ ہے۔ اور جب یہ امتیاز باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ پھر دنیا پرستی اور دنیاوی ہوس اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ گو مسلمان کہلاتے ہیں، اسلام کا نام استعمال ہو رہا ہوتا ہے لیکن اسلام کے نام پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پامالی کی جا رہی ہوتی ہے۔ دولت کو، اقتدار کی ہوس کو، طاقت کے نشہ کو خدا تعالیٰ کے احکامات پر ترجیح دی جا رہی ہوتی ہے یا دولت کو سنبھالنے کے لئے، اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے غیر ملکی طاقتوں پر انحصار کیا جا رہا ہوتا ہے۔ غیر طاقتوں کے مفادات کی حفاظت اپنے ہم وطنوں اور مسلم اُمّہ کے مفادات کی حفاظت سے زیادہ ضروری سمجھی جاتی ہے اور اس کے لئے اگر ضرورت پڑے تو اپنی رعایا پر ظلم سے بھی گُریز نہیں کیا جاتا۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دولت کی لالچ نے سربراہانِ حکومت کو اس حد تک خودغرض بنا دیا ہے کہ اپنے ذاتی خزانے بھرنے اور حقوق العباد کی ادنیٰ سی ادائیگی میں بھی کوئی نسبت نہیں رہنے دی۔ اگر سَو (100) اپنے لئے ہے تو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے لئے ہے۔ جو خبریں باہر نکل رہی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ کسی سربراہ نے سینکڑوں کلوگرام سونا باہر نکال دیا تو کسی نے اپنے تہ خانے

خزانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ کسی نے سوئس بینکوں میں مُلک کی دولت کو ذاتی حساب میں رکھا ہوا ہے اور کسی نے غیر ممالک میں بے شمار، لاتعداد جائیدادیں بنائی ہوئی ہیں اور مُلک کے عوام روٹی کے لئے ترستے ہیں......لیکن سربراہ جو ہیں، لیڈر جو ہیں وہ اپنے محلوں کی سجاوٹوں اور ذاتی استعمال کے لئے قوم کے پیسے سے لاکھوں پاؤنڈ کی شاپنگ کر لیتے ہیں۔......مسلمان سربراہوں نے جن کو ایک رہنما کتاب، شریعت اور سنت ملی جو اپنی اصلی حالت میں آج تک زندہ و جاوید ہے باوجود اس قدر رہنمائی کے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی دھجیاں اڑائی ہیں۔''

پھر فرمایا:

''کہاں تو مومن کو یہ حکم ہے کہ مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم بھی یہ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات:11) کہ مومن تو بھائی بھائی ہیں۔ لیکن بعض ملکوں میں مثلاً مصر سے بھی اور دوسرے ملکوں سے بھی یہ خبریں آئی ہیں کہ حکومت نے قانونی اختیار کے تحت عوام کے خلاف جو کارروائی کی ہے وہ تو کی ہے لیکن اسی پر بس نہیں بلکہ عوام کو بھی آپس میں لڑایا گیا ہے۔''

پھر فرمایا:

''اگر سیاستدان ایماندار ہوں، سربراہانِ مملکت اپنے عوام کی خیر خواہی نیک نیتی سے چاہتے ہوں، اُن کے حقوق کا تحفظ کریں تو نہ کبھی بے چینی پھیلے، نہ ہی شدت پسند تنظیموں کو اُبھرنے کا موقع ملے، نہ بیرونی طاقتیں غلط رنگ میں اپنے مفاد حاصل کر سکیں۔

بہرحال مختصر یہ کہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ جو ظلم ہر جگہ نظر آ رہے ہیں دنیا کو تباہی کی طرف لے جاتے نظر آ رہے ہیں۔ اگر حقیقی تقویٰ پیدا نہ ہوا، انصاف قائم نہ ہوا تو آج نہیں تو کل یہ تباہی اور جنگ دنیا کو لپیٹ میں لے لے گی۔ اور بعید نہیں کہ اس کے ذمہ دار یا وجہ بعض مسلمان ممالک ہی بن جائیں۔''

اس خرابی کا منطقی ردّعمل

حضورانور نے مفصل طور پر اس خرابی کا ذکر کیا جو مختلف عرب اور اسلامی ممالک میں حکمرانوں کا شیوہ بن گیا ہے چنانچہ اس کا ردّعمل تو ظاہر ہونا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور

انور نے فرمایا:

''پس امتِ مسلمہ تو ایک طرف رہی یعنی دوسرے ملک جن کے حقوق ادا کرنے ہیں یہاں تو اپنے ہم وطنوں کے بھی مال غصب کئے جا رہے ہیں۔تو ایسے لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ تقویٰ پر چل کر حکومت چلانے والے ہوں گے، یا حکومت چلانے والے ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ ملک میں فساد اور افراتفری پیدا کرنے کا ذریعہ تو بن سکتے ہیں۔ طاقت کے زور پر کچھ عرصہ حکومتیں تو قائم کر سکتے ہیں لیکن عوام الناس کے لئے سکون کا باعث نہیں بن سکتے۔ پس ایسے حالات میں پھر ایک ردّعمل ظاہر ہوتا ہے جو گو اچانک ظاہر ہوتا ہوا نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن اچانک نہیں ہوتا بلکہ اندر ہی اندر ایک لاوا پک رہا ہوتا ہے جو اَب بعض ملکوں میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے اور بعض میں اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ جب یہ لاوا پھٹتا ہے تو پھر یہ بھی طاقتوروں اور جابروں کو بھسم کر دیتا ہے۔ اور پھر کیونکہ ایسے ردّعمل کے لئے کوئی معین لائحہ عمل نہیں ہوتا۔ اور مظلوم کا ظالم کے خلاف ایک ردّعمل ہوتا ہے۔ اپنی گردن آزاد کروانے کے لئے اپنی تمام تر قوتیں صرف کی جا رہی ہوتی ہیں۔ اور جب مظلوم کامیاب ہو جائے تو وہ بھی ظلم پر اُتر آتا ہے۔''

حقیقی تقویٰ کے فقدان کے نتائج

''اگر مسلمان لیڈرشپ میں تقویٰ ہوتا، حقیقی ایمان ہوتا تو جہاں سربراہانِ حکومت جو بادشاہت کی صورت میں حکومت کر رہے ہیں یا سیاستدان جو جمہوریت کے نام پر حکومت کر رہے ہیں، وہ اپنے عوام کے حقوق کا خیال رکھنے والے ہوتے۔ پھر اسلامی ممالک کی ایک تنظیم ہے، یہ تنظیم صرف نام کی تنظیم نہ ہوتی بلکہ مسلمان ممالک انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوتے نہ کہ اپنے مفادات کے لئے اندر خانے ایسے گروپوں کی مدد کرنے والے جو دنیا میں فساد پیدا کرنے والے ہیں۔ اگر حقیقی تقویٰ ہوتا تو عالمِ اسلام کی ایک حیثیت ہوتی۔ عالمِ اسلام اپنی حیثیت دنیا سے منواتا۔ برّاعظم ایشیا کا ایک بہت بڑا حصہ اور دوسرے برّاعظموں کے بھی کچھ حصوں میں اسلامی ممالک ہیں، اسلامی حکومتیں ہیں۔ لیکن دنیا میں عموماً ان سب ممالک کو غریب قوموں کی حیثیت سے جانا جاتا ہے یا غیر ترقی یافتہ

قوموں کی حیثیت سے جانا جاتا ہے یا کچھ ترقی پذیر کہلاتی ہیں۔بعض جن کے پاس تیل کی دولت ہے، وہ بھی بڑی حکومتوں کے زیرِ نگیں ہیں۔ان کے بجٹ،ان کے قرضے جو وہ دوسروں کو دیتے ہیں، اُن کی مدد جو وہ غریب ملکوں کو دیتے ہیں، یا مدد کے بجٹ جو غریب ملکوں کے لئے مختص کئے ہوتے ہیں اُس کی ڈور بھی غیر کے ہاتھ میں ہے۔خوفِ خدا نہ ہونے کی وجہ سے، خدا کے بجائے بندوں سے ڈرنے کی وجہ سے، نااہلی اور جہالت کی وجہ سے اوراپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے نہ ہی دولت کا صحیح استعمال اپنے ملکوں میں انڈسٹری کو ڈویلپ (Develop) کرنے میں ہوا ہے، نہ زراعت کی ترقی میں ہوا ہے۔ حالانکہ مسلمان ممالک کی دولتِ مشترکہ مختلف ملکوں کے مختلف موسمی حالات کی وجہ سے مختلف النوع فصلیں پیدا کرنے کے قابل ہے۔ یہ مسلمان ملک مختلف قدرتی وسائل کی دولت اور افرادی قوت سے اور زرخیز ذہن سے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔لیکن کیونکہ مفادات اور ترجیحات مختلف ہیں،اس لئے یہ سب کچھ نہیں ہو رہا۔آخر کیوں مسلمان ملکوں کے سائنسدان اور موجد اپنے زرخیز ذہن کی قدر ترقی یافتہ ممالک میں جا کر کرواتے ہیں۔اس لئے کہ اِن کی قدر اپنے ملکوں میں اُس حد تک نہیں ہے۔ اُن کو استعمال نہیں کیا جاتا۔اُن کو سہولتیں نہیں دی جاتیں۔ جب اُن کے قدم آگے بڑھنے لگتے ہیں تو سربراہوں یا افسر شاہی کے ذاتی مفادات اُن کے قدم روک دیتے ہیں۔‘‘

حقیقی تقویٰ کی راہیں تلاش کریں

حضور انور نے دونوں اطراف یعنی حاکم ومحکوم کو عمومی نصیحت کے طور پر فرمایا:

’’یہ سب کچھ گزشتہ چند ہفتوں میں مصر، تیونس یا لیبیا وغیرہ دوسرے ملکوں میں ہوا یا ہو رہا ہے...... یہ سب عالمِ اسلام کی بدنامی کا باعث ہے...... پس اس وقت اسلام کی ساکھ قائم کرنے کے لئے ،ملکوں میں امن پیدا کرنے کے لئے ،عوام الناس اور اربابِ حکومت واقتدار میں امن کی فضا پیدا کرنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے جس کی طرف کوئی بھی توجہ دینے کو تیار نہیں۔ توجہ کی صرف ایک صورت ہے کہ توبہ اور استغفار کرتے ہوئے ہر فریق خدا تعالیٰ کے آگے جھکے۔ تقویٰ کے راستے کی تلاش کرے......اس فساد کو دور کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ ہے اس زمانے میں آپ ؐ کے مسیح ومہدی کو قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانا۔ جب

تک اس طرف توجہ نہیں کریں گے، دنیاوی لالچ بڑھتے جائیں گے۔ اصلاح کے لئے راستے بجائے روشن ہونے کے اندھیرے ہوتے چلے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اب اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ تقویٰ کا حصول خدا تعالیٰ سے تعلق کے ذریعے سے ہی ملنا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق اُس اصول کے تحت ملے گا جس کی رہنمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی، اللہ تعالیٰ نے فرما دی۔"

نظامِ خلافت ہی حل ہے

حضور انور نے ایک ویب سائٹ کی خبر کا ذکر فرمایا اور آخر پر اس خبر میں موجود امور کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش فرمایا:

"یہ اُس کی باتوں کا خلاصہ ہے، مسلمانوں کو ایک کرنے کے لئے، انصاف قائم کرنے کے لئے، دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے یقیناً نظامِ خلافت ہی ہے جو صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ حکمرانوں اور عوام کے حقوق کی نشاندہی اور اس پر عمل کروانے کی طرف توجہ یقیناً خلافت کے ذریعے ہی مؤثر طور پر دلوائی جا سکتی ہے۔ یہ لکھنے والے نے بالکل صحیح لکھا ہے لیکن جو سوچ اس کے پیچھے ہے وہ غلط ہے۔ جو طریق انہوں نے بتایا ہے کہ عوام اٹھ کھڑے ہو جائیں اور نظامِ خلافت کا قیام کر دیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظامِ خلافت سے وابستگی سے ہی اب مسلم اُمّہ کی بقا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا اس تنظیم نے مسلمانوں کی حیثیت منوانے اور اُن کو صحیح راستے پر چلانے کے لئے بہت صحیح حل بتایا ہے لیکن اس کا حصول عوام اور انسانوں کی کوششوں سے نہیں ہو سکتا۔ کیا خلافتِ راشدہ انسانی کوششوں سے قائم ہوئی تھی۔ باوجود انتہائی خوف اور بے بسی کے حالات کے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دل پر تصرف کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے کھڑا کر دیا تھا۔ پس خلافت خدا تعالیٰ کی عنایت ہے۔ مومنین کے لئے ایک انعام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کچھ عرصہ تک خلافتِ راشدہ کے قائم ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور اس کے بعد ہر آنے والا اگلا دور ظلم کا دور ہی بیان فرمایا تھا۔ پھر ایک امید کی کرن دکھائی جو قرآنی پیشگوئی وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) میں نظر آتی ہے اور اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے مسیح ومہدی کے ظہور سے فرمائی جو غیر عرب اور فارسی الاصل ہوگا۔ جس کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور مُہر کے تحت غیر تشریعی نبوت کا مقام ہوگا۔ پس اگر مسلمانوں نے خلافت کے قیام کی کوشش کرنی ہے تو اِس رہنما اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔‘‘

انسانی کوششوں سے نظام خلافت قائم کرنے کے خواب دیکھنے والوں کو مخاطب کر کے حضور انور نے فرمایا:

’’پس خلافت کے لئے اللہ تعالیٰ کے رحم نے جوش مارنا تھا نہ کہ حکومتوں کے خلاف مسلمانوں کے پُر جوش احتجاج سے خلافت قائم ہونی تھی۔ کیا ہر ملک میں خلافت قائم کریں گے؟ اگر کریں گے تو کس ایک فرقے کے ہاتھ پر تمام مسلمان اکٹھے ہوں گے۔ نماز میں امامت تو ہر ایک فرقہ دوسرے کی قبول نہیں کرتا۔

پس اس کا ایک ہی حل ہے کہ پہلے مسیح موعودؑ کو مانیں اور پھر آپ علیہ السلام کے بعد آپؑ کی جاری خلافت کو مانیں۔ یہ وہ خلافت ہے جو شدت پسندوں کا جواب شدّت پسندی کے رویّے دکھا کر قائم نہیں ہوئی۔ مسلم اُمّہ کے دو گروہوں کے درمیان گولیاں چلانے اور قتل وغارت کرنے سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے رحم کو جوش دلانے سے قائم ہونے والی خلافت ہے۔ اور جو خلافت اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کی عنایت سے ملے گی تو وہ نہ صرف مسلم اُمّہ کے لئے محبت پیار کی ضمانت ہوگی بلکہ کُل دنیا کے لئے امن کی ضمانت ہوگی۔ حکومتوں کو اُن کے انصاف اور ایمانداری کی طرف توجہ دلائے گی۔ عوام کو ایمانداری اور محنت سے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائے گی۔

پس جماعتِ احمدیہ تو ہمیشہ کی طرح آج بھی اس تمام فساد کا جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے ایک ہی حل پیش کرتی ہے کہ خیرِ اُمّت بننے کے لئے ایک ہاتھ پر جمع ہو کر، دنیا کے دل سے خوف دور کر کے اُس کے لئے امن، پیار اور محبت کی ضمانت بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بن جاؤ۔ اس یقین پر قائم ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ اب بھی جسے چاہے کلیم بنا سکتا ہے تا کہ خیرِ اُمّت کا مقام ہمیشہ اپنی شان دکھاتا رہے۔ یہ سب کچھ زمانے کے امام سے جُڑنے سے ہوگا۔ اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں کی حالت بھی سنورے گی۔‘‘

دنیا کے امن کی ضمانت

''آج احمدی ہی اس دنیا کے امن کی ضمانت ہیں۔ آج دنیا دنیاوی داؤ پیچ کو سب کچھ سمجھتی ہے لیکن احمدی جو زندہ خدا کے نشانوں کو دیکھتا ہے، خدا تعالیٰ کی ذات پر انحصار کرتا ہے، خدا تعالیٰ کی قدرت کے نظارے دیکھتا ہے، خدا تعالیٰ کا خوف دلوں میں قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لئے خدا کے آگے جھکنا ہی سب کچھ ہے۔

ایک بنگالی پروفیسر صاحب چند دن ہوئے مجھے ملنے آئے۔ کہنے لگے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اگر جماعت احمدیہ اکثریت میں ہوگی، ہوتی ہے یا ہو جائے تو دوسرے فرقوں یا مذہبوں پر زیادتی نہیں ہوگی اور لوگوں کے حقوق نہیں دبائے جائیں گے؟ تو مَیں نے اُن کو کہا کہ جو اکثریت دلوں کو جیت کر بنی ہو، جو جبر کے بجائے محبت کا پیغام لے کر چلنے والی ہو، وہ ظلم نہیں کرتی بلکہ محبتیں پھیلاتی ہے۔ اس کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہوتا ہے۔ اُس کے پیشِ نظر خدا تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ وہ نیکیوں پر تعاون کرتی ہے اور تعاون لیتی ہے، اور پھر جو خلافتِ راشدہ کا نظام ہے یہ انصاف قائم کرنے کے لئے ہے، حقوق دلوانے کے لئے ہے، حقوق غصب کرنے کے لئے نہیں ہے۔ اور جو حکومت خلافت کی بیعت میں ہوگی وہ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف تو توجہ دے گی، حقوق غصب کرنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ بشری تقاضے کے تحت بعض غلط فیصلے ہو سکتے ہیں لیکن اگر تقویٰ ہو تو اُن کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔''

(مذکورہ بالا اقتباسات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 فروری 2011ء سے لئے گئے ہیں۔)

عرب ممالک کے احمدیوں کے لئے خصوصی پیغام

گو کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 25 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں اصولی طور پر حاکم اور محکوم دونوں کے لئے تفصیلی راہنمائی فرما دی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اول: دونوں اطراف تقویٰ سے کام لیں۔

دوم: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کے مضمون پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

سوم: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ کے اصل کو پکڑنے کی کوشش کریں۔
اوراس میں واضح طور پر عوام کے لئے یہ نصیحت تھی کہ ایسے کام جو ملکی امن وسلامتی کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں جن سے قتل وغارت اور خون ہو یا املاک کو نقصان پہنچے ایسے کام تقویٰ پر مبنی تو نہیں ہو سکتے۔ اور ایسے کاموں سے إِنَّمَا الْمُؤمِنُونَ إِخْوَةٌ کا مضمون تو کسی صورت ظاہر نہیں ہوتا۔ نہ ہی ایسے کام وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ کا عکس پیش کرنے والے ہیں۔
اسی طرح حاکموں کی طرف سے مسلسل ظلم کی فضا اور حقوق ادا کرنے کی بجائے حقوق غصب کرنے کی سیاست بھی ان مذکورہ امور کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔
اس اصولی وضاحت کے ساتھ ساتھ حضور انور نے فرمایا:
”ایسے لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ تقویٰ پر چل کر حکومت چلانے والے ہوں گے، یا حکومت چلانے والے ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ ملک میں فساد اور افراتفری پیدا کرنے کا ذریعہ تو بن سکتے ہیں۔ طاقت کے زور پر کچھ عرصہ حکومتیں تو قائم کر سکتے ہیں لیکن عوام الناس کے لئے سکون کا باعث نہیں بن سکتے۔ پس ایسے حالات میں پھر ایک ردّعمل ظاہر ہوتا ہے جو گو اچانک ظاہر ہوتا ہوا نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن اچانک نہیں ہوتا بلکہ اندر ہی اندر ایک لاوا پک رہا ہوتا ہے جو اَب بعض ملکوں میں ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے اور بعض میں اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ جب یہ لاوا پھٹتا ہے تو پھر یہ بھی طاقتوروں اور جابروں کو بھسم کر دیتا ہے۔ اور پھر کیونکہ ایسے ردّعمل کے لئے کوئی معین لائحہ عمل نہیں ہوتا۔ اور مظلوم کا ظالم کے خلاف ایک ردّعمل ہوتا ہے۔ اپنی گردن آزاد کروانے کے لئے اپنی تمام تر قوتیں صرف کی جا رہی ہوتی ہیں۔ اور جب مظلوم کامیاب ہو جائے تو وہ بھی ظلم پر اُتر آتا ہے۔“
آخری دو فقروں میں ساری نصائح کا خلاصہ آ گیا ہے۔ یعنی یہ درست ہے کہ حاکموں کے ظلم کا نتیجہ ایسے لاوے کی شکل میں نکلتا ہے جو انہیں بھسم کر دیتا ہے۔ لیکن یہ ردّعمل اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ مظلوم انتقام لینے کیلئے ظالم ہو جاتا ہے۔ لہذا ایسا کرنا درست نہیں ہے اگر یہ سلسلہ چلتا رہے تو کبھی امن کی فضا قائم ہی نہ ہو۔ اس لئے ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دینا تا محکوم بھی ظالم شمار نہ ہوں۔
اس کے باوجود بعض عرب ممالک سے احمدیوں کو واضح پیغام کی سمجھ نہ آئی اور انہوں نے

مختلف امور کے بارہ میں استفسارات ارسال کئے۔ اس لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یکم اپریل اور 15 اپریل 2011ء کو اسی موضوع پر خطبات ارشاد فرمائے۔ ذیل میں ان خطبات سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

احمدی کی ذمہ داری

یکم اپریل کے خطبہ جمعہ کی ابتدا میں حضور انور نے 25 فروری کے خطبہ کا حوالہ دے کر موجودہ حالات میں احمدیوں کو اپنی ذمہ داری کے ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''فروری کے آخری جمعہ میں مَیں نے خطبہ میں عالمِ اسلام کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے احمدی کو اپنی ذمہ داری سمجھنے کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ہمارے پاس ذرائع نہیں ہیں، طاقت نہیں ہے، مسلمان ملکوں کے بادشاہوں تک کھل کر براہِ راست آواز نہیں پہنچا سکتے کہ انہیں سمجھائیں کہ تم اپنے بادشاہ ہونے یا حکمران ہونے کا صحیح حق ادا کرو۔ چند جگہوں پر ہوسکتا ہے کسی ذریعہ سے آواز پہنچ جائے لیکن واضح پیغام پہنچ سکے کہ نہ، یہ علم نہیں۔ بہر حال یہ مَیں نے اس لئے کہا تھا کہ احمدی جو دعا پر یقین رکھتے ہیں انہیں دعا کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کو عقل دے اور یہ اسلامی ممالک ہر قسم کی شکست وریخت سے بچ جائیں۔

اسی طرح عوام کو بھی پیغام تھا کہ وہ بھی اپنی ذمہ داریاں سمجھیں اور اپنے ملکوں کو شدت پسندوں کی یا غیروں کی جھولی میں نہ گرائیں۔ بہر حال مَیں اس خطبہ میں اِن ملکوں میں رہنے والے احمدیوں کو بھی دوبارہ پیغام دیتا ہوں، پہلے بھی پیغام دیا تھا کہ دعاؤں کی طرف توجہ دیں اور جس حد تک دونوں طرف کو یہ عقل دلا سکتے ہیں دلائیں کہ شدت پسندی کسی مسئلے کا حل نہیں ہے اور جو سب سے بڑا ہتھیار ہے وہ دعا ہے۔ احمدیوں کی اکثریت نے اس پیغام کو سمجھ لیا تھا اور اللہ کے فضل سے احمدی تو عموماً اس توڑ پھوڑ میں حصہ نہیں لیتے۔ اس لئے انہوں نے عموماً نہ فساد میں حصہ لیا، نہ جنگ وجدل میں حصہ لیا۔''

حکمران کی غلط پالیسیوں پر کہاں تک صبر کیا جائے؟

حضور انور نے فرمایا:

"بعض ایسے بھی ہیں جن کے ذہنوں میں سوال اٹھتے ہیں کہ ہم جابر اور ظالم حکمران کے خلاف یا اس کی غلط پالیسیوں کے خلاف کس حد تک صبر دکھائیں؟ کیا ردّعمل ہمارا ہونا چاہئے؟ ......اور کس حد تک احمدیوں کو باقی عوام کے ساتھ مل کر اس شدت پسندی میں شامل ہونا چاہئے جس کا ردّعمل عوام دکھا رہے ہیں۔ یا حکومت کے خلاف جلوسوں میں شامل ہونا چاہئے......اور کس حد تک ظلموں کو برداشت کریں؟......

☆ سب سے بنیادی چیز قرآنِ کریم ہے...... اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ (النحل:91)......اس کے معنے یہ ہیں کہ ہر قسم کی بے حیائی، ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے تمہیں اللہ تعالیٰ روکتا ہے......اس حکم میں یہ خیال نہیں آ سکتا کہ ایک طبقے کو حکم ہے اور دوسرے طبقے کو نہیں ہے۔ اس آیت کی مکمل تفسیر تو اس وقت بیان نہیں کر رہا، صرف بغاوت کے لفظ کی ہی وضاحت کرتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے، حقِ واجب میں کمی کرنے اور حقِ واجب میں زیادتی کرنے دونوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے۔ یعنی جب حاکم اور محکوم کو حکم دیا جاتا ہے تو دونوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا جاتا ہے۔ نہ حاکم اپنے فرائض اور اختیارات میں کمی یا زیادتی کریں، نہ عوام اپنے فرائض میں کمی یا زیادتی کریں۔ اور جو بھی یہ کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والا ہوگا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والا پھر خدا تعالیٰ کی گرفت میں بھی آ سکتا ہے......۔

☆ کئی احادیث ہیں جو حکمرانوں کے غلط رویے کے باوجود عوام الناس کو، مومنین کو صبر کی تلقین کا حکم دیتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے......فرمایا: تم میرے بعد دیکھو گے کہ تمہاری حق تلفی کر کے دوسروں کو ترجیح دی جارہی ہے۔ نیز ایسی باتیں دیکھو گے جن کو تم بُرا سمجھو گے۔ یہ سن کر صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! پھر ایسے وقت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا: اُس وقت کے حاکموں کو اُن کا حق ادا کرو اور تم اپنا حق اللہ سے مانگو۔ (بخاری کتاب الفتن)

پھر فرمایا: جو شخص اپنے امیر کی کسی بات کو ناپسند کرے تو اُس کو صبر کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے امیر کی اطاعت سے بالشت برابر بھی باہر ہوا تو اُس کی موت جاہلیت کی سی موت ہوگی۔ (بخاری کتاب الفتن)

سلمہ بن یزید الجعفی نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق مانگیں مگر ہمارا حق ہمیں نہ دیں تو ایسی صورت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟......رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے حالات میں اپنے حکمرانوں کی بات سنو اور اُن کی اطاعت کرو۔ جو ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی ہے اُس کا مؤاخذہ اُن سے ہوگا اور جو ذمہ داری تم پر ڈالی گئی ہے اُس کا مؤاخذہ تم سے ہوگا۔

(مسلم کتاب الامارۃ) ''

کھلا کھلا کفر دیکھنے کی حالت میں تعلیم

بعض متشدد جماعتوں کا یہ موقف ہے کہ کھلا کھلا کفر دیکھنے کی صورت میں بغاوت جائز ہے اور حکمرانوں کے ساتھ جھگڑا کرنا عین شریعت کے مطابق ہے۔ اس غلط طرز فکر کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

''جُنادہ بن اُمیہ نے کہا کہ ہم عُبادہ بن صامت کے پاس گئے۔ وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے ہم سے ایسی حدیث بیان کرو جو تم نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو۔ اللہ تم کو اُس کی وجہ سے فائدہ دے۔ اُنہوں نے کہا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلا بھیجا۔ ہم نے آپ سے بیعت کی۔ آپ نے بیعت میں ہمیں ہر حال میں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، تنگی ہو یا آسانی ہو اور حق تلفی میں بھی یہ بیعت لی کہ بات سنیں گے اور مانیں گے۔ آپ نے یہ بھی اقرار لیا کہ جو شخص حاکم بن جائے ہم اُس سے جھگڑا نہ کریں سوائے اس کے کہ تم اعلانیہ اُن کو کفر کرتے دیکھو جس کے خلاف تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

اِن احادیث میں اُمراء اور حکام کی بے انصافیوں اور خلافِ شرع کاموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن پھر بھی آپؐ نے یہ فرمایا کہ اِن کے خلاف بغاوت کرنے کا تمہیں حق نہیں ہے۔ حکومت کے خلاف مظاہرے، توڑ پھوڑ اور باغیانہ روش اختیار کرنے والوں کا طرزِ عمل خلافِ شریعت ہے۔

اس آخری حدیث کی مزید وضاحت کر دوں کہ اس حدیث کے آخری الفاظ میں جو عربی

کے الفاظ ہیں کہ وَاَنْ لَّا نُنَا زِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ اِلَّا اَن تَرَوْا کُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَکُم مِنَ اللّٰہِ فِیْہِ بُرْھَانٌ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ اقرار بھی لیا کہ جو شخص حاکم بن جائے ہم اُس سے جھگڑا نہیں کریں گے سوائے اس کے کہ تم اعلانیہ اُس کو کفر کرتے ہوئے دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

حدیث کے یہ جو آخری الفاظ ہیں اِن کے معنی بعض سلفی، وہابی اور باقی متشدد دینی جماعتیں یا جو فرقے ہیں وہ یہ لیتے ہیں کہ صرف اُس وقت تک حکّام سے لڑائی جائز نہیں جب تک کہ اُن سے کفر بوّاح نہیں ظاہر ہو جاتا (کھلا کھلا کفر ظاہر نہیں ہو جاتا)۔ اگر حاکم سے کفرِ بوّاح نظر آ جائے تو پھر اس کے ازالے کے درپے ہونا اور اُس سے حکمرانی چھین لینا فرض ہے۔ یہی متشدد جماعتیں ہیں جنہوں نے اِس پر یہ دلیل سوچ رکھی ہے کہ حکومتوں کے خلاف بغاوت کی جا سکتی ہے۔ بلکہ بعض اپنے فتووں کو آپس میں ہی اتنا مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فتوے دینے والے یہ کہتے ہیں کہ جن کو ہم نے کافر قرار دے دیا اُن کو جو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ اور کافر کو کافر نہ سمجھے والا بھی کافر ہے۔ تو یہ جو تکفیر ہے اس کا ایک لمبا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔

بہر حال اس حدیث میں اصل الفاظ یہی ہیں کہ تم نے اطاعت کرنی ہے سوائے اس کے کہ ایسی بات کی جائے جو کفر کی بات ہو یا تمہیں کفر پر مجبور کیا جا رہا ہو۔ اس کے علاوہ ہر معاملے میں اطاعت ہونی چاہئے اور اُس صورت میں بھی بغاوت نہیں ہے بلکہ وہ بات نہیں ماننی۔"

ناپسندیدہ کام کو ہاتھ سے تبدیل کرنے کا درست فہم

"ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے وہ اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اسے طاقت نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے اور یہ طاقت بھی نہ ہو تو پھر اپنے دل سے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الایمان)

بعض لوگ اس کے غلط معانی بیان کر کے ملک میں ناپسندیدہ کاموں کو خود دخل اندازی کر کے درست کرنے کا جواز نکالتے ہیں۔ حضور انور نے اس خیال کی بھی تصحیح فرمائی اور اس

حدیث کو پیش کر کے فرمایا:

(اس حدیث کی شرح میں)امام ملاعلی قاری لکھتے ہیں...: ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ ناپسندیدہ کام کو ہاتھ سے تبدیل کرنے کا حکم حکمرانوں کے لئے ہے۔ زبان سے تبدیل کرنے کا حکم علماء کے لئے ہے اور دل سے ناپسندیدہ بات کو ناپسند کرنے کا حکم عوامِ مومنین کے لئے ہے۔

(مرقاۃ۔شرح مشکاۃ۔جز9۔صفحہ نمبر 324)

پس یہ اس حدیث کی بڑی عمدہ وضاحت ہے کہ تین باتیں تو ہیں لیکن تین باتیں تین مختلف طبقوں کے لئے اور صاحبِ اختیار کے لئے ہیں...... اگر ہر کوئی اس طرح روکنے لگ جائے گا تو پورا ایک فساد پیدا ہو جائے گا۔اور فساد اور بدامنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔سورۃ بقرۃ کی آیت 206 ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اگر یہ مراد لی جائے کہ عوام حکمران کی کسی بات کو ناپسند کریں تو وہ حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور توڑ پھوڑ اور فتنہ وفساد اور قتل و غارت اور بغاوت شروع کر دیں تو یہ مفہوم بھی شریعت کی ہدایت کے مخالف ہے۔اس بارہ میں قرآنِ کریم کا جو حکم ہے، فیصلہ ہے وہ مَیں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ(النحل:91)۔"

حکومت وقت کی اطاعت کے بارہ میں انبیاء کا نمونہ

"انبیاء کا حکومتِ وقت کی اطاعت کے بارے میں کیا نمونہ رہا ہے؟ ......قرآنِ کریم نے دو درجن کے قریب انبیاء، بیس پچیس انبیاء کے حالات بیان فرمائے ہیں مگر کسی نبی کی بابت یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اُس نے دنیاوی معاملات میں اپنے علاقے کے حاکمِ وقت کی نافرمانی یا بغاوت کی ہے۔ یا اُس کے خلاف اپنے متبعین کے ساتھ مل کر مظاہرے کئے ہوں یا کوئی توڑ پھوڑ کی ہو۔ دینی امور کے بارے میں تمام انبیاء نے اپنے اپنے علاقوں کے حکمرانوں کے غلط عقائد کی کھل کر تردید کی اور سچے عقائد کی پُرزور تبلیغ کی.....اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ(یوسف:77)۔اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی۔اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ اپنے بھائی کو بادشاہ کی حکمرانی میں روک لیتا سوائے اس کے کہ اللہ چاہتا۔یعنی حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہِ مصر کے قانون کے

مطابق اپنے حقیقی بھائی کو مصر میں روکنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھلوا کر شاہی پیمانہ جو تھا اپنے بھائی کے سامان میں رکھوا دیا اور تلاشی لینے پر اُن کے بھائی کے سامان میں سے ہی وہ پیمانہ نکل آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے کافر اور مشرک بادشاہ کے قانون کے پابند تھے۔ دنیاوی معاملات میں حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے قانون کی پابندی اور وفاداری سے اطاعت کے باوجود دینی امور میں اس کے غلط عقائد کی پابندی اور اطاعت نہیں کرتے تھے۔"

أولو الأمر منکم سے مراد

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اولوالأمر صرف مسلمانوں میں سے ہی ہوسکتا ہے۔ اس بناء پر غیر مسلم حاکم کے خلاف نکل کھڑے ہونے اور رفتنہ وفساد برپا کرنے کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ" قرآن شریف میں حکم ہے اَطِیْعُوا اللّٰہ وَاَطِیْعُواالرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ یہاں اُوْلِی الْاَمْر کی اطاعت کا حکم صاف طور پر موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ مِنْکُم میں گورنمنٹ داخل نہیں تو یہ اُس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے وہ اُسے مِنْکُم میں داخل کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔ اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے حکم مان لینے چاہئیں"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 171 مطبوعہ ربوہ)

فرمایا کہ " اُوْلِی الْاَمْر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔ اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اُس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہوسکے وہ ہم میں سے ہے"۔

(ضرورت الامام۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 493)

......اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُم سے مراد صرف مسلمان حکمران نہیں۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "بعض مسلمان غلطی سے اس آیت کے

معنی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف مسلمان حکّام کے حق میں ہے کہ اُن کی اطاعت کی جاوے۔لیکن یہ بات غلط ہے اور قرآنِ کریم کے اصول کے خلاف ہے۔ بیشک اس جگہ لفظ مِنْکُم کا پایا جاتا ہے۔مگر مِنْکُم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو تمہارے ہم مذہب ہوں بلکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ جو تم میں سے بطور حاکم مقرر ہوں۔ مِنْ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کفار کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اَلَمْ یَاتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الانعام:131)۔ اس آیت میں مِنْکُم کے معنی اگر ہم مذہب کریں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نعوذ باللہ من ذالک، رسول کفار کے ہم مذہب تھے۔ پس ضروری نہیں کہ مِنْکُم کے معنی ہم مذہب کے ہوں۔ یہ اور معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس جگہ اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ حاکم جو تمہارے ملک کے ہوں یعنی یہ نہیں کہ جو حاکم ہو اُس کی اطاعت کرو بلکہ اُن کی اطاعت کرو جو تمہارا حاکم ہو۔''

ہماری تعلیم

قتل و غارت گری اور توڑ پھوڑ کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا یہ اقتباس پیش فرما کر جماعتی موقف کی وضاحت فرمائی:

''بعض جماعتیں ایسی ہیں جو بغاوت کی تعلیم دیتی ہیں۔بعض قتل و غارت کی تلقین کرتی ہیں۔بعض قانون کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتیں۔ ان معاملات میں کسی جماعت سے ہمارا تعاون نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ ہماری مذہبی تعلیم کے خلاف امور ہیں۔ اور مذہب کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ چاہے ساری گورنمنٹ ہماری دشمن ہو جائے اور جہاں کسی احمدی کو دیکھے اُسے صلیب پر لٹکانا شروع کر دے پھر بھی ہمارا یہ فیصلہ بدل نہیں سکتا کہ قانونِ شریعت اور قانونِ ملک کبھی توڑا نہ جائے۔ اگر اس وجہ سے ہمیں شدید ترین تکلیفیں بھی دی جائیں تب بھی یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے خلاف چلیں''۔

(الفضل 6/اگست 1935ء جلد 23 نمبر 31 صفحہ 10 کالم 3)

نصیحت کا نچوڑ اور ہدایات کا خلاصہ

حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش فرمایا جو اس سارے

مضمون کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔

فرمایا: ''اگر حاکم ظالم ہو تو اُس کو برا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو، خدا اُس کو بدل دے گا یا اُسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے، مؤمن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔''

(الحکم 24 مئی 1901ء۔نمبر 19 جلد 5 صفحہ 9 کالم نمبر 2)

یہ نہایت حکیمانہ نصیحت ہے۔ اگر سارا ملک اسی نہج پہ سوچنے لگے اور ہر ایک اپنی اصلاح کی کوشش کرے تو بالآخر حاکم تو انہیں میں سے منتخب ہوگا جو نیک ہوگا۔ نیز حاکم چاہے جتنا برا ہو اگر اسکے ساتھ کام کرنے والے سب نیک ہوں اور برے کاموں میں اسکے ساتھ شامل نہ ہوں اور خلاف شرع کاموں میں اسکی اطاعت نہ کریں تو وہ اپنے برے کاموں کی انجام دہی سے خود ہی عاجز آ جائے گا۔ اس لحاظ سے یہ نصیحت نہایت اعلیٰ درجہ کی حکمت پر مبنی ہے۔

(مندرجہ بالا اقتباسات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 2011ء سے لئے گئے ہیں۔)

علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 15 اپریل 2011 کو بھی اسی موضوع پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتاب ''اَلْهُدٰى وَالتَّبْصِرَةُ لِمَنْ يَّرٰى'' سے مختلف اقتباسات پیش فرمائے جس میں آپؑ نے سو سال سے زائد عرصہ قبل حکمرانوں کے اور علماء کے حالات بیان فرمائے تھے جو آج کی صورتحال پر بھی صادق آتے ہیں۔ اور اس حوالے سے آپ نے عرب ممالک کے رہنے والے حکام اور عوام کی عمومی راہنمائی فرمائی۔

انڈیکس

☆☆☆

☆☆☆☆☆

﴿اسماء﴾

☆......☆......☆

مقامات

کتابیات

☆......☆......☆